

دُور اُفق پر تیرتے بادلوں نے نیلگوں آسمان پر سفید سی چادر تان دی تھی۔۔ ہوا کے
دوش پر اپنی منزل کی جانب گامزن بادل مختلف اشکال اختیار کرتے پیغام رسانی
کر رہے تھے کی کوئی بھی ایک جیسا نہیں رہتا۔۔ زندگی کے تند و تیز جھکڑ۔۔ انسان کو
تبدیل کر دیتے ہیں۔۔۔ وہ انسان کو ہمیشہ اُجلا اور ہمیشہ میلا نہیں رہنے دیتے۔۔ وقت کی
مدھم رفتار پر قدم دھرتا انسان آخر عُمر میں پہنچ کر کیا بن جاتا ہے کوئی ادراک کیسے کر سکتا
! ہے۔۔

وہ بھی اپنی زندگی کے گرم تھپیڑوں کو یاد کرتا لان کی تیخ دھند میں جاگنگ کر رہا تھا، پسینے کی بوندیں اسکے جسم پر اُبھری ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔۔۔ چہرے کے تاثرات پتھریلے تھے۔۔۔ پہاڑوں پر جمی تیخ برف جیسے۔۔۔

ہلکی پھلکی ورزش سے فارغ ہو کر وہ خود کو تولیئے سے پونچتا کمرے کی جانب آیا۔۔۔
نوراں نے دروازے پر دستک دے کر اسے متوجہ کیا تو وہ گردن خشک کرتا پلٹا۔۔۔

”صاحب ناشتہ لگا دوں“

وہ موعِدب سی کھڑی اجازت طلب کر رہی تھی۔۔۔

”ہوں۔۔۔ میں شاور لے کر آتا ہوں۔۔۔“

اور پھر واشروم کی جانب بڑھ گیا۔۔۔

شاور لے کر فریش ہوتا وہ کچن کی سمت آگیا۔۔۔ کچن میں ناشتے کی طویل ٹیبل پر۔۔۔
معمول کی گہما گہمی تھی۔۔۔ وہ ہمیشہ کی طرح خاموشی سے آیا۔۔۔ اور کرسی کھینچ بیٹھا۔۔۔

وہ عموماً ناشتہ اپنے کمرے میں ہی کیا کرتا تھا۔۔۔ اسے یوں سب کے درمیان بیٹھنا کسی عذاب سے کم نہیں لگتا تھا۔۔۔ طنز اور حقارت سے لبریز نگاہیں۔۔۔ اسے اور اسکی بھرپور ابھرتی جوانی کو تار تار کر دیا کرتی تھیں۔۔۔

مگر یہ اس سفید حویلی کا حسن تھا۔۔۔ اور اسکے کچھ اُصول تھے۔۔۔ جنگی پابندی اسے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھی۔۔۔ چھٹی کے دن سب اکٹھے ناشتہ کیا کرتے تھے۔۔۔ اور ہر چھٹی پر اسکے حلق سے نوالہ نگلنا مشکل ہو جاتا تھا۔۔۔

ولی ڈیرے پر سب ٹھیک جا رہا ہے۔۔۔؟“ شیخ زمان نے ناشتے کے دوران اس سے ”پوچھا۔۔۔ کاروبار کے تمام کام اسی کے ذمے تھے۔۔۔

جی سردار بابا۔۔۔“ اس نے ادب سے جواب دیا۔۔۔“

”پچھلے دنوں کچھ نقصان ہو گیا تھا۔۔۔ اشرف نے بتایا مجھے۔۔۔ مگر تمہارے منہ سے تو اس ”بات کی بھنک بھی نہیں نکلی۔۔۔

تکلم اور رعونت سے بھرپور جملہ اسے کوڑے کی طرح رسید کرنے والا بختیار احمد تھا۔۔
اس نے ضبط سے سرخ ہوتی آنکھیں اٹھائیں اور سردار بابا کو دیکھا۔۔

"یہ ہمیں آگاہ کر چکا ہے بختیار۔۔ ہر دفعہ بغیر تحقیق کے بات مت کیا کرو۔۔"
زمان احمد کی مضبوط آواز نے ڈائنگ ہال کو سٹائے میں غرق کر دیا تھا۔۔

آغا جان میں آپکی اولاد ہوں۔۔ اپنے کاروبار کے بارے میں پوچھ گچھ کرنا میرا فرض "
ہے، جب آپ ذاتی کاروبار کی ڈوریں غیروں کے ہاتھ میں دینگے تو یقیناً کسی کو تو چیک
"رکھنا ہوگا۔۔"

اس نے پھر سے زہر اگلا تھا۔۔ پھر ولی کو لفظوں کا کوڑا رسید کیا تھا۔۔ اس نے سختی
سے لب بھینچے۔۔ جیسے بہت سا ضبط کیا۔۔

”بااااااس“

زمان احمد نے ہاتھ اٹھا کر سختی سے اپنے بیٹے کو روک دیا۔۔ سارا ڈانٹنگ ہال دم سادھے بیٹھا تھا۔۔ سب کھانے سے ہاتھ کھینچ چکے تھے۔۔ ماحول میں تناؤ در آیا تھا۔۔

جب اپنے سکے کھوٹے ہوں تو غیروں کو اپنانا پڑتا ہے۔۔ اور یہ جو تمہارے ذہن میں ”
خناس بھرا ہے ناں کہ ولی غیر ہے۔۔ اس خباثت کو اپنے دماغ سے نکال دو۔۔ وہ اولاد
”ہے ہماری۔۔ اولاد کی طرح پالا ہے ہم نے اُسے۔۔

زمان تنے چہرے کے ساتھ گرج رہے تھے۔۔ بختیار استغزاء ہنسا۔۔

معاف کیجیے گا آغا جان۔۔۔ مگر کسی کو اولاد کہنا اسے آپکی اولاد تو نہیں بنا دیتا ناں۔۔۔“
اصل اولاد تو وہ ہی ہوتی ہے۔۔ خون کے رشتوں سے متصل۔۔ اور یہ جانے بغیر کہ اسکا

کردار کیسا ہے۔۔ اسکی رگوں میں کونسا غلیظ خون گردش کر رہا ہے۔۔ آپ اسے ہمارے
”لڑکیوں سے بھرے گھر میں آنے جانے کی اجازت دینے بیٹھے ہیں۔۔

بختیار ہرزہ سرائی سے باز نہیں آیا تھا۔۔ اسکے دماغ کی خباثت اب منہ کے راستے باہر کو
نکل کر ساری فضا کو آلودہ کر رہی تھی۔۔ زمان احمد کا چہرہ سرخ ہوا۔۔

ولی نے مسٹی زور سے بھینچی تھی۔۔ یہ طنز۔۔ یہ سنسناتا جملہ۔۔ اسکے خون کی گردش کو
تیز کر گیا تھا۔۔

یہ مت بھولو بختیار احمد کہ تم اپنی راتیں، جہنم کے کن سیاہ گڑھوں میں گزارتے ہو۔۔“
دوسروں کے کردار پر میلی نگاہ ڈالنے سے پہلے اپنے رنگین مزاج کی بھی خبر رکھو۔۔ جس
کے من کا آئینہ میلا ہوا سے بھلا دوسرا اجلا نظر آجھی کیسے سکتا ہے۔۔ لڑکیوں کے گھر

میں آنے سے اسے نہیں تمہیں روکنا چاہیئے۔۔ اپنے باپ کو اب اتنا بھی بے خبر نہ سمجھو
"بختیار۔۔"

انکی آواز میں پھنکار تھی۔۔ ایسی پھنکار جس سے بختیار بلبلا اٹھا تھا۔۔ گھر کی خواتین نے
منہ پر ہاتھ رکھ لیئے تھے۔۔ بی جان نے زمان احمد کو مزید کچھ کہنے سے روکا۔۔

بہنے دو بیگم۔۔ اس نے ہمارا صبر تمام کر دیا ہے۔۔ اس نے ہماری زندگی بھر کی "
"ریاضت پر لات ماری ہے۔۔"

انکی آنکھیں ضبط سے سُرخ پڑ رہی تھیں۔۔ بی جان نے دکھ سے اپنی اولاد کو دیکھا۔۔
بختیار غصے سے کرسی کھینچ کر اٹھا اور ٹھوکریں مارتا کچن سے نکل گیا۔۔

ولی نے بھی نیپکن سے ہاتھ پونچے اور سپاٹ سا کرسی کھینچتا اٹھ کھڑا ہوا۔۔ اہل نے
جھجھکتے ہوئے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔۔ درد کی جس بھٹی میں وہ بچپن سے سُلگتا آیا

تھا۔۔ وہ اس سے بے خبر نہیں تھی۔۔ اسکے کردار سے بہت باخبر تھی۔۔ کہ وہ گھر کی لڑکیوں کو دیکھتا بھی نہیں تھا۔۔ اسکے کردار پر ایسا حملہ۔۔ ولی کا دکھ محسوس کر کے اسکی آنکھیں نم ہونے لگیں تھیں۔۔ طلوع ہوئی اُجلی صبح اداسی میں ڈوبنے لگی تھی۔۔

نظر احمد اپنے باپ کے اکلوتے چشم و چراغ تھے، باپ کے گزر جانے کے بعد کاروبار اور معاملات کی باگیں انہوں نے بہت کم سنی میں سنبھال لی تھیں۔ شادی ہوئی تو خدا نے انکو تین بیٹوں سے نوازا۔۔ حسین احمد۔۔ حسن احمد اور زمان احمد۔۔

نظر احمد اپنے باپ کا پر ثو تھے۔۔ انتہائی نیک دل اور شریف النفس طبیعت کے مالک تھے۔۔

جب انکی طبیعت ناساز رہنے لگی تو انہوں نے جائیداد کا ہوارہ تینوں بیٹوں کے درمیان انتہائی انصاف سے کیا کہ کسی کو بھی انکے فیصلوں سے اختلاف نہ ہوا۔۔

تین تویلیاں۔۔ ساتھ ساتھ اونچے ستونوں پر جمی شان سے سر اٹھائے کھڑی تھیں۔۔

زمان احمد بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔۔ انکے دو بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔۔ بختیار

احمد، نثار احمد اور امل۔۔ حسن احمد کے تین بیٹے تھے۔۔ نذیر احمد، رشید احمد، نفیس احمد

اور ناجیہ۔۔ حسین احمد کی دو بیٹیاں اور ایک بیٹا تھا۔۔ شازیہ، امینہ اور ہاشم احمد۔۔

تینوں بھائیوں میں سب سے زیادہ نظر احمد سے مماثلت رکھتے زمان احمد تھے۔ انکے دونوں

بڑے بھائیوں نے دولت کی چکچکوند میں خود کی اور باپ کی عزت خاک کرنے میں کوئی

کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔۔ انکی اولادیں بھی انہی کے نقش قدم پر گامزن تھیں۔۔

زمان احمد۔۔ کبھی دولت کے نشے میں دھت ہو کر خود کی اور باپ کی ساکھ کو نقصان

پہنچانے کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔۔ وہ باحیا اور نیک تھے۔۔ گاؤں والوں کے ساتھ

معاملات۔۔ انصاف اور عدل پر مبنی کرتے۔۔ انکے بیٹے نہ کاروبار میں دلچسپی لیتے تھے اور

نہ پڑھائی میں۔۔

حالات کے سامنے سینہ تانے اور کاروباری اُلجھنوں کو سلجھاتے سلجھاتے وہ تھک سے گئے تھے۔۔۔ ایسے میں ولی انکا بہت بڑا سہارا تھا۔۔۔ وہ انکی اولاد نہیں تھا۔۔۔ مگر وہ انکی اولاد سے بڑھ کر تھا۔۔۔ اپنے ناتواں کندھوں کا بوجھ اسکے مضبوط شانوں پر ڈال کر وہ خاصے مطمئن تھے۔۔۔ انہیں اسکی نیک نیتی اور ایمانداری پر خود سے بھی زیادہ بھروسہ تھا۔۔۔ ولی احمد کی زندگی پر بس ایک داغ تھا۔۔۔ اور وہ داغ۔۔۔ زمان احمد چاہ کر بھی نہ مٹا سکے تھے۔

وہ ڈیرے سے تھکا ہارا واپس آیا تھا، اور بنا کسی کی جانب دیکھے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا۔۔۔ اسکا کمرہ لان سے متصل تھا۔۔۔ گھر کے باقی حصّوں سے الگ تھلگ۔۔۔ یہ کمرہ اسکی اپنی پسند تھا۔۔۔ سب سے الگ اور جُدا۔۔۔

اس نے کبھی خود کو اس گھر کا فرد بنانے کی کوشش نہیں کی تھی۔۔ اس نے کبھی زمان احمد کو آغا جان تک نہیں کہا تھا۔۔ آغا جان سے اپنائیت جھلکتی تھی اور وہ اسی اپنائیت کو مفقود رکھنا چاہتا تھا۔۔ اس نے ہمیشہ باقی ملازمین کی طرح انہیں سردار بابا کہا تھا۔۔

اس گھر کے ملکین اسکی سوچوں تک کو زہریلا کر دیا کرتے تھے۔۔ اس پر طنز کے وہ جملے کسا کرتے تھے کہ جنکی کڑواں اس سے ساری ساری رات جگائے رکھتی تھی۔۔ انہی باتوں کے بانٹ وہ بچپن ہی سے خول میں مقید ہو کر رہ گیا تھا۔۔ اسکی شخصیت۔۔ اسکی سوچ۔۔ کسی پر بھی عیاں نہیں تھی۔۔ اس نے کبھی عیاں ہونے ہی نہیں دی تھی۔۔ حویلی والوں نے اسے شاز ہی مسکراتے دیکھا تھا۔۔ وہ مختصر بولتا تھا۔۔ زیادہ تر یک لفظی جواب پر اکتفا کیا کرتا تھا۔۔

ولی "بی جان نے اسے ہمیشہ کی طرح محبت سے مخاطب کیا تھا۔۔ وہ بے اختیار پلٹا۔۔"
چہرے پر تھکن اور گھنی پلکوں پر جمی گرد اس بات پر شاہد تھی کہ وہ لمبے سفر سے آیا
ہے۔۔

"کیسا ہے میرا بچہ؟"

ٹھیک بی جان "اس نے ادب سے گردن جھکا دی تھی۔۔"

"کہاں رہ گئے تھے۔۔ کب سے انتظار کی سولی پر لٹکی ہوں"

منع بھی کرتا ہوں مت کیا کریں انتظار۔۔ "وہ تھکن سے مسکرایا۔۔"

کیسے نہ کروں۔۔ جگر گوشہ ہو تم۔۔ "انکی آنکھیں نم ہوئیں۔۔ اولاد کا رویہ ہرگز بھی"
ولی کے ساتھ مناسب نہیں تھا۔۔

"ولی میری جان۔۔ میں معافی۔۔"

وہ تڑپ کر آگے آیا۔۔

یہ کیا کر رہی ہیں آپ بی جان۔۔ مجھے شرمندہ مت کریں۔۔ مجھے عزت دی ہے آپ"
لوگوں نے۔۔ اگر آپ لوگ مجھے اس حویلی میں جگہ نہ دیتے تو میں معاشرے میں سوالیہ
"نشان بن کر رہ جاتا۔۔"

اسکے لہجے میں تھکن عود آئی تھی۔۔

بی جان نے آنسو صاف کر کے اسکے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور پھر بمشکل مسکرائیں۔۔

"اچھا کھانا کھایا"

"نہیں"

"چلو تم اپنے کمرے میں جاؤ میں کھانا بھجواتی ہوں۔۔"

وہ پلٹنے لگا کہ وہ دروازے سے دوڑتی آئی۔۔ نازک وجود سنبھالتی۔۔ وہ سانس درست کرنے میں ہلکان ہو رہی تھی۔۔

بی جان۔۔ وہ۔۔ "اس نے سانس لیا۔۔ ولی نے نظریں پھیر لی تھیں۔۔"

”اری کیا ہو گیا۔۔ کیوں سانس چڑھا لیا ہے“

بی جان بابا کی طبیعت۔۔ ”بات مکمل ہونے سے پہلے ہی اسکی آنکھوں کے شفاف کلچ“
میں پانی چمکنے لگا۔۔

کیا ہوا آغا جان کو۔۔ ”اس نے بے اختیار اس سے براہِ راست پوچھا تھا۔۔ وہ اسکو براہِ“
راست دیکھنے سے بھی گریز کیا کرتا تھا۔۔

”انکی طبیعت“

اور اسکی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی وہ تویلی کے اندر دوڑا تھا۔۔ اندھا دھند آغا جان کے کمرے کی جانب بڑھا۔۔ وہ بیڈ پر لیٹے اپنا سینہ مسل رہے تھے۔۔ وہ بے اختیار ان پر جھکا۔۔

آغا جان۔۔ آغا جان۔۔ "بی جان بھی پیچھے سے پکارتی آئیں۔۔"

اس نے فوراً کال کر کے ڈاکٹر کو گھر بلایا۔۔ ڈاکٹر کے آتے ہی سارا کمرہ تویلی کے مکینوں سے بھر گیا تھا۔۔ اہل ایک طرف کھڑی ہچکیوں سے رو رہی تھی۔۔ بی جان صوفے پر بے جان سی بیٹھی تھیں۔۔ دونوں بیٹے گھر سے باہر رنگ رلیاں منانے نکلے ہوئے تھے۔۔ بس ایک وہ ہی تھا جو مضبوط چٹان کی طرح گھر اور باہر کے معاملات سنبھال رہا تھا۔۔

زمان احمد کو ٹینشن کے بائٹ مائیز سا اٹیک ہوا تھا۔۔ پریشانی کی کوئی بات نہیں تھی۔۔ وہ دواؤں کے زیر اثر دنیا کے جھمیلوں سے بے خبر گہری نیند سو رہے تھے۔۔

ایسی اولاد سے تو بہتر تھا میں بے اولاد رہتی۔۔ "بی جان رورہی تھیں۔۔ اور دونوں" بیٹوں کو کوستی جارہی تھیں۔۔ وہ انکے سامنے گھٹنوں پر کہنیاں جمائے ہتھیلیوں کو باہم ملائے خاموش بیٹھا تھا۔۔

"آپ سردار بابا کی صحت کے لیے دعا کریں بی جان"

اس نے انہیں تسلی دی۔۔

خدا تمہیں لمبی عمر دے ولی۔۔ تم تو وہ روشنی ہو۔۔ جس سے میرا وجود۔۔ میری زندگی"

"روشن ہے۔۔"

وہ روتے ہوئے اسے دعائیں دے رہی تھیں۔۔۔ پھر انہیں اسکی سُرخ آنکھیں دیکھ کر
تھکاوٹ کا احساس ہوا۔۔۔

”ہائے بچے جا۔۔۔ جا کر نہالے میں کھانا لگواتی ہوں۔۔۔“

میں ٹھیک ہوں بی جان۔۔۔“ اسکی بھوک مر گئی تھی۔۔۔“

ارے تھک گیا ہے۔۔۔ ذرا دیکھ خود کو۔۔۔ ایسی خوبصورت جوانی کو کیوں زہریلی سوچوں کی
”نظر کر رہا ہے۔۔۔ اُٹھ چل۔۔۔“

وہ انکی ڈانٹ پر دھیمے سے مسکراتا اٹھا۔۔۔ ڈانٹ میں بھی وہ اسکی تعریف کرنا نہیں
بھولتی تھیں۔۔۔

اَل۔۔۔ اَل۔۔۔ "وہ اَل کو آوازیں پنے لگیں تو ولى چونک گیا۔۔۔"

"ارے ذرا ولى کو کھانا گرم کر دو۔۔۔ نوراں اور باقى ملازم سارا دن کے تھکے ہیں۔۔۔ جلچے"

اور وہ انكى بات نہ ٹال سکا۔۔۔ تھکے قدموں سے کمرے کی جانب آیا۔۔۔ شاور لیا۔۔۔ اور آرام
دہ سے کرتے شلوار میں کچن کی جانب چلا آیا۔۔۔ اسے ہرگز یہ گوارا نہیں تھا کہ اَل اسکے
کمرے میں آئے۔۔۔

وہ پیازى رنگ کے نفیس سے سُوٹ میں ملبوس دوپٹہ سر پر سلیقے سے لیئے۔۔۔ خاموشی
سے کھانا ٹیبل پر لگا رہی تھی۔۔۔ رونے کے باڈٹ اسكى آنکھیں سُرخ متورم سی ہو رہی
تھیں۔۔۔ اور چہرہ گرم نمکین بارش برسا کر دُھلا دُھلایا سا لگ رہا تھا۔۔۔
وہ سنجیدگی سے کرسی کھینچ بیٹھا۔۔۔ اَل نے جھجھکتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔۔۔

"بابا ٹھیک تو ہو جائیگے ناں۔۔"

"ضرور"

آپ۔۔۔آپ۔۔"سکی جھجھک پر اس نے پہلی دفعہ نسواری آنکھیں اٹھا کر اسے"
دیکھا۔۔

"کہئے بی بی۔۔"

آپ آغا جان کو سمجھائیے ناں۔۔ کہ وہ پریشان مت ہوا کریں۔۔ اس طرح وہ اپنی "
"طبیعت مزید خراب کر لیں گے۔۔ پلیز آپ بات کیجیئے گا آغا جان سے۔۔"

اس نے بمشکل اپنی بات مکمل کی تھی۔۔ ولی کے سامنے بات کرنا اسکے لیئے ہمیشہ سے
کٹھن تھا۔۔ وہ ہمیشہ اپنے گرد اندیکھا سا حصار کھینچے رکھتا تھا جسے کسی کو بھی پٹنے کی اجازت
نہیں تھی۔۔ مگر اہل۔۔ وہ اتنی نازک تھی کہ وہ اسکے ساتھ سختی برت ہی نہیں سکتا
تھا۔۔

"آپ بے فکر ہو جائیں۔۔ میں بات کرونگا آغا جان سے۔۔"

اس نے مختصر جواب دے کر اسکی پریشانی اپنے سر لے لی تھی۔۔

”اب جائیے بی بی۔۔ آپکا یہاں کھڑا ہونا مناسب نہیں۔“

اس نے نرمی سے کہا تو وہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔۔۔ کیا کوئی اس سے بھی بڑا عزت کا محافظ ہو سکتا تھا۔۔ وہ ابھی نہیں جانا چاہتی تھی۔۔ وہ اسے اپنی کانچ سی آنکھوں میں قید کرنا چاہتی تھی۔۔ وہ اسے۔۔ ابھی اور دیکھنا چاہتی تھی۔۔ مگر۔۔ اس نے اپنے قدم کچن سے باہر کی سمت بڑھا دیئے۔۔ کیونکہ اسے اور دیکھنے کا مطلب تھا۔۔ ساری رات آنکھوں میں کاٹنا۔۔ مگر اسے رات آنکھوں میں کاٹنا عزیز تھا۔۔ کیونکہ اسے وہ عزیز تھا۔۔

اور جاگ تو وہ بھی رہا تھا۔۔

اسکی بھگی بھگی کانچ سی آنکھیں۔۔ اسکے گرد حصار قائم کیئے ہوئے تھیں۔۔ ان آنکھوں نے اسے بہت دفعہ جگایا تھا۔۔ اب تو اسے گنتی بھی بھول گئی تھی۔۔ اسکی جھجھک اور

لابی پلکوں کی لرزش اس سے چھپی ہوئی نہیں تھی۔۔ وہ اسکو ایک نظر کے بعد دیکھتا
بھی نہیں تھا۔۔ اسکا شفاف وجود بے حد نازک تھا۔۔ وہ اسکی نظریں نہیں سہار پاتی
تھی۔۔ اور اسکا کوئی امتحان وہ لینا نہیں چاہتا تھا۔۔

وہ نظروں کی زبان سے پرہیز کرتا تھا مگر وہ اس پرہیز کو نہیں سمجھتی تھی۔۔ اسی لیے
جب بھی اسکی آنکھیں۔۔ ولی کی آنکھوں سے چار ہوتی تھیں۔۔ کچھ نہ کچھ بول رہی ہوتی
تھیں۔۔

وہ بستر پر چت لیٹا۔۔ سُرخ نظروں سے چھت کو تک رہا تھا۔۔ یہ جانے بغیر کہ کوئی
اسے بھی اسی شدت سے یاد کرتا کروٹیں بدل رہا ہے۔۔

زمان احمد اور بی جان شہر سے واپس آرہے تھے، رات کا گھٹا ٹوپ اندھیرا ہر طرف سنٹا
قائم کیئے ہوئے تھا۔۔ یکدم زمان احمد نے گاڑی کو بریک لگایا تو گاڑی جھٹکے سے رُکی۔۔

کیا ہوا آغا جان۔۔؟" بی جان نے حیرت سے انہیں دیکھا۔۔ وہ گاؤں کے داخلی حدود" میں پہنچ چکے تھے۔۔

"مجھے بچے کے رونے کی آواز آرہی ہے۔۔"

انکی بات پر بی جان نے آنکھیں پھیلائیں۔۔

مگر رات کے اس پہر۔۔۔" وہ انکی بات سُنے بغیر گاڑی سے اُتر چکے تھے۔۔"

آواز کا تعاقب کرتے وہ گاؤں کی مسجد تک پہنچ چکے تھے۔۔ مسجد کی سیڑھیوں پر تولیے میں بچہ لیٹا رکھا تھا۔۔ اور مستقل رو رہا تھا۔۔

انہوں نے اسے آگے بڑھ کر اٹھایا اور پھر چہرہ آس پاس گھما کر دیکھا مگر کسی انسان کا نام و نشان تک نہ تھا۔۔ وہ اسے اپنے ساتھ گاڑی تک لائے۔۔ بی جان نے ششدر ہو کر پہلے زمان احمد کو دیکھا اور پھر انکے ہاتھ میں پکڑے نو مولود کو۔۔

"یہ۔۔۔ یہ کیا ہے آغا جان۔۔ یہ کس کا بچہ ہے۔۔؟"

مجھے نہیں معلوم زمانی بیگم۔۔ یہ معصوم مسجد کی سیڑھیوں پر پڑا تھا۔۔ آس پاس بھی " کوئی نہیں تھا۔۔ " انہوں نے بی جان کو بچہ تھمایا۔۔ بچہ بے حد خوبصورت تھا۔۔ انکی آغوش میں آتے ہی خاموش ہو گیا تھا۔۔

"یہ تو بہت خوبصورت ہے آغا جان۔۔"

ہاں پتہ نہیں کس بے جس نے اسکے ساتھ ظلم کیا ہے۔۔۔" وہ ڈرائیو کرتے پریشانی سے بول رہے تھے۔۔

صبح ہوتے ہی انہوں نے پورے گاؤں میں اعلان کروادیا تھا کہ یہ جسکا بھی بچہ ہے حویلی سے لے جائے۔ مگر دودن کی مسلسل جدوجہد سے بھی کوئی حل نہ نکلا تھا۔۔

"یہ بچہ کس گند کی پوٹلی ہے زمان۔۔ ابھی پھینک آؤ اسے۔۔"

حُسن احمد گرج رہے تھے۔ بی جان نے دہل کر انکی سقاکی کو دیکھا تھا۔۔ سفید حویلی میں سارے گھر والے اکھٹے تھے۔۔

زمان احمد نے بے یقینی سے بڑے بھائی کو تکا تھا۔۔

"بھائی صاحب یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔۔"

ٹھیک کہہ رہا ہوں۔۔ کسی کے گناہ کی ذلت تم ہمارے خاندان کے ملتھے پر پوتنا چاہتے " "ہو۔۔ میں تمہیں اسکی اجازت ہرگز نہیں دے سکتا۔۔

میں اس معصوم کو ظالم معاشرے کے حوالے نہیں کر سکتا۔۔ جنہوں نے گناہ کیا " ہے۔۔ وہ انکا اپنا فعل ہے۔۔ اور ہر کوئی اپنی بد فعلیوں کا خود ذمہ دار ہے۔۔ کسی اور " کے گناہوں کی سزا میں اس معصوم ذات کو نہیں دے سکتا۔۔ ہرگز بھی نہیں۔۔

وہ بچہ ناجائز ہے زمان۔۔ کوئی اولاد کو یوں رات کے اندھیرے میں مسجد کے باہر " نہیں ڈالتا۔۔ کوئی بھی اپنے گناہوں کی سزا کو گلے کا طوق نہیں بناتا، پھر تم کیوں جذباتی ہو کر کسی کی، کی گئی بد فعلی کا عذاب اپنے سر پر ڈال رہے ہو۔۔؟ ہوش کے ناخن لو۔۔

اور اس سے پہلے کہ وہ بچہ بڑا ہو کر سوالیہ نشان بن جائے۔۔ اسے اس حویلی سے نکال
"باہر کرو۔۔"

حسن احمد کی بات پر بی جان نے منہ پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔۔ زمان احمد کی کنپٹی کی رگیں
بے اختیار اُبھری تھیں۔۔

بھائی جان۔۔ وہ بچہ۔۔۔ جو کوئی بھی ہو۔۔ میں اب اسے۔۔ اس حویلی سے۔۔ باہر"
نہیں بھیجوں گا۔۔ وہ گناہ جو انسان کریں اسکی سزا انسانوں کو ہی ملنی چاہیے کسی معصوم
"جان کو نہیں۔۔ وہ بچہ اب میرے گھرانے کا حصہ ہے۔۔ لوگ جو بھی کہتے رہیں۔۔
انکی بات دو ٹوک تھی۔۔

"زمان۔۔"

بس بھائی صاحب۔۔ آپ نیکی میں میرا ساتھ نہیں دے سکتے تو مجھے نیکی کرنے سے "روکنے کا بھی کوئی حق نہیں رکھتے آپ۔۔ اور اس سقاک دنیا میں۔۔ کون کتنا پاکیزہ اور کتنا "بدکار ہے۔۔ یہ تو آپ بھی اچھے سے جانتے ہیں اور میں بھی۔۔"

آخر میں انکا لہجہ بہت کچھ افشاں کرتا ہوا تو حسین اور حسن احمد کا سارا خون پل بھر کو نہڑ کر رہ گیا۔۔ اور انہیں اندازہ ہو ہی گیا کہ زمان اتنا بھی بے خبر نہیں تھا جتنا کہ وہ اسے سمجھ رہے تھے۔۔

اسکا نام کیا رکھیں گے آغا جان۔۔؟" بی جان اسے ساتھ لپٹائے پوچھ رہی تھیں۔۔

ولی احمد۔۔ "زمان نے مسکرا کر کہا۔۔"

بہت پیارا نام ہے۔۔۔" بی جان بھی مسکرا رہی تھیں۔۔۔"

وہ چار سال کا ہوا تو بی جان کے یہاں نہ تھی سی امل نے جتم لیا۔۔۔ وہ بہت خوبصورت تھی۔۔۔ ڈرتھا چھونے سے میلی ہو جائیگی۔۔۔

تم لوگ اسے گود میں ولی۔۔۔؟" بی جان نے اس کے آگے امل کو کیا تو وہ بدک کر بیچھے "ہوا۔۔۔

نہیں بی جان۔۔۔" معصومیت سے نفی میں سر ہلایا۔۔۔"

"کیوں۔۔۔؟"

یہ گر جائیگی۔۔۔ چھوٹی سی ہے ناں۔۔۔" وضاحت دی تو بی جان ہنس دیں۔۔۔"

نہیں گرے گی تم لو تو سہی۔۔" مگر وہ زور زور سے نفی میں سر ہلا رہا تھا۔۔ اسکی "نسواری آنکھیں ابل کو تک رہی تھیں۔۔ پھر اس نے ڈرتے ڈرتے اسکے گالوں پر اپنے ننھے ہاتھ رکھے۔۔ گالوں کی نرمی محسوس کرتے ہی فوراً ہاتھ پرے کر لیئے۔۔ بی جان ہنستی ہی رہ گئیں اسکی معصوم حرکت پر۔۔

وہ تھوڑا سمجھدار ہوا تو ایک دن "ابل" کے نام کا مطلب پوچھنے لگا۔۔

ابل کا مطلب ہوتا ہے "اُمید"۔۔"

آں۔۔۔ اسے سمجھنے میں دقت ہوئی۔۔

اور نا جائز کا کیا مطلب ہوتا ہے۔۔؟" معصومیت سے پوچھا مگر بی جان نے اسے کرنٹ "کھا کر دیکھا تھا۔۔

"اولی۔۔ یہ کس نے کہا ہے تم سے۔۔؟"

"وہ بختیار لالہ۔۔ نثار لالہ۔۔ ہاشم لالہ۔۔ سب مجھے ناجائز کہتے ہیں بی جان۔۔"

اسکی بات پر بی جان نے تینوں کو بلوایا اور ایک ایک تمھیر رسید کیا۔۔

آئندہ کوئی ایسی بات نہیں کرے گا۔۔ "انہوں نے تینوں کو ڈانٹا۔۔ مگر ہاشم روتا ہوا گھر" گیا اور ساتھ نگار بیگم کو کھینچتا لے آیا۔۔ وہ آتے ہی چلائے لگیں۔۔

کیا ہوا بھابھی۔۔ "؟ بی جان شور کی آواز سن کر کچن سے نکل آئیں۔۔ ولی بھی لاؤنج" میں آگیا تھا۔۔

اس حرام کی اولاد کیلیئے تم نے میرے ہاشم پر ہاتھ اٹھایا۔۔ اب اس غلاظت کی پوٹلی" کی وجہ سے تم ہمارے بچوں کو مارو گی۔۔ تم اس حرامزادے کی وجہ سے اب ہمیں ذلیل

کروگی زمانی۔۔! یاد رکھو۔۔ گندے خون کی پیداوار کبھی خوشحالی کو نہیں لے کر آتی۔۔
"بربادی لاتی ہے ہمیشہ۔۔"

انکی آواز سے ملازم بھی اکٹھے ہو گئے تھے۔۔
"بھابھی۔۔"

چپ کر جاؤ بس تم۔۔ اور تو۔۔ آئندہ کھیل اس غلیظ کے ساتھ۔۔" ولی کی جانب اشارہ
کر کے کہا تو وہ خوف سے بی جان کے پیچھے چھپنے لگا۔۔

اور پھر بہت عرصے بعد اسے ناجائز کا مطلب بھی سمجھ آ ہی گیا تھا۔ وہ دن اسکے ہنسنے کا
آخری دن تھا۔۔ بلکہ وہ تو اسکی زندگی کا ہی آخری دن تھا۔۔ وہ اس وقت سے مردہ
ہو گیا تھا جب اسکول کے باہر۔۔ کالج یہاں تک کے یونیورسٹی تک میں لوگ اس سے دور
بھاگتے تھے۔۔ جیسے وہ کوئی مکروہ مخلوق ہو۔۔ گند کا ڈھیر ہو۔۔ یا شاید اسے کوئی ایسی

بیماری ہو جو انہیں اسکے چھوتے ہی لگ جائے گی۔۔ اس نے ہنسنا چھوڑ دیا تھا۔۔ بولنا
چھوڑ دیا تھا۔۔ لوگوں سے ملنا ملانا چھوڑ دیا تھا۔۔ انکی نظریں اسے چھیدتی ہوئیں اسکی
روح کے آر پار ہوتی تھیں۔۔ ان نظروں کی افیت سے آج بھی اکثر راتوں کو وہ ڈر کر اٹھ
جایا کرتا تھا۔۔ اسے خوفناک خواب آیا کرتے تھے۔۔ ان خوابوں کی وجہ سے اس نے سونا
چھوڑ دیا تھا۔۔ اسے سونے سے نفرت ہونے لگی تھی۔۔ خواب دیکھنے سے نفرت ہونے
لگی تھی۔۔ اسے۔۔ اپنے وجود سے گھن آنے لگی تھی۔۔ وہ گند تھا۔۔ گند کا ڈھیر تھا۔۔ وہ
مر جانا چاہتا تھا۔۔ اسکے پاس جینے کا کوئی جواز باقی تھا ہی نہیں۔۔ اس کی معصوم آنکھوں
کا خواب تو صرف وہ پری زاد تھی کہ جس کو وہ اپنے سائے سے بھی محفوظ رکھنا چاہتا تھا۔
cursed وہ منہوس تھا۔۔ اسے اپنی منہوست اہل پر ہرگز نہیں ڈالنی تھی۔۔ نہیں وہ
ہے۔ وہ کبھی اس سے نہیں کہے گا۔۔ وہ کبھی اسکو بھنک بھی نہیں پڑنے دے گا۔۔ وہ
اس کو خود سے کوسوں دور رکھے گا۔۔ ہر حال میں۔۔ ہر رات سوتے وہ خود سے یہ وعدہ
لیا کرتا تھا۔۔ وہ محبت نہیں کر سکتا تھا۔۔ اسکا محبت پر کوئی حق نہیں تھا۔۔ وہ مرے

گا۔۔ کتے کی موت ہی مرے گا۔۔ ساری دنیا کہتی تھی۔۔ اور اسے اس بات کا یقین تھا۔۔ کہ اسکی موت بھی اتنی ہی ذلیل ہوگی۔۔ جتنی کے اسکی زندگی تھی۔۔

اس نے گہرا سانس لے کر ماضی کے جلتے لمحات کو پرے دھکیلا۔۔ فجر کی اذان گونجی تو وہ نماز کے لیے اُٹھ کھڑا ہوا۔۔ غسل کر کے سرِ مئی رنگ کا لباس زیب تن کیا اور اسکن رنگ کی شال کندھوں پر ڈال کر دروازہ بند کرتا کمرے سے باہر نکل آیا۔۔

یہ اسکا معمول تھا۔۔ اسے بمشکل چند گھنٹے ہی نیند آتی تھی۔۔ اور وہ نیند بھی اتنی بیدار تھی کہ کوئی پاس سے بھی گزرتا تو اسکی آنکھیں پٹ سے وا ہو جاتیں۔۔

اس نے فجر کی پاکیزہ ٹھنڈک کو سانس کے ساتھ اندر اُتارا تو جلتے وجود میں طمانیت سی پھیل گئی۔۔ ساری رات دُستی سوچیں اسے جگائے رکھتی تھیں اور وہ انکا زہر خود میں اُتارتا رہتا تھا۔ اس نے تھک کر آنکھیں بند کیں اور زہر آلودہ خیالات سے دامن بچانا

چاہا۔۔ مگر کیسے۔۔ وہ اس ذلت کو کیسے بھول سکتا تھا۔۔ آخر کیسے وہ۔۔ وہ سب کچھ ماضی
کے جھروکوں میں دھکیل سکتا تھا۔۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔۔ سُرخ سی نسواری
آنکھیں نم سی محسوس ہوتی تھیں۔۔

"ولی۔۔"

بیچھے سے بی جان کی آواز آئی تو وہ چونک کر پلٹا۔۔

"نماز کے لیئے جارہے ہو؟"

"جی بی جان"

"اسستیری۔ اس جوانی کی حفاظت کرے ولی۔۔ جا اسکی امان میں"

پھر اسکی آنکھیں دیکھ کر ٹھٹکیں۔۔

"تم رات سوئے تھے؟"

اس نے چونک کر انکی جانب دیکھا۔۔

"ولی آنکھیں سُرخ کیوں ہو رہی ہیں۔۔؟"

کچھ نہیں بی جان۔۔ میں ٹھیک ہوں۔۔ پریشان مت ہوا کریں۔۔ یہ آنکھیں پانی جانے "
کی وجہ سے سُرخ ہو رہی ہیں۔۔ آپکو پتہ تو ہے۔۔ نہانے کی وجہ سے میری آنکھیں ہمیشہ
"سے ایسی ہو جایا کرتی تھیں۔۔"

آنکھوں میں پانی جانے کی سُرخی اور آنکھوں سے پانی نکلنے کی سُرخی الگ ہوا کرتی ہے "
ولی۔۔"

وہ لبوں کو بھینچتا بے بسی سے انہیں دیکھ کر رہ گیا تھا۔۔ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ
اسے یوں براہِ راست آگاہ کرینگی کے سُرخیاں بھی اپنے اندر پیغام سمیٹے ہوئے ہوتی
ہیں۔۔"

"الستیری حفاظت کرنے والا ہے۔۔ جاؤ نماز پڑھو جا کر۔۔"

وہ آگے بڑھ کر داخلی دروازے کے پار غائب ہوا تو وہ اپنی آنکھیں رگڑتیں فجر کا وضو کرنے چلی گئیں۔۔۔

وہ نماز پڑھ کر آیا تو لان کی جانب نازک سراپے پر اسکی نگاہ اُٹھی اور پھر جھک گئی۔۔۔ وہ لان کی ٹھنڈک میں نماز پڑھ کر فارغ بیٹھی۔ دُور آسمان کو تک رہی تھی۔۔۔ اتنی ٹھنڈ میں باہر کیا کر رہی ہیں۔۔۔! اسے اچھنبا ہوا۔۔۔

اس نے نظر انداز کر کے آگے قدم بڑھائے مگر وہ بے اختیار اسے پکار بیٹھی۔۔۔ اسکے مضبوط قدم زنجیر ہوئے۔۔۔ اس آواز پر تو ساری زندگی بھی ٹھہر سکتا تھا۔۔۔

"جی بی بی۔۔"

وہ اس سے ایک فاصلے پر رُک گئی تھی۔۔

آپکی طبیعت کیسی ہے۔۔؟ بی جان بتا رہی تھیں کہ آپ کچھ ٹھیک نہیں لگ رہے "
"تمھے۔۔ کیا ہوا ہے۔۔؟ آپ بالکل بھی خیال نہیں رکھتے ہیں اپنا ولی۔۔

اسے اندازہ بھی نہیں تھا۔۔ کہ وہ حال پوچھتے پوچھتے اسے ڈانٹنے لگی تھی۔۔ وہ اسکی فکر
پر تلخی سے مسکرایا۔۔

"مجھے کچھ نہیں ہوتا بی بی۔۔ ٹھیک ہوں میں۔۔ بہت سخت جان واقع ہوا ہوں۔۔"

سر جھٹک کر تلخی سے کہا۔۔

"ایسے نہ کہیں ولی۔۔"

چلیں میں ایسا نہیں کہتا۔۔ ساری دنیا کہتی ہے کہ اتنی ذلت کے بعد بھی مرتا نہیں"
"ہے۔۔"

"ایسے نہ کہا کریں ولی۔۔"

اب کے اسکی التجا بھینگے لگی تھی۔۔ "دنیا جو بھی کہے۔۔ اس سب میں آپکا کوئی قصور
نہیں ہے۔۔ جو ہوا اس سب میں آپ قصور وار نہیں ہیں ولی۔۔ یہ دنیا قصور وار ہے۔۔
اسکی ظالم روایتیں۔۔ جھوٹی امارتیں قصور وار ہیں۔۔ آپ تو معصوم ہیں۔۔ اس سارے
"قصے میں آپ مظلوم ہیں۔۔ یہ دنیا ظالم ہے۔۔ خود کو اذیت دینا چھوڑ دیں۔۔"

یہ حد تھی۔۔ آخری لفظ کانپ سے گئے تھے۔۔ امل رو رہی تھی۔۔ اس نے امل کو رُلا دیا۔۔
کتنا منہوس تھا وہ۔۔ کتنی زندگیاں اذیت میں جھونکی تھیں اس نے۔۔

"کیوں رو رہی ہیں آپ۔۔؟"

اس نے ضبط سے کہا۔۔

"آپ رُلاتے ہیں مجھے۔۔۔"

آنکھیں رگڑ کر صاف کرتی وہ اس کائنات کی سب سے پاکیزہ اپسرا لگ رہی تھی۔ وہ چند
پل اسے دیکھے گیا۔۔

”مت رویا کریں۔۔“

بہت آہستہ سے کہا۔۔

اسی پل اس نے آنکھیں اٹھائی تھیں۔۔ کیا کبھی تم نے وقت کو بُکے دیکھا ہے۔۔؟ وہ
ایسا ہی لمحہ تھا جو ٹھہر گیا تھا ان دونوں کے درمیان۔۔ اس کی گلابی آنکھوں نے اسکی
شہد رنگ بھگی نظروں کو چھوا۔۔

کاش وہ وقت کی لگام کو کس کر تھام سکتا اور ان بھگی آنکھوں کے سارے آنسو خود میں
جذب کر لیتا۔۔ اہل نے بے اختیار آنکھیں جھکائیں۔۔ وہ ان آنکھوں کی تکلیف کو مزید

نہیں سہار سکتی تھی۔۔۔ یہ زخمی آنکھیں اسے زخم دے رہی تھیں۔۔۔ اسکا وجود زخم زخم ہونے لگا تھا۔۔۔

"میرے لیے مت رویا کریں امل بی بی۔۔۔ تکلیف ہوتی ہے مجھے۔۔۔"

اتنا کہا اور آگے بڑھ گیا۔۔۔ امل روتی رہی۔۔۔ وہ ڈھیر سارا رونا چاہتی تھی۔۔۔ وہ اس کے لیے رونا چاہتی تھی۔۔۔ اس کے حصے کا رونا چاہتی تھی۔۔۔

وہ کمرے کے واش روم میں بیسن پر جھکا منہ دھو رہا تھا۔۔۔

اسے یہاں سے چلے جانا چاہیے۔ اگر وہ یہاں رہا تو امل کو زیادہ تکلیف دے گا۔۔۔ اور اس پر تو وہ اپنی ذات کا سایہ بھی نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔۔۔

!اور بھگی آنکھیں۔۔۔

اس نے آنکھیں بند کر کے بے بسی سے چہرہ اوپر اٹھایا۔ مگر اب وہ اسکی سانسوں میں
!قطرہ قطرہ تحلیل ہونے لگی تھی جسے وہ چاہ کر بھی خود سے جدا نہیں کر سکتا تھا۔۔۔

اس روز سفید حویلی میں معمول کے بر خلاف چہل پہل تھی۔۔ ملازمین چُستی سے کاموں
میں مگن تھے۔۔ وہ بی جان کے کسی کام سے آیا تھا۔۔ باریکی سے حویلی میں ہوتے کاموں
کا جائزہ لیا اور پھر بی جان کے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔۔

"ارے ولی۔۔ آؤ۔۔"

وہ مسکرائیں۔۔ ولی ادب سے چلتا صوفے پر آبیٹھا۔۔

"آج امل کے لیے حسن بھائی اپنے چھوٹے بیٹے نفیس کا رشتہ لا رہے ہیں۔۔"

وہ جو نظریں جھکائے بیٹھا تھا چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔۔ رگوں میں دوڑتے خون کی گردش یکدم تیز ہوئی تھی۔۔ اسکی سماعتیں جل اُٹھیں۔۔

"بس امل کے فرض سے بھی آزاد ہو جاؤں تو سکون سے مر سکوں۔۔"

وہ اسکے اندر ہوتی توڑ پھوڑ سے بے خبر کہہ رہی تھیں۔۔ اس نے ضبط سے دانت پر دانت جمائے تو کنپی کی رگیں اُبھر آئیں۔۔

ہاں بیٹا تمہیں اس لیے بلایا تھا کہ تم ذرا شادی کے انتظامات دیکھ لینا۔۔ رشتہ تو بچپن سے طے تھا۔۔ اب صرف تاریخ ہی رکھی جائیگی۔۔ اور شادی بھی جلد ہی رکھیں گے۔۔

"بھابھی بتا رہی تھیں۔۔"

اسے قسمت کے فیصلے پر ہنسی آئی تھی۔۔ اسے خود پر ہنسی آئی۔۔ اسکی قسمت اتنی بھی ظالم ہو سکتی ہے اسے اُمید نہیں تھی۔۔ اتنی ظالم۔۔۔! کہ اب اسے اپنی محبت کو کسی اور کے حوالے کرنا تھا اور ستم یہ تھا کہ خوش دلی سے کرنا تھا۔۔

"جی بی جان۔۔ میں سب سنبھال لوں گا۔ فکر نہ کریں۔۔"

ٹہرے ہوئے لہجے میں کہا اور بے جان قدموں سے اُٹھ آیا۔۔ زینوں سے نیچے اتر رہا تھا کہ وہ اوپر چڑھتی ہوئی نظر آئی۔۔ امل نے اسے دیکھا۔۔ وہ ایک۔۔۔ بس ایک پل کے لیے

رکا تھا اور پھر اتنی تیزی سے اُترا گویا زینوں کو قدموں تلے روند ڈالنا چاہتا ہو۔۔ وہ اسے مڑ کر دیکھ رہی تھی۔۔

ولی نے گاڑی ریورس کی تو ٹائر چرچرا اُٹھے۔۔ دروازے پر جمے ملازم نے اسے کبھی اتنے غصے میں نہیں دیکھا تھا۔۔ وہ گاڑی تیزی سے نکال لے گیا تھا۔۔ سختی سے اسٹیرنگ پر جمے ہاتھ۔۔ اور سپاٹ سا چہرہ۔۔ وہ کہیں سے بھی نارمل نہیں لگ رہا تھا۔۔ وہ نارمل رہا ہی نہیں تھا۔۔

”شاہ نواز“

”جی صاحب جی۔۔“

مجھے نفیس احمد کی زندگی کا ہر پہلو لا کر دو۔ وہ کہاں رہتا ہے، کیا کرتا ہے، کس کے " ساتھ اُٹھتا بیٹھتا ہے، کب جاتا ہے کب آتا ہے سب کچھ۔ اسکی زندگی کا ہر ورق مجھے شام تک اپنی ٹیبل پر چاہیئے۔۔ اور اس معاملے میں، میں کوئی کوتاہی برداشت نہیں کرونگا۔۔ جاسکتے ہو تم۔۔

بات ختم کر کے اس نے سامنے دھری فائل کھولی مگر پھر سر اُٹھا کر دیکھا شاہ نواز اب تک سر جھکائے کھڑا تھا۔۔

"کہو۔۔"

صاحب جی۔۔ آپکے حریف پہلے ہی گھات لگائے بیٹھے ہیں کہ کب آپ ذرا سا چٹوکیں اور"
وہ آپ کو دھر لیں۔ ایسے میں حویلی والوں کی زندگیوں کو کھنگالنا خطرناک ہو سکتا ہے۔
"آپ ایک دفعہ پھر سوچ لیں۔۔"

اسکے علاوہ میں کچھ نہیں سوچ سکتا نواز۔ مجھے کسی کی پرواہ نہیں۔ اگر یہ ایسے ہے تو"
"ایسے ہی سی۔"

"ٹھیک ہے صاحب۔۔ آپ فیصلہ کرچکے ہیں تو میں ہر حال میں آپکا ساتھ دوں گا۔۔"

شاہ نواز اسکا وفادار اور خاصہ گھاک ملازم تھا۔ مخالفین کی کمزوریاں جلنے کے لیے اس نے
ہمیشہ اس پر بھروسہ کیا تھا اور اسکے ملازم نے اسے کبھی مایوس نہیں کیا تھا۔

”صاحب جی۔۔ وہ۔۔ ہاشم سرکار آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔۔“

”ٹھیک ہے۔۔ شام کا وقت طے کر دو۔۔“

اسکے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔ ہاشم وہ آخری شخص تھا جسکی وہ شکل تک نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔

اس نے پیشتر کاموں کو بیک وقت نیٹا کر فائلز ایک طرف کیں اور آخر میں زمان احمد کی نور آباد والی زمین کی فائل اٹھالی۔ یہ زمین متنازعہ ہو گئی تھی اور چونکہ یہ دوسروں کے علاقے میں آرہی تھی تو اسکے بہت سے دعویدار اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ وہ بھی اپنے گاؤں کے وڈیرے تھے اور بات منوانے کے فن میں تاک۔۔! اسی لیے انکے ساتھ بہت صبر سے چلنا تھا مگر اب اسکا صبر جواب دینے لگا تھا کیونکہ اس زمین پر قابض لوگ ہاشم کے جاننے والے تھے اور وہ انہیں مستقل ولی کے خلاف استعمال کر رہا تھا کہ کسی طرح

وہ کہیں چو کے اور وہ اسے زمان احمد کی نظروں میں گرا سکے۔۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے جو شاہ نواز بول گیا تھا وہ اسی کا کچھ حصہ تھا۔۔

اس نے لب بھیج کر فون اٹھایا اور چند بٹن دبا کر کان سے لگایا۔۔

محسن۔۔ نور آباد والی زمین کے جتنے بھی دعوی دار ہیں انکے نام پتے اور انکی سرگرمیوں کی "ساری رپورٹس مجھے جمع کر کے دو۔۔ اور دیر بالکل بھی مت کرنا۔۔ اب اس کام کو مزید "لکنا نقصان دے گا۔۔

اس نے حکم دے کر فون کان سے ہٹایا اور اپنی جگہ سے اٹھنے ہی لگا تھا کہ ہاشم اسکے آفس میں دندناتا ہوا داخل ہوا۔۔ ولی اٹھتے اٹھتے بیٹھ گیا۔۔ وہ اچھا خاصہ اونچا لمبا سا مرد تھا بالکل بانس جیسا۔ مضبوط کسرتی جسم پر چمکی ہوئی چھوٹی آستینوں والی قمیض پہنے وہ اپنے انتہائی مکروہ حلیے کی طرح ناگوار گزرتا تھا۔۔ لوگ اسے چھنٹا ہوا بد معاش کہتے تھے

کیونکہ اسکا اٹھنا بیٹھنا ٹھیک ٹھاک قسم کے بد قماش لوگوں میں تھا اور ولی اس بات سے بے خبر نہیں تھا۔۔

وہ کیا ہے ناں ولی کہ تم سے کافی وقت سے ملاقات نہیں ہوئی تھی۔۔ تم تو آتے " نہیں اسی لیے میں خود چلا آیا تم سے ملنے۔ اونچی ناک رکھتے ہو ناں تم۔ بس اُسی کا احترام کرتے میں خود تمہاری خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔۔ حاضری قبول فرماؤ

اسکا مزاق اڑانا لہجہ ولی کو کھبتا تھا مگر اب وہ وقت گزر گیا تھا کہ جب وہ اس سے دب جاتا۔ ایک جنگل میں بہتے بہتے اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ آخر جنگل میں سروائیو کیسے کیا جاتا ہے۔ وہ اب۔۔ وہ کمزور۔۔ بے بس ولی نہیں تھا۔۔ اس کے اختیار میں بہت کچھ تھا۔ اسکی بھی چھنٹے ہوئے بد معاشوں سے دوستیاں تھیں۔ کیونکہ اسے یہاں زندہ رہنے کے

لیئے ان سے دوستی رکھنی تھی اور اس نے وہ ہی کیا تھا۔ اگر ہاشم خطرناک تھا تو ولی بھی
خوفناک راتوں کا مُسافر رہا تھا۔۔

”کیا کام تھا۔۔؟“

اس نے کہا تو صرف اتنا ہی۔۔ اسکا چہرہ ہر جذبے سے عاری۔۔ سپاٹ سا ہو رہا تھا۔۔

”کام اچھے سے جلتے ہو تم۔۔“

آگے والا بھی ہاشم تھا۔ اسکی اندر کو دھنسی سیاہ آنکھوں میں ولی کے لیئے بلا کی نفرت
تھی مگر وہ مسکرا رہا تھا کیوں کے اس جنگل نے اسکو یہی سکھایا تھا۔۔

"کچھ بولو تو پتہ چلے۔۔"

اب کے اس نے مسکرا کر کہا تھا۔ وہ اسکے منہ سے سننا چاہتا تھا۔ اسے دھرتے دھرتے وہ کہیں تو پچو کے گا۔ غلطی کرے گا۔۔

انجان مت بنو ولی۔۔ جلنتے ہو تم میں کس سلسلے میں یہاں آیا ہوں۔ اس زمین سے "نیچھے ہو جاؤ اور دوبارہ اسکے متعلق بات کرنے کی غلطی بھی مت کرنا۔ جلنتے ہوناں نور آباد والے لاشوں کو دفنانے کے لیئے ماہر سمجھے جاتے ہیں۔ اپنی قبر وقت سے پہلے مت کھدواؤ۔۔"

اوہ۔۔ اس کے لب "اوہ" میں سکڑے پھر اپنی نسواری آنکھیں ہاشم کی آنکھوں میں
گاڑھی، ہونٹ متبسم تھے مگر آنکھوں سے گویا آگ کی لپٹیں نکل رہی تھیں۔۔
اس نے مسکرا کر ہاشم کی آنکھوں میں دیکھا۔

اپنی قبر میں نے خود کھودی ہے ہاشم، ابھی سے نہیں جب سے پیدا ہوا ہوں تب "
سے۔ اور یہ جو تم موت سے ڈرا رہے ہوناں مجھے اس کا کوئی فائدہ نہیں، بھلا موت
سے گزر کر آئے کسی شخص کو موت ڈرا بھی کیسے سکتی ہے۔۔ جانتے ہو موت کو کتنے
"قریب سے دیکھا ہے میں۔۔

ایک پل کو وہ آگے کو ہوا، اسکی آنکھوں میں جھانکا۔۔

اتنے قریب سے کہ اگر تم دیکھ لو تو دم رُک جائے تمہارا۔۔ اور دوسری بات۔۔ نور آباد"
والے اگر دفنانا اچھے سے جانتے ہیں تو قبروں کی کُھدائی میں پیچھے ہم بھی نہیں رہے۔ کہو،
"پہلے تمہاری قبر کھودوں یا ان کی جنہیں تم اپنی انگلیوں پر نچا رہے ہو۔۔۔؟

اس نے اسکی بہت ساری باتوں کا جواب ایک ساتھ دیا تھا ان باتوں کا بھی جو اس پر
اُدھار رہ گئی تھیں۔۔

بہت بڑے ہو گئے ہو ولی۔۔ بہت بڑے۔۔ لگتا ہے وہ ذلت بھولنے لگے ہو اب۔۔ شاید"
اتنے عرصے میں کسی نے تمہیں یاد نہیں دلایا کہ تم گناہ کے جواب میں پیدا ہوئے تھے۔۔
"یا شاید۔۔

کسی اس نے کان چھو کر سوچنے کی اداکاری کی۔۔

"تم سے اتنے عرصے میں کسی نے تمہارے باپ کا نام نہیں پوچھا ہوگا۔"

وہ بلاشبہ بہت گہری چوٹ تھی۔ اسکی کنپٹی کی رگیں بے اختیار اُبھری تھیں۔ ٹیبل پر رکھا اسکا ہاتھ سخت مسٹھی میں بند ہو چکا تھا۔۔

ولی تم آج بھی وہ ہی ولی ہو جوتھے۔ آج بھی تمہاری ذات سوالیہ نشان ہے۔ تمہارے "لیئے۔۔ اس گاؤں کے لیئے۔۔ بلکہ اس ساری دُنیا کے لیئے تمہاری ذات سِوائے گند کے ڈھیر کے کچھ نہیں۔۔ مگر شاید تم حویلی میں رہتے رہتے بھولنے لگے ہو کہ تم حرامزادے "اہو۔۔"

اور یہ حد تھی وہ اٹھا گھوم کر ٹیبل کی دوسری جانب آیا اور ہاشم کو گریبان سے پکڑ کر کھڑا کیا۔۔ اسکی خون آشام آنکھیں ہاشم کی آنکھوں میں گرڑھی تھیں۔۔ اور تنفس دھونکنی کی مانند چل رہا تھا۔۔

ایک اور لفظ بھی کہا تو ہاشم۔۔ میں یہ بھول جاؤنگا کہ کبھی کسی شریف گھرانے نے " تربیت کی تھی میری۔۔ اور تمہیں اتنا مارونگا۔۔ اتنا۔۔ کہ تم موت مانگو گے۔۔ مگر تمہیں موت نہیں آئے گی۔۔ اور یہ مت بھولو کہ اگر میں حرام زادہ ہوں تو تم حرام کی اولادوں "کو جہنم دیتے پولیس کے چھاپوں سے بہت دفعہ بچے ہو۔

اسکے زہیلے وار پر ہاشم نے زوردار مٹکا اسکے جبرے پر مارا تو وہ بے اختیار پیچھے ہٹا۔ اسکا ہونٹ پھٹ گیا تھا اور اس سے نکلتا خون اسکی زبان میں اپنا ذائقہ گھول رہا تھا مگر وہ پرواہ کیئے بغیر زخمی شیر کی طرح آگے بڑھا اور اسے جھپٹ کر اپنے ٹیبل پر لٹایا پھر اندھا

دھند اس پر گھونسوں کی بارش کر دی۔۔ اس پر جیسے کوئی جنون سوار تھا۔ ہاشم نے اسے پوری قوت سے دھکا دیا تو وہ دروازے سے جا لگا دروازے کا ناب اسکی کہنی میں بہت زور سے گھسا تھا۔۔ وہ آگے آیا اور اسے مارنے کے لیئے ہاتھ اٹھایا مگر ولی نے اسکا ہاتھ روک کر اسکے پیٹ پر لات ماری تو وہ اڑتا ہوا دور جا گرا۔۔

دونوں طاقتور تھے اور لڑنا جلتے تھے مگر آج ولی نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ ہاشم کی جان لے کر رہے گا۔۔ اسی وقت محسن اسکے آفس میں داخل ہوا تو آفس کی بکھری حالت دیکھ کر اسکے چودہ طبق روشن ہو گئے۔۔ بکھرے کاغذ۔۔ اُلٹی سیدھی پڑی کرسیاں۔۔۔ دروازے کا ٹوٹا ناب اور گرے ٹیبل کے پیچھے لڑتے ولی اور ہاشم۔۔ دونوں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے لگتے تھے۔۔ اس نے بھاگ کر ان کو چھڑایا پھر وہ انہیں الگ کرنے میں کامیاب ہو ہی گیا۔ دو مضبوط لوگوں کو الگ کرنا ہرگز بھی مزاق نہیں تھا۔۔ ہاشم اسے گالیاں دیتا آفس سے نکلا تو اس نے بھی ٹھوکر مار کر بکھرے کاغذات کو مزید بکھیر دیا۔۔ اسکی حالت کہیں سے بھی نارمل نہیں لگ رہی تھی۔۔

سر --- سر تھوڑی دیر کے لیئے بیٹھ جائیں۔۔ آپ۔۔ آپکی حالت ٹھیک نہیں لگ " رہی۔۔ " محسن نے اسکے لیئے کُرسی ٹھیک کی مگر وہ زمین پر گرا موبائل جھپٹ کر تیز ہوتے تنفس کے ساتھ آفس سے باہر نکل گیا تھا۔۔ اسکا دماغ ماؤف ہو رہا تھا اور جسم میں گویا جیسے کسی نے ہزاروں گُنا طاقت بھر دی تھی۔ غصے میں انسان کی طاقت دُگنی ہو جایا کرتی ہے اس نے سُن رکھا تھا اور آج اسے اسکا اندازہ بھی ہو گیا تھا۔۔

شاہ سر آپکو اندازہ بھی نہیں ہے کہ ہاشم سرکار اور ولی سر ایک دوسرے کو کس طرح " مار رہے تھے۔۔ وہ تو خدا کا شکر ہے کہ میں وقت پر پہنچ گیا ورنہ وہ دونوں ایک دوسرے کو مار دیتے۔۔ ولی سر پر تو لگتا تھا گویا کوئی جنون سوار ہو گیا ہو۔۔ آہ۔۔ " اسے بے اختیار جُھر جُھری آئی تھی۔۔

تم نے غلط وقت پر جا کر سارا کام خراب کر دیا محسن۔۔ زیادہ خود کو داد دینے کی ضرورت " نہیں ہے وقت پر پہنچنے کے لیئے۔ وہ لڑائی میں نے ہی پلین کی تھی۔۔

شاہ نواز نے انتہائی سکون سے کہہ کر اسے بے سکون کر دیا تھا۔۔ محسن آنکھیں پھیلائے اس تک آیا۔ وہ ہاتھ میں پکڑا ریوالور اُلٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا۔۔

کیا مطلب۔۔ آپ نے۔۔! لیکن کیوں۔۔ کہیں آپ ولی سر کو دھوکا تو نہیں دے رہے " شاہ سر۔۔ "آخر میں وہ مشکوک ہوا تو شاہ نواز نے اس کے سر پر چپت لگا کر اسے پرے کیا۔۔ پھر آرام سے بتانے لگا۔۔

جب دل میں دشمنی کے عُبّار پکنے لگیں ناں محسن تو بہتر یہی ہوتا ہے کہ انسان چیخ چلا " لے، جس پر غصہ ہے اسے مار کر اپنے اندر پکتا لاواہ باہر نکال کرے۔۔ اس سے مسئلہ

حل ہو نہ ہو۔۔ انسان کی ذات کو ایک گونہ سکون ضرور ملتا ہے۔۔ جس پر غصہ ہو اسے مار کر انسان کی اپنی ذات آسانی میں آجاتی ہے۔۔ اسی لیے کبھی کبھی ہاتھوں کی لڑائی بہت ضروری ہوتی ہے۔۔ میں نے بس ولی صاحب کی مدد کی ہے اس جنگ میں۔۔ یہ آگ کی جنگ ہے محسن۔۔ اس میں سب خاک ہوگا۔ بچے گا کچھ بھی نہیں۔۔ میں نے ”بس اُنہیں تھوڑی سی آسانی دی ہے۔۔“

وہ بلاشبہ بہت ماہر اور اپنے فن میں تاک تھا۔ اسے اندازہ تھا کہ کب زبان۔۔ کب دل اور کب ہاتھوں کی لڑائی لڑی جانی چاہیے۔۔ اور اس نے وہ ہی کیا تھا جو اسکے تجربے نے اسکو سکھایا تھا۔ طویل جنگوں کے لیے اپنی طاقت کو محفوظ رکھنا اور دشمن کو بتاتے رہنا کے جسے تم کمزور سمجھ رہے ہو وہ اصل میں اتنا کمزور ہے نہیں۔۔ آج کی جرات کے بعد ہاشم کو اچھے سے اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ولی کتنا خونخوار اور کتنا بڑا سروائیور تھا۔ اسے بس ہاشم کو یہی باور کروانا تھا۔۔

آپ کی تو منطق ہی میری سمجھ سے باہر ہے شاہ سر۔ اگر ولی سر کو پتہ چل گیا تو جلتے "ہیں ناں کیا ہوگا۔ آپ کو ڈر نہیں لگتا۔"

میں نے وہ کیا جو ایک وفادار ملازم کو کرنا چاہیے بس اور کچھ نہیں۔۔ تم اپنے دماغ پر "زیادہ بوجھ نہ ڈالو اور یہ بتاؤ جو کام تمہیں ولی سر نے کہا تھا وہ کیا۔۔؟

اس نے فائلیز کی ورق گردانی کرتے ہاتھوں کو روک کر پوچھا تو محسن نے خاکی لفافہ اسکی جانب بڑھایا۔۔

وہ لوگ اچھے خاصے خطرناک لوگ ہیں شاہ سر۔۔ آپ ولی سر کو آگاہ ضرور کر دیجئے "گا۔۔ میں اب چلونگا۔۔" وہ آفس سے باہر کی جانب بڑھا تو شاہ نواز نے گہرا سانس لے کر خاکی لفافہ کھولا اور اندر رکھے پرچوں کو پڑھتے اسکی پیشانی کی بلوں میں اضافہ ہوتا گیا۔۔

"یہ کیا حال بنا رکھا ہے ولی۔۔؟"

اصغر اسکا واحد دوست تھا۔ اس بھری دُنیا میں اسکا واحد رشتہ۔ جس نے اسے اسکی خامیوں، اسکی بدنامیوں اور اسکی ذلت کے ساتھ قبول کیا تھا۔ ابھی بھی وہ بکھری حالت میں اسکے پاس آیا تھا اور وہ ہمیشہ کی طرح اسکی ایسی حالت دیکھ کر پریشان ہو گیا تھا۔۔

"کچھ نہیں۔۔"

اس نے آستینیں چڑھا کر صوفے میں دھنستے کہا تو اصغر سیدھا ہو بیٹھا۔ وہ اسکی زندگی سے بخوبی واقف تھا۔۔

کسی سے لڑ کر آئے ہو کیا۔۔؟ زبردست۔۔ بس ایک بات بتادو زندہ تو بچ گیا ناں "

"وہ۔۔؟

"مرا ہی تو نہیں ہے وہ۔۔"

اصغر نے اسکے جواب پر محتاط سا اسے دیکھا اور پھر سنبھل کر ہاتھ آگے بڑھایا پھر اسکی ناک پر آئی خراش کو چھوا تو ولی بے ساختہ پیچھے ہوا۔ ناگواری سے اصغر کو دیکھا۔ اصغر نے اسکے ناگواری سے دیکھنے پر دانت نکالے تھے۔۔

معلوم ہے کہ تم جوان اور مضبوط ہو مگر اسکا ہرگز مطلب یہ نہیں ہے کہ تم جسے بھی "چاہو گے مارو گے، اس دنیا میں قانون اور پیسے کی راج دہانی ہے، مارنے سے پہلے یہ ضرور دیکھ لیا کرو کہ آگے والا تم سے ان دونوں چیزوں میں بڑا تو نہیں ہے۔۔ اور اگر وہ "بڑا ہے تو۔۔

ولی نے اسے ملتھے پر بل ڈال کر دیکھا تو اسکی پھسلتی زبان سنبھلی۔۔

"تو۔۔ تو بھی سالے کو اتنا ہی مارنا چاہیئے۔۔"

تھوک نگل کر بات مکمل کی تو ولی نے آنکھیں موند کر سر صوفے کی پشت سے اٹکایا، اسکے سر کے پچھلے حصے میں بے تحاشہ درد ہو رہا تھا، ڈارناب لگنے کی وجہ سے اسکا پورا ہاتھ درد کی شدت سے پھٹ رہا تھا اور پھٹے ہونٹ سے خون نکل کر وہیں جم گیا تھا۔۔

"جس نے بھی مارا ہے بچ کر تو وہ بھی نہیں گیا ہوگا یقیناً"

اصغر نے اُٹھ کر سامنے رکھی لمبی سی درازوں والی ٹیبل سے فرسٹ ایڈ باکس اٹھایا پھر اسکے برابر میں رکھا تو اس نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔۔

کیا۔۔ اب ایسے کیا دیکھ رہے ہو۔۔؟ خود صاف کرو اپنے زخم۔۔ ماں نہیں ہوں میں "

"تمہاری۔۔"

"بکو مت۔۔"

وہ مشکل سیدھا ہو کر بیٹھا پھر آستین اوپر کر کے کہنی پر لگا زخم دیکھنے لگا۔ خون اسکے ہاتھ پر جم گیا تھا۔ اس نے ہاتھ چلایا تو بند میں درد کی ٹیسیں اُٹھنے لگیں۔۔

چچ۔۔ مطلب کوئی بھی کام سیدھا مت کرنا تم۔ ہر وقت انڈریٹیکر کی طرح بس "آنکھیں چڑھائے رکھنا اور لوگوں کو مارنا پیٹنا۔۔ ویل ڈن۔۔ کسی کا نہیں تو اس پری کا ہی خیال کر لو۔ تم جیسے جن کے ساتھ اسکا گزارہ بہت مشکل ہو جائے گا۔۔

اوپن کچن میں کھڑا وہ چائے کا پانی رکھتا مسلسل اسے جلی کٹی سنا رہا تھا۔ مگر ملتھے پر آئے زخم کو ہاتھ سے چھوتا ولی، اہل کے ذکر پر بے اختیار رکا تھا۔ اسکی گردن میں گلی اُبھر کر معدوم ہوئی۔۔

اسکی زندگی کی واحد آسانی کسی اور کے باغ کا پھول بننے جا رہی تھی۔ اسکے پاس جینے کا جواز پہلے بھی نہیں تھا مگر اب اسے موت زیادہ سہل لگنے لگی تھی۔

پہلی بار اسکا دل دُکھنے لگا تو اسے احساس ہوا کہ جسمانی زخموں سے کہیں زیادہ تکلیف تو وہ زخم دیا کرتے تھے جو نظر نہیں آتے تھے۔۔

او ہیلو۔۔ زخم صاف کرو اپنے۔۔ اگھا غنڈے لگ رہے ہو۔۔ اور ایک بات بتاؤ۔۔ کب "جانا ہے رشتہ لے کر تمہارا اہل کے لیے۔۔؟ جلدی بتا دینا مجھے تیاری بھی کرنی ہے۔۔"

اس نے چائے اسکے سامنے ٹیبل پر رکھتے کہا تو ولی دانت پر دانت جھماتا اٹھ کھڑا ہوا۔۔

"کبھی بھی نہیں۔۔"

"اڈیں۔۔ کیوں۔۔؟"

"کیونکہ وہ اب میری کبھی نہیں ہوگی۔۔"

"کیا مطلب۔۔؟"

اب کے اصغر نے نا سمجھی سے اسے دیکھا تھا۔۔ وہ قمیض کا گریبان ذرا سرکائے گردن پر آئے زخم کے جمے خون کو صاف کر رہا تھا۔ اور اسکی آنکھوں میں گلابی سی نمی تیرنے لگی تھی۔۔ یہ لفظ کہنا بھی تکلیف دیتا تھا کہ وہ اسکی کبھی نہیں ہو سکتی۔۔

اصغر نے اسکی خاموشی میں چُھپے بہت سے مفاہیم سمجھ کر گہرا سانس لیا اور اُدا سی سے اپنے دوست کو دیکھے گیا جو آنسو چُھپانے کی کوشش میں اپنا سر پورا جُھکائے گردن کے زخم ! کو دیکھ رہا تھا۔۔۔

ولی۔۔ ادھر آ۔۔۔ "نثار نے تحکم سے اسے پاس بلایا تھا۔ یہ اُن وقتوں کی بات ہے"

جب ولی صرف تیرہ سال کا تھا۔ اس سے بڑے نثار، مختیار، نذیر یہاں تک کے گھر کے کچھ ملازم بھی اسکی تذلیل کا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ وہ ان سب سے سہما سہما ڈرا ڈرا رہتا تھا۔ کبھی وہ لوگ اسکے پیچھے حویلی کے کٹوں کو لگا پتے اور وہ بھاگ بھاگ کر اپنی جان بچاتا کبھی کتے اسکو بُری طرح زخمی کر دیا کرتے تھے اور کبھی محلّے کے بچوں سے اسکو پٹوایا جاتا تھا۔ اسکے اسکول، کالج یہاں تک کے یونیورسٹی میں بھی لوگوں کو اسکے ماضی سے آگاہ کرنے والے اس حویلی کی اولادیں تھیں جو اس سے ہر گزرتے لمحے میں نفرت کیا کرتی تھیں۔ اسے انکی نفرت کی وجہ آج تک سمجھ نہیں آئی تھی۔ لوگ اسے مکروہ گردان کر اس سے فرار کیوں چاہتے تھے اسے اس بات کی سمجھ اتنی چھوٹی عُمر میں آ بھی کیسے سکتی تھی مگر اسے اس بات کا اندازہ تھا کہ جو بھی اس سے اسکے باپ کا نام پوچھتا تو پوچھنے والے کے چہرے پر عجیب قسم کی کمینگی پھیلی ہوتی۔ وہ جواب سے زیادہ

اسکے چہرے کے بدلتے تاثرات سے حظ اُٹھایا کرتے تھے اور سب سے زیادہ اذیت اسے
یہی ایک چیز دیتی تھی۔۔

نثار کے بُلانے پر وہ سہما سا قریب آکھڑا ہوا تھا۔۔ بختیار، ہاشم، نفیس اور نذیر آپس میں
باتیں کر رہے تھے۔ اسے آنا دیکھ کر یکدم خاموش ہوئے۔۔

”ارے ولی۔۔ ذرا اپنے باپ کا نام تو بتا۔۔“

نثار نے سفاکی سے مسکرا کر اسکے چہرے پر سوال کا طمانچہ مارا تو وہ ضبط سے سُرخ ہو
گیا۔ وہ چاروں بھی متوجہ ہو کر اسے دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔

بتاناں۔۔ ”ہاشم نے حد کر دی تھی کمینگی کی۔۔“

مجھے نہیں پتہ۔۔ آپ لوگ مجھ سے ایسے سوالات مت کریں۔۔ میں بی جان کو بتا " "دونگا۔۔

اس نے زور سے مٹھی بھینچ کر سُرخ چہرے کے ساتھ کہا۔۔

"اے۔۔ زیادہ بک بک مت کر۔۔ سیدھی طرح سے بتا دے"

اب کے بختیار نے کہا تو اس کا خون کھول اُٹھا۔

"مجھ سے ایسی باتیں مت کریں آپ لوگ۔۔"

اسکی نسواری آنکھیں اب کے بھینگے لگی تھیں۔۔ غصے سے۔۔ غم سے۔۔ وہ لوگ اسکی عزت کو تار تار کر رہے تھے۔۔ اسے بے لباس کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے تھے۔ اسکا وجود بکھر نے لگا تھا۔ اسکا بچپن اذیت بننے لگا تھا۔ اسکی زندگی عذاب کا گرہا بنتی جا رہی تھی۔۔

"حرام زادہ۔۔"

نذیر احمد کی پھنکار نے اسے پل میں بھسم کر دیا تھا۔۔

حرام کی اولاد۔۔ ہمارے گھر میں آکر۔۔ ہمارے سامنے کھڑا ہو کر۔۔ ہمیں ہی جواب دیتا "ہے۔۔"

بختیار نے اسکے معصوم رخسار پر رکھ کر زناٹے دار چانٹا مارا تو وہ دُور جاگرا۔ اسکے ہونٹ سے خون آنے لگا تھا۔ اس نے بے اختیار اپنے ہونٹ کو چھوا۔ رول دیا تھا۔۔ اسکے ماں باپ نے اسے مٹی میں رول دیا تھا۔۔

بختیار اب اسے لاتوں سے مار رہا تھا۔ وہ اسکے باپ کی محبت میں حصّے دار تھا۔ وہ اسکے حصّے کی محبت ان سے لے رہا تھا۔ وہ اسے بالکل برداشت نہیں کر سکتا تھا۔۔ ہرگز نہیں۔۔

وہ ہذیانی انداز میں لاتیں اسکے منہ پر مار رہا تھا۔ اور ولی نیچے گرا بلبلا رہا تھا۔ اسکا لباس خاک آلود ہو گیا تھا۔ کھینچا تانی میں جگہ جگہ سے پھٹ گیا تھا۔۔

کسی نے بی جان کو اطلاع کی تو وہ دوڑتی ہوئیں تویلی کے پیچھے والے دالان میں آئیں۔ بختیار مستقل اسکے چہرے پر لاتیں مار رہا تھا۔ وہ چاروں بیٹھے دلچسپی سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔۔

اور ولی۔۔ وہ تڑپ رہا تھا۔۔ ماہی بے آب کی طرح۔۔ انکا کلیجہ منہ کو آیا۔۔

”بختیار چھوڑ ولی کو۔۔ کمبخت میں کہتی ہوں دفع ہو یہاں سے۔“

وہ اندھا دھند دوڑتی ہوئی آئیں اور بختیار کو پرے دھکیلا۔۔

ولی بے دم سا ہوا گھرے گھرے سانس لے رہا تھا۔ اسکی آنکھیں بند بند ہو رہی تھیں۔

کچھ خدا کا خوف کرو تم لوگ۔ بچے کو اذیت دیتے کونسی تسکین پہنچتی ہے تم سب

”کو۔۔؟“

وہ اسکو ساتھ لگائے ان کو کوس رہی تھیں۔۔۔ بختیار نے پیشانی پر اُبھرا پسینہ آستین سے رگڑا۔۔۔

اس واقعے کے بعد ولی کو شدید بخار نے آگھیرا تھا۔ وہ مستقل بیمار رہنے لگا تھا۔ اسکا اندر کھوکھلا ہو گیا تھا۔ اسکا وجود۔۔۔ اسکی سوچ۔۔۔ سب خالی ہو گیا تھا۔ اسے لوگوں سے ملنے کے خیال ہی سے خوف آنے لگا تھا۔ وہ اسے عجیب سی نظروں سے دیکھتے تو اسکے وجود پر سانپ لوٹنے لگتے۔ اسکی روح جھلس کر خاک ہو جایا کرتی تھی۔ وہ خود کو آئینے میں دیکھتا تو دل کرتا کہ آئینہ توڑ ڈالے۔ اپنا منہ نوچ لے۔ اسکی ذات پل پل مر رہی تھی۔ وہ پل پل زہر دیا جا رہا تھا۔ اور اس زہر کی کڑوا س نے اسکے خون تک کو زہریلا کر دیا تھا۔۔۔

”ولی احمد۔۔۔“

زمان نے اسے محبت سے پکارا تو اسکا حلق تک کڑوا ہو گیا۔۔

مت کہیں مجھے ولی احمد۔ نہیں ہوں میں آپکے خاندان کا حصہ۔ ناجائز ہوں میں۔ گند کی "پوٹلی ہوں۔ کیوں نئی زندگی دی آپ نے مجھے سردار بابا۔۔

اسکی ہچکی اُبھری۔ آنکھوں میں نمکین پانی جمع ہونے لگا تھا۔

کیوں کیا آپ نے میری ذات پر احسان۔۔؟ کیوں مجھے اپنی پاکیزہ زندگیوں میں جگہ دی "سردار بابا۔۔؟ میں تو خاک تھا۔۔ خاک ہوں۔۔ آپ نے مجھے کیوں اس عذاب میں ڈال دیا۔۔"

زمان نے تکلیف سے اسکی بکھرتی شخصیت کو دیکھا۔۔ کون بد نصیب تھے جنہوں نے
اسے معاشرے کے ظالم بھیڑیوں کے حوالے کر دیا تھا۔۔

"بچے میری بات۔۔"

"مت کہیں مجھے بچہ۔۔ نہیں ہوں میں بچہ۔"

اس نے انکی بات کاٹی تھی۔ اسکا وجود زلزلوں کی زد میں تھا۔ آواز تک لرز رہی تھی
اسکی۔۔

کیوں اٹھایا آپ نے مجھے مسجد کے دروازے سے۔۔؟ اٹھا لیا تھا تو کسی جانور کے آگے "
"ڈال دیتے۔ مجھے اتنی اذیت تو نہ ہوتی سردار بابا۔۔"

وہ بے اختیار زمین پر بیٹھا تھا۔۔ اس کے قدموں سے جان ختم ہو رہی تھی۔ زمان نے آگے
بڑھ کر اسے خود میں بھینچا۔ اس کی روشن پیشانی پر بوسہ دیا۔۔

”بس میرا بچہ۔۔“

کیوں چھوڑ دیا مجھے میرے والدین نے سردار بابا۔۔ ”وہ ہچکیوں سے رو رہا تھا۔“ میں ”
”کتنا بد نصیب ہوں۔“

”بد نصیب تو نہیں۔۔ بد نصیب وہ ہیں۔۔“

مجھے مار دیں سردار بابا۔ اس پر یکدم ہزیا نی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔۔ "میرا گلا دبا کر"
مار دیں۔ یہ احسان میری ذات پر کر دیں میں۔۔ میں آپکو اپنا خون معاف کرتا ہوں۔۔"
اسکی دہائی پر زمان کانپ کر رہ گئے تھے۔۔

نہ میرا بچہ۔۔ زندگی خدا کی نعمت ہے۔ اس نے مشکلیں رکھیں ہیں تو آسانی بھی ساتھ"
"ہی رکھی ہے۔۔ یہ مایوسی اچھی نہیں ہے۔۔"

مگر اسے شدید کیفیت کے باعث بخار نے آگھیرا تھا۔ اسے نشہ آور دوائیں دے کر سُلایا
اور زمان کمرے سے نکل آئے۔۔

بختیار۔۔۔ نثار۔۔ "انکی چنگھاڑتی آواز نے سب کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔۔"

جی آغا جان۔۔۔ "وہ دونوں دوڑتے ہوئے لالونج میں آئے۔۔۔ وہ لب بھینچے آگے بڑھے"
اور دونوں کو زناٹے دار تھپڑ رسید کیا۔۔۔

کسی انسان پر ظلم کرتے شرم نہیں آتی تم دونوں کو۔ کیا ہو تم دونوں۔۔۔ خود کیا"
ہو؟۔۔۔ کبھی اپنے اس مکروہ وجود کو آئینے میں نظر بھر کر دیکھا ہے۔۔۔؟ دیکھا ہے۔۔۔!" وہ
دھاڑے تھے۔۔۔ "خدا کی مخلوق پر ظلم کر کے کونسی برتری ثابت کرنا چاہتے ہو۔۔۔؟ تم
اسی لیئے افضل ہو کیونکہ اپنی ماں باپ کی آغوش میں رہے ہو بچپن سے۔۔۔ بس اسی لیئے
اتنی اکڑ ہے۔۔۔! ارے ڈرو اُسکے قہر سے۔۔۔ اُسکے عذاب سے۔۔۔ وہ رب تمہیں ایسی جگہ
پیدا کر دیتا تو کیا کر لیتے تم لوگ۔۔۔!! یہ گھمنڈ۔۔۔ یہ غرور۔۔۔ یہ خاک ہے سب۔۔۔ کوئی
اپنی مرضی سے پیدا نہیں ہوا اس دنیا میں۔۔۔ اسکو کوسے ذرا سوچا ہوتا تو نوبت یہاں تک
"ہرگز نہیں آتی۔۔۔"

انکی آنکھیں سُرخ ہو رہی تھیں۔۔ بی جان اور ملازم بھی اکھٹے ہو گئے تھے۔۔

ہاں تو آپ نے کیوں اسکو اس گھر میں پالا ہوا ہے۔۔؟ حسن تایا اور حُسن تایا نے تو "ایسے کسی لے پالک کو گھر میں نہیں گھسایا۔۔ پھر آپکو کیا پڑی ہے زمانے بھر کا گند خود کے سر لینے کی۔۔؟"

بختیار نے انتہائی بد تمیزی سے کہا تو زمان چند پل ضبط سے اسے دیکھتے رہے۔۔

جانتا ہوں میں کہ تمہارے منہ میں کس کی زبان بول رہی ہے۔ اچھے لوگوں کے ساتھ "اُٹھتے بیٹھتے تو کبھی اس قسم کی غلاظت تمہارے منہ کے راستے باہر نہیں نکلتی۔۔"

لیکن بختیار سہی کہہ رہا ہے آغا جان۔۔ اسکا ہمارے گھر میں ہمارے خاندان میں کوئی " حصہ نہیں ہے۔۔ وہ اس گھر میں کیوں رہ رہا ہے پھر۔۔؟

نثار بھی بھائی کی دیکھا دیکھی شیر ہونے لگا تھا۔۔ زمان کا چہرہ سُرخ ہونے لگا۔۔

جب خدا کسی چیز کی استطاعت دیتا ہے ناں تو بروزِ حشر وہ اس استطاعت کی بابت " استفسار کرنے کا حق بھی رکھتا ہے۔ میں خدا کے سامنے اور اپنے پُرکھوں کے سامنے اس بڑے دن میں مجرموں کی طرح گردن جھکا کر نہیں جانا چاہتا اور رہے تمہارے تایا جان تو وہ اپنے اعمال اپنے فیصلوں کے خود ذمہ دار ہیں۔ وہ اس روز اسکو خود جواب دینگے میں انکی جگہ جواب نہیں دوں گا۔۔ کوئی کسی کی جگہ جوابداری نہیں کر سکتا۔ یہ بندے اور رب کا معاملہ ہوتا ہے۔۔ میں نے اسکو اس گھر میں لا کر۔۔ اسکی پرورش کر کے اسکی ذمہ

داریاں اُٹھا کر اسکی ذات پر نہیں اپنی ذات پر احسان کیا ہے۔۔ نیکیاں انسان اپنے لیے
”کرتا ہے۔۔ کوئی دوسرا اگر تمہارے لیے کبھی کچھ نہیں کرے گا۔۔

آپ کی نیکیاں آپ کو مبارک ہوں آغا جان مگر مجھ میں اتنا حوصلہ نہیں کہ اسے
برداشت کروں۔۔ وہ مجھے بلکہ اس گاؤں کے ہر شخص کو ناگوار گزرتا ہے۔ پتہ نہیں آپ
”کو کونسی نیکی کمائی ہے۔۔

بختیار نے اپنے باپ سے انتہائی بیزار ہو کر کہا تو زمان زہر خندہ سا مسکرائے۔۔

اگر کسی کو اس گھر میں ہوتے کسی بھی کام سے مسئلہ ہے تو وہ رہا دروازہ۔۔ ”انہوں“
نے داخلی دروازے کی جانب اشارہ کیا۔۔ ”وہ یہاں سے جاسکتا ہے۔ میرے گھر میں
صرف وہی ہوگا جو میں چاہوں گا۔ آئندہ مجھے حسن بھائی یا پھر بڑے بھاجی کی مثالوں سے
”قائل کرنے کی گستاخی کی تو پھر میں بھول جاؤں گا کہ میری بھی کوئی اولاد ہے۔۔

انکے ٹھنڈے لہجے میں جو آگ بول رہی تھی وہ بختیار کو بخوبی محسوس ہوئی اور اسکے دل میں ولی کے لیے لاواہ پکنے لگا۔۔ اسے اس سے اتنی نفرت ہوئی جتنی زندگی میں پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اسکا باپ اسے گھر سے جانے کا کہہ رہا تھا اور وجہ صرف اور صرف ولی تھا۔۔ خون اسکی کنپٹیوں میں ٹھوکریں مارنے لگا تو وہ دندناتا ہوا لاؤنج سے اُٹھ آیا۔۔ زمان نے اپنی اولاد کو افسوس سے جاتے دیکھا تھا۔۔

ناشتے کی طویل ٹیبل پر سارے گھر کے افراد براجمان ناشتہ تناول کر رہے تھے۔ آج اتوار تھا مگر بختیار اور نثار دونوں رات کو دیر تک گھر سے باہر رہنے کے باعث اب تک سو رہے تھے اسی لیے ماحول کا تناؤ نہ ہونے کے برابر تھا۔ زمان احمد نے ناشتے سے ہاتھ روک کر ناشتہ کرتے ولی کے زخموں کو بغور دیکھا۔ بی جان بھی اسکے چہرے کی جانب ہی

دیکھ رہی تھیں۔ مگر ولی بہت آرام دہ سا لگ رہا تھا۔ اسکے چہرے پر برسوں بعد زمان
نے اطمینان کی لہر دیکھی تھی شاید اسی لیے کہ جس کو وہ مار کر آیا تھا اُس نے بہت ظلم
کیئے تھے اسکی ذات پر۔ اور یہ سچ تھا۔ اس ہاتھ پائی کے بعد ولی کے جلتے وجود کو قرار
آگیا تھا۔

”نورآباد والی زرعی زمین کا کیا بنا ولی۔۔؟“

زمان نے قصداً اسکے زخموں کو نظر انداز کر کے کہا مگر بی جان نے انکے نظر انداز کرنے
پر پہلو بدلا تھا۔۔

میں کر رہا ہوں بات نورآباد والوں سے۔ آج جاؤنگا انکے بڑوں سے اس معاملے پر گفتگو
”کرنے۔۔ دیکھیں پھر کیا بنتا ہے۔۔“

اس نے بھی سر اٹھا کر جواب دیا یہ جانتے ہوئے بھی کہ سب نامحسوس طریقے سے اسے ہی دیکھ رہے تھے اس نے سب کی نظروں کو یکسر نظر انداز کیا۔۔ مگر اہل کی فکر مند سی نگاہیں اسکے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔۔ اس نے سر جھٹکا۔۔

جو بھی کرو سوچ سمجھ کر کرنا۔ نور آباد والے بہت خطرناک لوگ ہیں۔ اور ابھی انکے " بڑے الیکشن بھی لڑنے والے ہیں اس سارے عرصے میں کسی بھی قسم کے اسکینڈل "کو اوائر کرنے کی بھرپور کوشش کریں گے وہ۔۔ تم دھیان رکھنا۔۔

جانتا ہوں آغا جان۔ اس مسئلے کو بات سے حل کر لیا جائے تو ہی بہتر ہے خواہ مخواہ " بات بڑھی تو قصہ عدالت تک جائے گا جو انکی سیاسی ساکھ کے لیے بالکل مناسب " نہیں۔۔

مگر ولی مجھے نہیں لگتا کہ یہ مسئلہ عدالت کے بغیر حل ہوگا۔۔ وہ لوگ اتنی آسانی سے "ملنے والے ہیں نہیں۔۔"

زمان کے چہرے پر سوچ کی لکیر اُبھری تو اس نے انہیں سکون سے دیکھا۔

وہ جو بھی کرینگے دونوں جانب سے نقصان اُنکا ہی ہے سردار بابا۔۔ "اس نے نیپکن" سے لب تھپتھپائے اور پلیٹ پرے کی۔۔ "ابھی اُنکے حلقے میں انتخابات کا وقت ہے اور پھر دوسری طرف اس علاقے کے تمھانے کا اے ایس پی میرا دوست ہے۔ کوئی بھی "حرکت انکو ہی نقصان پہنچائے گی۔۔"

جب ایک جانب سے ہاتھ بڑھایا جا رہا ہو تو دوسری جانب سے ہاتھ آجاتے ہیں۔۔۔"

"تمہیں یقین ہے کہ وہ اے ایس پی دوست ہے تمہارا۔۔۔؟"

انکے سوال پر اسکی سنجیدگی کچھ اور گرمی ہو چلی تھی۔۔۔ جیسے وہ بہت کچھ سوچتا رہا ہو۔۔۔

جیسے اُسے اندازہ ہو اس سارے معاملے کا۔۔۔

"!اس دور میں کون دوست ہوتا ہے آغا جان۔۔۔"

اس نے نسواری آنکھوں سے آغا جان کو دیکھا تو وہ نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگے اور دیکھ تو نا سمجھی سے اسے بی جان بھی رہی تھیں۔۔۔ فکر مندی سے۔۔۔ مضطربانہ انداز میں ناشتہ چھوڑے۔۔۔

جس طرح کا دوست وہ میرا ہے اور جس وجہ سے ہے آپ بخوبی جانتے ہیں سردار بابا۔۔"

یہاں ہر ایک کو قابو کرنے کی ایک خاص تکنیک ہے اور ویسے بھی ان پولیس والوں کی تو اپنی زندگیاں اتنی آلودہ ہوتی ہیں یہ کیا معاملات کو مزید الجھائنگے۔۔ آپ بے فکر رہیئے کام ہو جائے گا۔۔

اس نے بات مکمل کر کے انکے جواب کا انتظار کیا۔ زمان کے چہرے پر فکر کی لکیروں کی ساتھ ساتھ کمزوری بھی جھلک رہی تھی اُس اٹیک کے بعد وہ آج سب کے ساتھ ناشتہ کر رہے تھے۔۔

ٹھیک ہے۔۔ "انہوں نے سمجھ کر سر ہلایا۔۔" لیکن اپنے ساتھ شاہ نواز کو لیتے جانا اور"

اگر ضرورت محسوس کرو تو گارڈز کو بھی ساتھ لے لینا۔ بعد کے رونے سے احتیاط بہر حال بہتر ہے۔۔

انہوں نے بہت تاکید سے اسے کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

جیسا آپ کہیں گے ویسا ہی ہوگا سردار بابا۔۔۔"

اچھا ہاں۔۔۔" انہیں بے اختیار کچھ یاد آیا تو ولی نے انہیں دیکھا۔۔۔ "علامہ دین صاحب" کی بیٹی کے کیس کا کیا ہوا۔۔۔؟ پچھلی پیشی پر شاہ نواز کہہ رہا تھا کہ معاملات کچھ خاص "آگے نہیں بڑھے۔۔۔ لگتا ہے جیسے وہ اس معاملے کو لٹکانا چاہتے ہیں۔۔۔"

انکے کہنے پر اس نے بھی سر ہلایا تھا۔۔۔ پھر کہنے لگا۔۔۔

میں گیا تھا پچھلی پیشی پر معاملات واقعی اٹکے ہوئے ہیں سردار بابا۔۔ علامہ صاحب کی " بیٹی کو پیشی کے لیئے بار بار بلایا جا رہا ہے جسکا صرف ایک ہی مطلب ہے کہ وہ اس کیس کے ذریعے اُنہیں ذہنی اذیت پہنچانا چاہتے ہیں تاکہ وہ تنگ آکر کیس ہی واپس لے لیں۔۔ "میں دیکھتا ہوں اس مسئلے کو بھی آپ فکر مت کریں۔۔

بہت ذمہ داری سے کہہ کر اس نے زمان کی پریشانی اپنے سر لے لی تھی۔۔ وہ انکا جتنا بھی احترام کرتا۔۔ انکی جتنی بھی خدمت کرتا وہ کم تھی۔۔ انہوں نے اسے عزت دی تھی اور اسکے مقابلے میں یہ کام کچھ بھی نہیں تھے۔۔

سہی جیسے ہی کوئی پروگریس ہو مجھے ضرور آگاہ کرنا۔۔ علامہ صاحب بہت پریشان تھے " پہلے ہی اس مسئلے کی وجہ سے۔۔

فکر مندی سے کہہ کر انہوں نے بھی ہاتھ نیپکن سے صاف کیئے اور پھر زمانی بیگم کو
چائے کا اشارہ کیا۔۔ انکے اشارے پر بی جان نے جھٹ سے گرم گرم چائے کپ میں
اُنڈیلی۔۔ بھُورا مایہ کپ میں بہنے لگا۔۔

”اب میں اجازت چاہوں گا سردار بابا۔۔“

وہ انہیں کچھ پل دیکھتا رہا پھر کوئی کام نہ ہونے کی وجہ سے اُٹھنے لگا تو بی جان یکدم بو
لیں۔۔

”یہ زخم ولی۔۔ یہ کیسے آئے تمہیں۔۔؟“

وہ اُٹھتے اُٹھتے بیٹھ گیا تھا۔۔ زمان چائے پیتے پیتے بی جان کی بے صبری پر مسکرائے تھے
البتہ گردن اُٹھا کر انہوں نے بھی ولی کو دیکھا تھا اور دیکھ تو اسے اہل بھی رہی تھی۔۔
سب کا مرکز بننا۔۔ ولی کو کوفت ہونے لگی۔۔

”ایک چھوٹا سا ایکسیڈینٹ ہو گیا تھا بی جان۔۔“

کہا تو صرف اتنا ہی مگر بی جان کی تسلی نہیں ہوئی تھی۔۔

”کوئی دوا لی ہے۔۔؟“

وہ اس سے پوچھ رہی تھیں۔۔ دوا۔۔ سب سے بڑی دوا تو یہ لڑائی ہی تھی جس کے بعد وہ پُر سکون ہو گیا تھا۔۔ اسکے اندر پکتا غم و غصہ باہر نکلا تو اس نے خود کو بہت ہلکا محسوس کیا تھا۔۔

”جی بی جان لی ہے دوا۔۔“

سب کو ایک نظر دیکھا۔۔

”اب میں اجازت چاہوں گا۔۔“

اور کرسی گھسیٹتا اُٹھ کھڑا ہوا۔ وہ پلٹنے لگا جب سامنے سے ناجیہ آتی دیکھائی دی۔۔ وہ اسے دیکھ کر ہلکا۔۔ بالکل ہلکا سا مسکرائی تھی مگر ولی نے ایک سپاٹ نظر اس پر ڈالی

اور باہر کی جانب بڑھ گیا۔۔ اس کے اس طرح کے رد عمل سے بھی ناجیہ کو فرق نہیں پڑا تھا۔۔ وہ اسے پسند کرتی تھی۔۔ بچپن سے۔۔ کوئی اندھا بھی دیکھ کر بتا سکتا تھا۔

”ارے ناجیہ اتنی صبح صبح۔۔“

بی جان اس سے کہہ رہی تھیں مگر وہ ذرا ترچھی ہوئی اسے جاتا دیکھ رہی تھی۔۔ نسواری رنگ کے قمیص شلوار میں اسکا دراز قد نمایاں تھا۔ چوڑی پشت اور مضبوط سراپے کو پیچھے سے دیکھتے اس کے دل میں کھلبلی مچی تھی اگر جو وہ اسکا ہو جاتا تو۔۔! کاش۔۔

مگر اسی وقت وہ دروازے کے پار غائب ہوا تو اس نے بھی چہرہ موڑ کر بی جان کو دیکھا جو اہل کے ساتھ ناشتے کے برتن سمیٹ رہی تھیں۔۔

بس چچی۔۔ امل کے ساتھ پیپرز کی تیاری کرنے آئی ہوں۔۔ بی ایس سی کے امتحانات " ہونے والے ہیں ناں۔۔ " امل اسکی بات پر مسکرائی تھی۔۔

جی۔۔ ان محترمہ کو میں نے ہی قائل کیا ہے تیاری کرنے پر ورنہ انکا کوئی ارادہ نہیں " "تمھا۔۔

وہ دونوں ہم عُمر تھیں مگر ناجیہ امل سے عُمر میں بڑی لگتی تھی شاید اپنے چہرے کے پکے پن کی وجہ سے جبکہ امل اسکے برعکس بہت معصوم اور سادہ تھی۔۔

وہ کچن سے باہر نکلی تو ناجیہ نے اسے بازو سے پکڑ کر کمرے کی جانب گھسیٹا۔

"تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے میں نے۔۔"

وہ اسے کمرے میں دھکا دے کر خود دروازہ بند کرتی اس تک آئی۔۔ اہل اسے مشکوک
نظروں سے دیکھ رہی تھی۔۔

”یقیناً کوئی کام ہوگا میڈم کو۔۔“

اسکی بات پر وہ کھلکھلاتے ہوئے بیڈ پر لیٹی۔۔

ہاں جی۔۔ کام تو ہے۔۔ مگر ایسا کام جس میں تمہیں کچھ نہیں کرنا صرف میرے دل
کی بات سننی ہے اور بس۔۔ اہل میں اس راز کو اب اور نہیں سن بھال سکتی۔۔“ وہ
یکدم سیدھی ہو کر بیٹھی تو اہل مسکرا کر اسکی جانب مڑی۔۔

اور کیا ہے وہ راز۔۔؟" اسکی ملائی سی جلد پر چٹیا سے نکلی لٹ جھولنے لگی تو اس نے "مسکرا کر اسے کان کے پچھے اڑسا۔۔

"اف کیسے بتاؤں۔۔"

ناجیہ نے مضطرب ہو کر ہاتھ آپس میں رگڑے تو اس نے آنکھیں چھوٹی کیں۔۔

"قتل تو نہیں کر دیا کسی کو۔۔؟"

اسکے پوچھنے پر وہ ہنسی تھی مگر اسکے گالوں میں گھلتے گُلال اہل کو کوئی اور داستان سنانے لگے تھے۔۔

”اے اے۔۔ میں ولی سے محبت کرتی ہوں۔۔“

بہت امید سے اس نے اسکی جانب دیکھ کر کہا تو اے کو چند پل لگے سمجھنے میں اور جب
اسے سمجھ آیا تو اسکا دل اندر ڈوب کر اُبھرا۔۔

”مطلب۔۔؟“

اس نے بمشکل خشک پڑتے گلے کو تر کیا تھا۔۔ دل اب تک کانوں میں دھک دھک
کر رہا تھا۔۔

ہاں ہاں ہاں۔۔ اہل۔۔ میں اس سے محبت کرتی ہوں۔۔ بہت محبت کرتی ہوں۔۔"

ابھی سے نہیں بچپن سے کرتی ہوں۔۔ تب سے کرتی ہوں جب مجھے پتہ بھی نہیں تھا

"کہ محبت کا مطلب کیا ہوتا ہے

وہ کمرے میں گول گول چکر کاٹی اسے بتا رہی تھی۔۔ اور اہل کو لگ رہا تھا کہ وہ کبھی
ہل نہیں پائے گی۔۔ کیونکہ یہ آخری بات تھی جو اس نے نہیں سوچی تھی۔ پہلی بار
اسے اپنا دل ڈوبتا محسوس ہو رہا تھا۔۔ یہ تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا کہ ولی سے کوئی
اور بھی محبت کر سکتا ہے اور اب جب اسے پتہ چلا تھا تو اسے اپنے وجود میں خاموشی
پھیلتی محسوس ہوئی تھی۔۔ بھیانک خاموشی۔۔

"شاہ نواز۔۔ گاڑی نکالو۔۔"

وہ نسواری آنکھوں کو سیاہ چشمے سے ڈھکتا آفس میں داخل ہوا تو شاہ نواز بے اختیار اٹھا۔۔

ولی سر۔۔ تھوڑی دیر پہلے قانتہ بی بی آئی تھیں۔۔ "نام سُن کر وہ بے ساختہ مڑا"
تھا۔۔

"کیوں۔۔؟"

انکا بچہ ہاسپٹل میں ہے اسکی طبیعت بہت خراب ہے۔۔ ڈاکٹر زکمرہ رہے ہیں کہ اسے "
"شہر لے کر جانا ہوگا۔۔"

فکر مندی سے پیشانی چھوتا وہ موبائل نکال کر اب چند نمبر ڈائل کر رہا تھا۔ قانتہ اس گاؤں کی جوان بیوہ تھی جسکا شوہر زمینی مسئلوں میں مارا گیا تھا۔ خاندانی سپورٹ نہ ہونے کے باعث ولی نے اسکی ذمّے داری اپنے سر لی تھی۔۔ وہ اس معاشرے میں اور کسی ولی احمد کو بڑے ہوتے نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔۔ باپ کا سایہ اس سقاک معاشرے میں زندہ رہنے کے لیے کتنا ضروری تھا اسکا اندازہ اسے بخوبی تھا۔۔

فیصل۔۔ قانتہ بی بی کے گھر گاڑی لے کر جاؤ اور انہیں شہر کے ہاسپٹل پہنچاؤ میں "فارغ ہو کر وہاں آتا ہوں اور کوئیک۔۔ انکا بیٹا بیمار ہے۔۔"

اس نے فون رکھ کر شاہ نواز کی جانب دیکھا۔۔ وہ دروازے میں ایستادہ اس کا انتظار کر رہا تھا۔۔

"نورآباد والوں کو آگاہ کر دیا تھا۔۔؟"

اس نے کندھے پر ڈلی سیاہ شال درست کرتے ہوئے اس سے پوچھا۔۔ وہ ساتھ چلتا
بتانے لگا۔۔

جی سر بتا دیا تھا۔۔ وہ آپ کا انتظار کر رہے ہونگے۔۔ کوشش کیجیے گا سر کہ بات، بات "
"ہی کے ذریعے سمٹ جائے۔۔

"ہوں جانتا ہوں۔۔ خیر یہ اتنی بھیڑ کیوں اکھٹی کر رکھی ہے تم نے۔۔؟"

اس نے گاڑی میں بیٹھتے باہر کھڑے گارڈز کو دیکھ کر استفسار کیا تو شاہ نواز ایگنیشن میں
چابی گھماتا بتانے لگا۔۔

”یہ سردار بابا کا حکم تھا ولی سر۔۔“

اس نے ایک پل کے لیئے بیک ویو مرر میں اسے دیکھا تو اس نے گہرا سانس لے کر اثبات میں سر ہلایا اور اسے چلنے کا اشارہ کیا۔۔

وہ نور آباد میں داخل ہوا تو پورے گاؤں میں ہلچل سی مچ گئی۔ لوگ اپنے اپنے کچے گھروں سے باہر نکل کر اس لاؤ لشکر کو دیکھ رہے تھے جو ولی کی گاڑی کے پیچھے سینکڑوں گاڑیوں میں چلا آ رہا تھا۔۔ اس نے سپاٹ نظروں سے گاؤں کے مکینوں کو دیکھا اور گاڑی رکنے پر دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔۔ بڑی سی اونچی حویلی کے باہر اسکے استقبال کو بہت سے ملازم تھے۔ اس نے سر اثبات میں ہلایا اور انکی معیت میں چلتا حویلی کے اندر داخل

ہوا۔۔ تبے اور امارت میں وہ زمان احمد کے خاندان سے کہیں پیچھے تھے مگر شاید اپنی دھاک انہوں نے جانیں لے کر قائم کر رکھی تھی۔۔ اسکے پیچھے اسکے سارے گارڈز تھے۔۔ بیٹھک کے باہر سب گارڈز کو اندر جانے سے روکا گیا تو اس نے سر کے اشارے سے انہیں اجازت دی۔ البتہ شاہ نواز اسکے ساتھ ہی اندر داخل ہوا تھا۔۔

گاؤں کا وڈیرے ارباز شاہ گھنی مونچھوں کو تاؤ دیتا اسے سردنگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ اسکے آس پاس گاؤں کے بہت سے نامور لوگ بھی بیٹھے تھے جو ہر پنچایت میں شاید اہم جانے جاتے تھے۔ انکایوں ساتھ بیٹھنا صاف ظاہر کرتا تھا کہ انہیں اسکا مطالبہ ہرگز بھی اچھا نہیں لگا تھا۔۔ وہ مسکراتا ہوا انکے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھا۔ شاہ نواز اسکے ساتھ کھڑا ہو گیا تھا۔۔

ہم نے تو سوچا تھا کہ کوئی بڑا سارا آدمی آئے گا مگر زمان نے تو بات کرنے کے لیے "بچہ بھیج دیا۔۔" اسکی کم عمری پر چوٹ کرتا وہ سیدھا ہوا تو ولی کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔۔

شاہ صاحب آپ پر زیادہ بوجھ نہ پڑے اسی کا خیال کرتے انہوں نے آپکے پاس بچہ "س" بھیجا ہے۔۔

اسکے انداز پر سُلگتا ہوا ارباز ذرا آگے کو ہوا۔۔ اور اسکی نسواری آنکھوں کو کاٹ دار نظروں سے دیکھا۔۔ ولی کو اندازہ ہو رہا تھا کہ ان کو ظالم کیوں کہا جاتا تھا۔۔

تم شاید یہاں کا قانون نہیں جانتے ہو لڑکے۔۔ جو چیز ہمارے علاقے میں ہوتی ہے وہ " ہماری ہوتی ہے۔ کوئی کاغذ۔۔ کوئی دعوہ اسے ہمارے تسلط سے نہیں نکال سکتا۔۔ اور "جو۔۔ نکلنے کی کوشش کرتا ہے تو اسکا علاج ہم کرنا بہت اچھے سے جانتے ہیں۔۔

اس نے مسکرا کر کہنیوں کو گھٹنوں پر ٹکایا اور ہتھیلیاں باہم ملائیں۔۔ پھر ارباز شاہ کی آنکھوں میں بے خوفی سے دیکھا۔۔

جو علاج آپ کرتے ہیں اس علاج سے بخوبی واقف ہیں ہم۔ مگر جو علاج ہم کرتے "ہیں کیا اس کو جلنے کی زحمت کی ہے آپ نے۔۔؟

ماحول میں عجیب سا تناؤ در آیا تھا۔ ہر ایک ٹکٹکی باندھے دو نفوس کو دیکھ رہا تھا جو ماحول سے بے نیاز ہو کر ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ہر وار کے لیے تیار تھے۔۔

تو پھر۔۔ اس میں جیتے گا وہ ہی جو وار پہلے کرے گا۔۔ "ارباں شاہ کا دماغ اسکے جواب پر"
بھٹایا تھا۔۔ "اور تم تو پھر ذرا جتنے ہو۔۔ کتنی زندگی ہوگی تمہاری زیادہ سے زیادہ۔۔ چوبیس
سال۔۔ مجھے دیکھو۔۔ ساٹھ سال کا ہوں میں۔۔ آٹھ قتل کیے ہیں میں نے اور آج
'سک۔۔

اسکی آواز بلند ہوئی۔۔ ولی ویسے ہی بیٹھا تھا بے تاثر۔۔ سپاٹ چہرہ لیئے۔۔ البتہ اس
چہرے پر ٹھنڈی مسکراہٹ تھی۔۔ آگ جیسی برف۔۔

آج تک کوئی مائی کا لال مجھے سلاخوں کے پیچھے نہیں کر سکا۔ اور یہ بھی جان لو کہ اگر"
ہم ماریتے ہیں تو لاش تک گھر والوں کو نہیں لوٹاتے۔۔ چیل کوؤں کے آگے ڈال دیتے

ہیں۔۔" وہ واقعی بہت ظالم شخص تھا۔۔ اب کے ولی کی مسکراہٹ سمٹی اسکے چہرے پر کاٹ ابھری۔۔

آپ اپنی بد اعمالیاں مجھے نہ بتائیں جناب۔۔ خدا کو کیا جواب دیں گے اس کی تیاری کریں۔" ویسے بھی میں اپنی چیز لینے آیا ہوں۔۔ اپنی چیز لے کر جاؤں گا۔۔ سیدھی طرح سے نہیں تو پھر ٹیڑھی طرح سے۔۔ لیکن یہ آپ طے کریں گے کہ آپ معاملہ کیسے چاہتے ہیں۔۔؟ میں "آپ کو دو راستے بتا دوں گا۔۔ آپ کو نسا راستہ اختیار کریں گے یہ فیصلہ آپ کا ہے۔۔"

اسنے ابلتے غصے کو قابو کر کے بڑے ٹھنڈے انداز میں آگے والے پر سیسہ اُنڈیلا تھا۔۔
ارباب شاہ کی آنکھیں ہتک پر سُرخ ہوئیں۔۔

ہم باتوں کو دُہرانے کے عادی نہیں ہیں لڑکے۔۔" اسکی گرج پر کمرے میں خاموشی " کے باعث سناٹا محسوس ہوا تھا مگر ولی ویسے ہی بیٹھا رہا۔ وہ اس سب کے لیئے ذہنی طور پر تیار تھا۔۔

میری لاش کے لیئے کوئی میرا انتظار نہیں کرے گا شاہ صاحب اتنا میں آپکو بتا دوں۔۔" اور یہ بھی کہ جسکے آگے پیچھے کوئی نہیں ہوتا وہ اس کائنات کا سب سے مشکل شکار ہوتا ہے۔ آپ جو چاہیں کریں۔۔ مگر میں معاملہ بات سے ہی طے کرنا چاہتا ہوں۔۔ کمزوریاں آپکی بھی ہیں اور میری بھی۔۔ دوستیاں آپ بھی رکھتے ہیں اور میں بھی۔۔ لڑنا آپ بھی "جلنتے ہیں اور میں بھی۔۔ تو۔۔

وہ سیدھا ہوا۔۔

بہتر یہی ہے کہ مسئلے کو بڑھانے کے بجائے انصاف کی بات کی جائے اور جلد از جلد "اس معاملے کو ختم کیا جائے۔۔ ورنہ سیاست میں آپکے چڑھتے مقام کو پیر سے کُچلتے مجھے بالکل بھی افسوس نہیں ہوگا۔۔"

آخر میں اسکا انداز وارننگ پینے والا تھا مگر آگے بھی وہ لوگ تھے جنہیں شاید ڈر سے کبھی واسطہ ہی نہیں پڑا تھا۔۔ اسکی باتوں کو استہزاء ہنس کر ہوا کر دیا۔۔

دیکھو تو۔۔ اب یہ ذرا جتنا لڑکا ہمیں بتانے چلا ہے کہ آگ کی جنگ میں زندہ کیسے رہا "جاتا ہے۔۔ لڑکے۔۔" ہنستے ہنستے وہ یکدم غرایا تو ولی نے اسے دلچسپی سے دیکھا۔۔

تم جیسے بہت آئے اور بہت گئے ہیں۔۔ تم جیسوں کو تو ہاتھ پر پڑی دھول کی طرح اڑا
چیتے ہیں ہم۔۔ اسی لیئے جو بھی ارادے لے کر آئے ہو ابھی کے ابھی پلٹ جاؤ۔۔ ورنہ
”اپنی ٹانگوں پر واپس جانا تمہیں نصیب نہیں ہوگا۔۔“

شاہ نواز کا ہاتھ ریوالور پر رہنکا تو ولی نے اسے تنبیہی نظروں سے اشارہ کیا۔۔ اس نے
اشارہ سمجھ کر گردن جھکادی تھی۔۔

ہمارا ارادہ آپ اچھے سے جانتے ہیں شاہ جی۔۔ اور اگر آپ اس ذلت کا پرچار چاہتے ہیں تو
ہم اس میں آپکی بھرپور مدد مرینگے۔۔ مگر پھر یاد رکھیئے گا کہ حالات کے ذمے دار آپ خود
ہونگے۔۔ میں نے آپکو۔۔ بہت آسانی کی راہ دکھائی ہے۔۔ آپ سے بہت سجاؤ سے بات
”کی ہے۔۔ کوئی گالی گلاچ کسی چیز کو آڑے نہیں آنے دیا مگر۔۔“

وہ ٹہرا اور ارباز شاہ کے سارے کارندوں پر ایک اچھٹی نگاہ ڈالی۔۔

اگر آپ خود اس بات کو حل نہیں کرنا چاہتے تو آپکی مرضی۔۔ آپ سے کورٹ میں "ملاقات ہوگی۔۔"

وہ شال کندھے پر ڈالتا اٹھا تو اسکے ساتھ ہی شاہ نواز باہر نکلا۔۔ گارڈز کے ہمراہ وہ داخلی دروازے تک آیا پھر مڑ کر اس حویلی کو آخری نظر دیکھا اور تلخ مسکراہٹ کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گیا۔۔

سارے راستے شاہ نواز اسے دیکھتا آ رہا تھا آخر اس سے رہا نہ گیا تو پوچھ بیٹھا۔۔

سر آپ جانتے تھے کہ یہ مسئلہ بات سے حل ہونے والا نہیں۔۔ پھر آپ نے یہاں "تک آنے کی زحمت کیوں کی۔۔ سیدھا کیس کیوں نہیں کیا ان پر۔۔؟" اس نے اسکے سوال پر کھڑکی سے گردن موڑ کر پیچھے جھانکتے شیشے کی جانب دیکھا۔۔

میں دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ لوگ کتنے پانی میں ہیں۔۔ ہمارے جیسے ہیں یا پھر ہم سے ذرا "کم۔۔ پیسے میں تو واقعی ہمارے مقابلے پر نہیں مگر تعلقات میں جاندار ہیں یہ لوگ۔۔ میں بس یہی دیکھنا چاہتا تھا۔۔ کہ کتنے مضبوط ہیں۔۔ کیا حساب کتاب ہے۔۔ تاکہ پھر عدالتی "حملہ بھی اسی نوعیت کا ہو۔۔

آپ کو کیا لگتا ہے۔۔ عدالت سے مان جائیگے یہ لوگ۔۔ اچھی خاصی اُلٹی کھوپڑی کے "ہیں۔۔؟

اسکی بات پر ولی نے سوچتی نظریں کھڑکی کی جانب پھیریں۔۔ پھر گہرا سانس لے کر گویا ہوا۔۔

قانون کا ڈنڈا بہت سخت ہوتا ہے شاہ نواز۔۔ یہ سزائیں کیوں رکھی گئیں ہیں۔۔؟ نور"
آباد جیسے ٹیڑھے لوگوں کے لیے۔ نہ مان کر اپنا نقصان ہے میرا کچھ نہیں۔۔ ہمارا کیس
"ہر لحاظ سے مضبوط ہے۔

"ہوں۔۔"

شاہ نواز نے سمجھ کر گردن ہلائی مگر اسے ابھی بھی ایک بات تنگ کر رہی تھی۔۔ جیسے یہ
کافی نہیں تھا۔۔ ایک کیس کر دینا کچھ بھی نہیں تھا۔۔

"سر اگر انہیں اس کیس سے فرق نہ پڑا تو۔۔؟"

تو پھر جتنی کمزوریاں اس نے اس سارے عرصے میں قتل کر کے اکھٹی کی ہیں ہم اسے "انہیں کمزوریوں سے کھینچ کر کھونٹے سے باندھ دیں گے۔ انسان جتنا بااثر ہوتا ہے ناں شاہ نواز۔۔ اندر سے اتنا ہی اپنی غلط کاریوں اور کمزوریوں کے جال میں جکڑا ہوتا ہے۔۔ اگر تمہارے ہاتھ میں کوئی سیدھی طرح نہ آئے تو تم اسکی گردن مروڑ کر اسے قابو کرنا اور کچھ پوائنٹس تو۔۔ ایسے ہوتے ہیں کہ جن پر ہاتھ رکھنے کے بعد انسان سانس بھی نہیں لے سکتا۔۔ ہمیں بس ان حساس جگہوں کا علم رکھنا چاہیئے بندہ اپنے آپ قابو آ جاتا ہے۔۔"

وہ ویسے ہی کھڑکی سے باہر دیکھتا بول رہا تھا۔ شاہ نواز نے سمجھ کر سر ہلایا۔۔

”اور ہاں گاڑی ہاسپٹل کی جانب موڑو مجھے قانتہ بی بی کے بیٹے کو دیکھنا ہے۔۔“

یاد آنے پر اس نے کہا تو شاہ نواز نے تعمیل کرتے ہوئے گاڑی ہسپتال کو جاتے راستے پر ڈال دی۔۔

زندگی کے چند دن یونہی دے پائوں گزر گئے تھے۔ جاتی گرمیوں نے سردیوں کا تحفہ پیش کیا اور اپنا جھلستا آنچل سمیٹ کر اپنی متعین سمت روانہ ہوئی۔۔ اوائل سردیوں میں بھی گاؤں کے کھلے میدان اور پہاڑی علاقے کے باعث سردی کا زور شدید تھا۔ ٹھٹھرا چنے والی ہوا نے سب کچھ تیخ بستہ کر دیا تھا۔ حویلی میں بھی گرم کپڑے اور سردیوں کے لحاظ سے پکوان بدلے تو شامیں معطر رہنے لگیں۔

وہ اپنے گرد لپیٹی شال کو مزید درست کرتا حویلی میں داخل ہوا تو گہری ہوتی مغرب کے باعث حویلی کے سارے قہقہے روشن کر دیئے گئے تھے۔ بی جان لاؤنج میں بیٹھیں نوراً کو ہدایات دیتیں سبزیاں کٹوا رہی تھیں اور سارے لاؤنج میں اک عجیب سا پھیلاوا پھیلا تھا۔۔

اسے اندر آتا دیکھ کر بی جان اسکی جانب متوجہ ہوئیں۔۔ اسکے زخم کافی حد تک مندمل ہو چکے تھے البتہ ناک پر لگا زخم اک چھوٹے سے کٹ کی صورت دکھائی دیتا تھا۔۔

ولی۔۔ بیٹا اہل اور ناجیہ کو شادی میں لیکر جانا ہے۔ ساتھ والے گاؤں میں شادی ہے " ان کی بچپن کی سہیلی کی۔ کچھ دیر پہلے ناجیہ آئی تھی کہہ کر گئی ہے کہ ولی کے ساتھ "جائنگے کیونکہ ڈرائیور دونوں گھروں کے مصروف ہیں۔۔ تم لے جاؤ گے ناں۔۔؟ وہ صوفے پر بیٹھیں گردن اسکی جانب پھیرے کہہ رہی تھیں آخر میں اسکے چہرے کو جانچتے سوال کیا تو اس نے سر اثبات میں ہلایا۔۔

جی بی جان۔۔ لے جاؤنگا۔۔ جانا کب تک ہے اور واپسی کا وقت بھی بتا دیں تاکہ میں "شاہ نواز کو سارے کام سمجھا کر جاؤں۔"

اس نے ادب سے کہہ کر انہیں دیکھا تو وہ اہل کو آوازیں پینے لگیں۔ اتنے دنوں میں ولی کا سامنہ اہل سے آج ہو رہا تھا۔ اسکا دل بے اختیار مچلا۔۔

اہل شاید تیار ہو رہی تھی اسی لیے دونوں ہاتھوں سے کان میں جھمکا ڈالتی دوپٹے سے بے نیاز لاؤنج میں آئی تو ولی کے کان سرخ ہوئے۔۔ اس نے بے ساختہ رخ موڑا تھا۔ وہ بھی گھبرا کر دوبارہ کمرے میں دوپٹہ لینے دوڑی تو کام کرتی نوراں ہنس پڑی۔ سب کچھ ذرا سے لمحوں میں ہوا تھا بی جان کو کچھ خبر نہیں ہوئی اور دو نفوس پر بہت سی ساعتیں بیت گئیں۔۔

اری کہاں رہ گئی ہے امل۔۔ کب سے آوازیں دے رہی ہوں۔۔ مجال ہے جو یہ لڑکی
"سن لے ایک آواز میں۔۔"

بی جان نے بلند آواز سے کہا تو وہ اس بار دوپٹے کو سر تک ڈالے لاؤنج میں آئی۔۔ اس کا
دل کانوں میں دھک دھک کر رہا تھا۔ وہ اس وقت زمین میں سما جانا چاہتی تھی۔

ولی موبائل پر جھکا بلاوجہ بٹن دبا رہا تھا۔ کیونکہ ابھی اسے دیکھنے کا مطلب تھا اسے اور
کنفیوژ کرنا۔۔

ارے بتاؤ ولی کو کہ کب تک جانا ہے۔ اور واپسی کب تک ہوگی۔۔ "امل کے چہرے پر"
نا سمجھی پھیلی۔۔

”ولی کیوں۔۔؟“

بی جان نے کئی سبزیوں کو الگ کر کے رکھا پھر اسے دیکھا جو دوپٹے سے سارا وجود ڈھکے
انہیں نا سمجھی سے دیکھ رہی تھی۔۔

ناجیہ کہہ گئی تھی کہ ولی کے ساتھ جائنگے گھر کے ڈرائیور فارغ نہیں ہیں اسی لیے۔۔“
”اس نے تمہیں نہیں بتایا۔۔؟

انہوں نے اسے ہاتھ روک کر دیکھا تو اسکی آنکھوں نے بے ساختہ ولی تک سفر کیا۔۔
اسکا دل پھر سے ڈوب کر اُبھر رہا تھا۔۔ کیا ولی بھی ناجیہ کو۔۔۔؟ اور اسکے آگے اس سے
سوچا بھی نہیں گیا۔۔

”بس ابھی تھوڑی دیر میں نکلنا ہے اور واپسی کا وقت نو بجے تک ہے۔۔“

اس نے بمشکل گلا کھنکھار کر کہا تو ولی سر ہلاتا اُٹھا۔۔

”بی جان میں ذرا شاہ نواز کو سمجھا دوں پھر آتا ہوں۔۔“

وہ باہر کی جانب بڑھا تو امل سفید چہرہ لیئے بو جھل دل کے ساتھ لاؤنج سے پلٹ آئی۔۔
اسکا دل کہیں بھی جانے کا نہیں چاہ رہا تھا۔ اسے بس کمرہ بند کر کے ڈھیر سارا رونا تھا۔
مگر مجبوری میں سر سے دوپٹہ اُتار کر وہ آئینے میں کھوئی کھوئی نظروں سے دیکھتی بالوں کو
سنوارنے لگی۔ اسکے دل پر بہت سا بوجھ آن گرا تھا۔۔

جب تیار ہو کر وہ دونوں سفید حویلی سے باہر کی سمت بڑھیں تو ولی کو کار سے ٹیک لگائے کسی سے فون پر بات کرتا پایا۔۔ وہ سفید قمیص شلوار میں ملبوس کتھئی شال کو سردی کے باعث گردن کے گرد لپیٹے مصروف سا دکھتا تھا۔۔ اسکا دراز قد اور وجہہ نقوش اسے اس حویلی کے سب مردوں میں ممتاز کرتے تھے اور ولی کو اس بات کا علم تھا مگر وہ کبھی بھی اس سے لطف اندوز نہیں ہوا تھا۔

اہل نے بوجھل دل کے ساتھ اسے دیکھتے حویلی کا دروازہ پار کیا۔ وہ ڈل گولڈن رنگ کے لانگ فرائز زیب تن کیئے ہوئے تھی جسکا چوڑی دار پجامہ فرائز کی لمبائی کے باعث بمشکل نظر آ رہا تھا۔۔ سنرے رنگ کے فرائز کا عکس اسکے چہرے پر پڑا تو اسکا چہرہ سنرے پن سے دھک اٹھا۔۔ ہلکے سے میک اپ اور ہم رنگ جھمکوں سے وہ مزید حسین دکھ رہی تھی۔۔ مگر اسکی آنکھیں۔۔ ہاں اسکی آنکھیں اس ساری تیاری کا ساتھ ہرگز نہیں دے رہی تھیں۔۔ اسکے برعکس ناجیہ نے تیز نارنجی رنگ کا لانگ فرائز پہن رکھا

تھا اور میک اپ بھی اتنا ہی گہرا کر رکھا تھا۔ مگر جو کشش امل کی معصوم خوبصورتی میں
تھی وہ ناجیہ میں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی تھی۔۔

ولی نے امل کو ایک نظر دیکھا اور پھر بالوں میں بے بسی سے ہاتھ پھیرتا فرنٹ ڈور کھول
کر بیٹھ گیا۔ وہ اتنی پیاری لگ رہی تھی کہ ولی کو اپنا دل سنبھالنا مشکل لگا۔۔

جب وہ دونوں پچھلی سیٹ پر آبیٹھیں تو اس نے گاڑی آگے بڑھا دی۔۔ ناجیہ کار کے
بائیں اور امل دائیں جانب بیٹھی تھی۔ ولی نے خفیف سی نظریں اٹھا کر اسے شیشے میں
دیکھا اور اپنی نظریں سامنے کی جانب جمادیں۔۔

آپ سارا دن کہاں ہوتے ہیں ولی۔۔؟ کبھی آپ ساتھ نہیں بیٹھتے گھر والوں کے "

بھی۔۔ اب ایسے تو نہیں ہوتا ناں۔ ایک گھر میں رہتے ہوئے انسان کو کچھ تو خیال کرنا ہی

"چاہیئے۔۔"

امل تو امل ولی بھی اسکی بے تکلفی پر حیران ہوئے بنا نہ رہ سکا۔۔ اس کے اتنے ہلکے پھلکے انداز پر ولی کے ملتھے پر بے اختیار بل پڑے تھے۔۔

"میں سارا دن مصروف ہوتا ہوں بی بی۔۔"

اسکی آواز بے لچک تھی۔۔ اہل کو اسکی آواز سے بھی خوف آیا۔ اگر جو کسی دن ولی نے اس سے ایسے بات کی تو وہ مر ہی جائے گی۔۔

”ایک تو آپ یہ بی بی کا دم چھلا لگانا مت چھوڑے گا۔“

اسکے بیزار ہو کر کہنے پر ولی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ گاڑی میں آکر ڈسی خاموشی پھیل گئی تھی۔۔

ویسے اتنے مصروف ہوتے ہیں تو سارا دن کرتے کیا ہیں آپ۔۔؟ کونسی مصروفیت ہے "ذرا ہمیں بھی تو پتہ چلے۔۔"

وہ امل کو دیکھ کر شرارت سے مسکرائی مگر امل مسکرا بھی نہ سکی۔۔ وہ ولی کو جانتی تھی۔ وہ تو کسی مرد سے کبھی بے تکلف نہیں ہوا کرتا تھا اور مقابل پھر ناجیہ تھی۔۔

"میں یہ بتانا ضروری نہیں سمجھتا۔۔"

اسکا اب کے چہرہ سیاٹ ہوا تھا۔۔ بے تاثر نظروں سے باہر دیکھتا وہ ڈرائیو کرتے ہوئے بالکل لا تعلق سا ہو گیا۔۔

امل بی بی واپسی کا وقت کیا ہے۔۔؟" کچھ دیر بعد اس نے ناجیہ کے بجائے امل کو "مخاطب کیا تو ناجیہ کا چہرہ ہتک سے سُرخ ہوا۔ امل نے گھبرا کر پہلے ناجیہ کو دیکھا اور پھر اسے۔۔

"نو۔۔۔ نو بچے۔۔"

وہ جانتا تھا مگر اس نے شاید ناجیہ پر بہت کچھ جتانے کے لیے اسے مخاطب کیا تھا۔ امل کے دل سے بوجھ ہٹنے لگا۔ وہ ناجیہ کو نہیں پسند کرتا تھا۔۔ اسکے دل میں سکون سا اترنے لگا۔۔ مگر ناجیہ دوسری جانب سُلگ کر رہ گئی تھی۔

کچھ ہی دیر میں دوسرے گاؤں کا داخلی دروازہ پار کیا تو دور سے بختی شہنائیاں سنائی دینے لگیں۔۔ شاید انہوں نے شادی پر سارے گاؤں والوں کو اکٹھا کیا تھا۔ اسی لیے گاؤں شروع ہوتے ہی لوگوں کا جم غفیر نظروں سے گزرنے لگا۔۔ وہ سب حویلی میں شادی کے لیے اکٹھے ہوئے تھے۔۔

اس نے گاڑی رش سے ذرا ایک طرف لگائی اور پھر گاڑی سے اتر کر جائزہ لینے لگا۔۔ رش ذرا چھٹا تو اس نے کھڑکی سے اندر جھانک کر انہیں باہر نکلنے کا کہا۔۔ ناجیہ تو اسی وقت دھم دھم کرتی چلی گئی مگر اہل پچھلی سیٹ پر ہی بیٹھی رہی۔۔

"بی بی آپ بھی جائیے۔۔"

اس نے اندر بیٹھتے کہا تو امل نے ہاتھ آپس میں رگڑے۔ ٹھنڈ کے باعث اسکے ہاتھ تھک پڑے تھے۔۔

"کچھ کہنا ہے بی بی۔۔؟"

اس نے نرمی سے کہا تو امل سے خود کو روکنا مشکل ہوا۔۔

"ولی۔۔ آپ دنیا میں سب سے زیادہ کس سے محبت کرتے ہیں۔۔؟"

اسٹیرنگ پر ہاتھ جمائے اس نے چونک کر چہرہ اٹھایا۔ وہ شیشے میں اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔ اس نے گہرا سانس لے کر سامنے لگے شیشے کے پار دیکھا۔۔

"سردار بابا سے۔۔"

پھر۔۔؟" اسکا دل دھڑک رہا تھا۔ بہت زور زور سے۔ مگر وہ اس سے پوچھنا چاہتی "تھی۔۔"

"پھر۔۔" ولی مسکرایا۔۔ "بی جان سے۔۔"

اہل کو لگا اسکا دل باہر آگرے گا۔ ولی ایسے ہی اسٹیرنگ پر ہاتھ جمائے سامنے دیکھتا رہا۔۔

"پھر۔۔؟"

"پھر۔۔۔"

اس نے گہرا سانس لے کر نظریں اٹھائیں۔۔ اس نظر میں ہر سوال کا جواب تھا۔۔ امل کو لگا کہ وہ کبھی سانس نہیں لے پائے گی۔۔ ان آنکھوں میں ٹوٹے خوابوں کی کرچیاں تھیں۔۔ اس کا دل کانپا۔۔

"پھر محبت کرنا میری اوقات سے باہر ہے بی بی۔۔"

اور یہ تھا وہ جواب جو اس نے اپنی نظروں کے برعکس دیا تھا۔۔ حقیقی جواب۔۔ کڑوا
جواب۔۔

”کیا کوئی اور راستہ نہیں ہے ولی۔۔؟“

اسکی آنکھوں میں پانی چمکنے لگا تو ولی کو لگا وہ خود کو کبھی معاف نہیں کر پائے گا۔۔

کوئی راستہ نہیں ہے امل بی بی۔ کسی بھی اذیت سے بہتر ہے کہ آپ اپنے دل کو ”
اوائل دنوں ہی میں قائل کر لیں۔ اسے ان شروع دنوں ہی میں قابو کر لیں نہیں تو پھر
ایک وقت ایسا آئے گا کہ یہ آپکو قابو کرنے لگے گا۔۔ اور اس وقت سے خدا کی پناہ طلب
”کرنی چاہیئے۔۔

وہ بہت نرمی سے بول رہا تھا۔۔ اس کے ساتھ سخت ہونا اسے شاید آتا ہی نہیں تھا۔۔ مگر
نرم لہجے میں ادا کیئے سخت لفظوں نے امل کو بہت تکلیف دی تھی۔۔ اسکی آنکھ سے
آنسو پھسلا۔۔

میرا دل تو مجھے قابو کرنے لگا ہے ولی۔۔ مجھے لگتا ہے آپ نے مجھے سمجھانے میں دیر " کر دی۔۔ مجھے لگتا ہے کہ اب میرا دل کبھی نہیں سمجھے گا۔۔ " آنسو روکنے کی وجہ سے اسکا گلا دکھنے لگا تو وہ خود پر قابو پاتی دروازہ کھول کر باہر نکل آئی۔۔ اسکے جاتے ہی ولی نے سیٹ کی پشت سے تھک کر سر ٹکایا اور یاسیت سے گاڑی کی چھت کو دیکھے گیا۔۔ اسکا دل اندھیروں میں ڈوب کر اُبھرنے لگا تھا۔۔

اس نے بمشکل اپنے اُبلتے آنسوؤں کو حلق میں اُتارا تو بہت سا نمکین پانی اسکے اندر گرنے لگا۔ اور جو آنسو انسان کے اندر گرتے ہیں وہ اسکو درہم برہم کر دیتے ہیں۔ باہر گرتے آنسو تو اپنے ساتھ اندر پلتی افیت کو باہر لے آتے ہیں مگر جو آنسو نظر نہیں آتے وہ روح کو بھگوتے انسان کو کہیں اندر سے صاف کرتے ہیں۔ اسکے اندر پلتی کثافت، گھٹن، تنگدلی

اور بہت سے جذبے ان آنسوؤں کے ذریعے باہر بہہ جاتے ہیں مگر محبت۔۔ ہاں محبت
ان آنسوؤں کے گرنے سے کچھ اور سیراب ہو جاتی ہے۔ اسکی محبت بھی سیراب ہو
رہی تھی۔ اپنی طاقت قائم رکھنے کے لیے اسکی جان کھینچ رہی تھی۔ اسکا دل بے تحاشہ
دکھنے لگا تھا۔ آنکھوں پر آنسو روکنا اسکے لیے مشکل ہونے لگا تھا۔ اس نے گہرے گہرے
سانس لے کر خود کو نارمل کرنے کی کوشش کی۔ بہت سے لوگ اسے رک رک کر دیکھنے
لگے تھے۔ وہ حویلی کے کئی ایکڑ پر پھیلے لان میں کھڑی تھی اور اس نے ساتھ لگے فوارے
کا کنارہ تھام رکھا تھا۔ فوارے کے تین درجوں سے پانی بہتا دوبارہ اوپر کی سمت جا رہا تھا۔
اس نے سانس بحال کر کے خشک پڑتے لبوں پر زبان پھیر کر انہیں تر کیا اور پھر تیرخ
پڑتے ہاتھوں کو آپس میں رگڑا۔۔ تھوک نگل کر وہ دوپٹہ سر پر درست کرتی آگے بڑھی۔
لاؤنج کے عین وسط میں اسکی دوست سامیہ بیٹھی تھی۔ سُرخ جوڑا زیب تن کیئے بنی
سنوری وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔ کئی لڑکیاں اسکے کانوں میں سرگوشیاں کرتیں
اسے شاید اسکے شوہر کے نام سے چھیڑ رہی تھیں۔

سامیہ کے چہرے میں گھلتے گلال اور آنے والے حسین لمحوں کی اُمید دیکھ کر اہل کے
دل کو کچھ ہوا۔۔ گھر کی خواتین آتے جاتے اسکی بلائیں لے رہی تھیں۔ اسے دعاؤں
سے نواز رہی تھیں۔

وہ دروازے میں ایستادہ سارے منظر کسی بُت کی طرح دیکھتی بہت سے آنسوؤں کو اندر
اتارتی سامیہ کو محو سی دیکھے گئی تو کسی نے اسے بازو سے پکڑ کر ہلایا۔۔ وہ جیسے پل بھر
میں ہوش میں آئی تھی۔۔

"بیٹا یہاں کیوں کھڑی ہو۔۔؟"

اور پھر خاتون کو اسکا چہرہ دیکھ کر جیسے یاد آیا۔۔

اُل۔۔؟ اُل زمان۔۔؟ بیٹا یہاں کیوں کھڑی ہے۔۔؟ سامیہ کب سے انتظار کر رہی"
"تمھی تیرا۔۔ اور اب جب آگئی ہے تو دروازے کی زینت بنی ہے تو۔۔

ایک معمر سی خاتون نے اسے پہچان کر خود سے گلے لگاتے اسکی غائب دماغی پر چوٹ کی
تو وہ شرمندہ سی ہو گئی۔۔ اسے واقعی اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس طرح داخلی دروازے
کے وسط میں کھڑی ہے۔۔

وہ خالہ میں اپنی بہن ناجیہ کو ڈھونڈ رہی تھی۔ وہ پتہ نہیں کہاں چلی گئی ہے۔۔ آپ"
نے دیکھا ہے اُسے۔۔؟" اچانک اسے ناجیہ کا خیال آیا تو اس نے اسے تلاش کرنے کے
لیئے یہاں وہاں گردن گھمائی۔۔

ارے یہیں ہوگی کہاں جانا ہے اُس نے۔۔۔ تو جا وہاں سامیہ کے ساتھ بیٹھ۔ ابھی کچھ"

"دیر میں رخصتی ہو جائے گی تو تمہیں بات کرنے کا موقع بھی نہیں ملے گا۔۔"

انہوں نے اسے تلاش کرتا دیکھ کر اسے روکا پھر۔۔۔ سامیہ کی جانب اشارہ کر کے اسے امل کی جانب متوجہ کیا۔ وہ اسے دیکھ کر چمک اُٹھی تھی۔ پھر ہاتھ ہلا کر مسکراتے ہوئے اسے اپنے پاس بلایا تو امل نے پھیکا سا مسکراتے ہوئے بوجھل قدم اسکی جانب بڑھا دیتے۔۔۔

گھر میں عجیب افراتفری سی مچی تھی۔ خواتین اور لڑکیوں کا بہت رش تھا۔ ہنسی مزاق، قہقہے اور پھولوں رنگوں کی برسات تھی جیسے۔ گھر گیندے کے پھول سے سجے ہونے کے باعث اسی کی خوشبو سے مہک رہا تھا۔۔۔

وہ راستہ بناتی اسکے پاس آکر پہلے گلے لگی پھر اس سے الگ ہو کر اسکا صبح چہرہ دیکھا۔ وہ دور سے جتنی خوبصورت لگ رہی تھی قریب سے دیکھنے پر تو اسکا رُوپ کچھ اور طرح نکھر

رہا تھا۔ دیکھنے والی آنکھ کو خیرہ کرتا اسکا رُوپ امل کو بہت بھلا لگا۔ اسکے دل سے بے اختیار اسکے اچھے نصیب کی دعا نکلی تھی۔۔

"کیا ہوا ہے تمہیں۔۔؟"

اسکے مسکراہٹ چہرے پر سجانے کے باوجود بھی سامی نے اسکے اُداسی میں لپیٹی آنکھوں کو محسوس کر لیا تھا۔۔

"کچھ نہیں۔۔"

اس نے گلا صاف کر کے مسکراتے ہوئے کہا تو سامیہ کی پیشانی پر پریشانی پھیلی۔۔

"کس کے ساتھ آئی ہو۔۔؟" کیا ولی کے ساتھ۔۔؟"

اس نے سمجھ کر اسکا چہرہ جانچتے سوال کیا تو امل کی آنکھیں جھلملا اُٹھیں۔ اسکا سر اثبات میں خود بخود ہل گیا تھا۔ سامیہ نے اسے دُکھ سے دیکھا۔۔

"کیا ہوا ہے۔۔؟ کوئی بات ہوئی ہے کیا۔۔؟ اس نے ڈانٹ دیا ہے کیا تمہیں۔۔۔؟"

اس نے ایک ہی سانس میں بہت سے سوال کیئے تو امل نے سر اُٹھا کر نفی میں ہلایا۔

ڈانٹتا ہی تو نہیں ہے وہ مجھے۔۔ سب کی طرح مجھے بھی کھینچ کر رکھا ہوتا تو میں اتنا آگے " نہ بڑھتی سامیہ۔۔ وہ سختی ہی تو نہیں کرتا میرے ساتھ۔ اتنا نرم ہو جاتا ہے مجھے لگتا ہے جیسے میرا دل پانی بن کر بہنے لگے گا۔۔ ساری دُنیا کے ساتھ بے اعتنائی برتتا ہے تو مجھے کیوں الگ رکھا ہوا ہے سب سے۔۔؟ میرے ساتھ بھی ویسا ہی کرے۔۔ مجھے کیوں الگ جگہ دی ہوئی ہے۔۔؟ اسے اندازہ بھی نہیں ہے کہ اس کی نرمی مجھے اندر کہاں تک زخمی کرتی ہے۔

بولتے بولتے اسکی آنکھ سے آنسو پھسلا تو سامیہ اسے اٹھا کر کمرے میں لے آئی۔۔ باہر کا شور ہنگامہ کمرے کا دروازہ بند کرتے ہی دب سا گیا تھا۔۔ وہ شاید سامیہ کا کمرہ تھا۔۔ اسی لینے ہر جگہ پھیلے کپڑے، گلاب کے پھولوں اور پرفیوم کی ملی جلی مہک نے کمرے کو عجیب سے حصار میں رکھا ہوا تھا۔۔

اس نے اسے بیڈ پر بٹھایا پھر اسکے برابر فکر مند سی آبیٹھی۔ اسکا ہاتھ لے کر اپنے ہاتھ میں قید کیا تو امل سے خود پر قابو پانا مشکل ہونے لگا۔۔

اسے میرے ساتھ اتنا اچھا نہیں ہونا چاہیئے تھا سامیہ۔۔ اسکی نرمی نے مجھے مشکل " میں ڈال دیا ہے۔ میں کہیں کی نہیں رہی۔۔ مجھے نہیں سمجھ آرہا کہ میں خود کو کیسے سمجھاؤں۔۔؟ کیسے خود کو باز رکھوں۔۔ کیسے اپنے ہمکتے دل کو روکوں۔۔؟

اسکی آواز آخر میں کانپی تو سامیہ کے دل کو کچھ ہوا۔۔ وہ اسکی محبت کو بہت پہلے سے جانتی تھی۔۔

کچھ نہیں ہوگا۔۔ اللہ بہت مہربان ہے امل۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔ تم کیوں فکر " مند ہوتی ہو۔۔؟ کیا وہ کسی اور کو پسند کرنے لگا ہے۔۔؟

وہ کسی اور کو پسند کرتا کسی اور سے محبت کرتا تو میں خود کو سمجھا کر بہلا کر اپنی محبت کا "کلا گھونٹ دیتی مگر سامیہ۔۔"

وہ بے چینی سے اسکی جانب مڑی تھی۔۔

وہ کسی اور کو پسند نہیں کرتا۔۔ کسی لڑکی سے سیدھے منہ بات تک نہیں کرتا ولی۔ "مجھے اس بات کا ڈر نہیں ہے میں اسے بہت اچھے سے جانتی ہوں۔۔ مگر جس داغ نے اسکی ذات کو بچپن سے خول میں قید کر رکھا ہے وہ داغ اب اسے مجھ سے دور کر رہا ہے سامی۔۔ میں نے اسکی آنکھوں میں اپنے لیے محبت کی نمی دیکھی ہے۔۔ اسکے گریز میں پنہاں عقیدت محسوس کی ہے۔۔ میں نے وہ سب کچھ دیکھا ہے سامیہ جو وہ عرصے سے چھپانا چاہتا تھا۔۔"

بولتے بولتے وہ رُکی تو سامیہ نے اسے کندھے سے تھام کر اسکی بھگی آنکھوں میں دیکھا۔
وہ بہت ٹوٹی بکھری لگ رہی تھی۔۔

اگر وہ تم کو واقعی چاہتا ہے تو وہ تم تک آنے کی کوشش ضرور کرے گا امل۔ وہ تمہیں "
یوں اس طرح منجھار میں نہیں چھوڑ سکتا۔ وہ ایسا کبھی نہیں کرے گا بھروسہ کرو اس
"پر۔۔

اس پر تو اپنے آپ سے بھی زیادہ بھروسہ ہے مجھے۔ مگر وہ میرے قریب کبھی نہیں "
آئیگا سامیہ۔ وہ اپنے ساتھ میری ذات کو نہیں رولنا چاہتا۔۔ وہ خود کو لکروہ سمجھتا ہے۔
اپنے سائے سے بھی نفرت کرتا ہے۔۔ دُکھ اسی بات کا تو ہے کہ وہ خود کو نہیں پہچانتا۔۔
وہ نہیں جانتا سامی کہ کتنے لوگ اسے دیکھ کر زندہ ہیں۔۔ سانس لے رہے ہیں۔۔ اس

کی ذات میں تحفظ محسوس کرتے ہیں۔۔ بہت سے لوگ ہیں سامی۔۔ مگر وہ نہیں
"جانتا۔۔ کچھ نہیں پتہ اسے۔۔۔"

اسکا دکھ اب غم میں بدلنے لگا تھا۔

"میں بات کروں اس سے۔۔؟"

سامیہ نے اسکی جانب امید بھری نظروں سے دیکھ کر کہا تو امل نے تھک کر سر نفی
میں ہلایا۔۔

اس سے کیا ہوگا۔۔؟ بات کرنی ہوتی اور بات سے وہ مان جاتا تو یہ میں کر چکی ہوں۔۔۔"

وہ کبھی نہیں مانے گا۔۔ اور میرے دونوں بھائی اس سے حد درجہ نفرت کرتے ہیں

"سامیہ۔۔ میرے لیے کوئی اُمید نہیں ہے۔۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔۔"

اسی پل کسی نے کمرے کے دروازے پر دستک دے کر دروازہ کھولا تو وہ بیک وقت دروازے کی جانب مڑیں۔ سامیہ کی امی اسے بلارہی تھیں۔ اسنے اسکو مسکرا کر دیکھا اور پھر اسکا فرشی لہنگا سنبھالتی اسے باہر لے کر آئی۔ مہمان آنا شروع ہو گئے تھے اور اب دُہن کی رخصتی کا وقت قریب آنے لگا تھا۔۔۔

ولی ویسے ہی سیٹ کی پشت سے سرٹکا کر یاسیت سے گاڑی کی چھت کو دیکھ رہا تھا۔ جو ابھی اسکی گاڑی سے نکل کر گئی ہے کاش اسکے دل سے بھی اتنی آسانی کے ساتھ نکل

جاتی۔ کاش کے وہ اس سے کبھی محبت ہی نہ کرتا۔ خوفزدہ راتوں میں اسکے خواب نہ دیکھتا تو آج اسکی آنکھیں۔۔ اسکا دل۔۔ اسکا وجود اتنا زخمی نہ ہوتا۔ جو دکھ اس کی ذات کے ساتھ تھا۔ وہ تو ویسے بھی اسکا عادی ہو گیا تھا۔۔ مگر جو دکھ امل کے وجود کو ڈھانپنے لگا تھا اسکا سوچ کر ہی اسے سانس لینا مشکل لگا۔۔ ابھی کل ہی کی تو بات تھی جب بی جان نے اسے امل کے رشتے کے لیے کہا تھا۔ اسکی شادی کی تیاریوں کا حکم دیا تھا۔ اسے امل کو خود رخصت کرنا تھا۔ اسکی خوشیوں کے درمیان آکر وہ اسکے خوابوں کا خون نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔ وہ تو دھلی چاندنی تھی۔ اتنی شفاف اور پاکیزہ تھی کہ اس نے اسے کبھی نظر بھر کر دیکھا تک نہ تھا۔۔ وہ کیسے اسے اپنے ساتھ رول سکتا تھا۔؟ کیا وہ ایسا کر سکتا تھا۔؟ کیا اس میں اتنی ہمت تھی کہ وہ اسکے نام کو خود کے نام کے ساتھ جوڑ کر اسے معاشرے کے لامتناہی سوالات کے حوالے کر دیتا۔؟ کیا وہ کبھی ایسا کر سکتا تھا۔؟ وہ اس سے محبت کرتا تھا۔۔ اور محبت کرنے والے تو محبوب کو گرم ہوا بھی نہیں لگنے دیتے۔۔ وہ کبھی اسکی ذات کو سوالیہ نشان نہیں بنائے گا۔۔ جو ستم زندگی نے

اس پر کیئے تھے وہ ان کو اسکے قریب بھی پھٹکنے نہیں دیگا۔۔ ہاں وہ ایسا کبھی نہیں کرے گا۔۔

مگر۔۔ جو سوال وہ اس سے ابھی کر گئی تھی کیا وہ ان سوالات سے کبھی پیچھا چھڑا پائے گا۔۔؟ کیا وہ کبھی اسکی آنکھوں کے حصار سے آزاد ہو پائے گا۔۔؟ کیا کبھی اسکی جلتی ذات کو قرار آجائے گا۔۔؟ وہ کیوں اس سے اتنے مشکل سوال کیا کرتی تھی۔۔؟ آخر کیوں وہ نہیں سمجھتی تھی کہ وہ اسکے قابل نہیں تھا۔۔ کیوں وہ اسے ہمیشہ اُلجھا دیا کرتی تھی۔۔؟ کیوں۔۔۔؟

اس نے تھک کر آنکھیں کھولیں۔ اسکی بوجھل نسواری آنکھیں بہت خوبصورت تھیں۔ اتنی خوبصورت کہ اگر وہ کسی کو نظر بھر کر دیکھ لیتا تو آگے والا دنوں انکے سحر سے نہ نکل سکتا۔ وہ جس ماں کا بھی بیٹا تھا بلاشبہ وہ ماں بہت حسین تھی۔ اس نے گردن کے گرد لپیٹی شال کو درست کیا اور جیسے ہی گاڑی سے باہر نکلنے لگا تو اس کا فون بج اُٹھا۔۔ اس نے موبائل نظروں کے سامنے کیا تو جلتا موبائل اسکے چہرے کو روشن کرنے لگا۔ نمبر دیکھ کر اسکے چہرے پر شناسائی بکھری تو اس نے فون اُٹھا لیا۔۔

"کیسے ہو ولی۔۔؟"

کار میں خاموشی کے باعث بولنے والی کی آواز باہر تک سنائی دے رہی تھی۔

"میں ٹھیک۔۔ آپ کیسی ہیں قانتہ اور زین کی طبیعت کیسی ہے اب۔۔؟"

میں ٹھیک اور زین بھی اس کا شکر ہے ٹھیک ہے۔۔ تمہیں یاد کر رہا تھا۔۔ تم آئے"

"نہیں اس دن کے بعد۔۔ کیا مصروف ہو۔۔؟"

چند پل دوسری جانب سے آتی آواز کو سنتا وہ خاموش رہا پھر دھیرے سے مسکرا کر کہنے لگا۔۔

جلد آؤنگا۔۔ تھوڑا سا مصروف ہوں ان دنوں۔۔ زین کو بتا دیجیئے گا کہ ولی کو وہ بالکل "ٹھیک چاہیئے۔۔"

"ٹھیک ہے میں بتا دوں گی۔۔"

دوسری جانب وہ شاید مسکرائی تھی۔۔

وہ کیسی ہے۔۔؟ "ان کے پوچھنے پر ولی نے گہرا سانس لیا تھا۔۔"

"ٹھیک۔۔"

"اور تم۔۔؟ کیا تم ٹھیک ہو۔۔؟"

وہ چند پل اس سوال پر لب کاٹتا رہا۔۔

"جی میں بھی ٹھیک ہوں۔۔۔ شاید۔۔۔"

کچھ دیر بعد اس نے خود کو کہتے سنا تھا۔

اتنا سب کچھ اپنے اندر رکھتے ہو تم۔ کبھی بول دیا کرو لی۔۔ کبھی اپنا دل کھول کر رکھ دینا۔
انسان کو بہت ہلکا پھلکا کر دیتا ہے۔ میں ہر وقت تمہیں ایسا کرنے کے لیے نہیں کہہ
رہی جانتی ہوں کہ آسان نہیں ہے تمہارے لیے یہ سب کرنا۔۔ مگر ہر وقت۔۔ ہر وقت
اندر ہی اندر اتنا سب کچھ رکھنا بہت خطرناک ہے۔ خود کے ساتھ ذرا نرمی سے چلا
"اُکرو۔۔"

ان کی پُر خلوص سی فکر مندی پر وہ بوجھل دل سے مسکرایا تھا۔۔

اتنے عرصے تک خود کے اندر اتنا سب کچھ رکھا ہے ناں قانتہ کہ اب کچھ بھی محسوس
نہیں ہوتا۔ دل اتنا خالی ہے کہ اسکا خالی پن کبھی کبھی کلٹنے کو دوڑتا ہے۔۔ میرے اندر
کچھ نہیں ہے۔ کھوکھلا ہو گیا ہوں میں۔۔ بات کرنے کے لیے کچھ ہو تو میں کچھ کسی سے
"بانٹوں میرے پاس تو کچھ ہے ہی نہیں۔۔"

اسکی دھیمی آواز نے کار کے اندر عجیب سی اُداسی بکھیر دی تھی۔۔ دوسری جانب قانتہ نے گہری سانس لی۔۔

جیسے تم پر سکون رہو۔۔ میں تو تمہاری آسانی کے لیے بول رہی تھی۔ تمہیں دیکھ کر "بہت تکلیف ہوتی ہے مجھے ولی۔۔ تمہارے ساتھ بہت ظلم ہوا ہے۔۔"

ظلم ہوا ہے یا نہیں ہوا۔۔ کس نے کیا ہے کیوں کیا ہے۔۔ ان سوالات سے تو کب کی "جان خلاصی ہو گئی ہے۔ اور نتیجہ یہ نکلا ہے کہ کسی نے ظلم نہیں کیا۔۔ کسی نے زیادتی نہیں کی قانتہ۔۔ مجھے ایسے ہی پیدا ہونا تھا۔۔ مجھے اتنی ہی ذلت اُٹھانی تھی۔۔ اتنی ہی گالیاں سننی تھیں۔۔ مجھے اتنی ہی اذیتوں سے گزرنا تھا۔۔ کسی نے کچھ نہیں کیا۔۔ سب کچھ یوں ہی لکھا تھا اور یوں ہی ہونا تھا۔۔ بھلا قسمت کے کاغذ پر کچھ لکھ کر دوبارہ مٹایا گیا

ہے۔۔؟ میں کسی کو قصور وار نہیں ٹھہراتا۔۔ کچھ داستانوں کا ادھورا رہ جانا ہی انکی کاملیت ہوتی ہے۔ میں بھی ایسی ہی کسی داستان کا کمزور سا ورق ہوں۔ ایسے ہی آیا تھا اور ایسے ہی چلا جاؤنگا۔۔ اس سے زیادہ کی نہ چاہت ہے اور نہ حسرت۔۔ ہاں بس جو اپنے دل سے بے بس ہو کر مجھ سے محبت گانٹھنے لگے ہیں ان کے لیے پریشان ہوں۔۔

وہ کہہ کر خاموش ہوا تو قانتہ چند پل کچھ نہ بولی۔۔ وہ جیسے الفاظ تلاش کر رہی تھی۔

"تو تم کیوں آگے بڑھ کر اسکا ہاتھ نہیں تھام لیتے۔۔؟ کیوں اسے تکلیف دیتے ہو؟"

میں اسے تکلیف سے بچانا چاہتا ہوں۔ اسے تکلیف دینے کا تو سوچ بھی نہیں سکتا۔۔

ہاں لیکن اسکا ہاتھ تھام کر اسے دنیا کے سامنے رُسا نہیں کر سکتا میں قانتہ۔۔ جس سب

سے میں گزرا ہوں وہ سب آسان ہرگز نہیں تھا۔ میں اسے اپنے ساتھ مٹی میں نہیں
"رول سکتا۔۔ میں یہ نہیں کر سکتا۔۔"

ہو سکتا ہے جسے تم ذلت سمجھ رہے ہو اسی میں تمہاری بقاء ہو۔۔ ہو سکتا ہے وہ "
تمہارے لیئے ڈھال بن جائے۔۔ تمہاری خوفناک راتوں میں تمہیں تنہا محسوس نہ ہونے
دے۔۔ وہ اگر تم سے محبت کرتی ہے تو کبھی کچھ بھی تم تک نہیں آنے دے گی جیسے
"تم اس تک کچھ نہیں آنے دیتے۔۔"

"وہ اتنی نازک ہے قانتہ۔۔ وہ یہ سب نہیں کر سکتی۔۔"

محبت عورت کو سمندر میں کھڑی بر فیلی چٹان سے زیادہ مضبوط کر دیتی ہے ولی۔۔ "
محبت وہ آبِ حیات ہے جو موت کو جاتی زندگیوں کو زندگی کی جانب کھینچ لاتی ہے۔۔ تم

اسے مزاق نہ سمجھو۔۔ وہ اگر تمہیں واقعی چاہتی ہے تو وہ تمہیں کبھی تنہا نہیں کرے گی۔۔ وہ عورت ہے۔۔ عورت کی تو مٹی گوندھی ہی محبت کے پانی سے گئی ہے۔۔ اسکا وجود تو اٹھا ہی محبت کے خمیر سے ہے۔۔ تمہاری محبت اسے اتنا مضبوط کر دے گی کہ تم "خود بھی حیران رہ جاؤ گے۔۔"

پھر بھی میں اس کے ساتھ اتنا بڑا ظلم نہیں کر سکتا۔۔ اہل کو تکلیف ہوئی تو ولی خود کو "کبھی معاف نہیں کر پائے گا۔۔"

اسکی آنکھوں میں ضبط کی سُرخی ابھری۔ اسے کچھ دیر پہلے اہل کی جگمگاتی آنکھیں یاد آئیں تو اسے نئے سرے سے اذیت ہونے لگی۔۔

"میں نے بس راستہ بتایا ہے تمہیں آگے تمہاری مرضی۔۔ خیال رکھنا۔۔"

دوسری جانب سے فون رکھا گیا تو ولی نے بھی گہرا سانس لے کر فون ڈیش بورڈ پر ڈال دیا۔۔۔ چند پل گاڑی ہی میں بیٹھا رہا پھر دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔۔۔ باہر گاڑی کی بہ نسبت زیادہ سردی تھی۔ ہوا کا جھونکا اسے سرسراتے ہوئے گزرا تو اس نے کندھے پر ڈلی شال کو درست کیا اور رُخ موڑ کر برقی قمقموں سے سبھی حویلی کو دیکھنے لگا۔۔۔ حویلی کے باہر شاید بارات آگئی تھی اسی لیے دروازے پر خاصہ رش لگا ہوا تھا۔ ڈھول بجانے والے بھی دروازے میں ٹہرے زور و شور سے ڈھول بجا رہے تھے اور دولے والوں کی طرف سے رقص کیا جا رہا تھا۔۔۔ اس نے گہرا سانس لے کر اندر جمع ہوتی کثافت کو باہر نکلنے کی کوشش کی تھی۔

دولے والوں کا استقبال کرتے لوگ اب انہیں حویلی کے اندر لے کر جا رہے تھے۔۔۔ اس نے اپنی پُشت گاڑی کے ساتھ ٹکائی اور باراتیوں کو دیکھے گیا۔۔۔

وہ ہم پر کیس کرنے کی دھمکی دے کر گیا ہے۔۔ ہمارے سامنے۔ ہمارے منہ پر۔۔"

ایسے میں کیا چاہتے ہو تم ہم اپنی ساری سیاسی ساکھ کو راکھ کا ڈھیر بنا دیں۔ اس ایک عدد زرعی زمین کے لیئے۔۔! یہ ایک بہت بڑا فیصلہ ہوگا ہاشم۔۔ جو کہ میرے لیئے کرنا بالکل بھی آسان نہیں۔۔ ایسے حالات میں اگر کوئی اسکینڈل ان میڈیا والوں کے ہاتھ لگ گیا تو

"میں کہیں کا نہیں رہونگا۔۔"

حسن شاہ کی بات پر بالوں کو سہلاتا ہاشم کا ہاتھ بے ساختہ ساکت ہوا تھا۔ اس نے بے یقینی سے چہرہ اٹھا کر سامنے بیٹھے معمر سے آدمی کو دیکھا جو بلاشبہ اپنے حلیے سے اس گاؤں کا وڈیرا ہی لگتا تھا مگر سیاسی چکاپوند کے باعث اس نے اپنا حلیہ درست کر رکھا

!تھا۔۔ ہر سیاستدان شخص کی طرح۔۔

اگر تمہیں کرائے کے قاتلوں کی ضرورت ہے تو مجھ سے لے لو مگر اس قسم کی بات منہ " سے نکال کر میرا بنا بنایا کھیل مت چھیٹ کرو۔۔ " جواباً ہاشم بھی اسی تلخی سے بولا تو حسن شاہ کو اپنے کان تپتے محسوس ہوئے۔ انہیں اپنی ساری محنت پانی میں غرق ہوتی نظر آرہی تھی۔۔

دیکھو ہاشم۔۔ ہماری دوستی ایک طرف۔۔ ہماری یاری کا اس سارے معاملے سے کوئی "تعلق نہیں۔۔

"تعلق ہے۔۔"

ہاشم نے درشتی سے اسکی بات کاٹ دی تھی۔۔

اس سارے قصے کا ہماری دوستی سے بہت گہرا تعلق ہے حسن۔۔ وہ میرا دشمن " ہے۔۔ اور تمہارا بھی عنقریب بن ہی جائے گا۔۔ کیونکہ دوست کا دشمن آپکا دوست نہیں ہوتا دشمن ہی ہوتا ہے۔ تم اسے اس طرح اس زمین پر من مانی نہیں کرنے دے سکتے۔۔ تمہیں وہ زمین کسی بھی طرح۔۔ کسی بھی حال میں۔۔ اس سے لینا ہے۔۔

اسکی غراہٹ پر حسن کو ٹھنڈا ہونا پڑا تھا۔ ہاشم غصے کی آگ میں جلتا اسے کہیں سے بھی اپنے حواسوں میں نہیں لگ رہا تھا۔۔ اس نے اب کے سبھائو سے بات کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔۔

جنگ کبھی بھی ہاتھوں سے ہتھیاروں سے یا اثر و رسوخ سے نہیں لڑی جاتی ہاشم اور " ۛ جذبائیت سے تو بالکل بھی نہیں۔۔ جنگ ہمیشہ دماغ سے لڑی جاتی ہے۔۔ اعصاب

سے لڑی جاتی ہے۔۔۔۔ اگر ہم جذباتیت میں آگئے اور غلط وار پر مارے گئے تو نقصان ہمارا ہے کسی اور کا نہیں۔۔ وہ ولی احمد ہے۔۔ بھلے ہی غلاظت کا گرہا ہو اسکا وجود۔۔ مگر اسکے حوصلوں اور اسکے ٹھنڈے انداز کی داد دینی پڑے گی۔۔ وہ عقل مند ہے۔۔ کچھ "دنوں پہلے وہ ہمیں زمین کے لیے راضی کرنے نہیں آیا تھا۔۔

اسکی بات پر غصے سے کھولتے ہاشم نے اسے نا سمجھی سے دیکھا تو حسن شاہ مسکرایا۔۔

وہ ہمارے اعصاب دیکھنے آیا تھا۔۔ ہماری ہمت دیکھنے آیا تھا۔۔ ہم کتنے مضبوط ہیں" "اس بات کا اندازہ کرنے آیا تھا وہ۔۔

چند پل لگے تھے ہاشم کو سب سمجھنے میں۔۔

وہ ہماری کمزوریاں جانتا ہے۔ اور جس مقام پر ابھی ہم کھڑے ہیں اس سے بھی بخوبی "واقف ہے وہ۔ ہم اپنی سیاست کی وجہ سے ایک پتہ بھی فی الحال نہیں ہلا سکتے اسی بات کا فائدہ اٹھا رہا ہے وہ۔۔ اور ہم ابھی اسے اسکی چلانے دینگے کیونکہ ہر وقت حملہ کرنے کا نہیں ہوتا۔۔ میں نے کہا نا کہ جنگیں دماغ سے لڑی جاتی ہیں۔۔ یہ اعصاب کی جنگ ہے۔ جس نے سب سے کمزور لمحوں میں اپنے اعصاب جمائے رکھے وہ یہ جنگ جیتے گا۔۔"

ہاشم کو کسی طور اسکی باتوں پر صبر نہیں آرہا تھا مگر بقول حسن شاہ کے، کہ صبر کبھی نہیں آتا۔۔ صبر لانا پڑتا ہے۔۔ جیسے گناہ خود بخود سرزد ہو جاتے ہیں اور نیکی کرنی پڑتی ہے۔۔

"پھر کب تک ارادہ ہے تمہارا اسے گردن سے دبوچنے کا۔۔؟"

بہت ضبط سے اس نے یہ سوال کیا تھا وہ بس ولی کی لاش دیکھنا چاہتا تھا۔۔ اس کے
سُنگتے وجود کو ایک ہی طرح سے سکون آسکتا تھا اور وہ تمھی ولی کی موت۔۔۔۔! مگر ابھی
وہ ملتوی ہوتی دکھائی دے رہی تھی۔۔

صبر کرو۔۔ جلد یا بدیر وہ اپنے انجام کو پہنچے گا ہاشم۔۔ مگر اس سارے عرصے میں تمہیں "
ایک کام کرنا ہوگا۔۔

وہ تراشی ہوئی مونچھوں کو بل دیتا سیدھا ہوا تو ہاشم نے اسے استفہامیہ نگاہوں سے
دیکھا۔۔

اسکی کمزوری۔۔۔ مجھے ولی احمد کی کمزوری لا کر دو ہاشم۔۔ پھر میں تمہیں اسکا سر لا کر"

"دونگا۔۔"

"اسکی کیا کمزوری ہوگی بھلا۔۔"

"کمزوری ہوتی ہے۔۔ ہر ایک کی ہوتی ہے۔۔ اسکی بھی ہوگی۔۔"

"مثلاً۔۔؟"

کیا وہ کسی کو پسند کرتا ہے۔۔؟ کسی سے محبت کرتا ہے۔۔؟ یا پھر کوئی ایسا بندہ جو"

"اسکے قریب ہو۔۔ کوئی ایسا جسے وہ عزیز رکھتا ہو۔۔؟"

حسن کی بات پر ہاشم نے نظریں چند پل سکیر کر سوچنے کی کوشش کی مگر جواب نہ در۔۔۔
اسے ولی کی ایسی کوئی خامی نہیں پتہ تھی۔۔۔

ڈھونڈو۔۔۔ اسکی کمزوریاں ڈھونڈو اگر وہ تمہیں مرا ہوا چاہیے تو۔۔۔ میرے پاس اسکے ویک"
"پوائنٹس لائو۔۔۔

اور پھر واپسی کے سارے راستے اسکے ذہن میں حسن کی باتیں گونجتی رہیں۔ کمزوری۔۔۔
ولی کی کمزوری۔۔۔ کیا ہو سکتی ہے۔۔۔؟ وہ بے خوف ہے کیونکہ کوئی بھی اسکے آگے پیچھے
نہیں۔۔۔ مگر کوئی تو ہوگا۔۔۔ کچھ تو ایسا ہوگا کہ جہاں وہ چوکا ہوگا۔۔۔ جہاں اس نے غلطی
کی ہوگی۔۔۔ ہاں ضرور۔۔۔

ڈرائیو کرتے ہوئے اسکا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا۔۔۔

شادی کے دن کے بعد سے ناجیہ اس سے ملنے نہیں آئی تھی اور نہ اہل نے اسے اسکے گھر جا کر منانے کی کوشش کی تھی۔ اسکا ذہن پہلے ہی پراگندہ تھا مزید وہ ناجیہ کے نخرے اٹھانے کی ہمت خود میں نہیں پاتی تھی۔ پیپرز کی وجہ سے اس نے زیادہ سے زیادہ کمرے میں رہ کر پڑھنے کا فیصلہ کیا تھا۔ یہ ایک قسم کا بہانہ بھی تھا کہ جس کے ذریعے وہ ولی کا سامنہ کرنے سے بچ سکتی تھی۔۔۔ وہ خود کے دل کو نہیں روک سکتی مگر اسکی جانب بڑھتے قدموں کو تو روک سکتی تھی ناں۔ اور جو وہ کر سکتی تھی۔۔۔ اسے وہ کرنا چاہیئے۔۔۔ سو اس نے خود کو کمرے میں مقید کر لیا تھا۔۔۔

"اہل۔۔۔؟"

بی جان نے اسکے کمرے میں جھانکا تو اس نے کتابوں سے سر اٹھایا۔ قد آدم دیوار گیر
شیشے کی کھڑکی سے گرتی دھوپ میں اسکا چہرہ چمک رہا تھا۔ گیلے بالوں کو کمر پر کھلا
چھوڑے، سیاہ چوڑی دار پجامے اور سیاہی لمبی قمیص میں ملبوس اسکا حسن دھلا دھلایا سا
لگ رہا تھا۔ مومی جلد سے چند گیلی لٹوں کو ہٹاتی وہ کوئی موم کی گرہیا جیسی دکھتی تھی۔۔

"جی بی جان۔۔۔؟"

اس نے ایک ہاتھ میں پین اور دوسرے میں کاغذ پکڑ رکھا تھا۔۔ شاید وہ اپنے نوٹس لکھتے
کمرے کے ترتیب سے رکھ رہی تھی۔

"دو دن سے کمرے میں بند ہے۔۔ خیریت تو ہے۔۔؟"

وہ اس کے کمرے میں چلی آئیں تو اہل بھی جو جھکی ہوئی تھی سیدھی ہو بیٹھی۔۔
سیدھے ہونے سے اسکے چہرے پر پڑتی دھوپ زاویہ بدلنے کی وجہ سے غائب ہو گئی
تھی۔۔

جی بی جان۔۔ بس تیاری کرنی ہے پیپرز کی اور آپکو تو پتہ ہے کتنا پڑھنا ہوتا ہے۔ بغیر "
"پڑھے کہاں گزارہ ہے۔۔"

اس نے کتابیں پرے کیں اور بی جان کے ساتھ بیڈ پر آ بیٹھی۔ نہانے کی وجہ سے اسکے
بال گیلے تھے اس نے گیلے بالوں کو سمیٹ کر آگے کندھے پر ڈالا اور بی جان کی گود میں
سر رکھ لیا۔۔ بی جان نے جھک کر اسکی صبح پیشانی چومی تو اسکے لب آپ ہی آپ
مسکرا نے لگے۔۔ کتنا سکون تھا انکی آغوش میں۔۔

"کیا ہو گیا ہے میری بچی کو۔۔؟ کیوں مجھے بُجھی بُجھی سی لگ رہی ہے آجکل۔۔؟"

انہوں نے نرمی بھری شفقت سے کہا تو اس کا دل قرار میں آگیا۔ پچھلے دنوں کی پھیلی
بے چینی جیسے چھٹنے لگی تھی۔۔

کچھ نہیں بی جان۔۔ بس دل پتہ نہیں کیوں عجیب سا ہو رہا ہے۔ بوجھل بوجھل سا۔۔"
"گھبرایا ہوا۔۔ جیسے کوئی انہونی ہونے والی ہے۔۔ کچھ ہونے والا ہے۔۔"

اس نے کمرے میں گرتی دھوپ کے اندر گھومتے نہتے ذروں کو دیکھتے ہوئے کہا تو بی جان
نے نا سمجھی سے مسکرا کر اسے دیکھا۔۔ اسکی خوبصورت آنکھیں کمرے میں بچھی دھوپ
پر جمی تھیں۔۔

ہوتا ہے۔۔ کبھی کبھی ایسے ہو جاتا ہے۔ لیکن کیا کوئی بات ہوئی ہے۔۔؟ کسی نے کچھ
کہا ہے تم سے۔؟ پہلے تو میری اہل ایسی نہیں تھی۔۔ اب میرے گھر کے سب سے
"خوبصورت پھول کو کیا ہوا ہے۔۔؟

اس نے انکی بات پر شد رنگ آنکھیں اٹھا کر انہیں دیکھا۔ وہ بی جان کا پر تو تھی۔ پل
بھر کے لیئے زمانی بیگم کو لگا وہ اپنی جوانی دیکھ رہی ہیں۔۔

کچھ نہیں بی جان۔۔ وجہ ہی تو سمجھ نہیں آرہی مجھے۔۔ اور اگر کوئی وجہ سمجھ بھی آرہی "
ہے تو وہ اتنی مبہم ہے کہ میں کسی نتیجے پر نہیں پہنچ پارہی۔۔ میں کوئی فیصلہ نہیں کر
"پارہی بی جان۔۔ میرا دل اب پہلے کی طرح نہیں خوش ہوتا۔۔ میں کیا کروں۔۔۔؟

بچوں کی طرح اس نے سوال کیا تو بی جان مسکرائیں۔۔ انکی اہل کب اتنی بڑی ہوئی
انہیں تو پتہ ہی نہیں چلا۔۔

کیوں ہو رہا ہے میری بچی کا دل بوجھل۔۔؟ کس نے پریشان کیا ہے میری اہل "
"کو۔۔؟

اور پریشان لفظ پر اسکی آنکھوں کے سامنے ولی کا چہرہ گھوما تو اس نے سر جھٹکا۔ اُس کی
بلاوجہ کی کھڑی کی گئی دیواروں میں اب اسکا دم گھٹنے لگا تھا۔۔ اور وہ اسکو دیکھنا بھی
نہیں چاہتی تھی۔۔ اُس نے اسے بہت پریشان کیا تھا مگر اب نہیں۔۔ وہ خود کو بدلے
گی۔۔ وہ اس افیت میں مزید نہیں رہ سکتی۔

"بی جان۔۔"

وہ یکدم اُٹھ کر بیٹھی تھی۔۔

اگر کسی کو۔۔ کسی کو کوئی اچھا لگنے لگے۔۔ مطلب بلاوجہ۔۔ یا پھر وہ شخص اسے پسند
آنے لگے۔۔ خاص کر ایک لڑکی کو۔۔ تو کیا یہ بُری بات ہے۔۔؟ میں اپنے لیے نہیں پوچھ
رہی مجھ سے میری ایک دوست نے پوچھا تھا مجھے تو اسکا جواب سمجھ نہیں آیا۔۔ آپکو کیا
"لگتا ہے۔۔؟"

آخر میں محتاط ہو کر انکا چہرہ دیکھا مگر بی جان کے تاثرات ویسے ہی نرم گرم سے تھے۔۔

یہ بُری بات ہے یا اچھی بات میں نہیں جانتی امل۔۔ مگر میں اتنا جانتی ہوں کہ شادی "
"سے پہلے عورت کی زندگی میں آنے والا مرد تباہی کے سوا کچھ نہیں لٹا۔۔"

انکی بات سن کر وہ چند پل ساکت رہ گئی تھی۔

نکاح سے پہلے اگر عورت کسی کو اپنے دل و دماغ میں جگہ دے یتی ہے۔۔ کسی کو اپنی " آنکھوں سے دیکھے جانے والے خوابوں کا حصہ بنا لیتی ہے یا پھر وہ اسکی چاہت کو خود پر لباس کی طرح اوڑھتی ہے تو یہ خطرے کی گھنٹی ہے۔ اگر اسکی شادی وہاں نہیں ہوئی " کہیں اور ہوگئی تو جانتی ہو کیا ہوتا ہے۔۔؟

انہوں نے مشفق نگاہوں سے اسکی آنکھوں میں دیکھا۔ وہ دھواں دھواں چہرہ لیتے جیسے جم سی گئی تھی۔۔

تو پھر وہ کسی دوسرے کے نکاح میں ہوتے ہوئے بھی اس تعلق کا حق نہیں ادا کر پاتی۔ وہ اس تعلق کو تعلق نہیں بنا پاتی چاہے کتنی بھی کوششیں کر لے۔۔ اور آخر میں تھک ہار کر عورت اپنا گھر خراب کر لیتی ہے۔ وہ کسی ایک کی ہو کر رہنے کی قائل ہوتی ہے مگر عملی زندگی میں اس کا دل اور اس کا جسم دو مختلف سمت کے مسافر بن جاتے ہیں "جو کہ اس کو کہیں کا نہیں رہنے دیتے۔۔"

انہوں نے اپنی بات سمیٹ کر اسے اسے دیکھا تو وہ پل میں سنبھلی۔۔ نہ جانے اسے اس سردی میں عجیب سی گھٹن کیوں ہونے لگی تھی۔۔ پھر بھی ہمت کر کے اس نے دوبارہ سوال کیا۔۔

تو ایسے میں کیا کرنا چاہیئے بی جان۔۔؟ اس میں تو عورت کا کوئی قصور نہیں۔۔ اس میں "تو اسکی کوئی غلطی ہوتی ہی نہیں ہے۔ محبت تو بس ہو جاتی ہے۔۔ وہ تو کسی سے

اجازت نہیں لیتی۔۔ کسی کے دکھ درد کسی کے حالات کا انتظار نہیں کرتی۔۔ پھر ایسے
بے قابو جذبے کی سزا اس انسان کو کیوں دی جائے جو اس سب میں قصوروار تھا ہی
"نہیں۔۔ یہ تو کوئی انصاف نہیں ہوا بی جان۔۔"

وہ جیسے بلبلا اُٹھی تھی۔ وہ تو اس سے محبت کر بیٹھی تھی۔۔ اسکی چاہت میں اس نے
کتنی ہی راتیں جاگ کر گزاری تھیں۔۔ تو کیا۔۔ وہ بھی خیانت کی مرتکب تھی۔۔؟ کیا
اس سے بھی گناہ سرزد ہو گیا تھا۔۔؟ مگر اس نے یہ سب جان بوجھ کر نہیں کیا تھا۔۔
اس نے یہ سب خود نہیں کیا تھا یہ تو بس۔۔ بس ہو گیا تھا۔۔

"یہ ہمارا وہم ہوتا ہے بچے کہ ہم قصوروار نہیں۔۔۔"

وہ مسکرائیں تو اسے لگا کمرے میں گرتی دھوپ اسکے بیڈ تک آگئی ہے اور اب اسکے بیڈ سے ہوتے ہوئے وہ اسے اپنی آگ میں جھلسانے کے لیے بے تاب ہے۔۔

ہم قصور وار ہوتے ہیں۔۔ محبت تو بچ کی مانند ہوتی ہے۔ کسی بھی زرخیز دل کی زمین "میں یہ بچ آگتا ہے۔ لیکن میرے بچے۔۔۔"

وہ رُکیں تو اسے لگا وہ کبھی اپنی آنکھیں نہیں جھپک پائے گی۔ اسے لگا وہ پتھر کی ہو جائے گی۔۔

بچ تو آبیاری سے تناور درخت بنتے ہیں۔ یہ محبتیں، نفرتیں، حسد۔۔ یہ سب۔۔ یہ "سارے جذبے تو بچ کی طرح ہوتے ہیں۔ ہم ان کی دیکھ بال کرتے ہیں۔ صدیوں انکے ساتھ وقت گزارتے ہیں۔ اپنے اندر انہیں جگہ دیتے ہیں۔ ان سب کی پرورش کسی معصوم

پودے کی طرح کرتے ہیں لیکن پھر ایک وقت ایسا آتا ہے اہل کہ وہ سارے پودے جن کی صدیوں آبپاری کی گئی ہو وہ تناور درخت بن جاتے ہیں۔۔ اور انہیں اپنی ذات سے "اکھاڑ پھینکنا ہرگز بھی مزاق نہیں ہوتا۔۔

بی جان خاموش ہوئیں تو اسے لگا جیسے اسکے سامنے چلتی فلم رک گئی۔ وہ فلم اسکی زندگی کی فلم تھی۔ جس میں اس نے کئی راتیں جاگ کر۔۔ کئی سال تک اس ننھے سے بچ کی آبپاری کی تھی۔ اس کی محبت کو سنوارا تھا۔ کئی سال۔۔۔ ہاں کئی سال سے وہ یہی تو کر رہی تھی۔ جب سے شعور کی دنیا میں آئی تھی۔ جب سے وہ آنکھوں کو اچھا لگنے لگا تھا۔ اور اب وہ چلی تھی اس تناور درخت کو اکھاڑنے۔۔ اس محبت کو ختم کرنے۔ یہ سب اتنا آسان تو نہ تھا۔۔ اسے پہلی دفعہ معاملے کی سنگینی کا احساس ہوا تھا۔ اور دل کے معاملوں سے زیادہ بھلا کونسے معاملات زیادہ سنگین ہوا کرتے ہیں۔۔؟

اب تم اپنے بالوں کو سنوارو دیکھو سُکھنے لگے ہیں اور ہاں۔۔ میں نے سُوجی کا حلوہ بنایا"

"ہے تمہارا پسندیدہ۔۔ جلدی سے آجاؤ۔۔"

وہ اسکے ماتھے پر پیار کرتی اُٹھیں تو اسے لگا کہ بیڈ پر چڑھتی دھوپ اسکے پیروں کو جلانے لگی ہے۔۔ اس نے گھبرا کر پیر سمیٹے تھے۔۔ کچھ دیر کی نرم گرم سی دھوپ اب اسے بھڑکتی آگ لگ رہی تھی۔۔ بالکل اس جذبے کی طرح جو اسکے دل میں قیام پذیر تھا۔

پہلے وہ نرم پھوار کی مانند دل پر بہت نرمی سے برستا تھا مگر اب اس پھوار میں گویا یکدم طوفان آنے لگا تھا۔۔ اور اس طوفان سے پہلے کی خاموشی اسکے دل میں رلٹ تھی۔۔ جسکا سوچ کر ہی اسے خوف آنے لگا تھا۔

"ولی سر۔۔ آپکو سردار بابا بلا رہے ہیں تویلی میں۔۔"

وہ ڈیرے پر بنے آفس میں کام کر رہا تھا جب شاہ نواز کی بات پر سر اٹھا کر اسے دیکھا۔۔
اسکے آس پاس بہت سی فائلز بکھری تھیں اور بہت سا کام ابھی اسکا منتظر تھا مگر سردار
بابا کا بلا وہ آگیا تھا اور وہ ایک سیکنڈ کی دیر بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔ اس نے ساری فائلز
پرے کر کے ٹیبل سے موبائل، چابیاں اور چشمہ اٹھاتا پھر آفس سے باہر نکل آیا۔ ڈیرہ
حویلی سے آدھے گھنٹے کے فاصلے پر تھا۔ اس نے گاڑی میں بیٹھ کر ایگنیشن میں چابی
گھمائی اور انجن کے حرکت میں آتے ہی اس نے کار آگے بڑھا دی۔

آدھے گھنٹے کی مسافت طے کرنے کے بعد وہ حویلی پہنچا تو معمول سے زیادہ اسے حویلی
میں چہل پہل محسوس ہوئی۔ اس کے چہرے پر ہمیشہ کی طرح سنجیدگی تھی۔ سیاہ
قمیص شلوار میں ملبوس کندھے پر بھوری شال ڈالے وہ دور سے چلتا ہوا اونچا شاندار سا
مرد لگ رہا تھا۔ لان عبور کر کے وہ حویلی کے داخلی دروازے میں داخل ہوا تو اس نے
آنکھوں پر لگے چشمے کو اتارا اور اسی سنجیدگی سے آگے بڑھتا گیا۔ سیڑھیاں چڑھتے اس کے

قدموں کی دھمک پتہ دیتی تھی کہ وہ آگیا ہے۔ ہاں وہ ایسا ہی تھا۔۔ اتنا ہی دلکش۔۔ اتنا
!ہی دلفریب۔۔

سردار بابا کے کمرے کے باہر پہنچ کر وہ چند لمحے ٹہرا رہا اور پھر جیسے ہی دستک دینے کے
لیئے اس نے ہاتھ اٹھایا اسکا ہاتھ ہوا میں معلق رہ گیا۔۔ کوئی دروازہ کھول کر باہر نکل رہا
تھا۔ اور وہ جو کوئی بھی تھا سیاہ لباس میں ملبوس تھا۔ اسکی نظر پہلے دودھیا پیروں پر
پڑی پھر اوپر اٹھتی گئی۔ وہ نازک سراپے میں کوئی قید وجود تھا۔۔ اور چہرے پر اسکی
نگاہ پڑتے ہی گویا اسکا دل بند ہوا۔ شہد رنگ خوبصورت آنکھوں سے اسے دیکھتی امل کی
نگاہوں میں بھی بلا کی حیرت تھی۔ چند پل لگے تھے ولی کو سنبھلنے میں۔۔ اس نے گلا
کھنکھار کر بے اختیار نظریں پھیریں۔ امل کے سر سے ڈھلکا دوپٹہ اسکے شانوں پر گرا تھا
اور سیاہ بالوں کے ہالے میں مقید اسکا چہرہ ولی کو اچھا خاصہ ڈسٹرب کر گیا تھا۔۔
وہ بھی سنبھل کر اسکے ساتھ سے نکلنے لگی تو اس سے ہلکے۔۔ بہت ہلکے سے ٹکرائی۔۔
اندر جاتے ولی کے قدم جم سے گئے تھے۔۔ اور امل۔۔ وہ گھبرا کر وہاں سے بھاگ آئی
تھی۔ اس نے دوبارہ پیچھے مڑ کر ولی کو دیکھا تک نہ تھا۔۔

وہ سرعت سے کمرے میں داخل ہوا اور امل -- وہ کچن میں جا چُھپی --

"ارے ولی -- آگئے تم --"

سردار بابا اخبار دیکھ رہے تھے اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے سیدھے ہوئے۔ پھر اخبار لپیٹ کر سائیڈ ٹیبل پر رکھا۔ انکے چہرے پر تندرستی کی جھلک دیکھ کر ولی کو کچھ سکون ملا تھا ورنہ کچھ دیر پہلے ہونے والی مڈ بھیڑ نے اسکا ذہن ماؤف کر دیا تھا۔

ولی بچے -- بات دراصل یہ ہے کہ -- بختیار اور نثار کی شادی رکھی ہے ہم نے۔ بی جان " کہہ رہی تھیں کہ امل کے فرض سے بھی فارغ ہو جاتے ہیں مگر مجھے لگتا ہے امل ابھی چھوٹی ہے اور پڑھ بھی رہی ہے۔ اسی لیے اسکی پڑھائی مکمل ہونے کے بعد اسکا کچھ

سوچیں گے۔ البتہ بختیار اور نثار کی شادی ہے ولی اور وہ بھی اگلے مہینے۔ تو تیاری بہت
"کرنی ہے۔۔ کام بہت ہیں اور وقت کم۔۔"

امل کا ذکر۔۔ اور ایسا خوشگوار ذکر انکے منہ سے سن کر ولی کو لگا اسکی ذات سے کوئی بوجھ
ہٹا ہے۔ اس کے دل پر پہاڑ کھاتا تھا۔ مگر اب ایک دم اسکا دل اس بوجھ سے آزاد ہوا تو
اس نے خود کو ہلکا پھلکا محسوس کیا۔۔

تو تم جتنے بھی کلیس اور زمینی مسئلے ہیں انکو جلد از جلد نبٹاؤ اور شادی کی تیاریوں میں
"اس بوڑھے باپ کی مدد کرو۔۔"

وہ آخر میں ہنسنے تو ولی مسکرا دیا۔۔

آپ فکر مت کریں۔۔ میں ویسے بھی لگا ہوا ہوں سارے معاملات سمیٹنے میں آپ "
"ٹینشن مت لیں۔۔"

اس نے انکی تسلیٰ کروائی تو وہ کھلے دل سے مسکرائے۔۔

جب کہتے ہوناں کہ میں سب کر رہا ہوں۔۔ یا میں سب کر لوں گا۔۔ جانتے ہو کیسا محسوس "
"کرتا ہوں میں۔۔"

اس نے انکے مسکراتے لہجے پر لبوں پر تبسم روک کر انہیں دیکھا۔۔ آج اسکا دل چاہ رہا تھا
مسکرانے کا۔۔ آج اسے مسکرانا بُرا نہیں لگ رہا تھا۔۔

ایسا لگتا ہے کہ میں دُنیا کا خوش قسمت ترین باپ ہوں کہ جسکے نصیب میں ایسا ذمّے "دار بیٹا لکھا ہے قدرت نے۔۔ تم بہت قیمتی ہو ولی۔۔ میں اپنے رب کا بہت شکر گزار "ہوں تمہارے معاملے میں۔۔"

وہ خاموش ہوئے تو اس نے محبت سے گردن جھکادی۔۔

"اچھا ہاں۔۔ وہ نور آباد والی زمین کا کیا ہوا۔۔؟ کیس کیا تم نے۔۔؟"

انہیں ایک دم یاد آیا تو پوچھ لیا۔۔ ولی مسکراتا ہوا اُٹھا تھا۔۔

کیس کرنے کی نوبت نہیں آئے گی سردار بابا۔۔ حسن شاہ کا پیغام آیا ہے میرے "

"پاس۔ وہ یہ زمینی مسئلہ اپنے انتخابات سے پہلے پہلے ختم کرنا چاہتا ہے۔۔"

"بہت خوب۔۔ اچھا جاؤ اور اپنا خیال رکھنا۔۔"

وہ انکی اجازت پر انہیں سلام کرتا کمرے سے باہر نکل آیا تھا۔۔ اور جب وہ کچن کے پاس سے گزرنے لگا تو بی جان نے اسے کچن سے ہی آواز دی۔۔ وہ کچن میں چلا آیا تو اسکی نظر بے اختیار اس سراپے کی جانب اٹھ گئی جو اسکی جانب پشت کیئے کھڑی تھی۔۔ اس نے اپنی اُڈتی مسکراہٹ بمشکل روکی تھی۔۔

اے بی جان کے اسے آواز دے کر اندر بلانے پر زور سے آنکھیں میچھی تھیں۔
اف۔۔ ایک تو بی جان بھی ناں۔ اب وہ کیا کرے گی۔۔ نہیں وہ اسکا سامنہ نہیں کر سکتی ابھی۔۔ بالکل بھی نہیں۔۔ اس نے جلدی سے اپنا رخ پھیرا تھا۔۔ وہ اب کچن

میں کھڑا بی جان سے باتیں کر رہا تھا۔ یکا یک بی جان نے اسکو آواز دی تو اس نے زور سے آنکھیں بند کر کے کھولیں۔۔۔ خدایا۔۔۔ نہیں۔۔۔ وہ اسے ہرگز بھی نہیں دیکھے گی۔۔

"جی بی جان۔۔؟"

اسکی جانب سے یکسر انجان بنتے اس نے جی کڑا کر بی جان سے سوال کیا تو بی جان جو ولی سے باتیں کر رہی تھیں اسے رک کر دیکھا۔

"ارے دیکھ کیا رہی ہو۔۔ سوجی کا حلوہ دو ولی کو اس کو بھی تو بہت پسند ہے۔۔"

آپ نے سوجی کا حلوہ بنایا ہے۔۔؟" اسکے خوشگوار سے استفسار پر اس نے مشکل خود "کو غصے میں آنے سے روکا تھا۔ دل کیا سوجی کا حلوہ اس پر اُلٹ دے۔۔

ہاں تمہارے اور اہل کے لیے۔۔ اسے بھی تمہاری طرح بہت پسند ہے۔۔ "اف اف۔۔"
بی جان ناں بس۔۔ اس نے گرم گرم حلوہ پیالی میں نکالا اور چمچ اس میں رکھ کر اسے
ولی کی جانب بڑھا دیا۔۔ ولی نے مسکراہٹ روک رکھی تھی اسکا ڈمپل جو مسکراہٹ
روکنے کی وجہ سے پڑتا تھا وہ اُبھرا ہوا تھا۔۔ اہل نے دانت پیسے۔۔

وہ حلوہ کھا کر بی جان سے سر پر پیار لیتا کچن سے پلٹا تو اس نے سکون کا سانس خارج
کیا۔۔ بڑی ہنسی آرہی تھی جناب کو۔۔ میں جان بوجھ کر نہیں ٹکرائی تھی۔۔ وہ تو غلطی
سے ہو گیا تھا۔۔ لیکن پھر جو میں نے کیا۔۔ اف۔۔ اس نے پھر سے آنکھیں میچھی
تھیں۔ اس کے کان سُرخ ہونے لگے تھے۔۔ کچن کی کھڑکی جو لان میں کھلتی تھی۔ اس نے
اس سے جھانک کر باہر دیکھا۔۔ وہ چشمہ آنکھوں پر چڑھاتا دور ہوتا جا رہا تھا۔ اور سیاہ
قمیص شلوار میں جو وہ بچ رہا تھا وہ الگ۔۔ مطلب کیا ضرورت تھی سیاہ جوڑا پہننے کی

بھلا۔۔ اس نے غصے سے سر جھٹکا مگر پھر دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر کھڑکی سے باہر
جھانکا وہ اب دور اپنی گاڑی کی جانب بڑھتا دکھائی دے رہا تھا۔۔ لیکن اسکی نگاہ کہیں اور
ٹک گئی تھی۔۔ دور لان سے ولی کو محو ہو کر دیکھتی ناجیہ۔۔ اسکے کانوں سے دھواں نکلنے
لگا۔۔

یہ کیوں دیکھ رہی ہے ولی کو۔۔ اف اس نے خود کو ایسی سوچ پر گھر کا اور اپنے کمرے کی
جانب دوڑ گئی۔۔ یہ جانے بغیر کے ولی اسکی معصوم حرکت پر مسکراتا اب تک لطف
!اندوز ہو رہا تھا۔۔

لمحوں کی پُھوار میں بھگتا ولی واپس گاڑی میں آکر بیٹھا تو چند لمحے اس ماہ رُخ کا چہرہ اسکی
یاد کے سیاہ پردے پر جگمگاتا رہا۔ اسکی وہ حیرت کے رنگ میں ڈھلیں شہد رنگ آنکھوں
نے تو اسے کہیں وہیں قید کر لیا تھا۔ اس نے زندگی میں دوسری بار اسے اتنے قریب

سے دیکھا تھا۔۔ اور پہلے کب ایسا ہوا تھا۔۔ جیسے ہی اس نے یاد کرنا چاہا چند سالوں پہلے
آئی ایک شام اس کے آس پاس بکھر گئی۔۔

اسے یوں اتنے قریب سے نہیں دیکھنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ اسے اس طرح دیکھ کر وہ خود
! سے ہمیشہ دور چلا جاتا تھا۔۔۔

اس نے نچلا لب دانتوں تلے دبا کر اپنے بے قابو ہوتے دل کو بس میں کرنے کی کوشش
کی۔ پھر گاڑی آگے بڑھادی۔۔ سارے راستے امل کے خیال نے اسکا ساتھ نہیں چھوڑا
تھا۔ سارے راستے وہ اس کے انداز و اطوار پر غور کرتا آیا تھا، کبھی تو وہ اس سے اتنا جھجھکتی
کہ حد نہیں اور کبھی۔۔ ہاں۔۔ اسے پھر سے کچھ یاد آیا تو مسکرا دیا۔۔ کبھی وہ اس کے
ساتھ یوں پیش آتی گویا کوئی ظالم شہزادی اپنے کسی زر خرید غلام پر برس رہی ہو۔ مگر اسے
اس کے یہ دونوں انداز عزیز تھے کیونکہ اس کا ہر انداز، ہر طریقہ بہت باوقار بہت
پُرکشش تھا۔

اسے پھر سے اسکا گھبراہ کر بھاگنا یاد آیا تو خود بخود اس کے لب مسکراہٹ میں ڈھل گئے۔
اور وہ جو اسے نظر انداز کر کے بی جان کو پکارہ تھا اس نے۔۔
ولی نے مسکراتے ہوئے موڑ کاٹا۔۔

آدھے گھنٹے کے سفر کے بعد وہ دوبارہ ڈیرے پر موجود تھا۔ اس نے کار کا دروازہ بند کیا
اور نسواری آنکھوں سے چشمہ اُتارتا اپنے آفس میں داخل ہوا۔ اندر موجود شاہ نواز اور محسن
اسے آتا دیکھ کر یکدم خاموش ہوئے تھے۔ اس نے سنجیدگی سے ایک نظر ان دونوں کو
دیکھا اور پھر ٹیبل کے پرے لگی کرسی پر جا بیٹھا۔

"اب بول بھی دو شاہ نواز کیا مسئلہ ہے۔۔؟"

اس نے ٹیبل کے دراز سے جھک کر فائل نکالتے سکون سے کہا تو شاہ نواز نے سٹیٹا کر
محسن کو دیکھا۔۔

"وہ ولی سر۔۔۔"

شاہ نواز نے گلا کھنکھارا۔۔ ولی کے چلتے ہاتھ سُست ہوئے تھے۔

"ہاں کہو۔۔۔"

وہ ولی سر تھوڑی دیر پہلے ناجیہ بی بی آئی تھیں۔ کہہ رہی تھیں کہ ولی کو بلائیں۔ ہم نے کہا کہ وہ تو حویلی گئے ہیں۔ ہم نے کہا بھی کہ تھوڑا انتظار کر لیں مگر وہ نہیں مانیں۔ اور آپ کے آنے سے پہلے ہی نکل گئیں۔ کیا آپ نے اُنہیں دیکھا حویلی میں۔۔ آپکی ملاقات ہوئی ان سے۔۔۔؟

ولی کی پیشانی شکن آلود ہوئی تھی۔ اس نے ہاتھ میں پکڑی فائل سامنے ٹیبل پر رکھی اور
پھر اسی سنجیدگی سے شاہ نواز کو دیکھا۔۔

اگر وہ دوبارہ آئیں اور میں یہاں نہ موجود ہوں تو ان سے کوئی بات کرنے کی ضرورت "
"نہیں ہے تمہیں۔۔"

اسکی آواز میں حد درجہ رکھائی تھی۔۔ شاہ نواز نے سرعت سے سر ہلایا۔۔

جی۔۔ جی سر جیسا آپکا حکم۔۔ لیکن سر پھر۔۔ مطلب اگر انہوں نے آگے حسن "
"صاحب کو شکایت کردی تو۔۔ یا پھر سردار بابا کو۔۔؟

"اس سب سے میں خود نیٹ لونگا۔۔"

جی سر جیسا حکم آپ کا۔ اچھا ولی سر ایک بات اور۔۔۔ جو علامہ دین صاحب کی بیٹی کا۔
"کیس ہے اسکی آخری پیشی ہے کل۔۔ آپ جائنگے۔۔؟

اس نے سر کو خم دیا۔۔ "ہاں میں بھی جاؤنگا۔ مگر اس بات کو یقینی بناؤ شاہ نواز کہ
"فیصلہ دین صاحب کی بیٹی کے حق میں ہی آئے۔۔"

اس نے اسے تنبیہ کی اور پھر محسن کی جانب متوجہ ہوا۔۔

"کیا رپورٹس ہیں نور آباد والوں کی۔۔؟"

سر ویسے دیکھنے میں تو سب ٹھیک ہے مگر مجھے لگ رہا ہے جیسے کچھ ہے۔۔ کچھ پک رہا"
ہے اندر۔۔ اتنی آسانی سے بخشنے والے لوگ نہیں ہیں وہ۔۔ آپ پچھلی دفعہ ہاشم
"صاحب سے ملے تھے کیا۔۔؟

اس نے بہت محتاط ہو کر یہ سوال کیا تھا مگر ولی کے چہرے کے تاثرات میں کوئی بدلاؤ
واقع نہ ہوا۔۔

"ملا تھا۔۔ لیکن اسکا اس سب سے کیا تعلق۔۔؟"

"تعلق ہے سر۔۔"

اس نے آگے بڑھ کر ولی کی ٹیبل پر خاکی لفافہ رکھا۔۔

میں جتنے دن نورآباد والوں پر چیک رکھتا رہا ہاشم سر مجھے انکے آس پاس انکے ساتھ اُٹھتے " بیٹھتے دکھائی پئے۔۔ اور دوسری جانب حسن شاہ خود آپکے سامنے نہیں آیا بلکہ اس نے آپکے سامنے ایک ایسے آدمی کو بٹھایا جو شکل سے ہی غنڈہ لگتا ہے۔۔ شاید صرف اس لیے تاکہ وہ آپ کو خوف زدہ کر سکے۔۔ مگر آپ نے ایسا نہیں کیا۔۔ اور پھر حیرت کی بات یہ ہے کہ انہوں نے اگلے دن ہی آپ کو پیغام بھیج دیا کہ وہ زمین چنے کے لیے راضی ہیں۔۔ آپکو "کچھ گڑبڑ نہیں لگ رہی۔۔؟

محسن بہت زیرک تھا۔۔ اگرچہ اسکی عمر کم تھی مگر وہ لوگوں پر چیک رکھنے میں بہت ماہر تھا۔۔

ولی نے اسکی بات پر خاکی لفافے سے تصاویر نکال کر دیکھیں۔۔ وہ ساری ہاشم اور حسن شاہ کی تصاویر تھیں۔۔

جانتا ہوں کہ کچھ تو مسئلہ ہے لیکن مجھے یہ بھی پتہ ہے کہ فی الحال انکی دکھتی رگ "الیکشن ہے۔ ابھی صرف انہیں اسی کمزوری کے ذریعے قابو کیا جاسکتا ہے مگر وہ اپنے بدلے نہیں چھوڑا کرتے۔۔ میں اس سے بھی واقف ہوں۔۔ تمہارا کیا خیال ہے "نواز۔۔؟

اس نے سمجھ کر کہتے ہوئے یکلخت شاہ نواز سے پوچھا تو وہ ادب سے کہنے لگا۔۔

سر جہاں تک میرا اندازہ ہے میرا تجربہ ہے وہ آپ پر حملہ کر سکتے ہیں اور سب سے "عجیب بات جو مجھے اس وقت محسوس ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ یہ صرف زمینی جھگڑا نہیں "ہے۔۔ انہیں آپ سے کوئی ذاتی خار ہے۔۔

اور اس بات کو تو ولی اچھے سے جانتا تھا کہ وہ ذاتی خار کہاں سے تھی۔

"کیا آپکا نور آباد والوں سے کوئی پرانا جھگڑا ہے۔۔؟"

شاہ نواز نے اس سے رک کر پوچھا تو اسکا سر خود بخود نفی میں ہلا۔۔

"نور آباد والوں سے نہیں البتہ اس سے جھگڑا ہے جو نور آباد والوں کا جگرمی یار ہے۔۔"

اسکے اشارے پر شاہ نواز اور محسن دونوں نے متفق ہو کر سر ہلایا تھا۔۔

ہماری زمین کا مسئلہ تو حل ہو گیا سر مگر آپکو اپنی حفاظت کرنی ہوگی۔ انکا الیکشن ٹلنے " کے بعد نہ جانے کیا سوچے بیٹھے ہوں وہ لوگ۔۔ آپ پر ذاتی حملہ بھی کیا جاسکتا ہے۔ "آپکو جسمانی نقصان بھی پہنچایا جاسکتا ہے۔۔

شاہ نواز نے اسے خبردار کیا جسے اس نے سر جھٹک کر اڑا دیا۔۔

کچھ نہیں ہوگا۔۔ میرے معاملے میں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے بس دھیان رہے " کہ وہ کہیں سردار بابا کو یا حویلی میں سے کسی کو نقصان نہ پہنچائیں۔ اور ابھی تم انکی نگرانی چھوڑ دو کیونکہ انکے ہاتھ پاؤں فی الحال بندھے ہوئے ہیں۔ بس الیکشن کے بعد ان "پر نظر رکھنا۔

اس فی بات ختم کر کے سامنے رکھی فائل کھولی تو محسن باہر کی جانب بڑھ گیا البتہ شاہ نواز ایک اور خاکی لفافہ لیئے اسکے ٹیبل پر رکھ کر سیدھا ہوا۔۔ ولی نے سوالیہ ابرو اٹھا کر پہلے لفافے اور پھر شاہ نواز کو دیکھا تھا۔۔

"سریہ نفیس احمد کی معلومات ہے۔۔"

اس کے بتانے پر ولی نے خاکی لفافہ اٹھایا اور ٹیبل کے دراز میں ڈال دیا۔۔

"ابھی اس معاملے کو رہنے دو نواز اور اب تم جاسکتے ہو۔۔"

اس کے حکم جاری کرنے پر شاہ نواز نے سمجھ کر سر ہلایا اور باہر کی جانب بڑھ گیا۔۔

ناجیہ انگلیاں آپس میں پھنسائے بہت بے چینی سے لان میں ٹہل رہی تھی۔ جب وہ حویلی پہنچی۔ تھی تو اس نے ولی کو گاڑی میں بیٹھ کر جاتے دیکھا تھا۔۔ لیکن اسے آواز دے کر متوجہ کرنے یا بلانے کی ہمت اس میں نہیں تھی۔۔ وہ کوفت زدہ ہو کر پیر پختی حویلی کے اندر بڑھی تو سامنے سے آتی اسکی ماں نے اسکے تیور بغور دیکھے۔۔

کیوں بیٹا۔۔ ایسی کیا مصیبت آگئی ہے کہ تم یوں اس طرح پیر زمین پر مار کر چل رہی" "ہو۔۔؟

اس نے بے چین سی سانس خارج کرتے ہوئے اپنی ماں کو اکتا کر نظر انداز کیا اور صوفے پر دھم سے بیٹھی۔۔

"اری کچھ پوچھ رہی ہوں میں۔۔"

ارجمند نے اسکے بگڑتے موڈ کو جانچتی نظروں سے دیکھا تو ناجیہ کو مزید کوفت ہونے لگی۔۔

"کیا ہے اٹاں۔۔ کیوں بلاوجہ سر پر سوار ہو۔۔؟"

اسکی اکتاہٹ پر ارجمند کی تیوریاں چڑھیں۔

یہ کیا طریقہ ہے بھلا ماں سے بات کرنے کا۔۔؟ آج کل کی نسل میں تو نام کو تمیز" نہیں رہی ارے جاکر سیکھو کچھ زمانی کی بیٹی سے۔۔ آواز تک نہیں سنائی دیتی اسکی۔۔ کیا سلیقے طریقے سے اُٹھتی بیٹھتی ہے۔ ہر آنکھ میں ستائش اُڈ آتی ہے اسے دیکھ کر اور "ایک تم ہو۔۔ کہ جسے چلنے کا ڈھنگ بھی نہیں آیا اب تک۔۔

اس کے دھم دھم کر کے چلنے پر چوٹ کرتیں وہ اسے سُلگا گئی تھیں۔ اور اہل کے حوالے نے تو جلتی پر تیل کا کام کیا تھا۔۔ وہ یکدم ہی ہتھ سے اُکھڑ گئی۔۔

ہاں تو جائیں اسے ہی بنا لیں اپنی بیٹی۔ میں تو ہوں ہی آوارہ اور منہوس۔ وہ بھی کوئی" دودھ کی دھلی نہیں ہے۔ ذرا آنکھیں کھول کر دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ کتنوں کو قابو کر رکھا ہے اس نے اپنی معصومیت سے۔۔

اس کے تنقّر سے کہنے پر ارجمند کی آنکھوں میں نا سمجھی اُبھری۔ اہل کا ایسا ذکر ناجیہ نے پہلے کبھی نہیں کیا تھا۔۔

”ارے کیا بک رہی ہے۔۔؟“

جب بات انکی سمجھ میں نہیں آئی تو اسے کوستے ہوئے پوچھا۔۔ جواباً وہ طیش میں بولی تھی۔۔

”آپکو کیا لگتا ہے کہ جس کو اپنے نفیس کے لیئے مانگ رہے ہیں وہ کوئی دیوی ہے یا پھر“
”دودھ کی دھلی ہے۔۔ ارے ولی کو پھنسا رکھا ہے اس نے۔“

اسکے منہ سے ایسی بات سُن کر ارجمند کو لگا انکی بیٹی کا دماغ چل گیا ہے۔۔ اسے زوردار
تھپڑ کندھے پر مارا تھا انہوں نے۔۔

کیا بکو اس کر رہی ہے لڑکی۔۔ کیلئے جارہی ہے۔۔؟ اہل کے لیئے۔۔ اپنی ہونے والی "
بھابھی کے لیئے ایسی بات کرتے شرم نہیں آرہی تھوڑی سی بھبی۔ اور وہ کیوں اس
حرام کی اولاد کو پھنسانے لگی۔۔؟ اور کیا باقی سارے لڑکے مر گئے ہیں۔۔ اس ولی پر تو
"کوئی تھوکے بھی نہیں۔۔"

انہوں نے اہل کی طرف داری میں ایک لمبا قصیدہ پڑھا تو ناجیہ کو مزید آگ لگی۔۔

ہاں ہاں۔۔ اب تم تو یہی کہو گی ناں۔۔ ہونے والی بہو جو ٹھہری تمہاری۔۔ مگر میں نے " اس دن خود اسے اپنی آنکھوں سے ولی کے ساتھ رنگ رلیاں مناتے دیکھا تھا اٹاں۔۔ اب "کہہ دو کے میں جھوٹ بول رہی ہوں اور میں تو ہوں ہی صدا کی جھوٹی۔۔

اسکی بات پر ارجمند کچھ سنجیدہ ہوئیں۔۔

"کب دیکھا تھا انہیں ساتھ تم نے۔۔؟"

انہیں اب بھی اسکی بات پر بھروسہ نہیں تھا۔۔

اس دن جس دن میں شادی میں گئی تھی سامیہ کی۔۔ توبہ توبہ۔۔ "اس نے بھرپور" اداکاری کرتے ہوئے کانوں کو ہاتھ لگائے۔۔ "پورا ایک گھنٹہ وہ ولی کے ساتھ گاڑی میں

بیٹھی گئے ہانک رہی تھی۔ میں تو نکل آئی گاڑی سے۔ مجھے تو شرم آرہی تھی انہیں اس
”طرح دیکھ کر۔۔“

اسکے مریچ مصالحہ لگا کر بتانے پر ارجمند کو اپنے کان تپتے ہوئے محسوس ہوئے۔ انہیں نہ
جانے کیوں اسکی باتیں سچ لگنے لگی تھیں۔۔

”تو سچ کہہ رہی ہے ناجیہ۔۔ دیکھ جھوٹ نہ بولنا مجھ سے۔۔“

انہوں نے تصدیق کرتے ہوئے اسے تنبیہ کی تو اس نے کانوں کو ہاتھ لگایا۔۔

معاف کرے مجھے اوپر والا اٹاں۔۔ اگر جو جھوٹ بولوں تو۔۔ مگر اٹاں ایک بات ہے کہ " اس سب میں ولی کا کوئی قصور نہیں ہے۔۔ وہ بیچارہ تو آنکھ تک اٹھا کر نہیں دیکھتا کسی "لڑکی کو۔۔ اس امل نے ہی دُورے ڈال کر پھنسیا ہے اسے۔۔

اس کے دل میں ٹھنڈک اُترتی جا رہی تھی۔ اب امل کو پتہ چلے گا کہ آخر احساسِ زیاں ہوتا کیا ہے۔ اس نے اس دن دروازے کے پار امل اور سامیہ کی باتیں سُن لی تھیں اور تب سے ہی اسکی جلن میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ اٹاں کو اس طرح سے بتا کر اسے کمینی سی خوشی ملی تھی۔ اور دوسری جانب ارجمند بیگم بہت کچھ سوچتے ہوئے اپنا دل پکڑ کر بیٹھ گئی تھیں۔۔ جو نفیس کو امل کے ساتھ اتنی جلدی شادی پر انکار کر دیا تھا تو کیا اس سب کے پیچھے وجہ انکا معاشقہ تھا۔۔؟ اور وہ حرام کی اولاد ولی۔۔۔ وہ تو پیدا ہی گندے خون سے ہوا تھا۔۔ ظاہر ہے وہی کرے گا جو اسکے ماں باپ نے کیا تھا۔۔ اس سے ہٹ کر کچھ تھوڑی کرے گا وہ۔۔ وہ منہ میں بڑبڑاتیں فون کی جانب بڑھیں تو ناجیہ کو لگا کہ اسکا کام ہو گیا۔ اب وہ بتاؤنگی اپنی بڑی جیٹھانی کو۔۔ اور اس طرح بات سارے

خاندان میں پھیل جائے گی۔۔ اور امل۔۔ اس کے چہرے پر گھٹیا مسکراہٹ اُبھری۔۔ وہ کہیں کی نہیں رہے گی۔۔ پھر ولی۔۔ صرف میرا ہوگا۔۔ صرف اور صرف میرا۔۔
کچھ دیر پہلے کی بے چینی اس پر سے چھٹ گئی تھی اور اب وہ خود کو بہت تازہ دم محسوس کر رہی تھی۔۔ رات کی پھیلتی سیاہی میں عجیب سی گھٹن گھلنے لگی تھی۔۔

وہ ڈیرے سے کچھ دیر پہلے ہی آیا تھا اور اس کے بڑھتے قدم اپنے لان سے متصل کمرے کی جانب تھے۔

لاؤنج میں عجیب سا رش ہو رہا تھا۔ اسکی نظر صوفوں کے درمیان حلقہ بنائے بیٹھی لڑکیوں پر پڑی جو ڈھولک درمیان میں رکھے بجا رہی تھیں۔ اوپر صوفے پر بی جان اور نگار بیگم بیٹھی تھیں۔ کچن سے لوازمات کی ٹرالی گھسیٹ کر لاتی نوراں پر اسکی نظر پڑی تو وہ

چونک کر سیدھا ہوا۔ اہل اسی سیاہ جوڑے میں ملبوس مگن سی نوراں سے باتیں کر رہی تھی۔ اس نے سنجیدگی سے بغیر کسی سے کوئی بات کیئے رُخ اپنے کمرے کی جانب موڑا۔ اسے عورتوں کے رش سے اُلجھن ہوتی تھی۔ کمرے میں آکر اس نے شانوں پر دھری بھوری شال کو اُتار کر صوفے پر ڈالا اور وہیں صوفے پر بیٹھ گیا۔ پھر جھک کر اپنے پیروں کو پشاوری چپلوں سے آزاد کیا اور بالوں میں ہاتھ پھیرتا واش روم کی جانب بڑھ گیا۔ جب واپس آیا تو اسکی آستینیں بازو تک چڑھی تھیں اور بازو کہنیوں تک گیلے ہو رہے تھے۔ اس نے جائے نماز ڈالا اور نیت باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ اسی پل نوراں نے دستک دے کر اسکے کمرے میں جھانکا تھا۔ وہ اسے نماز پڑھتا دیکھ کر واپس پلٹنے لگی تو اہل سے ٹکرا گئی۔۔

”کیا ہوا۔۔؟ ولی صاحب کھانا نہیں کھا رہے۔۔؟“

اسنے ادھ کُھلے دروازے سے کمرے میں جھانکا تو اسے ولی رکوع میں جھکا ہوا نظر آیا۔ اسکا دل بے اختیار ہو کر اسکی جانب ہمکنے لگا تو اس نے سر جھٹک کر جلدی سے دروازہ بند کیا اور نوراں کو کہا کہ کچھ دیر بعد آکر اس سے کھانے کا پوچھ جائے۔۔ نوراں اسی کے ساتھ واپس پلٹ گئی تھی۔۔

کچھ دیر بعد ولی نے اپنی نماز سے سلام پھیرا اور بغیر دعا مانگے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے عرصے سے دعا مانگنا چھوڑ دی تھی۔ اسے اپنے لیے امل بھی نہیں چاہیے تھی۔ وہ اسے اپنے ساتھ عذاب میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔ جائے نماز لپیٹ کر صوفے پر ڈالتا وہ کمرے سے باہر آیا اور لان کی جانب قدم بڑھا دیے۔ اندر آتے بختیار سے اسکا سامنہ ہوا تھا۔۔ اور اسے دیکھتے ہی جو تلخ تبسم بختیار کے چہرے پر اُبھرا وہ ولی کی پیشانی شکن آلود کرنے کے لیے کافی تھا۔

تو جناب نے اپنے بچے اس حویلی میں کچھ اور گاڑ لیئے ہیں۔۔ آغا جان کے چند کام " کر کے۔۔ انکی جوتیاں سیدھی کر کے جو تم اس حویلی میں اپنی جگہ بنانا چاہتے ہوناں ولی۔۔ اس سے مجھے بے خبر مت سمجھو۔۔ لیکن ایک بات بھی میری یاد رکھنا۔۔ اس "ریشم کے گھر میں تم ٹاٹ کے پیوند کی حیثیت سے رہو گے ہمیشہ۔۔

شاید کسی نے اسے نور آباد والی زمین کے کامیابی سے مل جانے کی اطلاع کر دی تھی۔ اور آغا جان کے سامنے اپنی حیثیت ایک بار پھر صفر رہ جانے پر وہ کھول کر رہ گیا تھا۔ ولی نے سخت چہرہ لیئے اسے دیکھا۔ اور پھر پلٹ کر گھر میں موجود ہنگامے کو۔۔

"کیا پھر سے تم اپنا تماشہ شروع کرنا چاہتے ہو۔۔؟"

"تماشہ۔۔ کونسا تماشہ۔۔ کون کر رہا ہے تماشہ۔۔؟ میں۔۔۔؟"

اپنے سینے پر دستک دے کر اس سے پوچھا تو ولی نے دانت جمائے۔۔

نہ تو تم کل پیدا ہوئے ہو ولی اور نہ میں۔۔ کون تماشہ کر رہا ہے اور کون آغا جان کو اپنے " اشاروں پر نچا رہا ہے یہ تو تم بھی جانتے ہو اور میں بھی۔۔ میں تو انکی اولاد ہو کر انکا اتنا وفادار نہیں اور تم۔۔۔ تم تو مہرے ایک ملازم۔۔ تم کیوں اتنے پھرتیلے ہو گئے ہو۔۔ انکی "بیماری اور کمزوری میں۔۔؟

اسکے زہر خندہ سے استفسار پر ولی کے چہرے پر سرد سی مسکراہٹ اُبھری۔۔

جب کوئی اپنی جگہ چھوڑ دیتا ہے تو دراصل وہ دوسروں کو دعوت دے رہا ہوتا ہے اپنی " خالی کی گئی جگہ پُر کرنے کی۔ میں تو غیر ہوں۔ میں نے کبھی خود کو اس گھر کا فرد

بنانے کی کوشش کی بھی نہیں ہے۔۔ لیکن تم تو اپنے ہو۔۔ اپنا خون ہو۔۔ تم نے اس
سارے عرصے میں اس خون کا کتنا حق ادا کیا ہے۔۔؟ تم نے ایک باپ کی کتنی جوتیاں
سیدھی کی ہیں۔۔؟ تم نے کب انکے چڑھتے بڑھاپے میں انہیں اپنا کندھا فراہم کیا
”ہے۔۔؟ کیا کبھی کیا۔۔؟ نہیں۔۔“

اس نے نفی میں سر ہلا کر بختیار کا سیاہ پڑتا چہرہ دیکھا۔۔

اس دنیا میں ہر چیز کا نعم البدل ہوتا ہے بختیار۔۔ اور جو ایسا سمجھتے ہیں کہ ایسا نہیں ”
ہوتا۔۔ وہ بکو اس کرتے ہیں۔۔ دھوکہ دیتے ہیں خود کو۔۔ مکر کرتے ہیں خود کے ساتھ۔۔
تم بھی یہی کر رہے ہو۔۔ کرو۔۔ شوق سے کرو۔۔ لیکن ایک دن تمہاری اولاد تمہیں بھی
اسی طرح ایک طرف ڈال دیگی۔۔ اس دن تم بھی کسی ولی احمد کا انتظار کرو گے۔۔
”لیکن نہیں۔۔۔“

وہ رک کر پل بھر کے لیئے مسکرایا تھا۔۔ اور اسکے چہرے پر ایسی آگ تھی۔۔ جو سب
جلا کر خاک کر دینے کے لیئے کافی تھی۔۔

ولی احمد صرف انہی کو ملا کرتا ہے جو اپنے ظرف کا دامن بڑا کر کے کسی ناجائز کو اپنی "
جائز زندگیوں میں جگہ دیتا ہے۔۔ ولی احمد ہر کسی کی زندگی میں نہیں ہوتا۔ اور ہر کوئی
"شیخ زمان نہیں ہوتا۔۔"

آخر میں اسکے لہجے کی ہتک پر بختیار کا چہرہ سُرخ پڑنے لگا تھا۔ اپنی بد اعمالیوں کی
داستان کسی کے منہ سے سن کر انسانوں کے چہرہ اسی طرح سُرخ پڑ جایا کرتے
ہیں۔۔۔ وہ اس پر سخت نگاہ ڈال کر آگے بڑھنے لگا کہ بختیار کا ہاتھ اسے یکدم روک گیا۔

اس نے اسکے بازو کو پکڑ کر اسے آگے بڑھنے سے روکا تھا۔ ولی نے بہت ضبط سے اسے دیکھا۔۔ وہ بھی جواباً کاٹ کھانے والی نظروں سے ولی کو دیکھ رہا تھا۔۔

تمہیں بہت باتیں کرنی آگئی ہیں ولی۔۔ تم ذلت بھولنے لگے ہو۔۔ تم اپنے سے اونچا "دیکھنے لگے ہو جو کہ تمہارے لیے بالکل بھی درست نہیں۔۔ کیا بھول گئے کہ کس طرح "زندگی گزاری ہے تم نے۔۔

ولی کے برف چہرے پر ایک آنچ سی مسکراہٹ اُبھری۔۔ ایسی مسکراہٹ جس سے بختیار بے سکون ہوا تھا۔

پتہ نہیں سب آج کل مجھے میرے ماضی کے گزرے اوراق کیوں یاد دلانا چاہ رہے "ہیں۔۔؟ شاید میں تم لوگوں کے گلے میں پھنسی ہڈی بننے لگا ہوں۔۔ جسے نہ تم نکل

سکتے ہو اور نہ اُگل سکتے ہو۔ لیکن یہ سب میں نہیں کر رہا بختیار۔ یہ سب تو تمہاری اپنی جمع کی گڈیں بد اعمالیاں ہیں جو تمہیں اس طرح خوف زدہ کیئے ہوئے ہیں۔ یہ تمہارے اپنے ہاتھوں کمائے گناہ ہیں جو تمہیں چین نہیں لینے دے رہے۔ ولی تو کل بھی مٹی تھا "اور آج بھی مٹی ہے۔ ولی کو تو نہ کل کسی چیز کی چاہ تھی اور نہ آج ہے۔۔ لیکن تم۔۔

اس نے اسکا ہاتھ اپنے بازو سے جھٹکا۔ چہرے پر رقصاں مسکراہٹ اب غمراہٹ میں بدلنے لگی تھی۔۔

تم کبھی چین سے نہیں جی سکو گے۔ جو بے گناہوں کو بے وجہ سزا دیا کرتے ہیں " قدرت انہیں کبھی معاف نہیں کرتی۔ تم بھی قدرت کے نشانے پر ہو۔ سب ہیں۔۔ تم سب۔۔ اور اپنے کارما کو اب تم سب بھگتو گے۔۔ جلدید بدیر۔۔ مگر بھگتو گے "ضرور۔۔

اس نے اسکے مکروہ چہرے پر نگاہِ غلط ڈالی اور سختی سے لب بھیچنے آگے بڑھ گیا۔ مختیار دروازے میں اب تک کھڑا سُلگ رہا تھا۔ ڈھول کی آواز سے حویلی اب کے گُونجنے لگی تھی۔۔

مجھے ناجیہ نے بتایا ہے نگار بھابھی کہ وہ ولی کے ساتھ پورا ایک گھنٹہ گاڑی میں بیٹھی "گپے مار رہی تھی۔ اف توبہ۔۔ میں نے تو اپنے کانوں کو چُھوا۔ دیکھنے میں تو کیسی معصوم صورت بھولی بھالی لگتی ہے مگر حرکتیں توبہ بھابھی۔۔ میں تو اپنے نفیس کے لیے پریشان ہوں۔ کہتا ہے کہ شادی کرے گا تو صرف امل سے۔۔ نہیں تو ساری عمر چھڑا "چھانٹ رہے گا۔۔ اب بتاؤ ذرا میں کیا کروں۔۔"

فون کان سے لگائے وہ چہرے پر ڈھیروں فکر مندی لیئے فون کی دوسری جانب موجود
نگار بیگم سے پوچھ رہی تھیں۔۔ انکے جواب پر چند لمحے خاموشی سے سُنے گئیں پھر کہنے
لگیں۔۔

”بھابھی تم آجاؤ ناں گھر۔۔ پھر مل کر بات کرتے ہیں۔۔“

انہوں نے الوداعی کلمات کہہ کر فون رکھا اور بے تابی سے شام کا انتظار کرنے لگیں۔۔
کب وہ نگار بیگم سے ملیں گی اور کب اس موضوع پر بات کرنا انہیں نصیب ہوگا۔۔ اس
سارے قصے سے بے خبر ذرا فاصلے پر واقع اونچے ستونوں پر جمی سفید تویلی کھڑی تھی۔
سردیوں کی نرم دھوپ تویلی کے وسیع و عریض لان پر گر رہی تھی۔ سارے ماحول کی
خنکی خود میں سمیٹ کر گرتی دھوپ کے نرم ذروں نے سب کچھ نرم گرم سا کر دیا تھا۔
وہ بھی تیار ہو کر تویلی کے داخلی دروازے سے باہر نکلی اور پتھریلی روش پر چلتی بی جان

تک پہنچی جو لان میں آغا جان کے ساتھ بیٹھیں سردیوں کی دُھوپ سے لطف اندوز ہوتی
چائے کے گھونٹ بھر رہی تھیں۔ اسے آتا دیکھ کر مسکرائیں۔ زمان بھی اسے دیکھ کر
شفقت سے مسکرائے تھے۔ وہ انکی زندگی کے باغ کا سب سے حسین گلاب تھی۔۔ کھلتا
ہوا حسین گلاب۔۔

اس نے سفید یونیفارم پر بڑی سی سیاہ چادر سے خود کو ڈھک رکھا تھا۔ ہاتھ میں پکڑی چند
فائلز اور کلج کا سفید دوپٹہ لپیٹے وہ ان تک پہنچی۔۔

”آغا جان۔۔ فرید کب تک آئے گا فارغ ہو کر۔۔؟“

اس نے غالباً ڈرائیور کا نام لیتے پریشانی سے استفسار کیا تھا۔ سوندھی ہوا سے اسکی چادر
پھڑپھڑانے لگی۔۔

اسکی بیوی بیمار ہے بیٹا۔ آنا بہت مشکل ہے اسکا۔۔ تم کیوں پریشان ہو رہی ہو۔۔ ولی“
لے جائے گا تمہیں۔۔ ابھی بس ڈیرے کے لیئے نکلنے ہی والا ہے وہ۔۔ ارے وہ دیکھو
”اگیا ولی۔۔

انکے کہنے پر وہ بے ساختہ مڑی تھی اور اسی سرعت سے اس نے اپنا رخ واپس بھی موڑ
لیا تھا۔ اسکی سیاہ چادر اسکے بالوں سے پھسلی تو اس نے آگے سے کھینچ کر اسے ماتھے پر
برابر کیا۔۔ وہ آ رہا تھا پیچھے سے۔۔ اسکے اتنے قرب پر بھلا وہ کیسے نارمل رہ سکتی تھی۔۔
عموماً اس کا دوپٹہ یا تو شانوں پر ہوتا تھا یا پھر کبھی کبھی سر پر، مگر ولی کی موجودگی میں وہ
اسی طرح کنفیوژ ہو کر اُلٹی سیدھی حرکتیں کر جایا کرتی تھی۔۔

”اسلام علیکم“

قریب پہنچ کر اس نے دھیمے لہجے میں سلام کیا اور پھر جب وہ جھک کر بی جان سے پیار لینے لگا تو امل کی نظریں اسکے سر اُپے پر پھسلیں۔۔ اس نے نسواری رنگ کی قمیص شلوار پر سیاہ چادر گردن کے گرد لپیٹ رکھی تھی۔۔ چہرہ ہمیشہ کی طرح سنجیدہ تھا البتہ آنکھوں کا گلابی پن اسے معمول سے کچھ زیادہ محسوس ہوا۔۔ شاید وہ پچھلی ساری رات پھر نہیں سویا تھا۔۔

"ڈیرے پر جارہے ہو ولی۔۔؟"

آغا جان نے چائے کا کپ سامنے سفید میز پر رکھا اور پھر اسے دیکھتے پوچھا۔۔ اس نے اثبات میں سر ہلا کر جواب دیا تھا۔۔

"جی سردار بابا۔۔ کوئی کام تھا۔۔؟"

اور پھر اسکی سرسری سی اُٹھی نگاہ امل پر پڑی تھی۔۔ امل نے ہاتھ میں پکڑی فائل کا
کونا انگوٹھے سے کُترا۔

بیٹا فرید نہیں آئے گاتین چار دن اور ہماری امل کے ہورہے ہیں پرچے۔۔ تم اسے "
"کلج لے کر بھی جاؤ اور کلج سے لے کر بھی آنا۔۔

اسے نرمی سے حکم دے کر انہوں نے اپنا کپ اٹھایا تو ولی نے اسی گہری سنجیدگی سے
سر ہلایا۔۔

"جی سردار بابا۔۔"

اور پھر اسکی جانب مڑا۔۔

”آئیے بی بی“

وہ آگے بڑھا تو امل بھی بی جان سے سر پر پیار لیتی اسکے پیچھے آئی۔ ولی نے فرنٹ سیٹ سنبھالی اور امل نے پچھلی سیٹ۔۔ اسے ایک نظر دیکھ کر ولی نے کار آگے بڑھا دی تھی۔

کھیتوں کے درمیان بنی کچی سڑک پر انکی گاڑی دوڑ رہی تھی۔ آس پاس سرسوں کے کھیتوں پر گرتی نرم دھوپ نے سارے سبزہ زار کو چمکا رکھا تھا۔ ایک لے میں بہتی ہوا سے ایک سمت کو لہلاتے پھول امل کو اس سمے بہت بھلے لگے تھے۔ اس نے پلکیں

جھپکا کر چہرہ اندر موڑا اور پھر شد رنگ آنکھوں سے پیچھے جھانکتے شیشے کو دیکھا۔ ولی کا سنجیدہ اور کافی حد تک اجنبی سا چہرہ اسکے سامنے آیا تھا۔ وہ اتنی گہری سنجیدگی سے ڈرائیو کر رہا تھا کہ اہل نے اسے دوبارہ دیکھنے کی ہمت تک نہ کی۔ کبھی کبھی وہ ایسی نرمی برتتا تھا گویا سارے کا سارے اسکا ہو اور کبھی کبھی یوں اجنبی ہو جاتا گویا اسے جانتا تک نہ ہو۔ کل کے واقعے کے بعد اسے لگا تھا کہ اس کا پچھلے چار سال کا چڑھایا ہوا سخت سا خول کچھ تو چٹخ ہی گیا ہو گا مگر نہیں۔۔ ولی آج بھی اس سے اتنا ہی دُور اتنا ہی اجنبی تھا۔ یہ اسکا انداز تھا اور وہ اس سے بخوبی واقف تھی۔ کسی لمحے کے زیر اثر وہ کبھی بھی اسکے روبرو نہیں آیا تھا۔۔

یا پھر شاید اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ اسکی نرمی کے باعث آزمائش کا شکار ہو رہی ہے اسی لیے اس نے ہمیشہ کی طرح اس بکھرتے احساس کو سمیٹنے کے لیے خود کے گرد اندیکھا سا حصار کھینچا تھا۔ اور اس حصار نے اہل کی ساری اُمیدوں پر ہمیشہ کی طرح پانی پھیر دیا تھا۔ اس کا دل دُوب دُوب کر اُبھرنے لگا مگر وہ اسکی حالت سے یکسر انجان گہری خاموشی سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ جیسے اسکے نزدیک اس سے زیادہ کچھ بھی اہم نہ ہو۔۔

اس نے اپنی فائل کا کونا پھر سے انگوٹھے سے کترنا شروع کیا۔ گاڑی میں پھیلی اس خاموشی نے اسے مزید نروس کر دیا تھا۔

”ٹائم کیا ہے آپکی چُھٹی کا۔۔؟“

اس نے اسے دیکھنے کی زحمت بھی نہیں کی تھی۔ سامنے لگے شیشے کے پار دیکھتے اس نے بے تاثر سا سوال کیا تھا۔ امل نے خشک ہوتے ہونٹوں کو آپس میں مس کیا اور بے اختیار پلکیں جھپکائیں۔

”بارہ بجے ہے چُھٹی۔۔“

سر کو جھکائے اس نے کمزور سی آواز میں کہا تو ولی نے اثبات میں سر ہلاتے گاڑی کلج کے گیٹ کے آگے روکی۔۔ وہ ہونٹ کاٹتی باہر نکلی اور دروازہ بند کر کے کلج کے گیٹ کی سمت بڑھ گئی۔ ولی اب بھی ویسے ہی سامنے دیکھ رہا تھا۔ جب وہ کلج کے اندر بڑھ گئی تو وہ گاڑی نکال لے گیا۔ امل آنکھوں میں ڈھیروں پانی لیے کلج کے اندرونی دروازے کی جانب بڑھی تھی۔ اسکا دل بہت سے احساسات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔۔

ساری زندگی گند کا ڈھیر رہو گے تم۔ کبھی عزت کی زندگی نہیں گزار سکو گے۔۔۔"

ڈرائیو کرتے اسکے ذہن کے کہیں پچھلے حصے میں بہت عرصے پہلے کہی گڈیں نگار بیگم کی باتیں گونجی تھیں۔ اس نے ضبط سے دانت جمائے اور گاڑی کی رفتار کو بڑھا دیا۔۔

کیا ضرورت تھی حرام کی اولادیں گھر میں پلنے کی۔۔ اب جو بھی زمان کے ساتھ ہوگا وہ "خود بھگتے گا۔۔ کیونکہ گندے خون ہمیشہ بربادی لاتے ہیں۔۔ کبھی خوشحالی کا تصور نہیں "کر سکتا انسان انکے ساتھ رہتے ہوئے۔۔

اسکے آس پاس شور بہت بڑھ گیا تھا۔ اسے اس شور میں ہر ایک کی آواز سنائی دینے لگی تھی۔ وہ ان سب کو بھولا ہی کب تھا۔ اس نے تو ان آوازوں کے ساتھ اپنا سارا بچپن گزارا تھا۔ اس نے ان آوازوں سے پیچھا چھڑانے کی بہت کوششیں کی تھیں۔ اس نے اس سب سے آزادی کے لیے بہت ایڑیاں رگڑی تھیں مگر لوگوں کے کسے گئے فقرے۔۔ انکی دی گڈیں گالیاں۔۔ انکے منہ سے نکلتے بددعاؤں کے سیلاب نے اسے چین لینے ہی کب دیا تھا۔۔ اس نے سکون آخر دیکھا ہی کب تھا۔۔ اسکی آنکھوں میں اب ضبط کے باعث گہری سُرخی اُبھرنے لگی تھی۔ اسٹیئرنگ کو تھامے اسکے ہاتھ مزید سخت ہوئے تھے۔

اس نے بے ساختہ اپنی جلتی گردن پر ہاتھ رکھا۔ اس گردن پر کبھی حسین احمد کی گرفت بہت سخت رہی تھی۔ یکایک اسکے رُخسار میں جلن ہونے لگی۔ اس رخسار پر اس نے بارہا لوگوں کے طمانچے سے تمھے۔ اسے وہ رات آج بھی یاد تھی جب اسے اندھیرے کباڑ خانے میں ڈال کر باہر سے دروازہ بند کر دیا گیا تھا اور اس کباڑ خانے کے اندر رال ٹپکنا خونخوار کُتّا چھوڑ دیا گیا تھا۔ جس سے لڑتے اس نے ساری رات گزاری تھی اور علی الصبح جب اسکی لاش دیکھنے کے لیے حسین احمد نے دروازہ کھولا تو اسے زندہ دیکھ کر وہ دنگ رہ گیا تھا۔ اس نے وہ رات سروائیو کر لی تھی۔ اس نے وہ عذاب جھیل لیا تھا۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھاتا اندر داخل ہوا اور ایک جانب پڑے مرے ہوئے کتے کو دیکھا۔ اسکی گردن سے ڈھیروں ڈھیر خون بہہ کر ولی کے پاؤں پر جماتا تھا اور ولی۔۔ وہ بُت بنا بیٹھا تھا۔ جیسے پتھر کا ہو گیا ہو۔ اسکی آنکھوں کی پتلیوں میں کوئی زندگی باقی نہیں رہی تھی۔

میں نے اسے مار دیا۔۔ وہ مجھے نوچ رہا تھا۔ مجھے چیر پھاڑ دینا چاہتا تھا تو میں نے اسکی ”جان لے لی۔ میں نے اپنا بدلہ نہیں چھوڑا۔ میں اپنا بدلہ کسی پر نہیں چھوڑونگا۔“

اسکے ہاتھ میں کوئی نوکیلی چیز تھی۔۔ کوئی شیشہ تھا شاید۔۔ جسے اس نے بند مٹھی میں دبا رکھا تھا۔ خون کی چند بوندیں اسکی بند مٹھی سے ٹپک کر نیچے کچی زمین میں جذب ہوئیں تو اس نے ساکت پتلیاں جھپک کر چہرہ اوپر اٹھا کر حسین احمد کو دیکھا۔۔

تم بہت ظالم ہو ولی۔۔ بہت بڑا سروائیور ہو۔ تمہیں کبھی کوئی آگ نہیں جلا سکے گی ”کیونکہ تم خود آگ ہو۔ تم خود ایک عذاب ہو۔۔ اور عذاب، عذاب کو نہیں کاٹا کرتا۔“

”کیا میرے لیئے کام کرو گے۔۔؟“

اسکے کہنے پر اسکی نسواری آنکھوں میں خون اُترا۔ وہ محض ایک چودہ سالہ لڑکا تھا۔ پتلہ
دُبلّا سا۔۔ مگر اسکی آنکھوں میں جلتی آگ حسین احمد کو بہت متاثر کیا کرتی تھی۔

میں کبھی تمہارا کام نہیں کروں گا۔۔ کبھی تمہارے لینے کام نہیں کروں گا۔۔ کبھی تم پر "
"تھو کوں گا بھی نہیں۔۔"

ایک زنائے دار چائٹا اسے پڑا تو وہ بے اختیار ایک جانب کو لڑھکا۔۔ اسے کھانسی آئی
تھی۔ گہرے گہرے سانس لیتے اس نے چہرہ دوبارہ حسین کی جانب گھمایا تھا۔۔

اس رات مسجد کے دروازے پر تمہیں ڈالنے کے بعد تمہاری ماں کو میں نے اسی کُتے "
کے حوالے کیا تھا اور اس وفادار نے مجھے مایوس نہیں کیا ولی۔۔ لیکن تم۔۔ تم نے
"ثابت کر دیا کہ تم میرا ہی خون ہو۔ مجھ سے ہی پیدا ہو۔۔"

ولی چند پل بے یقینی سے اسکا چہرہ دیکھتا رہا۔ اسے لگا وہ کبھی سانس نہیں لے سکے گا۔
اسے لگا وہ پتھر کا ہو جائے گا۔۔ اسے لگا وہ مر جائے گا۔۔ مگر وہ نہیں مرا۔۔ وہ بچ گیا۔۔
حقیقت جاننے کے بعد بھی بچ گیا تھا وہ۔۔ اسکا باپ کوئی اور نہیں حسین احمد تھا جسکے
ناجائز تعلقات سے پیدا ہونے والا ولی اب اسکے لیئے ایک گالی کے سوا کچھ نہ تھا۔ تو یہ
تھا وہ سچ جسے سننے کے لیئے اسکے کانوں نے چودہ سالوں سے انتظار کیا تھا۔۔! یہ تھا
! اسکا سچ۔۔ حسین احمد تھا اسکا باپ۔۔ اور وہ تھا اسکی ناجائز اولاد۔۔

”کیوں کیا تم نے اتنا بڑا ظلم۔۔۔؟؟؟“

اسکے جسم میں گردش کرتا سارا خون اسکے دل کے گرد جما ہونے لگا تھا۔ ایک کے بعد
ایک لہر اسکے سر سے لیکر پیر تک گزر رہی تھی۔ اور وہ ان لہروں کے اثر سے ٹھنڈا پڑتا

جارہا تھا۔ وہ سفید پڑ رہا تھا۔۔ اس کے جسم سے جان ختم ہو رہی تھی۔۔ ختم ہونے کو
تھی۔۔

محبت کرتا تھا میں تمہاری ماں سے۔۔ اسے روکتا رہا مگر وہ مجھے بہکا رہی تھی۔ اس "۔
سب میں سب سے زیادہ قصور وار تمہاری ماں تھی۔ لیکن جب مجھے لگا میں تمہیں افورڈ
نہیں کر سکتا تو میں نے تمہیں مسجد کے باہر ڈلوا یا اور رات کے اندھیرے میں تمہاری
ماں کو اسی کباڑ خانے میں لا کر پھینگ گیا پھر اس کے بعد وہ تھی اور یہ خونخوار وفادار۔۔ مگر
"اوہ ہار گئی اور تم۔۔ تم جیت گئے ولی۔۔

اسکی سماعت میں پگھلا سیسہ اُنڈیل دیا تھا حسین نے۔ اسے اپنی سماعتیں جلتی محسوس
ہوئیں۔ رگوں میں گویا ٹوٹے کلچ سے بکھر گئے۔ اسکی نس نس میں درد ہونے لگا تھا۔
آنکھوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر گرتے آنسو اب کے اس کے جذب ہوئے خون پر گر رہے تھے۔

اس نے کھینچ کر سانس لیا۔۔ اسے سانس لینے میں دُشواری ہو رہی تھی۔۔ کانچ چھوڑ کر اس نے خون میں لت پت ہتھیلی اپنے پھولتے سینے پر رکھی۔۔ اسکا کوئی سینہ گھونٹ رہا تھا۔ کوئی اسکی سانسیں ضبط کر رہا تھا۔۔

تمہیں زندہ نہیں بچنا چاہیے تھا ولی۔۔ مگر بچ گئے۔۔ تم نے زندہ رہ کر غلطی کر دی ولی۔۔ " تمہیں مرنا تھا۔۔ تمہارا زندگی سے رشتہ میرے لیئے بہت مہنگا ہے مگر میں تمہیں زندہ "چھوڑ رہا ہوں۔ تمہیں نئی زندگی سے نواز رہا ہوں۔۔ جاؤ جیو اپنی زندگی۔۔

موت کا صور اسکی سماعتوں میں پھونک کر وہ اس سے زندہ رہنے کا مطالبہ کر رہا تھا۔ ولی کی سانس اکھڑنے لگی۔ اسکی آنکھوں سے آنسو ویسے ہی بہہ رہے تھے۔۔ اسی طرح متواتر۔۔ وہ زمین پر لوٹنے لگا۔۔ اسکے جگہ جگہ سے مچھے لباس پر اسکے زخموں سے رستا خون لگا تھا۔۔ حسین احمد کھڑا ہوا اور پھر اسے نفرت سے دیکھ کر پیر سے ٹھوکر مار کر

پرے کیا اور کباڑ خانے کے دروازے کو بند کرتا باہر نکل گیا۔۔ ولی اب تک زمین پر تڑپتا
ہوا لوٹ رہا تھا۔ ایک جانب مرے کُتے کی ادھ کھلی آنکھوں میں دیکھتے دیکھتے وہ پھوٹ
پھوٹ کر رودیا تھا۔ کتنا ویسے ہی بے سُدھ ایک جانب پڑا رہا اور سیاہ رات پر چڑھا گناہوں۔
کا ورق فجر کی صداؤں سے دھلنے لگا۔۔ ایک اذیت تمام ہوئی تھی۔۔ ایک اذیت کا آغاز
!! ہوا تھا۔۔۔۔

اس نے گاڑی ایک جانب روکی اور پھر کار سے نکل آیا۔ اسے ویسی ہی گھٹن ہو رہی تھی
جیسی اس رات ہوئی تھی۔ اس نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھا تو اسے اندازہ ہوا کہ اسکی
آنکھیں گیلی تھیں۔ اس نے چونک کر چہرے پر ہاتھ پھیرا تو اسے اندازہ ہوا کہ اسکا تو
سارا چہرہ ہی بھیکا ہوا تھا۔ یہ کب ہوا۔۔؟ اسے تو خبر ہی نہیں تھی کہ وہ رو رہا ہے۔ وہ
کیوں رو رہا تھا نہیں جانتا تھا۔ مگر وہ بس رونا چاہتا تھا۔۔ اسکے اندر برسوں سے جمے آنسو

اٹل کی نرم سی محبت میں پگھلنے لگے تھے۔۔ برف سا ولی اس محبت میں قطرہ قطرہ پگھل رہا تھا۔ اس نے اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی سیدھی کر کے نگاہوں کے سامنے کی۔ اس ہتھیلی پر آج بھی اس زخم کا نشان تھا۔ بلکہ اسکے تو سارے جسم پر نشان تھے۔۔ اور جو نشان اسکی روح پر تھے اسکا اندازہ کرنا تو اس نے کب کا چھوڑ دیا تھا۔۔
وہ اسے کبھی نہیں ملے گی۔۔

وہ اسکی کبھی نہیں ہو سکے گی۔۔

وہ اسے اپنے قریب کبھی نہیں آنے دیگا۔۔

اور یہی باتیں سوچ کر اسکے دل سے خون رسنے لگا تھا۔ گلابی پڑتی آنکھوں پر اس نے بازو رکھا اور خود کو رونے سے روکا۔۔ اسکے گلے میں آنسوؤں کا گولہ سا پھنس رہا تھا۔ جب ضبط کے باعث اسکا گلا دکھنے لگا تو اس نے گہرے گہرے سانس لے کر خود کو نارمل کیا۔۔
اسکے اندر پھر سے ٹوٹے کلچ بکھرنے لگے تھے اور ولی اپنی بکھری ذات کو سمیٹتا ہانپنے لگا تھا۔۔ ولی تمھکنے لگا تھا۔۔ ولی احمد تمھک گیا تھا۔۔

دوسری جانب اپنے تاریک کمرے میں نرم سے بستر پر چت لیٹا حسین چھت کو تکتا مسکرا رہا تھا۔۔ اس چہرے پر آج بھی وہی سقا کیت تھی جو اس رات قائم تھی۔ یہ وجود آج بھی اتنا ہی سرد تھا جتنا کہ کئی سال پہلے تھا۔ اس وجود پر آج بھی سرد مہری کا وہی خول چڑھا تھا جو بہت برس پہلے تھا۔۔ حسین آج بھی وہی تھا۔۔ مگر ولی۔۔ وہ ہر دفعہ کی طرح ٹوٹ کر بکھر رہا تھا۔۔ ہر رات اپنے ماضی کے زخموں کو اُدھیرتا ولی جانتا تھا کہ وہ کبھی نارمل نہیں ہو سکے گا۔۔ وہ اب کبھی زندگی کو نہیں جی سکتا تھا۔۔ اس پر زندگی حرام تھی۔۔ اور جس سے اس نے ساری زندگی سے بڑھ کر محبت کی تھی اسکا ساتھ تو خیر ویسے بھی اسکے لینے حرام کر دیا گیا تھا۔۔

اس نے نم آنکھوں کو بے دردی سے رگڑا اور گاڑی کی جانب چلا آیا۔ دروازہ زور سے بند کیا اور کار حسین احمد کی تویلی کو جاتے راستے پر ڈال دی۔ اس نے اتنے برس انتظار کیا تھا۔۔ اس نے اتنے سال سے طاقت جمع کی تھی۔۔ اب بھی وہ یہی کر رہا تھا۔۔ ایک ہی مقصد تھا اسکا۔۔ حسین احمد کو قتل کرنا۔۔ ڈرائیو کرتے اب اسکے چہرے پر بھی ویسی ہی سقا کیت تھی جو حسین کے چہرے کا خاصہ تھی۔۔ وہ اب تک زندہ اس لینے رہا تھا تاکہ

حسین احمد کو اپنے ہاتھوں سے مار سکے۔۔ اور وہ ایسا ضرور کرے گا۔۔ بھلے ہی اسکے بعد اسے پھانسی ہو جائے۔۔ اسے اپنی کوئی پرواہ نہیں تھی۔۔ اسے اپنی ذات سے کوئی غرض نہیں تھا۔۔ اسے بس حسین کا سر چاہیئے تھا۔۔ اور جب تک وہ اسے اپنے ہاتھوں سے قتل نہیں کر دیتا اسے کسی طور چین نہیں آتا تھا۔۔ اسکے جمے دانت اور کنپٹی کو جاتی اُبھری رگ غصے سے پھڑک رہی تھی۔۔ کوئی اسے دیکھتا تو ڈر جاتا۔۔ یہ تو وہ ولی تھا ہی نہیں۔۔ یہ تو کوئی اور شخص تھا۔۔

گاؤں کی کچی سڑک پر دوڑتی گاڑی ہر لمحے سفید حویلی کے قریب ہوتی جا رہی تھی۔۔ آتے وقت کے قدموں کی خوفناک دھمک کوئی بھی محسوس کر سکتا تھا۔۔

ہاشم نے ڈیرے کا لکڑی کی باڑھ کا بنا گیٹ پار کیا اور قدم قدم چلتا ڈیرے کے کئی ایکڑ پر پھیلے باغ کو آنکھیں چنڈھیا کر دور تک دیکھتا رہا۔ دھوپ اب ذرا سر پر چڑھی محسوس ہو رہی تھی اور سارا سبزہ زار سردی کی نرم سی دھوپ میں نہایا ہوا تھا۔ اس نے ایک

نظر ڈیرے کے داخلی دروازے پر کھڑے ملازم پر ڈالی جو ہاتھ میں بڑی سی کلاشن لیئے
پتھر سا چہرہ سامنے کے جانب کیئے بہت محتاط سا کھڑا تھا۔ اور سب جانتے تھے کہ وہ عام
ساگارد ہرگز نہیں تھا۔ اس نے چنڈھیائیں ہوئی آنکھوں سے لان کی گھاس کو دیکھا اور
پھر اوپری طرف اٹھے سبزہ زار کے حصے کی جانب بڑھ گیا۔ سبزہ زار کے پچھلی طرف
ایک چھوٹا سا پُرانا کمرہ بنا تھا۔ اس کے لوہے کا دروازہ زنگ آلود تھا اور دروازے کے
آگے بھی بے تحاشہ کاٹھ کباڑ پھیلا تھا۔۔۔ یہ کمرہ پُر تعیش سے ڈیرے سے قدرے مختلف
قدرے قدیم سا لگتا تھا۔۔۔ بہت سے رازوں کا امین۔۔۔ بہت سے گناہوں کا گواہ۔۔۔ قدیم
! زندان۔۔۔

اس نے سامنے پڑے کباڑ کو پیر سے پرے کیا اور دروازے کو دھکیلتا اندر داخل ہوا۔
دروازہ خاصہ پُرانا تھا اسی لیے اس پر کسی قسم کا کوئی ناب کوئی تالا نہیں تھا۔ اسکی ناب
والی جگہ پر ایک گول سا خالی حصہ تھا۔ جیسے اس دروازے کا کوئی لاک رہا ہو مگر کسی
کے بُری طرح سے کھینچنے پر وہ باہر نکل گیا ہو۔ کمرے کا اندرونی منظر ویسے ہی تھا جیسے
کسی بھی کباڑ خانے کا ہونا چاہیئے تھا۔ ایک طرف پڑی پُرانی لکڑیاں اور اسکے ساتھ ہی

بکھرے بہت سے بڑے چھوٹے سرے۔۔ کمرے کے بائیں جانب چند پیٹیاں رکھی
تھیں جن پر صدیوں کی جمی دھول اسے کمرے کی چھت کے کھلے حصے سے اندر گرتی
روشنی میں نظر آرہی تھی۔ اس نے سامنے رکھی چند پرانی کرسیوں کو دیکھا۔ وہ لکڑی کی
خاصی مضبوط کرسیاں لگتی تھیں جنہیں آؤٹ آف فیشن ہونے کے باعث یہاں لاڈالا
گیا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر اونڈھی پڑی ایک کرسی کو سیدھا کیا اور پھر اس پر لگے
خون کے دھبوں کو دیکھتے اسکی نظروں کے آگے بہت سے منظر لہرانے لگے۔۔ اس کے
سر دچہرے پر کوئی تاثر نہیں اُبھرا تھا۔

تم کچھ بھی کر لو حسین۔۔ مگر تم یہ سب اچھا نہیں کر رہے۔۔ وہ میرا بیٹا ہے۔۔ اولاد"
"ہے تمہاری وہ۔۔ اسے تم یوں اس طرح نہیں چھوڑ سکتے۔۔

کسی کی آنسوؤں سے نم لرزتی آواز اسکی سماعت میں اُتری تو اس نے چہرہ سلمنے کی جانب گھمایا۔۔ چونکہ وہ کمرے کے عین وسط میں کھڑا تھا اسی لیے اسکے سلمنے آدھا کمرہ خالی پڑا تھا۔ اور کمرے کی دیوار کے آگے بڑی سی چارپائی کھڑی کی گئی تھی۔۔ چھت کے چھید ہوئے حصے سے گرتی روشنی میں بہت پرانے منظر اسکی آنکھوں کے آگے کھلنے لگے۔ چارپائی کے آگے ایک مرد جو خاصہ جوان تھا اور جو اسکا باپ تھا وہ ایک عورت جو کہ شاید اسکی کچھ لگتی تھی اس پر جھکا تھا۔۔ اور اسی وقت اس نے اس عورت کو رکھ کر زوردار چانٹا مارا تھا۔ وہ عورت لڑھک کر ایک جانب گرمی۔۔ اس نے بڑے سے بالوں کی چٹیا باندھ رکھی تھی جو بہت دن سے بال نہ بنانے کے باعث خستہ سی لگ رہی تھی۔ اسکے چہرے کے اطراف میں چٹیا سے نکلے بال بکھرے تھے اور ہونٹ کے کنارے موجود نیلا سا زخم تھا۔۔ ہلکا سا سُوجا ہوا۔ اسکا وہ رخسار جس پر ابھی اسے چانٹا پڑا تھا وہ سُرخ پڑ رہا تھا مگر وہ پرواہ کیئے بغیر حسین پر غرائی۔۔

تم میرے ساتھ کچھ نہیں کر سکتے۔۔ مجھے مارنا ہے ناں۔۔ تو مارو، روکا کس نے ہے۔
تمہیں۔۔۔؟ مگر ظالم انسان اس ننھی جان کا تو خیال کر لو جو چند دن پہلے اس دنیا میں آیا
ہے۔ اسے اتنی بڑی سزا کیوں دے رہے ہو تم۔۔ کیوں اپنی نام نہاد عزت کی قربانی
"ہم سے مانگ رہے ہو۔۔؟

اس نے پلٹ کر دیکھا۔ کباڑ خانے کے دروازے میں ایک بچہ ڈرا سہما سا کھڑا تھا۔ اسکے
آس پاس کا ہر منظر بدل گیا تھا۔ باہر ڈیرے پر روشن سی صبح اُتر رہی تھی مگر سبزہ زار
کے اس طرف۔۔ اس حصے میں رات کا وہی پھر چل رہا تھا۔ جو اس رات قائم تھا۔۔ ڈرا
سہما سا کمرے کے اندر جھانکتا ہاشم اس وقت صرف بارہ سال کا تھا۔۔

اگر تم نے کسی کو کچھ بتایا یا پھر کوئی تماشہ کرنے کی کوشش۔۔ مگر ٹھہرو۔۔ تم یہ
سب تب کرو گی جب میں تمہیں زندہ چھوڑوں گا۔۔ میں تو تمہیں آج ہی صفحہء ہستی سے

مٹا دونگا۔۔! پھر کبھی کوئی اس کا ذکر نہیں کرے گا۔۔ کبھی کوئی اس بچے کو یاد نہیں کرے گا۔۔ اور اب تک تو اس کو گاؤں میں گھومتے کتے نوچ کر کھا گئے ہونگے۔۔ میں کچھ "باقی نہیں رہنے دونگا۔ میں سب مٹا دونگا۔"

عورت پر جھکا حسین اسے بہت بے دردی سے مار رہا تھا۔ اور وہ مستقل رو رہی تھی۔۔ چلا رہی تھی۔۔ ہاشم کی آنکھوں سے آنسو گرے۔۔ اسکا رواں رواں کانپ رہا تھا۔۔ دروازے سے اندر جھانکتا بارہ سالہ ہاشم لرز رہا تھا۔۔ اسکا باپ کسی ذہنی مریض کی طرح اندر عورت پر تشدد کر رہا تھا اور ہاشم۔۔ اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ ایک چیخ ہی مار دیتا۔۔ اسکا حلق اندر تک خشک ہو گیا تھا۔ پورا جسم پسینے میں نہا گیا تھا۔۔ جب وہ عورت شدید تشدد کے بعد ہوش کھونے لگی تو حسین نے اسے ایک لات مار کر دور ہٹایا۔۔ اسکا کڑا ہتا وجود دوسری جانب لڑھک گیا تھا۔ پیشانی سے بہتا خون اسکی کمرٹ کے باعث زمین پر گرنے لگا تھا۔۔ کچی زمین خون جذب کرنے لگی۔۔ پھر اسکا باپ جیسے ہی باہر کی جانب پیشانی پر آیا پسینہ صاف کر کے مڑنے لگا تو وہ بے اختیار

دروازے کی اوٹ میں ہو گیا۔ حسین کف اڑاتا آستین سے اب اپنے چہرے کا پسینہ صاف کر رہا تھا۔۔۔ پھر وہ سبزہ زار کے دروازے کے ساتھ بندھے خو نوارکتے کو لے کر اس کمرے کی جانب بڑھا۔۔۔ ہاشم چونکہ دروازے کے دائیں ہاتھ کھڑا تھا اسی لیے حسین نے اسے نہیں دیکھا تھا۔ کتنا اندر چھوڑ کر وہ دروازہ بند کر کے باہر گیٹ کی جانب بڑھا اور برف سا چہرہ لیے آگے ہی آگے چلتا گیا۔۔۔ اندر سے اب بہت دلخراش چیخوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ وہ کانوں پر ہاتھ رکھتا وہیں بیٹھ گیا۔ اسکا پورا جسم پسینے میں بھرا تھا۔ آنکھوں سے گرتے آنسو بہت تیزی سے اسکی گردن میں لڑھک رہے تھے۔۔۔ کچھ دیر بعد اندر سے آتی آوازیں بند ہو گئیں تھیں۔۔۔ شاید کتے نے اس عورت کو چیر پھاڑ دیا تھا۔۔۔ آخری بار وہ دروازہ کھولنے آئی تھی۔۔۔ مگر نہ کھول پائی۔۔۔ تب اس دروازے کا ناب تھا۔۔۔ مگر آج۔۔۔ ہاشم کی نظروں کے سامنے چلتی فلم رُکی تو وہ جیسے ہوش میں آیا۔۔۔ اسکی نظر دروازے کے اس گول سے خالی حصے پر تھی جس پر کبھی لاک لگا تھا۔۔۔ پھر اس نے چہرہ پھیر کر دیکھا مگر کمرہ صاف ستھرا پڑا تھا۔۔۔ ویران۔۔۔ اور کسی مردہ وجود کی طرح

!خ۔۔۔

اسکی دھول اڑاتی گاڑی سفید حویلی کے پار آکر رُکی۔ چند پل اڑتی دھول میں اس کی کار چُھپی رہی اور پھر جیسے ہی اس پر سے دھول چھٹی وہ اسکا دروازہ کھول کر بند کرتا حویلی کی جانب بڑھا تھا۔ حسین احمد کی حویلی حسن اور زمان کی حویلی سے قدرے فاصلے پر ذرا ویران سے علاقے میں تھی۔۔ شاید وہ ان بھائیوں میں بڑا تھا اسی لیے اپنی تمکنت قائم رکھنے کے لیے اس نے حویلی سارے ماحول سے الگ تھلگ بنائی تھی تاکہ کوئی بھی اسے عام لوگوں میں ہرگز شمار نہ کرے۔۔ وہ ممتاز تھا۔۔ اور ممتاز رہنا چاہتا تھا۔۔ لوگوں کی نگاہوں کے سامنے ہر پل رہ کر وہ اپنا بنا بنایا رعب اور دبدبہ پانی بنا کر بہانہ نہیں چاہتا تھا۔

شان سے کھڑی حویلی کا ٹھنڈا حُسن آج بھی سنہری پڑتی دھوپ میں متمتا رہا تھا۔ دور سے دیکھنے پر وہ بلند پہاڑی سے بہتی کوئی سفید ندی لگتی تھی۔۔ اسکے بیرونی اور عقبی حصے

میں ہر جانب سبزہ پھیلا تھا اور اسکے باہر کی طرف نکلے سفید ستونوں پر جڑے بیش قیمت
پتھر رات کی گہری سیاہی میں بھی جگمگا رہے ہوتے تھے۔۔

اس نے اجنبی نگاہوں سے ساری حویلی کا جائزہ لیا اور پھر وسیع پورچ سے گزرتا تیزی
سے حویلی کے داخلی دروازے سے اندر داخل ہوا۔ اندر بہت سے ملازم کام کر رہے تھے۔
اسے آتا دیکھ کر سب نے ہاتھ روک کر اسے دیکھا۔

"حسین سرکار کہاں ہیں۔۔؟"

اس نے ایک کو مخاطب کر کے کہا تو وہ جو اسکے یوں اس طرح آندھی طوفان بن کر داخل
ہونے پر ساکت تھا گڑبڑا کر سیدھا ہوا۔ اسے ساری حویلی میں نگار اور انکی دونوں بیٹیاں
نہیں نظر آئیں شاید وہ کہیں باہر گئی تھیں۔ باہر گرتی سنہری دھوپ ذرا زاویہ بدلنے کے

باعث گھر کے اندرونی حصے تک گر رہی تھی۔ وہ بالکل درمیان میں کھڑا کڑے تیوروں سے ملازمین کو دیکھ رہا تھا۔۔۔ یہاں وہ غلط بیانی کریں اور وہ۔۔۔۔۔

"وہ اپنے کمرے میں آرام فرما رہے ہیں۔۔"

گر بڑا ہٹ کے بعد اب ملازم نے ذرا سنبھل کر کہا تو وہ تلخی سے مسکرایا۔۔

"بہت آرام کر چکے وہ۔۔"

اور پھر بڑبڑاتا ہوا سیڑھیاں پھلانگتا انکے کمرے کی جانب پہنچا۔۔ اسے یہ راستہ آج بھی ازبر تھا۔۔ وہ کچھ بھولا ہی تو نہیں تھا۔۔

ایک لمحے کا توقف کیئے بغیر اس نے دھاڑ سے کمرے کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوا۔ اسکے پیچھے کچھ ملازم بھی دوڑتے آرہے تھے مگر اس پر کوئی جنون سوار ہو گیا تھا۔ کمرے کے اندر موجود حسین اپنی کھڑکی کے قد آدم شیشے کے سامنے کھڑا لان میں گرتی دھوپ دیکھ رہا تھا اس آفت پر چہرہ ذرا سا گھما کر دیکھا۔۔ وہ اسے آتے ہوئے دیکھ چکا تھا اسی لیے کوئی بھی رد عمل دینے بغیر چہرہ دوبارہ کھڑکی کی جانب موڑ لیا۔

"ولی کو میں نے ہی بلایا ہے تم لوگ جاؤ یہاں سے"

گردن ذرا ترچھی کیئے اس نے ہانپتے کانپتے کمرے تک پہنچے ملازمین سے کہا تو وہ سر جھکا کر دروازہ بند کرتے پلٹ گئے۔۔

ولی اب تک دروازے میں کھڑا دانت پر دانت جمائے اسکی پشت کو دیکھ رہا تھا۔۔

وہ اسکی جانب گھوما۔۔ اسکی کنپٹی کے بالوں میں اب بہت سے سفید بال تھے اور جسم کمزور ہو چکا تھا۔ اسکے اندر وہ طاقت وہ جلال باقی تھا ہی نہیں جس کا ولی بچپن میں عادی ہو گیا تھا۔ وہ تو کوئی بوڑھا آدمی تھا۔۔ انتہائی مکروہ بوڑھا۔۔ اسے دیکھتے ہی اسکی آنکھوں میں خون اُترا۔ دانت جمانے کے باعث گردن کے آس پاس بچھانسون کا جال پھول سا گیا تھا۔ ہاتھ کی مٹھی سختی سے بند تھی اور سانس۔۔ سانس بہت تیزی سے آ جا رہا تھا۔

"تمہیں آج صبح سے یاد کر رہا تھا میں۔۔"

وہ کہنے لگا مگر ولی نے اسکو موقع ہی نہیں دیا۔ آگے بڑھا اور اسکو سفید قمیص کے گریبان سے جکڑ کر بُری طرح دیوار گیر کھڑکی کے شیشے سے لگایا۔۔ پل بھر کو حسین کی آنکھوں

میں بے یقینی اُبھری تھی۔۔ پھر وہ اسکے تمنا تے چہرے کو دیکھ کر کچھ پُر سکون ہوا
تھا۔۔

"کیا مار ڈالو گے۔۔؟"

اسکی غصے سے نم ہوتی نسواری آنکھوں میں جھانک کر اس نے سوال کیا تو ولی نے پیچھے
ہو کر ایک زوردار مکا اسکے جبرے پر مارا۔۔ حسین کو یکدم چکر آیا۔ اسکے مچھے ہونٹ سے
نکلتا خون اسکے سفید چکمتے دانتوں پر لگ گیا تھا اور کچھ خون اسکی زبان میں نکلین ذائقہ
گھول رہا تھا۔ مگر اس نے اف تک نہیں کیا۔۔ چکراتا سر ذرا اپنی جگہ پر آیا تو اس کو ولی
کا سخت اور تنا ہوا چہرہ نظر آیا۔۔ اس نے حسین کو مزید دیوار گیر کھڑکی میں گھسایا۔۔ اُس
کا دم گھٹنے لگا تھا۔۔ مگر ولی کی آنکھوں میں جمی بے رحمی کی کاٹ میں ذرا فرق نہیں
آیا۔۔

مار تو میں تمہیں دونگا۔۔ تمہاری یہ آخری خواہش میرے ہی ہاتھوں پوری ہوگی مگر"
"ابھی۔۔۔"

اسکی آنکھیں دہک رہی تھیں۔۔

ابھی تمہیں زندہ رہنا ہے۔ تم اتنی جلدی نہیں مر سکتے حسین احمد۔۔ ابھی تم زندہ"
رہو گے اور میں تمہیں پل پل ماروں گا۔۔ ایک جھٹکے میں، میں کچھ بھی ختم نہیں ہونے
"دونگا۔۔ تم نے مجھے پل پل موت دی ہے اور اب میں۔۔

اسکی دہکتی انگارہ آنکھوں میں نم سی سُرخ گہری ہوئی۔ چبا چبا کر لفظ ادا کرتا وہ کوئی
خونخوار بھیڑیا لگتا تھا۔۔ زخمی بھیڑیا۔۔ جسکے زخم میں آج بھی وہی تکلیف تھی۔۔ جسکے

زخم سے آج بھی خون رس رہا تھا۔۔ اور اس نے جتنی دفعہ اس زخم پر مرہم رکھا تھا اسکے آس پاس پلتے لوگوں نے اتنی ہی دفعہ اسکے مرہم کو نوچ پھینکا تھا۔۔ لیکن اب وہ وقت تھا کہ جب اس نے مرہم لگانا ہی چھوڑ دیا تھا۔۔ اور اب۔۔ وہ زیادہ خطرناک ہو گیا تھا۔۔ زیادہ خونخوار۔۔۔

اب میں تمہیں پل پل اس زندگی میں موت دوں گا۔۔! اب میں ہر لمحہ تمہیں موت کا "ذائقہ چکھاؤں گا اور تم اف تک نہیں کرو گے۔۔ اگر تمہاری آواز بھی نکلی تو اپنی دونوں میں سے کسی ایک بیٹی کو بھول جانا۔۔

اسکی بات پر حسین کی آنکھوں میں پہلی دفعہ بے یقینی اُتری۔۔ وہ چند ساعتیں تھیں۔۔ چند پل۔۔ پہلا دورانیہ بے یقینی کا تھا۔۔ پھر ادراک کا اور پھر۔۔ عذاب کا۔۔! اس نے اپنی بھوری آنکھیں پھاڑ کر ولی کے تپتے سرخ چہرے کو دیکھا تھا۔ ولی کی

گرفت اب تک اسکے گریبان پر اتنی ہی سخت تھی مگر اس نے اسے ایک جھٹکے کے
ساتھ پھر سے قد آدم کھڑکی میں جمایا۔۔ حسین کو لگا کھڑکی کا شیشہ چکنا چور ہونے والا
ہے۔۔ اسکی پشت شیشے سے چپکی ہوئی تھی۔۔

تم نے ایک چھوٹے بچے۔۔ ایک محض چودہ سال کے بچے پر کتنا چھوڑتے کیوں فراموش "
کر دیا تھا کہ سب سے زیادہ بڑا جانور تو انسان ہی ہے۔۔ تم کیوں بھول گئے تھے اس رات
کے ہر عمل پلٹ کر آتا ہے۔۔ ہر عمل کی واپسی کا وقت ہوتا ہے۔۔ تم بھول گئے مگر
وہ بچہ۔۔ وہ بچہ آج بھی اس رات میں جی رہا ہے۔۔ وہ بچہ آج بھی اس رات میں اور
"اس جیسی ہر رات میں زندہ ہے حسین احمد۔۔

وہ چیخا تھا۔۔ پھر یکدم پھولتی سانسوں کو قابو کرنے کے لیے دانت جمائے۔۔ اسکی
نظریں ایک پل کے لیے بھی حسین کی نظروں سے نہیں ہٹ رہی تھیں۔۔

آج میرے پاس بھی ایک کتا ہے حسین احمد۔۔ اور میں نے اسے پال کر بہت بڑا کیا۔
ہے۔۔ اسے چیرنا پھاڑنا سکھایا ہے۔۔ اسے وہ سب سکھایا ہے جو مجھے میرے بچپن نے
سکھایا تھا۔ تم نے ہی کہا تھا ناں کہ میں ظالم ہوں۔۔ آگ ہوں۔۔ سروائیو ہوں۔۔ تو
بس۔۔ تمہارے ساتھ یہ سب کرنا میرے سروائیو کا حصہ ہے۔۔ میری زندگی کا مقصد
ہے۔۔ کیونکہ وہ بچہ جس نے اس رات پہلا قتل کیا تھا وہ بچ گیا تھا۔۔ ہر آگ سروائیو
اگر گیا وہ۔۔ اور جو سروائیو کر جائیں ان سے زیادہ سخت جان واقعی کوئی نہیں ہوتا۔۔

پہلی بار حسین کا سانس پھولنے لگا تو وہ نفرت سے اسے جھٹکے سے چھوڑنا الگ ہوا۔۔ وہ
جھک کر لمبے لمبے سانس لے رہا تھا۔ اسے سخت گرفت کے باعث کھانسی آئی تھی مگر پھر
وہ ہنستا ہوا سیدھا ہوا۔۔ اس کے ہونٹ سے بہتا خون اب اس کی سفید قمیص پر گر رہا تھا۔۔

مگر وہ ولی کو دیکھتا ویسے ہی ہنس رہا تھا۔۔ اسکی بے بسی اور اسکی قسمت پر۔۔ یا شاید ولی پر۔۔ وہ اسکی اس بے موقع ہنسی کو نا سمجھی سے دیکھنے لگا۔۔

"جاتے جاتے ایک آخری بات سُنتے جاؤ۔۔"

اسے بہت زور سے کھانسی آئی تھی۔ جھکنے کے باعث خون کے چند قطرے زمین پر
بچھے دبیز قالین پر گرے تھے۔ وہ دوائیوں سے بھرے سائیڈ ٹیبل پر ہاتھ رکھے بمشکل
سیدھا کھڑا ہوا۔۔ ایک لمکے نے اس کی حالت کردی تھی۔

جو بات تم آج تک مجھ سے پوچھنے کی ہمت نہ کر سکے۔۔ وہ میں تمہیں بتانا ہوں۔۔ تم "
آج تک اس گمان میں ہو کہ شاید۔۔ شاید تم جائز ہو۔۔ ہو سکتا ہے میں نے تمہاری ماں
"سے نکاح کیا ہو۔۔ بتاؤ۔۔ ہونا اس آس میں۔۔؟

وہ کھانستا ہوا پھر جھکا مگر پھر سنبھل کر جلد سیدھا بھی ہو گیا۔۔۔ ولی کی ساکت پتلیوں میں جنش نہیں تھی۔ زخمی نگاہوں سے حسین کا چہرہ دیکھتا وہ ایک پل کے لیے واقعی خوف زدہ ہوا تھا۔۔۔ ہاں وہ ڈرتا تھا۔۔۔ وہ اس آخری امید کے ختم ہو جانے سے ڈرتا تھا۔۔۔ اسی لیے اس نے آج تک حسین سے یہ بات پوچھنے کی ہمت نہیں کی تھی۔۔۔ مگر بس۔۔۔ شاید اب وقت آگیا تھا۔۔۔ اب وقت واقعی آگیا تھا۔۔۔ ساکت پتلیاں ٹھہرنے کے باعث دکھنے لگیں تو اس نے پلکیں جھپکائیں۔۔۔ اندر سے آج بھی وہ وہی ولی تھا۔۔۔

"میں نے تمہاری ماں سے نکاح نہیں کیا تھا۔۔۔"

وہ لفظ نہیں چابک تھے۔۔۔ اسے لگا کسی نے اس کے منہ پر بہت زور سے بیلچہ دے مارا ہو۔۔۔ اتنی اذیت۔۔۔ اتنی اذیت تو اسے اس رات بھی نہیں ہوئی تھی جس رات اس نے

یہ جانا تھا کہ وہ اسکا باپ تھا مگر آج۔۔۔ کیا کبھی تم نے روح قبض کی جانے کی آواز سنی ہے۔۔؟ اسکے اندر ویسی ہی آواز گونج رہی تھی۔۔

وہ آگے بڑھا اور حسین کو گردن سے پکڑ کر اسکا چہرہ دوائیوں سے بھرے سائیڈ ٹیبل پر پٹخا۔۔ وہ دونوں ہاتھوں کو مارتا مچلنے لگا تھا مگر ولی۔۔ اسکے چہرے پر کوئی تاثر نہ اُبھرا۔۔ کچھ نہیں۔۔ اسکا چہرہ اتنا سپاٹ ہو گیا تھا گویا بے جان ہو گیا ہو۔۔

تم کبھی بھی چین نہیں لے سکو گے ولی۔۔ کیونکہ تمہیں نہیں بچنا تھا تمہیں مرنا تھا۔۔"

"تمہارا بچ جانا سب سے بڑی غلطی ہے تمہاری۔۔

وہ اب بھی کہہ رہا تھا۔ ولی نے اسے گردن سے دبوچ کر سیدھا کیا اور اسے بیڈ پر دھکا دیا۔۔ وہ تیز تیز سانسیں لیتا ہنس رہا تھا۔۔ وہ جانتا تھا اس نے ولی کے اندر بچی۔ آخری چنگاری بجھا دی ہے۔۔ اور اب ولی راکھ کا ڈھیر بن گیا ہے وہ جانتا تھا۔۔ اسے سب معلوم تھا۔۔

"تمہیں زندہ نہیں رہنا تھا ولی۔۔ تمہیں تو مرنا تھا۔۔"

وہ اب تک گہرے گہرے سانس لیتا بول رہا تھا اور ولی۔۔ اس نے گردن کے گرد لپیٹی سیاہ چادر کو درست کیا اسے نفرت سے دیکھا اور دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔۔ گھر میں موجود ملازم اسے سر اٹھا کر تیزی سے نینے اترتا دیکھ رہے تھے۔ وہ جس چہرے کے ساتھ آیا تھا اس سے کہیں زیادہ زخمی چہرے کے ساتھ جا رہا تھا۔ داخلی دروازہ پورا کھلا ہونے کے باعث اب دھوپ قدرے اندر کی جانب ٹائلز پر گر کر چمک رہی تھی۔ مگر اس

دھوپ میں نرمی کا کوئی شائبہ تک نہ تھا۔ وہ دھوپ جھلسا رہی تھی۔۔۔ راکھ بنا رہی تھی۔۔۔۔۔

ولی ڈیرے پر نہیں گیا تھا۔ اس نے ذرا دُور ایک بہتی نہر کے کنارے پر گاڑی روکی اور پھر کار سے نکل آیا۔ یہ چونکہ گاؤں کا آخری سیرا تھا اسی لیے لوگوں کی آمد و رفت نہ ہونے کے برابر تھی۔ اکا دکا لوگ سروں پر لکڑیوں کے گٹھڑ باندھے اسے حیرت سے تکتے گزر رہے تھے۔ وہ نہر کے اونچے کنارے پر بیٹھا خالی نظروں سے دور تک بہتی طویل نہر کو دیکھے گیا۔ دسمبر کے اوائل دن تھے اور سردی ابھی اتنی گہری نہیں ہوئی تھی مگر پھر بھی ہوا خنک تھی یا نرم۔۔۔ اسے سمجھ نہیں آئی۔۔۔ اسے کسی چیز کی سمجھ نہیں آرہی تھی۔ ہر چیز اپنا اثر جیسے کھو چکی تھی۔ دور اڑتے پرندوں کا ایک جھنڈ اسکے سر کے اوپر سے گزرا۔ نیچے نہر کے اونچے کنارے پر وہ بہت شکستہ سا بیٹھا تھا۔۔۔ اس کے اندر

سب خاموش ہو گیا تھا۔ وہ کتنی دیر بہتی بے آواز نہر کے پاس بیٹھا رہا اسے اندازہ نہیں ہوا۔۔ پھر جب بہت ٹائم بعد اسکا فون بجا تو اس نے ہاتھ میں پکڑا فون نگاہوں کے سامنے کیا۔۔ شاہ نواز کالنگ۔۔ موبائل کی سکریں پر جگمگا رہا تھا۔۔ اس نے فون اٹھا کر کان سے لگایا۔۔

شاہ نواز۔۔ بی بی کلج گڈیں ہیں۔۔ بارہ بجے انہیں لینے جانا ہے۔ میرا انتظار مت کرنا"

"میں آ جاؤنگا کچھ دنوں تک۔

آگے والے کی کوئی بھی بات سنے بغیر اس نے فون کان سے ہٹایا اور پھر سے دور اڑتے پرندوں کے غول کو دیکھے گیا۔۔ وہ ایک جھنڈ کی صورت ایک ساتھ ایک ہی سمت میں اڑتے پھر رہے تھے۔ سورج ڈھلا شام اُتری اور رات سر پر آن کھڑی ہوئی۔۔ وہ ویسے ہی بیٹھا رہا۔۔ ایک باسی نے اسے کندھے سے پکڑ کر ہلایا تو وہ ایک دم چونکا۔۔

"بابو۔۔ رات ہوگئی ہے گھر جاؤ اب۔۔"

اس کے کہنے پر اس نے اثبات میں سر ہلایا اور شکستہ سا اُٹھ کر گاڑی کی جانب آگیا۔۔
اسکا دماغ اب تک سائیں سائیں کر رہا تھا۔۔

ابھی تک نہیں آیا ہے ولی گھر آغا جان۔۔! وہ کبھی اس طرح اتنی دیر تک گھر سے باہر "
نہیں رہا۔ آپ خدا کے لیے کسی سے پوچھیں کسی کو بھیجیں اسکے پیچھے۔۔ آپ کیوں ہاتھ
"پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔۔"

بی جان بے چینی سے ہاتھ مستتیں مقابل صوفے پر براجمان زمان سے کہہ رہی تھیں۔
جو اس کے اس طرح گھر نہ آنے پر خود بھی حیران تھے۔ مگر پھر شاہ نواز کی اطلاع پر انکے
اوپر گھڑوں پانی پڑ گیا تھا۔ بھلا جب وہ خود نہ آنا چاہتا ہو تو کیا وہ اسکے ساتھ زبردستی
کرتے۔۔! انہوں نے گہرا سانس لے کر بی جان کو دیکھا۔۔ جو بہت مضطرب سی ہو کر
بار بار پہلو بدل رہی تھیں۔ لاؤنج کی روشن زرد رشنیوں میں انکا اپنا چہرہ بھی زرد لگ رہا
تھا۔

کچھ نہیں ہوگا زمانی وہ بچہ نہیں ہے اور نہ بیوقوف۔۔ وہ اگر گھر نہیں آنا چاہتا تو ہو سکتا"
ہے اپنے کسی دوست کے ساتھ ہو باہر۔۔ نہ اسکا دل چاہ رہا ہو گھر آنے کا۔ تم بلا وجہ
"پریشان ہو رہی ہو۔۔"

مگر اس نے کبھی ایسا نہیں کیا زمان۔۔ کبھی بھی نہیں۔۔ پتہ نہیں کیوں مگر میرا دل "کتا ہے کہ میرا ولی ٹھیک نہیں ہے۔ میرا دل بہت عجیب ہو رہا ہے آغا جان۔۔ خدا را "اسے فون کر کے کہیں کی گھر واپس آئے۔۔

مگر زمان جانتے تھے کہ وہ اپنا فون نہیں اٹھا رہا تھا۔ انکی بارہا کی گئی کالز کا جواب بھی اب تک نہیں آیا تھا۔۔

"کچھ نہیں ہے بس خدا سے اسکی حفاظت کی دعا کرو۔۔ پریشان مت ہو۔۔"

انہوں نے آگے بڑھ کر انکے گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر تسلی دی مگر بی جان کو چین نہیں آیا۔۔ انہیں کسی طور چین نہیں آ رہا تھا۔

اگر زمان اور بی جان کو چھوڑ کر تم مدھم روشنیوں سے منور نینے پھلانگ کر اوپر کی جانب جاؤ اور اہل کے کمرے کے نیمہ وادروازے سے ذرا اندر جھانکو تو تم پر کمرے کا منظر واضح ہوگا۔ وہ اداس سی کھڑکی کے پاس کھڑی باہر لان پر نظریں جمائے ہوئے تھی۔ وہ وہی قد آدم کھڑکی تھی۔۔ جسکی ایک جانب کا پردہ اس نے سرکار رکھا تھا تاکہ اس سے باہر کا منظر نہ چوک جائے۔۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ آئے اور اسے پتہ نہ چلے۔ اسکی ٹانگیں اب کھڑے کھڑے درد سے سُن پڑنے لگی تھیں مگر اسے بیٹھنا گوارہ نہ تھا۔ وہ اسے دیکھنے کے لیے۔۔ بس ایک نظر دیکھنے کے لیے کھڑی تھی۔۔ اور دل تو اسکا بھی بی جان کی طرح گھبرا رہا تھا۔ مگر وہ کیا کرتی۔۔ کہاں جاتی آخر۔۔ کس سے کہتی۔۔؟ جو نظریں سمجھتا تھا وہ تو نظروں سے ہی اوجھل ہو گیا تھا۔ اگر اسے نہیں دیکھنا چاہتا تھا تو نہ دیکھتا مگر۔۔۔ مگر اسکے سامنے تو رہتا۔۔ اسکی آنکھ سے آنسو ٹوٹ کر گرا اور چلنے رخسار پر پھسلتا گردن میں لڑھکا۔۔

ولی نہیں آ رہا تھا۔۔

اسکی دوسری آنکھ سے بھی ایک آنسو ٹوٹا تھا۔

وہ کیوں نہیں آ رہا۔۔؟

اور اب کے اسکی دونوں آنکھیں گرم پانیوں سے بھر گئیں۔۔ یکایک اسکے چہرے پر بوچھاڑ سی برسنے لگی۔

اکیا نہیں جانتا کہ میں نہیں رہ سکتی اسے دیکھے بنا۔۔

اس نے بہت سے آنسو روکنے کے لیے اپنے ہونٹ کو سختی سے دانتوں تلے دبایا۔ ایسا کرنے سے اب کے اسکا گلا دکھنے لگا تھا۔۔

میں کبھی بات نہیں کرونگی اس سے۔۔ وہ بہت بُرا ہے۔۔ مجھے بہت رُلاتا ہے۔۔

وہ اسکے خلاف کچھ اکھٹا کرنا چاہتی تھی۔۔ مگر نہیں۔۔ اسکے اندر باہر وہی تھا۔۔ بس وہی۔۔ آنکھیں کھولتی تو وہ نظر آتا۔۔ بند کرتی تو وہ سیاہ پردے پر جگمگانے لگتا۔۔ اس نے تھک کر اپنا سر کھڑکی کے شیشے سے ٹکایا اور بے آواز روئے گئی۔۔

آجاؤ ولی۔۔

واپس آجاؤ۔۔

وہ اب تک وہیں کھڑی اس سے خاموش التجا کر رہی تھی۔۔

صبح کا سورج آسمان کے نچلے حصے سے ذرا اوپر کو جھانکتا اپنی سنہری روشنی ہر سو بکھیر رہا تھا۔ فجر کو باسی ہوئے چند ساعتیں ہی بیٹی تھیں جب نگار بیگم سفید حویلی میں داخل ہوئیں۔ بی جان ناشتے سے فارغ ہو کر لاؤنج کی جانب بڑھ رہی تھیں جب نگار بیگم پر نگاہ پڑتے ہی ٹھٹھک کر رُکیں اور پھر بے اختیار آگے کو آئیں۔۔

"ارے بھابھی اتنی صبح صبح۔۔ سب خیریت تو ہے۔۔؟"

انہیں اس طرح صبح کی پہلی کرن کے ساتھ حویلی میں دیکھ کر بی جان ذرا حیران ہوئی تھیں مگر نگار نے کوئی پرواہ کیئے بغیر آگے بڑھ کر انہیں گلے لگایا اور پھر صوفے پر پُر تکلف سے انداز میں بیٹھ گئیں۔۔ بی جان بھی انکے ساتھ بیٹھی تھیں۔۔

کچھ نہیں کافی دن سے سوچ رہی تھی تمہاری طرف چکر لگانے کا۔ بس آج ناشتے کے "
بعد فارغ تھی اور ہاشم نکل رہا تھا ڈیرے کے لیئے میں نے کہا کہ مجھے چھوڑ دے زمانی
"کے یہاں۔۔ اور پھر آگئی۔۔"

سر پر ڈلے جامنی رنگ کے ریشمی دوپٹے کو انہوں نے ماتھے تک برابر کرتے یہاں وہاں
دیکھا۔۔

"اہل کہاں ہے۔۔؟ کیا کلج چلی گئی۔۔؟"

"ارے نہیں بھابھی تیار ہو رہی ہے کمرے میں اپنے۔ پرچے ہو رہے ہیں ناں اسکے۔۔"

بی جان اب ذرا ڈھیلی ہو کر صوفے کی پشت سے ٹک کر بیٹھیں اور رُخ نگار بیگم کی جانب موڑا۔۔ انکی بات سن کر نگار بیگم نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔۔

ہاں بتایا تھا مجھے ارجمند نے۔ ناجیہ کے بھی پرچے ہو رہے ہیں ناں۔۔ اپنی اہل اور"

"ناجیہ ایک ہی جماعت میں ہیں نہیں۔۔؟

گڈ مڈ ہوتی معلومات کے ساتھ انہوں نے بی جان سے پوچھا تو بی جان نے سر کو خم دیا۔۔

جی بھابھی خیر سے ہم عمر جو ہیں ہماری بچیاں۔ بس اسلئے نصیب اچھے کرے۔۔"

لمبی عمر دے۔۔ سکھ والی زندگی دے۔۔ آپ بتائیں دونوں بیٹیاں ٹھیک ہیں آپکی۔۔ اور

"ہاشم؟

"رب دا شکر ہے زمانی۔ سب ٹھیک چل رہا ہے۔۔"

اسی پل اہل زینوں سے اترتی ہوئی نظر آئی۔ سفید بے داغ سے یونیفارم پر بڑی سی
سیاہ چادر لیئے وہ نیچے اتر رہی تھی۔ چٹیا میں گوندھے گئے اسکے ریشمی بالوں سے چادر ڈھلک
کر کندھوں پر پڑی تھی اور چہرہ۔۔ چہرہ صبح کی پاکیزگی میں یوں دمک رہا تھا گویا دھلا ہوا
چاند ہو۔۔ وہ دھلی ہوئی شفاف چاندنی لگتی تھی۔۔ نگار بیگم کو دیکھتی وہ مسکرا کر انکے
قریب آئی۔۔ پھر ہاتھ میں پکڑیں فائلز وغیرہ درمیانے ٹیبل پر دھریں اور ان سے گلے
ملی۔ سر پر پیار لیا۔۔ مگر اسے نگار بیگم کے رویے میں کچھ عجیب سی چمکھن محسوس ہوئی
تھی جو اس کے لیئے نئی بات تھی۔۔

"اسلا علیکم کیسی ہیں تائی جی آپ۔۔؟"

نرمی سے سوال کیا جیسے ہمیشہ کرتی تھی۔۔ مگر نگار بیگم نے اس پر کوئی خاص توجہ نہ دی۔۔

"وعلیکم اسلام۔۔ میں ٹھیک ہوں۔۔"

البتہ سلام کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے اسے سر سے لیکر پیر تک گہری نظروں سے دیکھا جو اسے عجیب سا لگا۔۔ وہ ان کمفرٹیبل ہوئی تھی۔۔

"پرچے کب تک ختم ہونگے تیرے۔۔؟"

جی آج دوسرا پیپر ہے تائی جی۔ اگلے ہفتے تک ختم ہو جائیگے انشا اللہ۔۔ آپ دعا کیجیے گا۔
"میرے لیئے۔۔"

اسکے مسکرا کر کہنے پر وہ بھی مسکرائی تھیں۔۔ مگر نہ جانے کیوں اسے وہ پہلی والی گرم
جوشی مفقود محسوس ہوئی۔۔ نگار کا رویہ اسے غیر آرام دہ کر رہا تھا۔۔

جلدی جلدی ختم کر پرچے پھر ماں کا ہاتھ بٹا۔ کیسے اتنے جھمیلے سمیٹے گی شادی کے "
اکیلے وہ۔ اور تو زمانی۔۔ لڑکی کو ذرا گھر داری سکھا کوئی کام کاج۔ اب میری بیٹیاں ہیں
مجال ہے جو میں باورچی خانے میں قدم بھی رکھ دوں۔۔ خود کرتی ہیں خود سنبھالتی
"ہیں۔۔ اور اس سے تو عمر سے اتنی بھی بڑی نہیں ہیں۔۔۔۔"

انکے نخوت سے کہنے پر زمانی مسکرائیں۔ انہیں نگار کے اس رویے کی عادت تھی۔ بلاوجہ
طنز اور جتانے سے وہ باز نہیں آتی تھیں۔۔ مگر اہل کے لیے اس طرح سے بات کرنا ان
کے لیے بھی نیا تھا۔ خاندانی سیاستوں میں وہ کبھی بچیوں کو نہیں گھسیٹا کرتی تھیں مگر
آج۔۔ آج تو انکی جون ہی الگ تھی۔۔

"ابھی تو پڑھ رہی ہے بھابھی۔۔"

"کتنا پڑھانا ہے تجھے اسے۔۔"

انہوں نے زمانی کی بات کاٹی۔۔

بھلا لڑکیوں نے اگلے گھر جا کر پڑھائی کا کیا کرنا ہے۔۔؟ اگر پکانا نہیں آتا تو کچھ نہیں آتا " "لڑکی کو۔۔ صفر ہو جاتی ہے زمانے میں وہ۔۔ اور تو بھی امل۔۔

انہوں نے اسی چمٹتے تاثرات سے دیکھا تو اسکا دل جو ولی کی غیر موجودگی پر ویسے بھی عجیب سا ہو رہا تھا انکے ایسے انداز سے مزید کر لانے لگا۔۔

سارے فضول کام چھوڑ اور گھر داری سیکھ۔۔ تیرے ساتھ یہ فضول کام دوسرے گھر " "نہیں جائیں گے۔۔ یہ عزت گھر داری ہی جائے گی تیرے ساتھ

صبح کا پاکیزہ سا اُجلا پن نگار کی باتوں کی وجہ سے پھیکا پڑنے لگا تھا۔ امل سے انکے سامنے کھڑا ہونا مشکل ہوا۔ اسے سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کہ ایسی باتوں پر کیا جواب دے۔

جی بھابھی۔۔ میں اسے سکھاؤنگی۔۔ سب سکھاؤنگی۔۔ بچیاں واقعی اگر گھرداری نہیں"

"جانتیں تو پھر کوئی فائدہ نہیں ہوتا اُنکی کسی بھی قسم کی تعلیم کا۔۔"

بی جان نے اسکا پھیکا پڑتا چہرہ دیکھ کر جلدی سے بات سنبھالی تو اہل سے اُنکے سامنے رُکنا مشکل ہو گیا۔ اس نے جلدی سے سلام کیا اور اپنی فائلز ٹیبل سے اُٹھاتی باہر کی جانب بڑھی۔ اسکا دل صبح ہی صبح عجیب ہو گیا تھا۔۔

شاہ نواز آفس کے کام نیٹا ساتھ ساتھ ٹیبل پر پڑی چائے کے گھونٹ بھی بھر رہا تھا۔

ولی کے نہ ہوتے ہوئے سارے کام اسکے کندھوں پر آگرے تھے۔ وہ جلدی جلدی کام سمیٹنے لگا۔ اس نے ولی کو دو تین بار فون کرنے کوشش کی تھی مگر اسکا فون ہر بار کی طرح بند آ رہا تھا۔ بند ہوئے فون کی وجہ سے اسکی لوکیشن بھی چیک نہیں کی جا سکتی

تھی سو چند پل پریشان ہونے کے بعد وہ اب پُر سکون سا بیٹھا کام میں مشغول تھا۔۔
دفعۃً اسکے آفس کا دروازہ کُھلا اور محسن اندر داخل ہوا۔ اسکے ہاتھ میں بہت سی پُرانی فائلز
تھیں اور کچھ بڑے چوکور سے خاکی لفافے۔ اس نے فائلز اس کے ٹیبل پر دھم سے
رکھیں تو شاہ نواز نے خلل پڑنے پر اسے ناگواری سے سر اٹھا کر دیکھا۔۔

وہ چہرے پر "اچھا سوری" والی مسکراہٹ لیئے سامنے رکھی کرسی کھینچ بیٹھا۔۔ اور کرسی
بھی اتنی ہی آواز کے ساتھ کھینچی کے شاہ نواز کے ماتھے پر بل پڑے۔۔

"کوئی بھی اُلٹی سیدھی ہانکنے سے پہلے چلے جاؤ یہاں سے۔۔"

اس نے جھکے سر کے ساتھ کہا تو وہ جو بات کرنے کے لیئے لب کھولنے لگا تھا خفگی سے
اسے دیکھا۔۔

"سر مجھے آپ سے ایک بات پوچھنی تھی۔۔"

"میں بڑی ہوں۔۔"

مصروف جواب آیا مگر محسن مایوس نہیں ہوا تھا۔ آگے بڑھ کر ایک فائل کھول کر اس پر سر سری سی نگاہ ڈالتے وہ کہنے لگا۔۔

"سر ولی سر۔۔ سردار بابا کے سگے بیٹے ہیں۔۔؟"

جتنے مزے سے اس نے یہ بات پوچھی تھی اس سے کہیں زیادہ تیزی سے شاہ نواز نے سر اٹھایا۔ اس نے اسکے یوں سر اٹھانے پر چونک کر دیکھا تھا۔۔

"کیا نہیں ہیں۔۔؟"

اس نے پوچھا۔۔ شاہ نواز نے فائل بند کر کے سامنے ٹیبل پر پٹخی تھی۔۔

فضول سوالات کرنے کی یہاں کسی کو اجازت نہیں ہے محسن اور تم بھی اس بارے "میں جان لو کہ ولی سر کو یہ بالکل نہیں پسند۔۔"

"کیا نہیں پسند انہیں۔۔؟"

اسکے چہرے پر اب تک نا سمجھ سا تاثر تھا۔ شاہ نواز نے اسے سخت نظروں سے دیکھا۔۔

وہ اپنے متعلق بات کرنا بالکل بھی پسند نہیں کرتے۔۔ اور نہ انہیں یہ پسند ہے کہ کوئی "ان کے ماضی کو کھودے۔ سو اپنی زبان بند رکھو اور صرف کام پر توجہ دو نہیں تو اس "نوکری سے ہاتھ دھو بیٹھو گے۔۔"

شاہ سر آپ مجھ سے واقف ہیں۔۔ اگر ایک دفعہ کوئی چیز میری دلچسپی کا مرکز بن جائے تو پھر اس سے نگاہیں ہٹانا میرے لیے بہت مشکل ہو جاتا ہے۔۔ آپ نہیں بتائیں گے تو کوئی مسئلہ نہیں۔ میں خود سب کھود نکالوں گا۔۔ وہ بھی جو ولی سر خود بھی "نہیں جانتے ہونگے۔۔"

وہ معصوم اور لا اُبالی ضرور تھا۔ مگر شاہ نواز یہ بھی جانتا تھا کہ اسکے اندر فکس ہوئے
مکینزم بہت شاطر اور بہت باریک بین تھے۔ وہ اسے نہیں بتاتا تو اسے سب جاننے میں
ایک دن سے بھی کم کا عرصہ لگنا تھا۔۔ اس نے گہرا سانس لے کر اسے دیکھا۔۔

"وہ۔۔۔ لے پالک ہیں۔۔"

"والدین کون تھے انکے؟"

اسکی جانچتی نظروں میں بلا کی سنجیدگی تھی۔ شاہ نواز نے پھر سے گہرا سانس لیا۔۔

یتیم تھے ولی سر۔ جب سردار بابا نے انہیں گود لیا۔۔ اور اب بس۔۔ اسکے بعد کوئی
"سوال نہیں۔۔"

اس نے تنبیہ کر کے سامنے رکھی فائل کھول لی۔ مگر محسن کے سوالات ابھی ختم نہیں ہوئے تھے۔۔

سسی۔۔ لیکن یہاں گاؤں میں تو کوئی یتیم خانہ نہیں۔ بن باپ کے بچوں کو خاندان "والے اپنی ذمہ داری پر سنبھالتے ہیں۔۔ ولی سر کے کوئی رشتہ دار نہیں ہیں کیا۔۔؟

"نہیں انکا کوئی رشتہ دار نہیں۔۔"

"پھر وہ سردار بابا کو ملے کہاں سے۔؟؟"

اس کے سوال اب شاہ نواز کو زچ کر رہے تھے اس نے لب بھیج کر اسے دیکھا تو وہ
یکدم سیدھا ہوا۔۔

او کے او کے۔۔ میں چلا جاتا ہوں۔۔ اور میں کسی قسم کی کوئی کھوج بھی نہیں "
"کرونگا۔۔

"تم کر بھی نہیں سکتے۔۔"

اس کے مسکرا کر کہنے پر وہ نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگا۔۔

"مطلب۔۔؟"

مطلب یہ کہ ولی سر کے بہت سے تعلقات ہیں۔ اور وہ تعلقات ہرگز بھی مزاق " نہیں۔ تم جس کو بھی اپروچ کرو گے۔ تو جواب تمہیں بعد میں اور ولی سر کو خبر پہلے دی جائے گی۔۔ کیا تمہیں یہ منظور ہے۔۔؟

اسکی ایسی مسکراہٹ پر محسن تلملاتا ہوا باہر نکلا تو شاہ نواز کی مسکراہٹ سمٹی۔ اس بات سے تو اسے بھی خوف آتا تھا کہ اگر کبھی کوئی ولی کی کھوج پر نکلا اور اسکے ماضی کو کھنگالنے میں کامیاب ہو گیا تو پھر ولی کا ردِ عمل کیا ہوگا۔۔ اف وہ سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا اس بارے میں۔۔ اسے ولی کے ہر ردِ عمل سے خوف آتا تھا۔۔

دو دن پر لگا کر گزر گئے اور ولی نہ آیا۔ اب تو بی جان کا صبر تمام ہو گیا تھا مگر وہ کچھ کر نہیں سکتی تھیں۔ گھر میں حسبِ معمول ڈھولک رکھی گئی تھی اور یہ ڈھولک بصدِ اصرار

نگار بیگم نے رکھوائی تھی کیونکہ بی جان کا دل تو ولی کی وجہ سے انتہائی پریشان ہو رہا تھا۔
ان کا جی اندر ہی اندر گھبرا رہا تھا۔۔۔ ڈر رہا تھا۔۔۔ مگر نگار بیگم کو وہ ولی کا کہہ کر ٹال نہیں
سکتی تھیں۔ انکی اور خاندان کی ہر عورت کی نظر میں ولی کل بھی گند کا ڈھیر تھا اور آج
بھی۔ تو کسی بھی قسم کا انکار کیئے بغیر انہوں نے ڈھولکی رکھ لی تھی۔۔۔ مگر اب ان کا دل
مضطرب تھا۔۔۔ بہت زیادہ۔۔۔

لڑکیاں ڈھولک کو درمیان میں رکھے اسکے ارد گرد حلقہ بنائے بیٹھی تھیں۔ گلابی، زرد،
سُرخ، جامنی۔۔۔ غرض ہر رنگ لاؤنج میں بکھرا تھا۔ شوخ سی لڑکیاں گیت گاتیں ایک
دوسرے کو چھیڑ رہی تھیں اور ماحول خاصہ خوشگوار ہو رہا تھا۔۔۔ مغرب ڈھلے وقت بیت
چکا تھا اسی لیئے حویلی کی ساری بتیاں روشن تھیں۔

ارے زبانی۔۔ اہل کہاں ہے۔۔؟ کل تو چٹھی بھی ہے۔۔ پرچہ بھی کوئی نہیں پھر"
"کمرے میں گھسی بیٹھی کیا کر رہی ہے وہ۔۔؟

ارجمند نے چہرہ ذرا ترچھا کر کے پیچھے کھڑی بی جان کو دیکھ کر کہا۔۔ وہ بے چینی سے
داخلی دروازے کے آگے ٹہل رہی تھیں۔۔ دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر۔۔ شاید کہ وہ
آجائے۔۔

جی بھا بھی بس تھک گئی ہے۔ آج کا پرچہ کہہ رہی تھی کہ بہت مشکل تھا۔ آپ"
"بیٹھیں میں دیکھتی ہوں اسے۔۔

وہ اوپر کی جانب بنے اسکے کمرے کی طرف بڑھنے لگیں تو ناجیہ نے بے اختیار انہیں روک
دیا۔۔

"میں لے کر آتی ہوں چچی اسے۔ آپ یہیں رُکیں۔۔"

وہ زرد لباس میں بڑی بڑی بالیاں پہنے چمکیلا سا میک اپ کیتے ہوئے تھی۔ بی جان نے مسکرا کر سر ہلایا اور صوفے پر خواتین کے ساتھ آ بیٹھیں۔۔ ڈھولک کی آواز ساری حویلی میں گونج رہی تھی۔

ناجیہ نے اسکے کمرے کا دروازہ کھولا تو وہ نظر آئی۔ شاید نہا کر نکلی تھی۔ اسی لیے اسکے ہلکے گیلے بال پشت پر پڑے تھے۔ گہرے سبز رنگ کے لباس میں اسکا چہرہ دمک رہا تھا۔ گہرے رنگ اس پر ہمیشہ بہت جچتے تھے۔

"تم کیوں کمرے میں گھسی بیٹھی ہو ہاں۔۔ نیچے سب کس کے لیے آئے ہیں۔۔؟"

اس نے اس کے سامنے سنگھار میز پر ٹکتے ہوئے کہا تو وہ پھیکا سا مسکرا کر بالوں میں برش پھیرنے لگی۔

ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو اُٹھی ہوں سو کر۔۔ بہت تھک گئی تھی آج کیونکہ رات بھی "ٹھیک سے نیند نہیں آئی تھی اور صبح پیپر کے لیے بھی اُٹھنا تھا۔۔

اس کا چہرہ سنا ہوا لگ رہا تھا اور مسکراہٹ پھیکی۔۔ یہ اہل نہیں تھی۔۔

"پریشان ہو کیا کسی بات پر۔؟"

ناجیہ نے بغور اس کے تاثرات دیکھے تو اس کا بالوں میں چلتا ہاتھ دھیمہ پڑا۔۔ مگر پھر اگلے لمحے وہ سنبھل کر مسکرائی۔۔

پیپرز میں ایسی ہی ہو جاتی ہوں میں ناجیہ۔ عجیب ڈپریسنگ سے دن اور رات ہوتے ہیں ناں اور مکمل آرام بھی نہیں ہوتا تو بس اسی لیے۔۔ باقی اللہ کا شکر سب ٹھیک ہے۔۔

اس نے بال سُلجھا کر پیچھے کمر پر ڈالے۔ ڈھیر سارے ریشمی بال کمر پر پھیل سے گئے تھے۔۔ ناجیہ نے اس کے بالوں کو دیکھا۔۔ اس کے اپنے بال کبھی اتنے لمبے نہیں تھے۔۔

اتنی رات میں نہائی ہو۔ موسم دیکھا ہے تم نے کتنا سرد ہے۔۔ پھر کہتی ہو زکام ہو گیا۔۔ ہے۔۔ اپنی حرکتوں سے باز نہ آنا تم۔۔

وہ اب اُٹھ کر خود کو بڑے سے آئینے میں دیکھتی اپنا میک اپ درست کر رہی تھی۔ اہل
کے دل میں ہوک سی اُٹھی۔۔ جانے وہ ان سرد راتوں میں کہاں رہا ہوگا۔۔ اور اب
کہاں ہوگا۔۔؟

ارے نہیں سہی ہے موسم۔۔ سارا دن تو مل نہیں رہا تھا ٹائم نہانے کا۔ اچھا بی جان "
"کو نہ بتانا کہ نہائی ہوں میں بہت ڈانٹتی ہیں مجھے وہ۔۔

اس نے بہت حد تک خشک ہو چکے بالوں کو یوں ہی کمر پر کُھلا چھوڑا اور سبز دوپٹہ شانوں
پر پھیلاتی مڑی۔۔

کچھ ذرا سا تیار ہی ہو جاؤ۔ لپ اسٹک ہی لگا لو۔۔ شادیاں تمہارے بھائی کی ہیں۔"

خوشیاں تمہارے گھر کی ہیں اور میری تیاری دیکھو۔ تم سے تو زیادہ میں ان کی بہن لگ رہی ہوں۔۔

وہ اسکی بات پر ہسنی۔۔

"لو لگا لو لپ اسٹک۔۔"

اس نے اسکے سنگھار میز سے ایک لپ اسٹک اٹھائی اسکا ڈھکن کھول کر کھلی پنک لپ اسٹک اسکے قریب کی تو اس نے چہرہ پیچھے کر لیا۔۔

"اوں ہوں ناجیہ۔۔ میرا دل بالکل نہیں چاہ رہا۔۔"

"دفع ہو جاؤ امل۔۔"

اس نے آگے بڑھ کر اپنے ہونٹوں پر لپ اسٹک گرمی کی۔ امل اسکے پیچھے کھڑی آئینے میں دیکھتی اپنا دوپٹہ درست کر رہی تھی۔ وہ شفون کا دوپٹہ تھا اسی لیے بار بار دھلک جاتا تھا۔۔

"اب چلو بھی۔۔"

اس نے ناجیہ کی تیاریاں دیکھ کر بیزاری سے کہا تو وہ ڈھٹائی سے ہنستی ہوئی اسکے ساتھ کمرے سے باہر نکلی۔۔ نیچے آکر اس نے سب سے سلام کیا۔۔ لڑکیوں کے ساتھ چند پل بیٹھ کر اوٹ پٹانگ سے گانوں پر دو چارتالیاں بھی پیٹیں اور پھر کچن کی جانب چلی

آئی۔۔ اسکا دل کسی بھی چیز میں نہیں لگ رہا تھا۔۔ اور اب واقعاً اسے ولی پر غصہ آ رہا تھا۔ ہاں اسے سچ میں ولی پر غصہ آ رہا تھا مگر وہ یکدم چونکی۔۔

کوئی عادت سی تھی جو واپس آرہی تھی۔ اسے یاد تھا وہ بچپن میں اس پر بہت غصہ کیا کرتی تھی۔ اسے ہمیشہ دوسروں کی باتیں خاموشی سے سننے پر ڈانٹا کرتی تھی۔ اس کے لیئے اپنی کزنز سے لڑا کرتی تھی مگر اب۔۔

اس نے گہرا سانس لیا۔۔

درمیان میں کھڑے اس چار سال کے عرصے نے اسے اور ولی کو دو پہاڑیوں پر لا کھڑا کیا تھا۔۔ جہاں نہ اب وہ پہلے جیسی رہی تھی اور نہ ولی۔۔

! اور یہ ولی۔۔

اسے نئے سرے سے اس پر غصہ آنے لگا۔۔

آخر یہ کونسی بچکانہ حرکت ہے۔ یوں اس طرح گھر سے غائب ہونا۔ بھلا کوئی چھوٹا بچہ ہے وہ۔۔ کیا نہیں جانتا تھا کہ بی جان، آغا جان اور وہ اس کے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔۔

اس نے گہرا سانس لیکر اندر ابھرتے غصے کو کم کیا۔۔ مگر بے بسی سے اسے اور غصہ آرہا تھا۔ اسی پل ناجیہ نے کچن میں جھانکا تو اسے سلیب کے ساتھ کھڑا پایا۔۔

"کمرے سے نکلیں تو کچن میں گھس گڈیں۔۔ ہوا کیا ہے تمہیں۔۔؟"

وہ اسے دیکھتی کہہ رہی تھی امل نے گہرا سانس لے مسکرانے کی کوشش کی۔ اسے اب ناجیہ کی موجودگی سے اُلجھن ہو رہی تھی۔ اسے وہ لوگ نہیں پسند تھے جو بلاوجہ سر پر سروار ہستے تھے۔ مگر پھر بھی اس نے ناجیہ کا ہاتھ پکڑا اور مزید اسکے کسی بھی سوال سے بچنے کے لیے اسکے ساتھ کچن سے آکر لاونج میں بیٹھ گئی۔ اسکے آتے ہی۔۔ نگار بیگم اور ارجمند نے ذو معنی سے تاثرات کا تبادلہ کیا جسے امل نے محسوس کر لیا تھا۔۔ کچھ عجیب تھا یا اسے عجیب لگ رہا تھا وہ سمجھ نہیں سکی۔

نوراں چائے لائی تو سب چائے سے لطف اندوز ہوتے کوئی پُرانا گیت گانے لگے۔ اسے وہ یاد نہیں تھا سو اپنی چائے لیتے مسکرا کر سب کو دیکھے گئی۔ اسی پل ولی داخلی دروازے سے اندر داخل ہوا اور کسی کو بھی اپنی جانب متوجہ کیئے بغیر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔۔

اسکا کمرہ لاؤنج کی دائیں طرف ایک جانب بنا تھا۔۔ جب کے خواتین لاؤنج کے بائیں طرف بیٹھی تھیں اور ان سب کے رُخ مخالف سمت میں تھے۔ کسی نے اسے نہیں دیکھا تھا بی جان نے بھی نہیں۔۔ مگر امل سامنے کے صوفے پر بیٹھی تھی جسکا رُخ اسکے کمرے کی جانب ہی تھا۔

اسے دیکھ کر وہ پل بھر کے لیئے ساکت ہوئی تھی جو اب کمرے کا دروازہ کھولے اندر
جا رہا تھا۔ اس نے وہی نسواری لباس پہن رکھا تھا جو آخری ملاقات پر امل نے دیکھا تھا۔
وہ بہت لمبے سفر سے آیا ہوا لگتا تھا۔ تھکا ماندہ۔۔ بے بس۔۔

اس نے جلدی سے مسکرا کر خود کو نارمل کیا اور سب کے ساتھ مسکرا نے لگی۔ ولی کو
دیکھ کر اسے قرار آیا تھا۔ سکون میں آگیا تھا اسکا ہمکتا دل۔۔ مگر اس کا یہ مطلب ہرگز
نہیں تھا کہ وہ اس پر غصہ نہیں تھی۔۔ وہ اس پر غصہ تھی اور وہ بھی شدید قسم کا۔۔
یکدم اسے اپنی خفگی یاد آئی تو اسکے آنے کی خوشی پر غصہ غالب آنے لگا۔۔ رات کو پیپرز
نے نہیں اسے ولی نے جگایا تھا۔۔ بھلا کوئی ایسے کرتا ہے کسی کے ساتھ۔۔ اور خاص کر
! اسکے ساتھ جسکے پیپرز ہو رہے ہوں۔۔

اسے ایک ایک کر کے سارے بدلے یاد آہے تھے۔۔ مگر لالونج میں روشن زرد قسمتموں میں
اسکا کھلتا ہوا مسکراتا چہرہ اب کے دمک رہا تھا۔۔ اور وہ جانتی تھی کہ وہ بنا کسی سنگھار
کے بھی دھلے دھلائے چہرے میں حسین لگ رہی ہے۔۔

ولی نے تمکا سر صوفے کی پشت سے ٹکایا اور پھر یونہی آنکھیں موندے لیٹا رہا۔ کچھ دیر
بعد بالوں میں ہاتھ پھیرتا اٹھا اور واش روم کی جانب بڑھ گیا۔۔ اس نے تین دن سے
یہی کپڑے پہن رکھے تھے۔ اور اب ان سے دھول کی عجیب سی ہمک اُٹھ رہی تھی۔ کچھ
دیر بعد فریش ہوتا وہ سُرمئی شلوار قمیص میں ملبوس باہر نکلا تو اس کے گیلے بال ماتھے
پر پڑے تھے۔۔ نہانے کے بعد جیسے صدیوں کا بوجھ ہٹا تھا اسکے اوپر سے۔۔ خود کو ہلکا

پھلکا محسوس کرتا وہ تولیے سے بالوں کو رگڑ رہا تھا جب اسکے کمرے کا دروازہ بجا۔۔ اس نے ہاتھ روکا۔۔

"آجائیں۔۔۔"

اسکے کہنے پر سبز سا سراپا اسے دکھائی دیا۔ وہ بہت احتیاط سے اسکے کمرے میں داخل ہو رہی تھی اور پھر اپنے پیچھے اس نے دروازہ بھی بہت آہستہ سے بند کیا۔۔ وہ سبز جوڑے والی لڑکی کو گنگ سا دیکھ رہا تھا۔۔ سبز رنگ میں وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ اسکی جلتی روح کو قرار آیا۔۔ مگر پھر اسے اپنے کمرے میں دیکھ کر اسے تشویش ہوئی۔۔

"بی بی۔۔ آپ یہاں۔۔۔"

"کوئی بات مت کریں ولی۔۔ میں بہت زیادہ غصے میں ہوں آج۔۔"

ایک پل کو اسے لگا وہ پرانی اہل کو دیکھ رہا ہے۔۔ اس پر غصہ ہوتی۔۔ چھوٹی سی ناک
سکڑتی اہل کو۔۔

!کہاں تھے آپ۔۔؟ تین دن ولی۔۔ تین دن۔۔"

آپ کو اندازہ بھی ہے کتنے پریشان تھے ہم سب۔ کتنا ڈسٹرب ہو گیا تھا سب کچھ۔ ہم
فون کر رہے تھے آپکو مگر آپ کا فون بند تھا۔ نہ کوئی اتا پتا کچھ بھی نہیں۔ کوئی خیر
خیریت نہیں کوئی پیغام نہیں۔۔ جانتے ہیں دل میں کیسے کیسے خیال آرہے تھے۔ سو سو
طرح کے خیالات دس رہے تھے ہمیں۔۔ یہ فون۔۔ یہ کس لیے ہے۔۔؟ کس لیے ایجاد
ہوا ہے یہ۔۔ سجانے کے لیے۔۔ اسے اس لیے ایجاد کیا ہے تاکہ انسان اپنی خیر خیریت

گھر والوں کو بتا سکے۔ رابطہ قائم رکھ سکے اور آپ محترم تو موبائل بند کر کے بیٹھے ہوئے
"تمھے بھلا طریقہ ہوتا ہے کوئی۔۔۔"

وہ ایک ہی سانس میں بے دریغ بولے گئی۔ وہ کتنا پریشان ہوئی تھی اسکے لیئے۔۔ اسکا
دل ہر آن سو طرح کے وسوسوں کا شکار رہا تھا۔ اور یہ جناب۔۔ اسے اس پر سہی والا
غصہ چڑھا۔۔

"مگر بی بی میں نے شاہ نواز کو کہا تھا کہ میں دو تین دن بعد آؤنگا۔۔"

اسکے معصوم سے جواب پر امل کے کانوں سے دھواں نکلنے لگا۔

اچھا۔ اور ہم کیوں یقین کرنے لگے اس پر اے آدمی پر۔ ہمیں بتانے کے بجائے اسے " فون کر کے کہہ دیا آپ نے اور مزے سے غائب ہو گئے۔۔ ادھر بی جان نے دروازے کے آگے ٹھل ٹھل کر پیر شل کر لیئے تھے اپنے۔۔ آغا جان الگ ساری رات جگتے رہے اور میں۔۔ خدایا میرا تو کسی کو خیال ہی نہیں ہے۔ میرا پیپر سارا خراب ہوا ہے اور وجہ "صرف اور صرف آپ ہیں ولی۔۔"

تمتاتے سرخ چہرے کے ساتھ بولتی وہ کوئی امر ہوئی شہزادی لگتی تھی جو اپنے غلام پر برس رہی تھی۔۔

اسکی شد رنگ آنکھوں میں بلا کی ناراضگی تھی اور فکر بھی۔۔ ولی ان نگاہوں سے پگھلنے لگا۔۔ وہ اس سب کا عادی نہیں ہونا چاہتا تھا۔۔ کبھی نہیں۔۔ مگر وہ کیا کرتا۔۔ کوئی بہت جاندار کشش تھی جو اسے امل کی جانب کھینچ رہی تھی۔۔ اور وہ خود کو روک نہیں پارہا تھا۔۔ چند پل اسے سمجھ نہیں آیا کہ کیا کہنا چاہیئے۔۔

"تو یہ طے ہے کہ آپ صرف تب ہی بولیں گی جب آپ کو غصہ آئے گا۔"

اس نے آہستہ سے کہا تو امل چند پل کچھ بول ہی نہ سکی۔

"خیر آپ کی سب باتیں ٹھیک ہیں بی بی مگر ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

اسکی نا سمجھی پر امل نے اسے دیکھا۔ خفا وہ اب بھی تھی اس سے۔ اور جس حق سے وہ خفا ہو رہی تھی نا۔۔ ولی کو بہت کچھ بگڑتا نظر آرہا تھا۔۔

"کیا۔۔۔؟"

"یہ میری غیر موجودگی سے آپ کا پیپر کیوں متاثر ہوا۔۔؟"

اف۔۔ اہل نے اس کے مسکراہٹ دباتے استفسار پر کھول کر اسے دیکھا۔۔

"کیونکہ میں ساری رات۔۔۔"

اور بولتے بولتے وہ بے اختیار رُکی۔۔ ولی نے آنکھیں سکیڑ کر اس کا چہرہ دیکھا۔۔

"کیونکہ ساری رات آپ کیا۔۔۔؟"

"میں۔۔۔ میں ٹھیک سے سو نہیں پائی۔۔"

جی کڑا کر کہا۔۔

"کیوں۔۔۔؟"

اب کے اسکے چہرے پر واضح نا سمجھی تھی۔۔ اہل نے خود کو مزید طیش میں آنے سے روکا تھا۔۔

کیونکہ بی جان اور آغا جان آپکی وجہ سے پریشان تھے اور مجھ سے انکی پریشانی دیکھی "نہیں جارہی تھی۔ اسی لیے آپکی وجہ سے میری رات کی نیند ڈسٹرب ہوئی اور پھر علی الصبح کا پیپر بھی۔۔"

اوہ۔۔۔ اسے اسکے پیپر پر واقعاً افسوس ہوا تھا۔۔ اسکی پیشانی پر گرے بال اب ہلکے ہلکے
سُکھنے لگے تھے مگر وہ بکھرے بالوں سے بے نیاز کھڑا اسکی تفتیش کا جواب دے رہا تھا۔۔
اہل نے بے ساختہ اس سے نظر چُرائی۔۔

"کہاں رہے آپ تین دن۔۔؟"

سنجھل کر پوچھا تو اس نے ہاتھ میں پکڑا تولیہ بیڈ پر ڈال دیا۔۔

"بس یہیں سرکوں پر تھا۔۔"

"سڑکوں پر۔۔۔"

وہ بھونچکی رہ گئی۔۔

ٹھنڈ دیکھی ہے باہر کتنی ہو رہی ہے اور آپ انتہائی سمجھداری کے ساتھ اتنی سرد " راتوں میں سڑکوں پر تھے۔۔ اف ہے ولی اف۔۔ یعنی کے اب آپکو بھی سمجھانا پڑے گا۔ جیسے چھوٹے بچوں کو سمجھاتے ہیں۔ کیا ہو گیا ہے آپکو ہاں۔۔؟! کیوں اس طرح کر کے ہمیں تکلیف دے رہے ہیں آپ۔۔ اتنے ارزاں نہیں ہیں۔۔ آپکو اندازہ بھی نہیں ہے کہ آپ اس گھر میں بستے کتنے لوگوں کی زندگیوں سے وابستہ ہیں۔۔ کچھ نہیں پتہ ہے

اسکی آخری بات پر ولی نے چہرہ اٹھایا۔۔

"کتنے لوگوں سے وابستہ ہوں میں۔۔؟"

یہ سوال اس نے بہت زخمی دل سے کیا تھا۔ اسکی جگمگاتی آنکھوں میں دیکھ کر۔۔ اہل کا دل تیزی سے دھڑکا۔۔ نسواری آنکھیں اس پر جمائے وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔۔

بی جان، آغا جان اور میں۔۔ ہم سب سے وابستہ ہیں آپ۔۔ ہم سب کی زندگیاں " ادھوری ہیں آپ کے بغیر۔۔ ان تین دنوں کی غیر موجودگی گواہ ہے کہ نہ بی جان چین سے سوئیں اور نہ آغا جان۔۔ اب بھی اگر آپکو لگتا ہے کہ کوئی آپ کا نہیں۔ کوئی آپکی فکر نہیں کرتا۔۔ کوئی آپ سے تعلق نہیں رکھنا چاہتا تو ولی پھر آپ کو کسی کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ جو ہو گیا تھا بس ہو گیا۔۔ کہانی ختم۔۔ سب بہت تکلیف دہ تھا مانتی "ہوں میں۔۔ آپکے لیئے کچھ بھی آسان نہیں تھا مگر ولی۔۔

وہ چند قدم چل کر قریب آئی۔۔

اب بس۔۔ اب بہت اذیت دے دی آپ نے خود کو۔ اب بہت ہو گیا ولی۔ اب بس " کردیں۔ کب تک ناکردہ گناہوں کی سزا کھٹتے رہیں گے آپ۔۔؟ کب تک آخر آپ ان تلخ باتوں کو یاد کر کر کے خود کو عذاب میں ڈالیں گے۔۔؟ کیا اس کہانی کا کوئی اختتام نہیں ہے۔۔؟ کوئی تو اختتام ہو گا ولی۔۔ کہیں تو دروازہ ہو گا۔۔ خدا را بند کردیں اس دروازے کو "بھی خود پر۔۔ آپ مان کیوں نہیں لیتے کہ بے قصور ہیں آپ۔

اسکی آنکھیں بولتے بولتے نم ہوئیں اور ولی کی سُنّتے سُنّتے۔ اسکی جلتی روح پر کوئی نرم سی بارش برس رہی تھی۔۔ اور وہ بارش اہل کے الفاظ تھے۔۔ جن میں وہ کھڑا بھیک رہا تھا۔۔ ساری دنیا اسے قصور وار کہتی تھی۔ اس کے ماں باپ کے کیئے کی سزا اسے سُنّاتی

تمھی۔۔ مگر امل۔۔ امل اتنی ہی درشتی سے ان ساری خرافات پر لعنت بھیج دیتی تمھی۔ اور
ولی کو اس طرح اسکا پرواہ کرنا بہت مہنگا پڑتا تھا۔

"معافی چاہتا ہوں آپ سب کی تکلیف کا باعث بنا۔۔"

اس نے اداسی سے مسکرا کر کہا تو امل کے دل کو کچھ ہوا۔۔ اسکا دل ولی کے لیئے بے
تاب ہونے لگا تھا۔۔

"آپ اپنا جب تک خیال نہیں رکھیں گے کوئی معافی قابلِ قبول نہیں۔۔"

وہ اسکے یوں گھیرنے پر ہنسا تھا۔۔

"میں وعدہ نہیں کرتا۔۔ ہاں کوشش کر سکتا ہوں۔۔"

"لیکن مجھے تو وعدہ ہی چاہیے۔۔"

بہت مان سے کہتی وہ اسے آزمائش میں ڈال رہی تھی۔۔ اسکا دل ڈول سا گیا۔۔

"اوکے۔۔۔"

اس نے ہاتھ اٹھائے۔۔

"میں وعدہ کرتا ہوں"

"ایسے نہیں۔۔ میرے پیچھے دہرائیں۔۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔۔۔"

کہہ کر وہ اسے دیکھنے لگی تو وہ جلدی سے بولا۔۔

"میں وعدہ کرتا ہوں۔۔"

"کہ کبھی بھی"

"کہ کبھی بھی۔۔"

"خود کے ساتھ لا پرواہی نہیں کرونگا۔"

اس کے کہنے پر اس نے دہرایا۔

"اور امل بی بی کی۔۔۔"

اب کہ وہ مسکرائی تھی۔۔ ولی نے اسے نا سمجھی سے دیکھا۔

"اور امل بی بی کی۔۔"

دھیرے سے دُہرایا۔۔

"ہر بات مانو نگا۔۔۔"

وہ پوری طرح کھل کر مسکرائی تھی۔۔ کاش کے ولی اسے اپنا دل کھول کر دکھا سکتا کہ وہ
تو پہلے ہی اسکی کسی بات سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔۔

ہر بات مانو نگا۔۔۔" اسکے دل پر لگے زخم پانی بن کر بہنے لگے۔۔ وہ اسکی محبت سے پانی"
پانی ہونے لگا تھا۔

آپ اچھے بچے ہیں بس کسی کو آپ سے ٹھیک طرح ڈیل نہیں کرنا آتا۔ مجھے لوگ آکر کہتے "ہیں کہ یہ اتنا کرخت سا بندہ کون ہے آخر۔۔ کیا اسے مسکرانا نہیں آتا۔۔ اسکا چہرہ کیوں "ہر دم اتنا سپاٹ رہتا ہے۔۔ تو جانتے ہیں میں اُنہیں کیا کہتی ہوں۔۔؟

وہ جو ساکت ہوا اسکی بات سن رہا تھا آخری استفسار پر میکانیکی انداز میں سر ہلایا تو اہل اداسی سے مسکرائی۔۔ لان میں کھلتی کھڑکی کا پٹ وا تھا اور اس سے اندر کو گرتی ہوا جالی دار پردے کو پھڑپھڑا رہی تھی۔۔

میں ان سے کہتی ہوں کہ اس بندے نے بہت کوشش کی تھی مسکرا کر زندگی "اگزار نے کی مگر۔۔

اسکی نگاہ نے جالی دار پردے سے ولی تک سفر کیا۔۔

"مگر کسی نے اسے مسکراتا ہوا ہنسنے ہی نہیں دیا۔۔"

وہ چند لمحے اسے دیکھے گیا۔۔ اسکی نگاہوں میں حیرت تھی۔۔ بے پناہ حیرت۔۔

"مگر میں تو واقعی ایسا ہی ہوں جیسا وہ لوگ کہتے ہیں۔۔"

اس نے شانے اُچکاتے ہوئے مسکرا کر کہا تو امل کے چہرے پر تلخی بکھر گئی۔۔

آپ ایسے نہیں ہیں ولی۔۔ آپ کو ایسا بننا پڑا ہے۔۔ آپ سخت نہیں تھے آپکو ہونا پڑا۔۔"

اس جگہ سانس لینے کے لیئے آپکو ایسا کرنا ہی تھا۔ مگر میں نے بہت دفعہ اس خول کو

"چٹختے دیکھا ہے۔۔ میں نے بارہا اس چٹان میں دراڑیں محسوس کی ہیں۔۔"

آپ کی نوازش ہے بی بی یہ۔۔ لیکن جہاں تک مجھے لگتا ہے ان لوگوں کا تبصرہ بالکل"

"جائز ہے۔ وہ غلط نہیں کہتے۔ میں ایسا ہی ہوں۔ اتنا ہی کرخت۔۔"

"تو پھر ایک بات بتائیں آپ۔۔"

امل نے دلچسپی سے اسے دیکھا وہ اب بالوں کو ہاتھ سے پیچھے کر رہا تھا۔

"پوچھیں۔۔"

"آپ کبھی میرے ساتھ سختی کیوں نہیں برتتے۔۔؟"

اسکا بالوں میں چلتا ہاتھ رکا۔۔ چہرہ جو اس نے شیشے کی جانب موڑ رکھا تھا اسکی طرف گھمایا۔۔

ایسا نہیں ہے۔۔ بس آپ نے کبھی کوئی ایسی بات ہی نہیں کی جس پر میں سختی سے "پیش آتا۔ آپ کا رویہ، آپکا طریقہ کار، آپ کا انداز بالکل بھی نازیبہ نہیں۔ اس میں کچھ "بھی ایسا نہیں ہے جس پر میں آپکے ساتھ رکھائی سے پیش آؤں۔۔

اس نے بہت سبھاؤ بہت آرام سے اسکی غلط فہمی دور کی مگر اہل کو تو گویا جھٹکا لگا تھا۔ کیا وہ اس کے لیے سب جیسی تھی۔۔؟ ابھی تک جو اس نے اسکے ساتھ رویہ نرم رکھا

تھا تو کیا وجہ یہ تھی کہ اس نے کبھی ولی کو موقع ہی نہیں دیا تھا سختی کا۔۔ کیا بس یہی ایک وجہ تھی۔۔

"تو۔۔ اگر میں۔۔ آپ کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش نہ آئی تو۔۔ کیا کریں گے آپ۔۔؟"

اس نے شہد رنگ آنکھیں پوری کھول رکھی تھیں۔۔

"تو میں بھی آپ کے ساتھ ویسا ہی سلوک کروں گا جیسا ہر ایک کے ساتھ کرتا ہوں۔۔"

جواباً اس نے بہت سنجیدگی سے کہا تو امل کا سارا مان قدموں میں ڈھے گیا۔ کیا وہ اکیلی اس سفر پر چل نکلی تھی۔۔؟ کیا ولی کو اس سے محبت نہیں تھی۔۔؟ کیا واقعی۔۔۔ وہ تو

اسے قصور وار بھی نہیں ٹھہرا سکتی تھی کیونکہ اس نے تو کبھی ایسا اظہار کیا ہی نہیں تھا۔۔ اس کے اندر بہت سے آنسو ایک ساتھ گرے۔۔

"مجھے لگا تھا کہ میں آپ کے لیے خاص ہوں۔۔"

اس نے ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے دیکھا تھا وہ اسکی نا سمجھی پر کندھے جھٹک کر مسکرایا۔

غلط فہمی ہے آپکی۔۔ میں معافی چاہتا ہوں اگر میرے کسی بھی عمل سے آپ اس قسم کی غلط فہمی کا شکار ہوئی ہیں۔۔ لیکن جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے میں نے کبھی بھی آپکو ایسا کوئی تاثر نہیں دیا۔۔

اس کی بہت آرام دہ سی وضاحت پر امل کو اپنے سر پر چھت گھومتی محسوس ہوئی۔۔ تو
!اکیا اب تک وہ صرف غلط فہمی کا شکار تھی۔۔ اوہ خدا۔۔

آپ اپنے رونے کا شوق یہاں سے باہر جاکر پورا کر سکتی ہیں۔۔ میں پہلے ہی تمہکا ہوا"
"ہوں آرام کرنا چاہتا ہوں۔۔

اور اب کے اسکے چہرے پر مسکراہٹ کی ایک رمق بھی نہیں تھی۔ امل کی ڈبڈبائی
آنکھوں کو بیزارمی سے دیکھ کر کہتا وہ اسے ایک دم ہی بہت سے دکھ دے گیا تھا۔ اس
نے بے دردی سے بھگی آنکھیں رگڑیں اور لب سختی سے بھینچ کر اسکے وجیہ چہرے کو
دیکھا۔

ٹھیک ہے میں بھی اب آپ کے ساتھ ویسے ہی پیش آؤنگی جیسے مجھے آنا چاہیے۔ کیونکہ "
آپ تو ہیں ہی ایسے۔۔۔ اتنے ہی بے رحم اور پتھر۔ تو رہیں اس زندان میں ساری زندگی اور
"بھاڑ میں جاؤں آپ۔۔"

یکدم طیش میں آکر وہ مڑی اور "ٹھاہ" کی آواز کے ساتھ کمرے کا دروازہ بند کرتی باہر کی
جانب بڑھ گئی۔ ولی نے آنکھیں بند کر کے گہرا سانس لیا۔۔ کھلی کھڑکی کے اس پار کان
لگائے سنتی ناجیہ نے مسکراتے ہوئے کھڑکی کی دیوار سے سر ہٹایا اور اندر حویلی کی جانب
بڑھی۔

ولی نے آگے بڑھ کر کھڑکی کے پٹ بند کیئے اور پھر دور جاتی سامیہ کو شیشے میں دیکھا۔۔
قطرہ قطرہ پگھلتی رات اب حویلی پر گر کر سرکنے لگی تھی۔۔

لاؤنج میں پھیلا رنگ و بو کا سیلاب ذرا تمہما اور سب اپنے گھروں کو جانے لگے تو ولی اپنے کمرے سے نکل آیا۔ زمان اور بی جان نگار بیگم کے ساتھ لائونج ہی میں بیٹھے تھے اور ساتھ ناجیہ اور ارجمند مخالف صوفے پر۔ اس نے آس پاس نگاہ دوڑائی کہ کہیں سے تو اہل کو دیکھ سکے مگر وہ اس وقت لائونج میں نہیں تھی۔ وہ سنجیدگی سے چلتا باہر کی جانب بڑھنے لگا تو بی جان کی نگاہ سے بچ نہ پایا۔ ان کی نظر اس پر پڑ چکی تھی اور انہوں نے بے ساختہ اسے پکار کر روک بھی لیا تھا۔ وہ جو داخلی دروازے سے باہر نکل ہی رہا تھا یکدم ٹھہر گیا۔ سب نے ایک ساتھ نظریں پھیر کر اسے دیکھا۔ ولی نے بادل نخواستہ مڑ کر انہیں دیکھا اور پاس چلا آیا۔ نگار بیگم کے کڑے تیور اور ارجمند کی تنفر بھری نگاہ۔۔ اس سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں تھا۔۔

"اسلام علیکم۔۔"

وہ پاس چلا آیا۔۔ زمان اسے دیکھ کر سیدھے ہو بیٹھے تھے۔ اسے تین دنوں بعد دیکھا تھا۔
وہ انہیں معمول سے کمزور لگا۔ البتہ انکے برعکس بی جان اسے دیکھ کر نہال ہی ہو گئی
تھیں۔

"ولی بیٹا کب آئے تم۔۔؟"

وہ اسے دیکھتیں فکر مندی بھری مسکراہٹ سے پوچھ رہی تھیں۔ اسکے چہرے پر نرم
ساتاثر پھیل گیا البتہ تبسم اب بھی مفقود تھا۔۔ وہ ہر وقت ہنسنے مسکرانے والا بندہ تھا
ہی نہیں۔۔

"بس ابھی آیا ہوں تھوڑی دیر پہلے بی جان۔ کیسی ہیں آپ۔۔؟"

وہ وہیں کھڑا کھڑا انکا حال احوال لینے لگا۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔ لیکن تم کہاں چلے گئے تھے۔۔"

ان کی بات پر لاؤنج میں بیٹھیں خواتین نے یکدم چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔ آغا جان نے انکا چونکنا سرعت سے محسوس کیا تو جلدی سے بولے۔۔

ارے زمانی بھول گئیں کیا۔۔ ولی کو میں نے اپنے کام ہی سے بھیجا تھا۔ اور کام میں تو "دو تین دن لگ ہی جاتے ہیں۔ بیٹا جاؤ ولی تم جہاں جا رہے تھے۔۔ اور ہاں کھانا کھایا۔۔؟"

جلدی سے بات سمیٹ کر انہوں نے اس سے سوال کیا تو اس نے سر ہلایا۔

"جی میں کھانا کھا چکا ہوں سردار بابا۔"

اور باہر کی جانب بڑھ گیا۔۔ اسی سیمے اہل سامنے سے آئی۔ وہ نوراں کے ساتھ لان میں تھی اور اسی کے ساتھ اندر داخل ہو رہی تھی۔ اسے ایک پل کو دیکھا اور تنے نقوش لیئے آگے بڑھ گئی۔ ولی نے گہرا سانس لے کر قدم آگے بڑھائے۔

زمان تم اس پر ضرورت سے زیادہ بھروسہ کرنے لگے ہو۔ اختیار ہے نثار ہے۔۔ اور "ہاشم بھی تو ہے۔ اتنے سارے بیٹے ہیں تمہارے بلاوجہ اسکے ہاتھ میں اتنے اختیارات دے "کر اپنے ہاتھ مت کاٹو۔ کیونکہ لہو جیسا بھی ہو اپنا رنگ ضرور دکھاتا ہے۔۔

نگار بیگم نے اسکے جانے کا انتظار بھی نہیں کیا تھا اور کڑو فر کے ساتھ بلند آواز سے کہا۔
اتنی آواز سے کہ باہر نکلتے ولی نے بآسانی سن لیا۔ مگر اسے اب ان باتوں سے کوئی فرق
نہیں پڑتا تھا۔ اس نے ایک نگاہ پلٹ کر دیکھنا بھی گوارہ نہ کیا۔ اہل بھی اب ناجیہ کے
ساتھ صوفے پر ہی آ بیٹھی تھی اور لاؤنج کی مدھم زرد بتیاں روشن تھیں۔۔

نہیں بھا بھی ولی بہت ایماندار اور اچھا بچہ ہے۔ کبھی معاملات میں ہیر پھیر نہیں کی"
اس نے۔ میں نے عرصے تک پلاننگ اور زمینوں کا کام سنبھالا ہے اور مجھے اس کام کا
تجربہ بخوبی ہے۔ اگر اس میں ذرا سا بھی کھوٹ ہوتا یا معاملات کا ہیر پھیر تو مجھے جلنے
"میں بالکل وقت نہیں لگتا۔۔

انہوں نے بہت تحمل سے انکی بات کا جواب دیا تھا جو کہ نگار کو بالکل بھی پسند نہیں
آیا۔۔ انکے چہرے پر کڑواہٹ پھیل گئی تھی۔۔

خیر تمہارا ہی ظرف ہے زمان جو اتنا سر چڑھا رکھا ہے تم نے ایک ملازم کو۔ میں اور " حسین تو کبھی ایسی بد احتیاطی نہ کریں اور وہ بھی ایسے لڑکے کے ساتھ جسکا خمیر ہی گند " سے اٹھا ہو۔۔

نگار بیگم کی زبان تیکھے جملوں سے باز آجاتی یہ ذرا مشکل بلکہ ناممکن تھا۔ اسی لیے زمان اب کی بار خاموش رہے۔۔ انہیں خاندان والوں کے ولی کے لیے خیالات کا علم اچھے سے تھا سو زیادہ بحث کرنا مناسب نہ سمجھا۔۔ مگر اہل۔۔ ہاں وہ اسکے لیے ذکر پر افسردہ ہو گئی تھی۔ بھلے ہی وہ اس سے ناراض تھی مگر کوئی اسکے لیے یوں زہر اگلتا تو اسکا دل کٹتا تھا۔۔

چوڑیں بھا بھی آپ بھی کن باتوں میں لگ گئی ہیں۔۔۔ یہ بتائیں کہ میری دونوں بیٹیاں "
"کیسی ہیں۔۔۔؟

بختیار اور نثار دونوں کا رشتہ حسین کی دونوں بیٹیوں سے کیا گیا تھا۔ اسی لیے بی جان نے
بات پلٹ کر انکا پوچھا۔ نگار مسکراتے ہوئے بتانے لگیں۔۔۔

ارے کیا بتاؤں زمانی۔ سارا دن میرے گھٹنے سے لگی رہتی ہیں کہ اٹاں آپ کو چھوڑ کر "
"ہم نے نہیں جانا۔ بہت خدمت کرتی ہیں میری بچیاں۔ بہت خدمت گزار ہیں۔۔۔

حسبِ عادت وہ اپنی بیٹیوں کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملانے لگیں تو امل
کو بیزاریت ہوئی۔ پتہ نہیں کون مائیں ہوتی ہیں جو اپنی اولادوں کی اس طرح تعریفیں
کرتے نہیں تھکتیں۔ ہماری ماں تو ہمیں نرمی سے دیکھ ہی لے تو انکا احسان ہوتا ہے۔

اس نے سوچ کر خفگی سے بی جان کو دیکھا جو کبھی اسکی تعریف نہیں کیا کرتی تھیں۔
ناجیہ کے ٹھوکا چنے پر وہ چونکی۔۔

"پیپر کیسا ہوا تمہارا صبح کا۔۔؟"

"ٹھیک تھا۔۔ تمہارا۔۔"

اس نے بھی بات برائے بات کی حالانکہ دل تو اب تک ولی کی سرد مہری میں اٹکا تھا۔۔

میرا بھی بس ٹھیک ہی تھا۔۔ اچھا سنو۔۔ یار ذرا ولی سے کہہ کر اسکا نمبر تو لے دو" "مجھے۔۔"

وہ دونوں اتنی آواز میں بات کر رہی تھیں کہ صرف وہی سن سکیں۔ مگر پھر بھی امل نے اس کی بات پر اسے بے یقینی سے دیکھا تھا۔۔

"تمہارا دماغ ٹھیک ہے۔۔؟"

اس نے ایک نظر سامنے بیٹھی نگار کو دیکھ کر دے دے سے غصے میں کہا تو ناجیہ نے اسے کینہ توڑ نظروں سے دیکھا۔۔

"میں جانتی ہوں کہ تم یہ کام کر لوگی۔ مگر کروگی کیوں تم خود جو اسے پسند کرتی ہو۔۔"

اس نے اتنی کڑواہٹ سے کہا تھا کہ اہل بھونچکی رہ گئی۔ تو کیا اب اس کے دل کے احوال اس کے چہرے پر رقم ہونے لگے تھے۔۔؟ کیا اب یہ سب اس کے چہرے سے جھلکتا تھا۔۔؟
اوہ خدا۔ اسے سچ میں پریشانی نے گھیرا تھا۔۔ ناجیہ سے کسی بھی بات کی امید کی جاسکتی تھی۔۔ اور اگر یہ بات نگارتائی کے کان میں چلی گئی تو۔۔ یا خدا۔ وہ تو کہیں کی نہیں رہے گی۔۔ آج پتہ نہیں کون سا دن تھا جو اسے یوں اس طرح سے جھٹکے مل رہے تھے۔۔! پہلے ولی اور اب یہ ناجیہ۔۔

ایسی کوئی بات نہیں ہے ناجیہ۔ تم اپنی طرف کے اندازے اپنے پاس رکھو۔ اور پلیز"
"آئندہ اس طرح کی بات مت کرنا۔۔

اس کا دل اچانک ہی بہت تیز دھڑکنے لگا تھا۔۔ ناجیہ نے تلخی سے سر جھٹکا۔۔

اور اگر ایسی بات نہیں ہے تو تمہاری اس سے بات ہے۔ مجھے اسکا نمبر لے کر دو پھر"
"میں سمجھونگی کہ ایسا کچھ نہیں ہے۔۔"

چیلنج کرتی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے کہا تو امل کا دل چاہا اسکی طبیعت صاف
کر دے مگر پھر صبر کا گھونٹ پی کر رہ گئی۔

میں ایسا کچھ نہیں کر سکتی سوری۔۔ اگر تمہیں اس سے نمبر چاہیے تو خود ہی مانگ لو۔"
یقیناً اگر وہ بھی تمہیں پسند کرتا ہوگا تو تمہیں اپنا نمبر دینے میں ہرگز بھی دیر نہیں کرے
"گا۔۔"

اب مسکرائے کی باری اہل کی تھی۔۔ کیونکہ اسے اندازہ تھا کہ ولی کو ناجیہ میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔۔

"تم جانتی ہو کہ وہ ایسا نہیں کرے گا"

اسکی مسکراہٹ غائب ہوئی۔۔

تو پھر اس قصے کو بھول جاؤ۔ وہ ولی ہے۔ جتنی درشتی سے تم کو ڈیل کرتا ہے اسی طرح لیادیا سب کے ساتھ رہتا ہے۔ میں کوئی خاص نہیں ہوں اسکے لیے۔۔

یہ کہتے ہوئے اسکا دل ایک پل کے لیے ڈوبا تھا مگر وہ سنبھل گئی۔۔

جواب کرنی ہے اس سے خود کرو مجھے اس سب میں مت گھسیٹو۔ تم اسے پسند کرتی"
"ہو۔ میں نہیں۔۔

بہت آرام سے اس نے اس پر واضح کر دیا تھا مگر ناجیہ اتنی آسانی سے ملنے والی نہیں
تھی۔۔

اچھا ٹھیک ہے۔ نمبر میں اس سے خود ہی مانگ لونگی بس تم میرے ساتھ رہنا۔۔ پلیز"
"دیکھو اس سے انکار مت کرنا۔۔

اس نے جان چھڑانے کے لیے بیزاریت سے ہامی بھری اور لالوچ میں ہی جم کر بیٹھی
رہی۔ کیونکہ ان کے یہاں بڑوں کے درمیان سے اُٹھ کر جانا معیوب سمجھا جاتا تھا۔۔

"وہ یہاں کیوں آیا تھا بابا۔۔؟"

بلند چمکتی حویلی کی ساری بتیاں۔ روشن تھیں اور ملازمین کی موجودگی نہ ہونے کے برابر۔۔ سو وہ آرام سے پُر تعیش لاؤنج میں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ ایسے کہ ٹانگ پر ٹانگ رکھے بارعب قسم کے حسین ایک جانب اور مضطرب سا آگے کو ہو کر بیٹھا ہاشم انکے بالمقابل۔۔

"اسے میں نے ہی بلایا تھا۔۔"

ان کے مختصر سے جواب پر اسے طیش آیا۔۔ ذرا اور آگے کو ہو کر بیٹھا۔۔ اسکے اندر کی بے
چینی بڑھتی جا رہی تھی۔۔۔

اس گھر میں اسے مت بڑایا کریں آپ۔۔ یہ میری ماں بہنوں کا گھر ہے اور اس گھر "
"کے کچھ اصول ہیں۔۔ اپنے اعمال کے نتائج کو یہاں کی دعوت مت دیا کریں۔۔

اسکی آواز غصے سے بلند ہوئی تو حسین نے اسے ناگواری سے دیکھا۔۔ زرد روشنیوں سے
ذرا کنارے پر بیٹھا حسین آدھا روشنی میں تھا اور آدھا اندھیرے میں۔۔ ایسے کہ اسکے
چہرے کے تاثرات واضح نہ تھے مگر وہ بنا دیکھے اس کے ہر رخ سے واقف تھا۔۔

یہ گھر میرا ہے ہاشم اور اسکے یہ اصول بھی میں نے ہی بنائے ہیں۔ تو اس میں "
"تمہارے اعتراض کی گنجائش کہیں بھی باقی نہیں رہ جاتی۔

اسکے ٹھنڈے سے جواب پر ہاشم کو اپنا وجود تپتا محسوس ہوا۔۔

لیکن اسے آئندہ یہاں مت بلوائیے گا۔۔ یہ میری آپکو پہلی اور آخری وارننگ ہے۔ اور"
اگر۔۔ اگر آپ نے اسکے خلاف جانے کی کوشش کی تو اسکی لاش گاؤں کے کتوں کو بھی
"نہیں ملے گی۔۔

کسرتی جسم والا ہاشم چبا چبا کر بولتا اٹھا تو حسین نے بس اسے ذرا سی گردن اونچی کر کے
دیکھا۔۔

تم ولی کے مقابلے پر نہیں ہو ہاشم۔ بھلے ہی تم اس سے عمر میں بڑے ہو۔ مگر تمہارا"
اور اسکا کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ اگر تم قتل کرنا جانتے ہو تو زمانے بھر کے کتوں سے اسکا

بھی واسطہ پڑتا ہے۔ اپنی پوزیشن اور اپنی استطاعت دیکھ کر حملہ کرنا۔۔ کسی بھی قسم
"کے نقصان کی صورت میں ذمّے دار میں ہرگز نہیں ہونگا۔۔

"ذمّے دار۔۔۔"

وہ جیسے نفرت سے مسکرایا تھا۔۔

اس سارے گند کا ذمّے دار آپ کے علاوہ اور ہے کون۔۔؟ اس سارے حالات کے "
ذمّے دار آپ ہیں۔ جو کچھ آپ نے کیا وہ کہیں غائب نہیں ہوا۔ وہیں رہ گیا ہے۔۔ ہر
جرم کے نشان رہ جاتے ہیں۔ کچھ بھی نہیں مٹتا یہاں تک کہ الفاظ بھی فضا میں ساکن
رہ جاتے ہیں۔ جیسے ہی کوئی وہاں ذرا سی بھی باریک بینی سے دیکھتا ہے اسے اس جرم
"کے نشان نظر آنے لگتے ہیں۔ اپنے تئیں آپ بہت بڑے کھلاڑی ہیں مگر۔۔

وہ رُکا تو ساری حویلی زرد روشنیوں میں کھڑی کسی قدیم سحر کے زیر اثر لگی۔۔

مگر ہر کھلاڑی کہیں نا کہیں چوک ہی جاتا ہے۔ آپ نے اسے مسجد کے باہر ڈلوا یا "
"اور سمجھ لیا کہ اسے تو کتے کھا گئے ہونگے مگر بابا۔۔

اسکی کنپٹی کی رگ اُبھری تھی۔۔

وہ زندہ بچ گیا۔ اور آج بھی ہماری نظروں کے سامنے گھومتا پھرتا وہ ہمارے چہروں پر "
"زوردار طمانچہ ہے۔۔

اس سب کے بعد وہ رُکا نہیں آگے بڑھ گیا مگر نیم اندھیرے میں بیٹھا حسین کا چہرہ پہلے والا نہ تھا۔۔ اس اندھیرے سے کہیں زیادہ اندھیرا اسکے چہرے پر بخوبی دیکھا جاسکتا تھا۔۔

--

وہ حویلی سے باہر نکلا تو اسکا فون بج اُٹھا۔ اس نے ایک پل کو رُک کر ہاتھ میں پکڑا فون نگاہوں کے سامنے کیا اور پھر نمبر دیکھ کر اسکے تنے اعصاب ڈھیلے پڑے۔ سپاٹ سے چہرے پر شناسائی اُبھری اور پھر وہ شناسائی دھیرے سے مسکراہٹ میں ڈھلتی گئی۔ وہ اب تک حویلی کے سرسبز سے دالان میں کھڑا تھا اور خنک سی ہوا سے اسکے بال ہلکے ہلکے اُڑ رہے تھے۔ اس نے مسکراتے ہوئے کال کاٹ کر دوبارہ سے رابطہ ملایا اور پھر دور تک خاموشی میں ڈوبے لان کو دیکھتے دوسری طرف جاتے فون کو سنے گیا۔۔ ایک گھنٹی کے بعد ہی فون اُٹھا لیا گیا تھا۔

"تو پھر کیا فیصلہ کیا ہے تم نے۔۔؟"

اس نے بہت نرمی سے پوچھا تھا۔۔ اور پھر لبوں کو دانتوں تلے دبائے اس نے آگے والے کی بات سنی۔۔

میں آپکو جنازہ دونگا ولی۔ میں کبھی آپ کو ڈس اون نہیں کرونگا۔ میں کبھی بھی آپ کو "پہچاننے سے انکار نہیں کرونگا۔۔ کیونکہ ساری دنیا آپ کو چھوڑ سکتی ہے مگر زین۔۔ زین آپ کو کبھی نہیں چھوڑ سکتا۔۔"

معصوم آواز میں کہے گئے چند جملوں نے جیسے اس پر جمی سالوں کی کثافت کو ایک ہاتھ مار کر جھاڑ دیا تھا۔ یہ احساس کہ کوئی اسے بھی جنازہ دے گا۔۔ کوئی ہوگا جو اس کے

مر جانے پر اسکی لاش کو اون کرے گا۔۔ بھلے ہی وہ ایک چھوٹا سا بچہ ہی کیوں نہ ہو
اسے اس بات کا کوئی تردد نہیں تھا۔۔ مہیب تاریکی میں ڈوبے دالان کو یاسیت سے
دیکھتے وہ مسکرایا تھا۔۔

"تھینک یو زین۔۔"

اور پھر فون کان سے ہٹا کر باہر کی جانب بڑھا۔ ڈیرہ اب تک بند ہو چکا ہوگا مگر وہ ایک
نظر ادھر کے معاملات دیکھنا چاہتا تھا۔ ان تین دنوں کی مستقل غیر حاضری کے بعد پتہ
نہیں اسے کیوں احساس ہو رہا تھا کہ کوئی اسکے پیچھے ہے۔ کوئی اسے کھوج رہا ہے۔۔ اور
کوئی اسے کھودنے نکلا ہوا ہے۔۔ چلو جو بھی ہوگا وہ جا کر دیکھ لے گا۔ اسی پل اسے
سامنے ہاشم کی اکارڈ اپنی جانب بڑھتی ہوئی نظر آئی۔ تیز ہیڈ لائٹس کے باعث اس نے
آنکھیں چنڈھیا کر اس پر ہاتھ کا چھجٹا بنایا اور آنے والے کو بغور دیکھا۔ ہیڈ لائٹس ذرا مدھم

ہوئیں تو اسے فرنٹ سیٹ پر بیٹھا ہاشم نظر آیا۔ اس نے گہرا سانس لے کر بیزاریت سے اسکی گاڑی کو دیکھا اور اپنی کار کی جانب بڑھ گیا۔۔ مگر اس سے پہلے ہی ہاشم کار کا دروازہ کھولتا اسکی جانب آچکا تھا۔۔

"کیا لینے آئے تھے تم ہمارے گھر۔۔؟"

بغیر کسی تمہید کے اس نے درشتی سے پوچھا تو ولی کا دروازہ کھولتا ہاتھ رُکا۔۔ اونچے سے ہاشم کا قد بالکل اسکے برابر تھا۔۔

یہ جا کر تم اپنے باپ سے پوچھو۔۔ لیکن رُکو۔۔ تم نے یقیناً پوچھا ہوگا مگر تمہارے باپ "نے تمہیں نہیں بتایا۔

محفوظ ہو کر کہتا جیسے وہ اسکے موڈ سے حظ اٹھا رہا تھا۔ ہاشم نے بمشکل اپنے اندر اٹھتے غصے کے اُبال کو دبایا تھا۔۔۔ پھر ذرا قریب آیا۔۔۔ اسکی نسواری آنکھوں میں اپنی سیاہ آنکھیں گاڑیں۔ ایک پل کی بھی جنبش نہیں تھی دونوں نظروں میں۔۔۔ وہ آگ اور کمر کا لمحہ تھا۔۔۔ بچپن سے جو آگ ان کے درمیان پک رہی تھی وہ اب بھی دونوں نگاہوں میں بخوبی دیکھی جاسکتی تھی۔

میرے گھر آنے کی دوبارہ ہمت مت کرنا نہیں تو اپنی ٹانگوں پر کبھی واپس نہیں جاسکو"

"گے۔۔۔"

ولی نے مسکرا کر سر جھٹکا اور پھر چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔ اسکے لبوں کی تراش میں مسکراہٹ تھی مگر آنکھیں۔۔۔ آنکھیں ہرگز بھی نہیں مسکرا رہی تھیں۔۔۔ ان سے ہر قسم کا تبسم مفقود تھا۔۔۔

میں آؤنگا۔۔ اور ہر دفعہ کی طرح تم اسی طرح ہاتھ مسلتے رہ جاؤ گے۔ کیونکہ میں نے " کچھ نہیں کیا۔۔ جو کیا ہے تمہارے باپ نے کیا ہے۔ اور وہ اس سب کا خمیازہ بھگت کر رہے گا۔ میں اس بات کو یقینی بناؤنگا کہ وہ ہر چیز کا انجام بھگتے۔۔ اس سے پہلے تو "اسے میں بھی مرنے نہیں دوںگا۔۔

"اور اسکے بعد کیا تم بچ جاؤ گے۔۔؟"

ہاشم کا تیز تنفس اور بگڑتے تاثرات۔۔ ولی کو اسے ایسے دیکھ کر بہت سکون ملا تھا۔۔

میں تو سالوں سے اپنی موت کا انتظار کر رہا ہوں ہاشم۔۔ تم بھی کس چیز سے ڈرا رہے " !ہر مجھے۔۔

ہوا کا ایک سرسرا تا جھونکا ان کے درمیان سے گزرا تھا مگر وہاں اس خنکی کی پرواہ کسے
تھی۔۔؟ وہاں تو آگ تھی۔۔ ہر جانب بھڑکتے الؤ تھے۔۔ پیچھے کھڑی حویلی میں روشن
قمتے ان دونوں کے چہروں کو روشن کر رہے تھے۔۔

تو ایک بات تم بھی یاد رکھو ولی۔۔ کہ سکون سے تو تمہیں مرنے میں بھی نہیں دونگا۔۔"
میں بھی اس بات کو یقینی بناؤنگا کہ جب تم مرو تو کوئی بھی تمہیں پہچانے سے انکار
کر دے۔۔ تمہارا جنازہ۔۔ وہ کوئی بھی پڑھنے نہیں آئے گا۔۔ کوئی تمہیں اون نہیں کرے
گا۔۔ اور میں اس بات کو یقینی بناؤنگا کہ تمہاری موت بھی تمہاری زندگی جتنی ہی بھیانک
"اور تلخ ہو۔۔"

ایک دم سے منظر بدل گیا تھا۔۔ ہر طرف تنگ و تاریک کال کوٹھڑی چھا گئی۔ وہی تاریک کوٹھڑی جس کے پار اس کی بچپن کی بہت سی تلخ یادیں تھیں۔ جس کے پار اس کا ایک قتل لکھا تھا۔۔ اور جس کے پار اس نے اپنے اندر موجود بہت کچھ کھو دیا تھا۔۔ ہاں وہ سب اتنا ہی تو اذیت ناک تھا۔۔ اتنا ہی تاریک۔۔

اسکے چہرے پر سایہ سا آٹھرا۔۔ لب بھینچ گئے اور جبرے تن گئے۔۔ کچھ اسکے اندر ڈوب کر اُبھرنے لگا تھا۔۔

مجھے لگتا ہے کہ اب کوئی بھی آگ مجھے واقعی نہیں جلا سکتی۔۔ کیونکہ میں خود آگ بن " گیا ہوں۔۔ مجھے کوئی عذاب اب عذاب نہیں دے گا ہاشم کیونکہ میں خود ایک عذاب "ہوں اور عذاب۔۔

وہ رکا تھا۔۔ بس لمحے بھر کے لیے۔۔ اسکی ساکت پتلیوں کے آس پاس اب سُرخ
دُورے اُبھرنے لگے تھے۔

”عذاب کو نہیں کاٹا کرتا۔۔“

ایک جھٹکے سے اس نے کہہ کر کار کا دروازہ کھولا اور پھر اس پر دوسری نظر ڈالے بغیر
زن سے گاڑی بھگالے گیا۔۔ دُھول اُڑاتی گاڑی کے پار پھیلی دُھول میں ہاشم بہت
دُھندلا سا دکھائی دیتا تھا۔۔ حویلی کے زرد قہقہے اب تک روشن تھے۔۔

اٹل کا آخری پیپر تھا اور آج پھر سے فرید نہیں آیا تھا۔ اتفاق سے دوسری ٹویلی کا ڈرائیور بھی نہیں آیا تھا اور ناجیہ صبح صبح اسکے گھر آگئی تھی کہ فرید کے ساتھ جاسکے مگر پھر یہاں بھی اسے مایوسی کا منہ دیکھنا پڑا۔

”اب کیا کرینگے دیر ہو جائیگی پیپر کی۔۔“

وہ پریشانی سے داخلی دروازے میں کھڑی کہہ رہی تھی۔ اٹل نے بھی بیزاری سے آس پاس دیکھا۔ ان پیپرز اور فرید کی مسلسل غیر موجودگی نے اسے سخت کبیدہ خاطر کر دیا تھا۔ اس نے جھلا کر بی جان کو آواز دی۔۔

”بی جان اب کیا کریں ہم۔۔؟ دیر ہو رہی ہے ہمیں کلج کی۔۔“

"میں ولی کو کہتی ہوں چھوڑ دیگا تم لوگوں کو۔۔"

بی جان کو بس اب آخری حل یہی نظر آرہا تھا سو کہہ دیا مگر امل کی کوئل پیشانی شکن
آلود ہوئی تھی۔۔

"جی چچی ہم۔۔۔"

"ہم ان کے ساتھ ہرگز بھی نہیں جارہے۔۔"

اس نے ناجیہ کے پیر پر پیر رکھا اور جلدی سے اسکا ادھورا فقرا مکمل کیا۔ ناجیہ نے اسے
برا سامنہ بنا کر دیکھا تھا مگر وہاں پرواہ کسے تھی۔۔ البتہ بی جان نے اسے سر اٹھا کر
ضرور دیکھا تھا۔۔ کیونکہ وہ کبھی بھی ولی کے بارے میں ایسا نہیں بولی تھی۔

”اس کے ساتھ جانے میں کیا مسئلہ ہے۔۔؟“

ان کے حیران سے استفسار پر اس نے نگاہ چرا کر قد آدم کھڑکی سے گرتی دھوپ کو دیکھا۔۔ نہیں وہ اس کے ساتھ نہیں جائیگی۔۔ وہ اس کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔۔ کوئی ایسے بے قدری کرتا ہے کسی کی پرواہ کی۔۔ کسی کی چاہت کی۔۔ ہنہ اس نے سر جھٹکا۔۔

”وہ اس وقت ڈیرے پر جاتے ہیں خواہ مخواہ ہماری وجہ سے پریشان ہونگے۔۔“

اس نے بات بنائی تو بی جان کی حیرت کو مسکراہٹ نے چھوا۔۔

ولی کبھی میرے کسی بھی کام سے پریشان نہیں ہوتا۔۔ رکو میں اسے بلاتی ہوں لے "

جائے گا تم دونوں کو۔ اور ویسے بھی آج آخری پرچہ ہے پھر کونسا تم نے اس کے ساتھ

"جانا ہے۔۔"

وہ کہتے ہی نوراں کو آوازیں پنے لگیں۔۔

"جا ولی کو بلا کر لا۔۔"

اور پھر کچھ دیر بعد نوراں کے پیچھے قدم قدم چلتا وہ ان تک پہنچا۔ اہل نے آنکھیں گھما کر

دوسری جانب دیکھا۔ ولی نے اسے ایسے کرتے دیکھ لیا تھا اسی لیے اس نے اُبھرتی

مسکراہٹ کو دبایا۔۔

"جی بی جان۔۔؟"

ناجیہ کی ساری ہٹ دھرمی ایک طرف مگر اس سے بات کرنا آسان نہیں تھا۔ وہ ہر کسی سے گھلنے ملنے والا انسان نہیں تھا۔ اور یہی رویہ بہت لوگوں کو تیر کی طرح سیدھا رکھتا تھا۔۔

فرید آج پھر سے نہیں آیا ہے ولی اور ان دونوں کو کلج لے کر جانا ہے انکا آج آخری "پرچہ ہے۔۔ تم لے جاؤ گے۔؟"

"جی بی جان۔۔"

وہ ہلکا سا مسکرایا۔۔

”لے جاؤنگا۔“

پھر ان دونوں کی جانب گھوما۔۔ جس میں سیاہ چادر والی لڑکی بہت سی فائلز کو سینے سے لگائے اس سنہری سی دھوپ کے عکس میں دہکتی ہوئی خاصی لا تعلق سے کھڑی تھی اور دوسری اسکے برعکس دے دے جوش سے ولی کو دیکھ رہی تھی۔

چلیے۔۔ ”اس نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔۔ براؤن رنگ کے شلوار قمیص میں اسکی“
چوڑی پشت کو دیکھتے اس نے خفگی سے سر جھٹکا اور ناجیہ کے ساتھ ہی باہر نکلی۔۔ وہ
اب نظروں پر چشمہ لگانا گاڑی کا دروازہ کھول کر بیٹھ رہا تھا۔۔ اس کے ساتھ سفر۔۔ اہل
نے خفت سے سوچا۔۔ اسے اس رات کی کوئی بات نہیں بھولی تھی۔

کھیتوں کے درمیان بنے کچے راستوں پر ان کی گاڑی ایک بار پھر رواں تھی۔ مگر اس بار ان کے اندر موجوں لوگوں کے جذبات میں زمین و آسمان کا فرق وارد ہوا تھا۔۔ جس میں صرف محبت مشترکہ تھی۔۔ ہاں بس وہ اسے ہی نہیں ختم کر سکتے تھے۔۔

"چُھٹی بارہ بجے ہی ہے آپ لوگوں کی۔۔؟"

اس نے سامنے دیکھتے نہ جانے ان میں سے کسے مخاطب کیا تھا مگر جواب ناجیہ ہی نے دیا۔ اہل کا اسے جواب دینے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔۔

"جی۔۔ مگر آپ کو کیسے پتہ۔۔؟"

اس نے پوچھا تو ولی کی نظر بے ساختہ پیچھے کو جھانکتے شیشے پر پھسلی۔ امل لا تعلق سے باہر کی جانب دیکھ رہی تھی۔۔

”سردار بابا نے بتایا تھا۔۔“

”اوہ اچھا۔۔ میں سمجھی آپ امل کو لے کر گئے تھے پیپر کے لیے۔۔“

”میرے پاس اتنا فالٹو وقت نہیں ہے کہ انہیں لاتا لے جاتا رہوں۔۔“

اس کے بہت آرام سے کہنے پر امل نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔ اس کے یوں دیکھنے پر ناجیہ نے بمشکل اپنی ہنسی دبائی۔

اور ہمیں بھی کوئی شوق نہیں ہے آپ سے فیور لینے کا مگر مجبوری ہے ہماری۔ مجبوری "

"تو سمجھتے ہیں ناں آپ۔؟

بہت دھڑاک سے اس نے چہرہ دوبارہ کھڑکی کی جانب پھیرتے کہا تھا۔ اس کی ہمت بھی کیسے ہوئی اہل کو ایسے کہنے کی۔ مگر دوسری جانب ولی جیسے محظوظ ہوا تھا۔ اس نے مسکراہٹ چھپانے کے لیے نچلا لب دانتوں تلے دبایا۔۔ پھر موڑ کھٹتے ہوئے سر سر سی سی نگاہ خفا خفا سی لڑکی پر ڈالی جو ضبط کے باعث سُرخ ہوئی کھڑکی کے پار دیکھ رہی تھی۔۔

"لینے بھی آپ ہی آئنگے۔۔؟"

ناجیہ کے پوچھنے پر اس نے شانے اُچکائے اور اس سے پہلے کہ کوئی جواب دیتا اہل بول
پڑی۔۔

ان کے پاس بالکل بھی فالتو وقت نہیں ہے ہمیں لانے لے جانے کا اسی لیئے میں "
بی جان کو فون کر کے منع کر دوں گی کہ کسی اور کو بھیج دیں۔۔ کہیں انکا کوئی ضروری کام
"نہ رہ جائے۔۔

اس نے جل کر اسے اسکے الفاظ لوٹائے تو وہ یکد ہنس دیا۔ کار میں ایک دل فریب سا
قہقہہ گونجاتھا۔۔

"معافی بی بی اگر آپ کو بُرا لگا ہو تو۔۔"

کتنی سہولت سے معافی مانگ رہا تھا۔۔ اہل کا دل کیا ہاتھ میں پکڑی فائل اسکے سر پر
دے مارے۔۔

قدیم وقتوں کی شہزادیوں کے قصے تو سُن ہی رکھے ہونگے آپ نے۔۔ کہ وہ کسی کی ذرا سی "
غلطی پر معافی چنے کے بجائے اُلٹا کڑی سزائیں دیا کرتی تھیں اور لوگوں کو عبرت کا
نشان بناتی تھیں تاکہ دوبارہ کوئی گستاخی کرنے کی جرأت نہ کر سکے۔۔ افسوس کے میں
نے ان کے اس عمل کی ہمیشہ مذمت کی۔۔ بالکل ٹھیک کرتی تھیں وہ۔۔ انہیں اندازہ
"تمہاکہ لوگوں کو قابو کیسے کیا جاتا ہے۔۔ مگر خیر۔۔"

وہ ٹھہری اور پھر شہد رنگ جگمگاتی آنکھوں کو کسی امر ہوئی خوبصورت شہزادی کی طرح
بے نیازی سے گھمایا۔۔

"ہم آپ کو معاف کر دیتے ہیں آپ کی ہر گستاخی پر۔۔"

کیا ادا تھی۔۔ اور انداز کو تو بہنے دیجئے۔۔ سیاہ چادر کے ہالے میں دھلی چاندنی دن کی
روشنی میں سنری دھوپ لگ رہی تھی۔۔ ولی نے اس سے زیادہ خوبصورت کوئی
! شہزادی نہیں دیکھی تھی۔۔ کوئی اس سے خوبصورت تھی ہی کہاں۔۔

مجھے کڑی سزاؤں سے ڈر لگتا ہے اسی لیے میں بہت شرافت سے آپ کو لینے "
"آجاؤنگا۔۔ یقیناً پھر تو معافی سہل ہو ہی جائیگی۔۔"

ایک تو جب وہ نرم ہوتا تھا تو اس جیسا کوئی نہ ہوتا۔۔ اور جب رکھائی برتتا تو۔۔ امل نے
جھرجھری لی تھی۔۔

”جی آپ ہی آئیے گا۔۔ ہمیں بہت اچھا لگے گا۔۔“

ناجیہ نے اپنے ساتھ اسے بھی گھسیٹا تھا۔ اس نے اسے دانت پیس کر گھورا۔۔ کلج کے باہر ان کو چھوڑ کر وہ سیدھا ڈیرے پر آگیا۔۔ آفس کا نظام ویسا ہی تھا۔ مخصوص چہل پہل۔۔ کام کرتے گاؤں کے لوگ۔۔ اپنی اپنی نگرانی میں زمینوں کی کٹائی کا حساب دیتے کسان۔۔ اس نے سنجیدگی سے قدم آگے بڑھائے۔ آفس کا دروازہ کھول کر جیسے ہی وہ اندر آیا تو اندر شاہ نواز پہلے سے موجود تھا۔۔ اسے دیکھ کر اُٹھ کھڑا ہوا۔۔ اسے ہاتھ سے بیٹھنے کا اشارہ کرتا وہ سن گلاس آنکھوں سے ہٹاتا کر سی کھینچ بیٹھا۔۔

ولی سر اسی مہینے بختیار اور نثار صاحب کی شادی ہے اور تمام وہ کام جو درمیان میں ”لٹکے تھے وہ مکمل ہو چکے ہیں۔ اب کیا ارادہ ہے آپ کا۔۔“

”محسن میرا ماضی کھود رہا ہے نواز۔۔؟“

اس نے ایک دم اسکی بات کاٹ کر کہا مگر لہجہ بالکل ہموار تھا۔۔ نہ طیش نہ کچھ اور۔۔
شاہ نواز بے اختیار خاموش ہوا تھا۔۔

جی سر۔ وہ بس تجسس کے مارے پوچھ گچھ کر رہا تھا اور صرف مجھ سے ہی کی ہے۔
”اتفاق ہوگا سر لیکن۔۔“

تم بھی اور میں بھی۔۔ ہم دونوں جانتے ہیں کہ اس دنیا میں اتفاق نام کی کوئی چیز نہیں
”ہوتی۔ سب طے شدہ ہوتا ہے۔ پری پلینڈ۔۔“

اس نے سنجیدہ سا ابرو اٹھا کر اسے دیکھا تو نواز نے تھوک نگلا۔۔ ولی کی اندر تک اُترتی
گہری نظریں اسے بوکھلائے دے رہی تھیں۔۔

”سر میں دیکھتا ہوں کہ وہ کیا کرنا چاہ رہا ہے۔۔“

اور جتنی جلدی تم دیکھ لو گے اتنا ہی بہتر ہوگا۔ مجھے صرف یہ بتاؤ کہ وہ کس کے کہنے ”
پر یہ سب کر رہا ہے۔۔؟ اور یہ الٰہی بخش باہر کیا کر رہا ہے۔۔؟ اسکے بیٹے کا مسئلہ اب
”سنگ سیدھا نہیں ہوا۔۔؟

اس نے بیک وقت سوال کیئے تو شاہ نواز پل میں سنبھلا۔۔

وہ چاہتا ہے کہ آپ ایک دفعہ اے ایس پی صاحب سے بات کر لیں تو وہ ان کے بیٹے " کو رہا کر دے گا

"ٹھیک ہے۔۔ تم جاؤ میں کرتا ہوں کچھ۔"

اس کا بیٹا زمینی مسئلے میں اقدام قتل کے جرم میں جیل کے اندر تھا مگر کم عمری کے باعث اسے یوں اس طرح سلاخوں کے پیچھے قید رکھنا بھی قانوناً درست نہیں تھا۔ مگر وہ اے ایس پی۔۔ الہی بخش سے کوئی پرانی کھار اُتارتا اسے تکلیف دینے کے لیے اس کے بیٹے کو اندر کیے ہوئے تھا۔۔ اس نے فون کان سے لگا کر دوسری طرف کو جاتی گھنٹی سنجیدگی سے سنی۔۔ اگلے ہی لمحے فون اُٹھا لیا گیا۔۔

"وعلیکم سلام۔۔"

اس نے سر کو خم دے کر جواب دیا

میں نے یہ کہنے کے لیے فون کیا ہے کہ اور کتنا تم کرم بخش کو لاک اپ میں رکھو"
"گے۔۔ اسکا باپ پریشان ہے اسے رہا کر دو محمود شاہ۔۔"

اس نے اچھے جلنے والوں کی طرح اسے کہا تو وہ فوراً مان گیا مگر پھر اس کی اگلی بات
سن کر جیسے وہ ساکت ہوا تھا۔۔

تو تم کہہ رہے ہو کہ۔۔ وہ لڑکا بھلے ہی کم عمر ہے لیکن وہ مہارت رکھتا ہے اس قسم"
"کے کاموں میں۔۔ یعنی قتل اور اقدام قتل میں۔۔۔؟"

اسے حیرت نہیں ہوئی تھی۔۔ مگر اتنے شریف باپ کی اولاد کا سن کر اسے ضرور حیرت ہوئی تھی۔۔

”کس کی قیادت میں کام کرتا رہا ہے وہ۔۔؟“

اس نے اندھیرے میں ایک تیر چلایا اور جس طرح تیر نشانے پر لگا تھا اس نے اسے محفوظ کیا۔۔

تو ہاشم محترم کا ہاتھ ہے اسے ایسا بنانے میں۔۔ ٹھیک ہے۔۔ تم رہا کردو اسے۔۔“
”لیکن اسے سیدھا میرے پاس بھیجو۔ میں اس سے ایک آدھ بات کرنا چاہتا ہوں۔۔“

اس نے فون رکھا اور چند پل سوچتی نظروں سے کسی غیر مرئی نقطے کو دیکھے گیا۔۔ ہاشم بھلا کیوں اس لڑکے کی ایسی تربیت کرنے لگا۔۔؟ اور وہ بھی اتنا کم عمر لڑکا۔۔۔ اسے پتہ تھا کہ لوگوں کی مفلسی و لاچاری سے کھیل کر ہاشم نے بہت سے ایسے لوگ اپنی طرف کر رکھے تھے۔ اور ان کو ایک خاص قسم کی تربیت دینے کے بعد اس نے اپنے پاس رکھا ہوا تھا۔۔ وہ جو کرائے کے قاتلوں کی بات کرتا تھا۔۔ تو وہ لوگ انہی لوگوں میں سے ہوا کرتے تھے۔۔ جنہیں عرصے تک ہاشم نے پالا ہوتا اور تراش کر اپنے قریب رکھا ہوا تھا۔۔ مگر الہی بخش کا بیٹا ہی کیوں۔۔؟ وہ تو اس کے علاقے کا تھا ہی نہیں۔۔ وہ تو تھا بھی شیخ زمان کے علاقے کا۔۔ کہیں کچھ غلط تھا۔۔ اسکی چھٹی جس اسے آگاہی دے رہی تھی۔۔ مگر کیا غلط تھا اسے ابھی یہ جاننا تھا۔۔

کچھ پل چند زمینی معاملات کو نیٹاتے نیٹاتے اسے وقت کا پتہ ہی نہیں چلا۔۔ بارہ بجے اہل کی چھٹی تھی اور ابھی سوا گیارہ بجے تھے۔ اسے ساڑھے گیارہ تک نکلنا تھا۔۔ سو اس نے اطمینان سے گھڑی دیکھ کر اپنا کام جاری رکھا۔۔ دفعتاً کرم بخش نے دروازے میں داخل ہو کر اجازت چاہی تو اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔۔ وہ سترہ سال کا دُبلا سا لڑکا تھا

جس کی پیشانی پر بال نو عمر لڑکوں کی مانند بکھرے پڑے تھے۔۔ مگر وہ اپنی عمر کے
لڑکوں کی طرح ہنستا مسکراتا نہیں تھا۔۔ اس کے چہرے پر ایک خاص قسم کا تناؤ ولی نے
ہمیشہ دیکھا تھا۔۔

"اؤ۔۔۔"

اس نے ٹیک لگا کر اسے اجازت دی تو وہ سلام کرتا اندر آکر کرسی کھینچ بیٹھا۔۔ ولی نے
آنکھیں سکیڑ کر گہری نظروں سے اسے دیکھا تھا۔۔

"کب سے کام کر رہے ہو تم ہاشم کے لیئے۔۔۔؟"

"چودہ سال کی عمر سے۔۔"

اس کا جواب بہت سچا تھا۔۔ وہ جیسے ہنسنا جانتا ہی نہیں تھا۔۔

کیوں کرتے ہو اس کے پاس کام۔۔؟ تمہارے والد کو معلوم ہے اس بارے "
"میں۔۔۔؟

بہت محتاط سوال کر رہا تھا ولی۔۔ کچھ غلط تھا۔۔ کہیں کچھ بہت غلط تھا۔۔

"جانتے ہیں وہ۔۔۔"

"وہ کام کرنے چیتے ہیں تمہیں۔۔۔۔؟"

نہیں انہیں بالکل نہیں پسند میرا وہاں کام کرنا لیکن مجھے ان کی پسند نا پسند سے کوئی "غرض نہیں ہے۔۔"

اس کے لہجے کی بغاوت اور آنکھوں میں چھائی ویرانی۔۔! ولی کو بہت کچھ ایک ساتھ یاد آیا تھا۔۔

تم کیوں کام کرتے ہو اس کے پاس۔۔؟ کیا جانتے نہیں ہو کہ زمانے بھر کا بد معاش "آدی ہے وہ۔۔ اچھے لوگوں میں اٹھتا بیٹھتا نہیں ہے۔ اور جس کام کے لیے اب تمہیں "استعمال کر رہا ہے جانتے بھی ہو کتنا خطرناک کام ہے وہ۔۔"

اس نے اب کہ ذرا درشتی سے اسے جھاڑا تو اس نے ذرا کی ذرا نظر اس پر اٹھائی۔۔

"کون جانے کہ کون کس کو استعمال کر رہا ہے۔۔"

اس کی عجیب سی مسکراہٹ پر ولی نے سامنے بیٹھے لڑکے کو بہت غور سے دیکھا۔۔

"مطلب۔۔۔؟"

اگر آپ نے مجھے اس سب کے لیے بٹلایا ہے تو بہتر یہی ہے کہ میں واپس چلا
جاؤں۔۔

"بیٹھو واپس۔۔۔"

اس نے اتنی درشتی سے کہا کہ لڑکا اگرچہ کسی کا اثر نہیں لیتا تھا پھر بھی اُٹھتے اُٹھتے بیٹھ گیا۔۔

میری بات ابھی ختم نہیں ہوئی ہے۔۔ اتنا تو میں بھی جانتا ہوں کہ تم اسکے پاس بغیر " کسی مقصد کے کام نہیں کر رہے۔ کوئی وجہ ضرور ہے۔ اگر تم مجھے وجہ بتا دو گے تو شاید "میں تمہاری کوئی مدد کر سکوں۔۔

سخت لہجے کو اس نے حتی الوسع ہموار رکھنے کی کوشش کی تھی۔۔ لڑکے نے اسے زخمی آنکھوں سے دیکھا۔۔

"میں وجہ بتانے کا آپ کو پابند نہیں ہوں۔۔"

اگر تم نہیں بھی بتاؤ گے تو میرے لیے سب کچھ کھود نکالنا کوئی مشکل کام نہیں۔ یہ " دنیا بہت چھوٹی ہے کرم۔ اس میں کسی کا راز، راز نہیں ہوتا۔ تم نہیں بتاؤ گے تو کوئی تمہیں کھوجتا وہ سب جان لے گا جو اسے نہیں جاننا چاہیے اسی لیے جتنی آسانی سے "تم مجھے بتا دو گے اتنی ہی آسانی سے میں جانے دوں گا۔"

کرم کی بے تاثر آنکھوں میں پل بھر کے لیے ایسا کرب ابھرا تھا کہ ولی ساکت رہ گیا۔ اسے اس لڑکے کو دیکھ کر نہ جانے کیوں سیاہ کوٹھڑی میں قید درد سے بلکتا لڑکا یاد آیا تھا۔۔

میں تمہاری مدد کرونگا۔۔ بتاؤ مجھے۔۔ کیا مسئلہ ہے۔۔؟ اگر تو تم پیسوں کے لیے اسکے " پاس کام کر رہے ہو تو ابھی کے ابھی چھوڑ دو۔ یہاں اس ڈیرے پر بہت سے کام ہیں "جو تم کر سکتے ہو مگر وہ کام مت کرو۔۔

اب کے اس نے تحمل سے بات مکمل کی تو لڑکا آنکھوں میں پانی لیے مسکرایا۔۔

کاش کے بات صرف پیسوں کی ہوتی سرکار۔۔ کاش کے صرف یہی بات ہوتی۔۔ مگر " نہیں۔۔ میں اس کی تلوار سے اسکو ذبح کرونگا۔۔ یہ قسم کھائی تھی کرم نے اپنی بہن کو " دفناتے۔۔ اور اب قسم کے ساتھ ہی میری زندگی وابستہ ہے۔

اس کی مبہم باتیں نتیجہ خیز نہیں تھیں۔ ولی نا سمجھی سے اسے دیکھے گیا۔۔

"جاسکتے ہو تم۔۔۔"

چند پل اسے چانچنے کے بعد اس نے اسے کہا تو وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔۔ مرنے ہی لگا تھا کہ ولی کی آواز نے اس کے قدموں کو زنجیر کر دیا۔۔

میں کسی کو بھی اپنے رازوں میں شریک کرنے کا ہامی نہیں ہوں کرم۔۔ مگر آپ کے "دُشمن کا دُشمن آپ کا دوست ہوتا ہے۔۔ اور ہاشم میرا سب سے بڑا دُشمن ہے۔۔ اگر کبھی کسی بھی قسم کی ضرورت پڑے تو مجھے بتانا۔۔ اور اکیلے کسی خوفناک سفر پر مت "نکلنا۔۔ یہ دنیا تمہاری سوچ سے بھی زیادہ ظالم ہے۔۔

ساکت فضا میں صرف دو نفوس کے سانس کی آواز باقی رہ گئی تھی۔ وہ کچھ لمحے سن کھڑا
رہا اور پھر اسکے آفس سے تیزی کے ساتھ نکلا۔۔ کرم کے اندر کچھ بہت اُتھل پُتھل
ہو رہا تھا۔۔

اس نے چھٹی پر ناجیہ اور اہل دونوں کو لیا اور گاڑی حویلی کے راستے پر ڈال دی۔ وہ
دونوں پیپر ز ختم ہونے کی خوشی میں قدرے پُر جوش سی آج کے پیپر کو ڈسکس کر رہی
تھیں۔ اور ساتھ ساتھ اس سخت سی انویجلیئر کو بھی کوس رہی تھیں کہ جس کی موجودگی
میں ان کا سانس خشک ہوا پڑا تھا۔۔

توبہ۔۔۔ انہیں تو دیکھ کر ہی خوف آ رہا تھا مجھے۔ ایک تو انتی بڑی ساری۔۔ اور پھر اوپر "
"سے ان کا غصہ۔۔

ناجیہ نے کہہ کر جھڑجھڑی لی تھی اور اس نے سن کر۔۔

شکر جان چھوٹی ہماری پیپرز سے۔۔ سولی پر لٹکا رکھا تھا مجھے تو جب سے شروع ہوئے "
"تمھے۔۔ مگر آج میں نے صرف اور صرف سونا ہے۔ اور کچھ بھی نہیں کرونگی میں۔۔

جواباً فائلز کو اکٹھا کر کے ساتھ گود میں رکھتے ہوئے اس نے بھی دبی دبی سی خوشی سے کہا
تھا۔ آخری پیپر کے بعد کی خوشی سے بھی زیادہ اس دنیا میں کوئی آسودہ لمحہ ہوتا ہے
بھلا۔۔۔؟ اس کا چہرہ بھی خوشی سے چمک رہا تھا۔۔ گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے سنجیدگی
سے باہر دیکھتا ولی کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ سوچ کی لکیریں اسکی پیشانی پر بخوبی دیکھی

جاسکتی تھیں۔ ان دونوں کی باتوں سے لا تعلق اسے ابھی تک کرم کا پُراسرار رویہ اُلھجائے ہوئے تھا۔ کیا تھا جسے وہ چُھپا رہا تھا۔۔؟ کیا ہو سکتا تھا بھلا۔۔؟ اتنا تو اسے بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ جو تھا وہ بہت بھیانک تھا مگر کیا۔۔؟ ہر ممکنہ بات سوچ کر وہ خود ہی اپنے تخیلات کی تردید کرتا عجیب مُخمسے میں پھنسا تھا۔۔ ایک دم سے ناجیہ اور امل کی ہنسی پر چونکا۔ وہ دونوں کسی بات سے لطف اندوز ہوتیں ابھی تک ہنس رہی تھیں۔ اس نے سر جھٹک کر دھیان ڈرائیونگ کی طرف لگایا۔

حویلی کے باہر اس نے کار روکی تو ناجیہ اور امل دونوں گاڑی سے اُتر کر حویلی کے جہازی گیٹ کے اندر داخل ہوتی نظر آئیں۔ وہ بے دیھانی میں ان کو جاتا دیکھ رہا تھا۔۔ کیا وجہ ہو سکتی ہے۔۔۔؟ کیا کرم سے کچھ ایسا ہو گیا تھا جو اسے نہیں کرنا چاہیئے تھا اور اب ہاشم اسے اس سب کی وجہ سے بلیک میل کر کے اپنے پاس رکھے ہوئے ہے۔۔۔؟ اوں ہوں۔۔ ایسا ہوتا تو کرم کب کا اعتراف کر چکا ہوتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ وہ انڈرائج (کم عمر) ہے۔۔ اس نے گہرا سانس لے کر جیسے بہت سی سوچوں کو جھٹکا تھا اسی پل

تویلی کے داخلی دروازے کے اندر جاتی ناجیہ مڑی اسے مسکرا کر دیکھا اور آگے بڑھ گئی۔ اہل نے اسکی یہ حرکت نہیں دیکھی تھی وہ اندر جا چکی تھی۔۔

اف۔۔۔۔۔ ولی نے کوفت سے گہری سانس لی اور گاڑی ڈیرے کی جانب بڑھائی۔۔۔ یہ لڑکی ناں اسے مروائے گی کسی دن۔۔۔۔۔ ناجیہ کی حرکت پر سخت کوفت کا شکار ہوتا وہ اب پھر سے ذہن جھٹک رہا تھا۔۔

"محسن۔۔۔۔۔ کیا کرتے پھر رہے ہو تم آج کل۔۔۔؟"

شاہ نواز نے اس کے سر پر پہنچ کر کہا تو لمحے بھر کو وہ ہڑبڑا سا گیا۔۔۔ اسے اتنی براہ راست پوچھ گچھ کی اُمید نہیں تھی۔۔

”میں۔۔۔ میں کیا کر رہا ہوں۔۔۔“

فوراً لڑکھڑاتی زبان کو سنبھالا۔۔

بس فطری تجسس مجھے یہاں تک لے آیا۔ ایک ایسا بندہ جس کا نہ خاندان نہ کوئی فیملی ”بیگ گراؤنڈ نہ کوئی آگے نہ پیچھے۔۔ وہ یا تو آسمان سے ٹپکا ہے یا پھر زمین سے اگّا ہے۔۔ میں ان سب باتوں پر مزید صبر نہیں کر سکتا تھا اسی لیے چھان پھٹک کے لیے ”نکل کھڑا ہوا۔۔

کندھے اُچکا کر کہا تو شاہ نواز کے ابروتنے۔۔

ولی سر کو تمہاری چھان پھٹک کا پتہ چل گیا ہے اور اگر انہیں غصہ آگیا ناں تو تمہیں "پھٹک کر رسی پر ڈال دینگے۔۔"

نواز کے خبردار کرنے پر اس نے ناک سے مکھی اڑائی تھی۔۔

مجھے کونسا کسی ایجنسی نے ہائیر کیا ہے یہ سب کرنے کے لیے۔۔ میں تو خود کی تسکین "کے لیے یہ سب کر رہا ہوں۔۔ اور کچھ نہیں۔۔"

اس نے صاف گوئی سے بتادیا تھا۔۔ وہ چند پل اسے مشکوک نظروں سے دیکھتا رہا۔۔

"کیا ملا تمہیں اب تک ان کے بارے میں۔۔؟"

بہت تاک کر سوال کیا تھا نواز نے۔۔ محسن لمحے بھر کو ٹھہرا۔۔ اسے سوال سے زیادہ اسکا انداز عجیب لگا تھا۔۔

"یہی کے وہ سردار بابا کے سگے بیٹے نہیں۔۔"

"بس یا کچھ اور۔۔ مجھ سے کچھ بھی مت چھپانا۔۔"

اس کی سٹکڑی ہوئی تیکھی نظریں۔۔! محسن کو اب پیشانی پر پسینہ آنے لگا تھا۔۔

میں نہیں کر رہا کچھ بھی شاہ سر۔ آپ ڈاکیوں رہے ہیں مجھے۔۔۔؟ میں کچھ نہیں چھپا۔
رہا آپ سے۔ سیدھے سبھاؤ پوچھا تھا کہ بتا دیں آپ ولی سر کے بارے میں اب بتا بھی
"نہیں رہے ہیں اور پھر ایسے شک بھی کر رہے ہیں۔۔"

اس نے ذرا خفگی سے نو عمر لڑکوں کی طرح ناک سکور کر کہا تو نواز کے پیشانی کے بل
ڈھیلے پڑے۔۔ گہرا سانس لے کر محسن کو دیکھا۔۔

کسی کی زندگی کو یوں بلاوجہ نہیں کھودتے محسن۔۔ کبھی بھی نہیں۔۔ کیونکہ انسان بہت
سے دروازوں کو خود پر عرصے سے بند کر چکا ہوتا ہے۔۔ پھر کوئی انہیں یوں جا کر کھول
دے یہ درست نہیں۔۔ بند دروازوں کے پار اکثر بھیانک راز ہوا کرتے ہیں۔ جن کا جان
لینا کسی بھی طور بھلائی کے زمرے میں نہیں آتا۔۔ محتاط رہو۔۔ اور کوئی ایسی ویسی
"حرکت مت کرنا۔۔ چلتا ہوں۔۔"

وہ اُٹھ کر گیا تو محسن دروازے کو ہی دیکھتا رہا۔۔ اس کے سامنے بہت کچھ ایسا چل رہا تھا کہ جن کے دروازے وہ خود پر بند نہیں کر سکا تھا۔۔ اسے ولی کی زندگی سے نہیں اس کے ساتھ سے دلچسپی تھی مگر کیا کرتا۔۔ وہ مجبور تھا اسے کھنگالنے پر۔۔ کیونکہ جس کی ضرورت اسے تھی اگر ولی وہ نہ نکلا تو پھر بہت بڑا جھول ہو جانا تھا۔۔ مگر ابھی یہ بات شاہ نواز کو بتانا سراسر بے وقوفی ہوگی۔۔ اسے خود سے سب کچھ جان کر ولی کے پاس جانا تھا اور بہت جلد جانا تھا۔۔ کیونکہ قبروں میں دفن اسکے گھرانے کے لوگ اب بھی انصاف کے لیے سسک رہے تھے۔ اور اسے ان کو انصاف دلانا تھا۔۔ چاہے پھر جیسے بھی۔۔ قدرت نے اسے زندہ رکھا تھا تو اس کا صرف ایک مقصد تھا اور وہ تھا انتقام۔۔۔ حسین احمد سے انتقام۔۔۔! جس نے اس کے گھر کو اُجاڑ کر رکھ دیا تھا۔۔

رات کی سیاہی میں چمکتی حویلی شان سے سر اٹھائے کھڑی تھی۔ ایسے کہ اسے دیکھنے کے لیے انسان کو اپنی آنکھیں چنڈھیانی پڑتی۔۔ اسکا حسن ویسے ہی نظروں کو خیرہ کیا کرتا تھا۔ زرد قمقموں سے روشن حویلی میں آج پھر سے ڈھولکی تھی اور اس دفعہ بختیار، نثار، نفیس غرض کے گھر کے سارے لڑکے اکٹھے تھے۔ وہ سب مردانے میں براجمان تھے اور اس طرف لاؤنج میں دوشیزاؤں نے خوب رونق لگا رکھی تھی۔۔ امل نے مسکرا کر ریلنگ سے نیچے جھانکا۔۔ اس کے اطراف سے گرتے سلکی بال کھلے ہونے کے باعث نیچے جھول رہے تھے۔ ناجیہ نے اسے مسکرا کر نیچے آنے کا اشارہ کیا تو وہ سر ہلاتی واپس مڑی۔۔ سُرخ چوڑی دار پجامے اور سُرخ ہی رنگ کی لمبی قمیص زیب تن کیے اس نے گویا ساری حویلی میں روشن قمقموں کی روشنی خود میں سمولی تھی۔۔ کانوں سے لٹکتے سیلور جھمکے اس کے سر کی ذرا سی جنبش پر جھوم رہے تھے مگر وہ پرواہ کیے بغیر سلکی بالوں کو ہاتھ سے سمیٹتی نیچے اترنے لگی۔ سب سبج کر اترتی امل نے بہت سی گردنوں کو اپنی جانب گھومتے دیکھا تھا۔۔ وہ تھی ہی اتنی خوبصورت۔۔

اسی پل وہ حویلی میں داخل ہوا تھا۔۔ صبح والے کتھئی قمیص شلوار میں ملبوس سیاہ
شال کو گردن کے گرد لپیٹے۔۔ ہمیشہ کی طرح عام سے حلیے میں۔۔ وہ فون کان سے
لگائے شاید کسی سے بات کر رہا تھا۔۔ وہی مصروف سا ولی۔۔

”جی باقر صاحب دین صاحب کی بیٹی کا کیس۔۔۔“

اس کی نظر بے ساختہ امل پر پڑی۔ سلکی بالوں کو ہاتھ سے روکے وہ جھک کر کسی عمر
رسیدہ خاتون سے مل رہی تھی۔ اسکے چہرے پر پڑتے سُرخ عکس نے اسکے چہرے کا
رنگ آتشی کر دیا تھا۔۔ گویا۔۔ دھلی ہوئی سُرخ چاندنی ہو۔۔ ایک پل لگا تھا اسے سنبھلنے
میں۔۔ گہرا سانس لے کر اس نے چہرہ پھیرا۔۔ کبھی کبھی امل اسے ایسے ہی بے بس
کر دیا کرتی تھی۔۔

جی باقر صاحب۔۔ جی ان کے کیس کا فصلہ آچکا ہے آپ بس معاملات آگے
" بڑھائیے۔۔ جی۔۔

اس نے قدم زینوں کی جانب پھیرے۔۔ اسے سردار بابا نے بلایا تھا۔ نہیں تو اس وقت
ایسے لڑکیوں کے رش میں وہ کبھی نہ آتا۔۔ اسے اوٹ پٹانگ حرکتیں کرتی لڑکیوں سے
سخت ایلر جی تھی۔۔ اہل نے اسے نہیں دیکھا وہ ابھی تک خاتون سے باتیں کر رہی
تھی۔۔

اس نے دروازے پر دستک دی اور پھر بی جان کی آواز پر اندر داخل ہوا۔۔ زمان ایک
طرف کرسی پر بیٹھے تھے اور بی جان بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے ہوئے تھیں۔۔ دونوں کو
ایک نظر دیکھ کر وہ مسکراتا ہوا دروازہ بند کرتا صوفے پر آ بیٹھا۔

"اسلام علیکم۔۔ سردار بابا باقر صاحب نے مجھ سے فون پر ابھی بات کی ہے وہ۔۔۔"

”اس وقت کام کی کوئی بات نہیں ہوگی۔۔“

بی جان نے اسے ٹوکا۔۔۔ اس نے چونک کر سردار بابا کو دیکھا۔۔ جواباً انہوں نے
مسکراہٹ دبا کر کندھے اُچکائے۔۔ (جیسے میں کچھ نہیں کر سکتا)

”کہیں آغا جان۔۔۔“

بی جان کے کہنے پر زمان ذرا کرسی پر آگے کو ہوئے۔۔ وہ اب تک سوالیہ نظروں سے
دونوں کو دیکھ رہا تھا۔۔

"تم جلتے ہو کہ بختیار اور نثار دونوں کی شادی ہو رہی ہے۔۔ ہم دونوں چاہتے ہیں کہ۔۔"

انہوں نے بی جان کی جانب دیکھا تو وہ مسکرائیں۔۔

"کہ تمہاری بھی اب شادی ہو جانی چاہیئے۔۔"

اب کہ وہ بہت زور سے چونکا تھا۔۔

"شادی۔۔"

اس نے پلکیں جھپکائیں۔۔

"مگر میرا تو ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے سردار بابا شادی کرنے کا۔"

اس نے صاف گوئی سے کہا تو بی جان نے خفگی سے دیکھا۔

"یہ کیا بات ہوئی بھلا۔ شادی اب نہیں کرو گے تو کب کرو گے۔۔۔؟"

وہ ان کی بات پر ہنس پڑا۔

"بی جان میں۔۔ مجھے نہیں کرنی شادی۔۔ میں کیا کرونگا شادی کر کے؟"

اب کے ہنسنے کی باری زمان کی تھی۔۔ اس کے بھونڈے سے سوال پر بی جان بھی
ہنسی تھیں۔۔ وہ جھینپ گیا۔۔ دفاع کرنے کے چکر میں پتہ نہیں کیا بول دیا تھا اس
نے۔۔

میں۔۔ میرا مطلب ہے کہ ابھی آپ صرف ان دونوں کی شادی پٹائیں۔ میرا تو ویسے "
"بھی شادی کا ابھی کوئی ارادہ نہیں ہے۔

جلدی سے تصحیح کی۔۔ (اسکا شادی کبھی بھی کرنے کا خیر سے ارادہ نہیں تھا)

ہم بس یہ پوچھ رہے ہیں کہ کوئی پسند ہے تو ہمیں بتاؤ ہم رشتہ لے کر جائیں ان "
کے گھر۔۔ ظاہر ہے شادی ابھی نہیں ہوگی مگر بات تو پکی ہو سکتی ہے نا۔۔ وہ ہمیں
"اب کر لینی چاہیئے۔۔

سردار بابا کی بات پر وہ زخمی سا مسکرایا۔۔ آنکھوں کے پار سُرخ جوڑے والی لڑکی لہرائی
تھی۔۔ بار بار سلکی بالوں کو سمیٹتی۔۔ اپنی ساری خوبصورتی سے بے خبر۔۔ معصومیت
سے کسی بات پر ہنستی ہوئی۔۔

مجھے کوئی بھی نہیں پسند اور میں واقعی شادی نہیں کرنا چاہتا سردار بابا۔۔ کیا کسی اور"
ولی کو آپ اس معاشرے میں بڑے ہوتا دیکھنا چاہتے ہیں۔۔؟ اس گاؤں کا کوئی بھی
باعزت باپ مجھے اپنی بیٹی نہیں دے گا۔۔ مجھے کوئی خواہش نہیں ہے سردار بابا میں
"ایسے ہی ٹھیک ہوں۔۔

اس کی سنجیدگی اور دو ٹوک سے انداز پر زمان اور بی جان نے ایک دوسرے کو دیکھا
تھا۔۔

ولی وہ تو پرانی باتیں تھیں۔۔ اب لوگ سمجھدار ہو گئے ہیں۔ ایسی باتوں پر ہرگز کان "نہیں دھرتے۔۔ تم کہو تو ہم دیکھیں تمہارے لیے لڑکی۔۔؟

زمان بھی سنجیدہ ہو چکے تھے۔۔ مگر وہ نفی میں سر ہلاتا ایک دم ہی اُٹھا۔۔ اس کا زخم پھر سے اُدھر نے لگا تھا۔۔

مجھے کسی سے بھی شادی نہیں کرنی سردار بابا۔۔ نہ آج نہ کبھی۔۔ میں کبھی بھی اپنے "ساتھ کسی کو جوڑ کر اسے رُسا نہیں کر سکتا۔۔ اس معاملے میں مجھے معاف کر دیں۔۔

اور پھر بی جان کی آوازوں پر بھی وہ نہیں رُکا۔۔ زمان نے گہرا سانس لیا تھا۔۔

جانے دو زمانی۔۔ وہ اتنی آسانی سے راضی نہیں ہوگا۔۔ جو اس نے گزارا ہے وہ بہت " بھیانک تھا۔۔

بی جان دل مسوس کر رہ گئی تھیں۔۔ وہ اسے بھی بسے ہوئے دیکھنا چاہتی تھیں۔ مگر اب یہ ناممکن سی بات لگ رہی تھی۔۔

نپنے اُترتا ولی بہت تیزی سے باہر کی جانب بڑھ رہا تھا۔ یکدم ٹھہر گیا۔۔ مردانے کے دروازے میں ایستادہ نفیس لاؤنج میں بیٹھی۔ اہل کو بہت محویت سے دیکھ رہا تھا۔ اہل ذرا غیر آرام دہ ہوئی رُخ ترچھا کیئے بیٹھی تھی۔۔ شاید اس نے نفیس کو دیکھ لیا تھا۔۔ اور اب بوکھلا رہی تھی۔۔

ولی کی آنکھوں میں غصہ دہکا ابرو تن گئے اور دانت بھینچ گئے۔ اس نے کچن میں جا کر کام کرتی نوراں سے اہل کو بلانے کا کہا اور پھر سُلگتا ہوا وہیں کھڑا رہا۔ نوراں سر ہلا کر پلٹ گئی تھی۔۔ کچھ ہی دیر میں وہ ذرا بے چین سی آئی۔۔

”کیا ہوا ولی۔۔۔؟“

”آپ لائونج میں اس وقت کیا کر رہی ہیں۔۔۔؟ اوپر جا کر بی جان کے ساتھ بیٹھیں۔۔۔“

اس نے لہجے کو بہت ہموار رکھنے کی کوشش کی مگر پھر بھی آخری لفظ ترش سے ہو گئے۔۔۔
وہ جو بے چین تھی یکدم سیدھی ہوئی۔ ابرو تان کر اسے دیکھا۔۔۔

”اور کیوں مانو نگلی میں آپ کی بات۔۔۔؟“

اے۔۔ میں جو کہہ رہا ہوں اسے سمجھیں اور جب تک نفیس تویلی میں ہے نیچے مت آئیے " "گا۔۔

اس نے زندگی میں پہلی بار۔۔ ہاں پہلی بار اسے "اے" کہا تھا۔۔ صرف اے۔۔ وہ ذرا حیران ہوئی۔ مگر پھر چھوٹی سی ناک سکیڑی۔۔

کیوں آپ وہی نہیں ہیں جو اس دن کہہ رہے تھے کہ مجھے بھی سب کی طرح ڈیل " کرتے ہیں۔۔ تو جائیں لاؤنج میں بہت سی لڑکیاں بیٹھی ہیں۔۔ انہیں بھی اوپر جانے "کا کہیں۔۔

ولی نے بمشکل گہرا سانس لیا تھا۔۔

”اے بی بی۔۔“

اس نے بہت ضبط سے کہا۔۔

”جی وی احمد۔۔“

اس نے بھی اسی کے انداز میں کہا تو وہ ذرا ٹھنڈا ہوا۔۔

”آپ اوپر جائیں بی جان کے ساتھ آئیے گلیچے۔۔“

”اور اگر میں نہ جاؤں تو کیا کریں گے آپ۔۔۔؟“

اپنی ساری جھجھک بھُلائے وہ اپنا بدلہ لے رہی تھی اس سے۔۔ ولی کچھ دیر چپ سا
ہوا۔۔

"آپ اچھی بچی ہیں۔۔ مجھے پتہ ہے آپ میری بات ضرور مانیں گی۔۔"

وہ بے ساختہ ہنس دی۔۔ پھر چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔۔ سواری آنکھوں کے کانچ میں
گلابی ڈورے اب ہر وقت کا قصہ تھے۔۔ اسکا دل دھڑکا۔۔

مجھے پتہ ہے کہ میں اچھی بچی ہوں اور یہ بھی کہ آپ بھی بہت اچھے ہیں لیکن میں "
آپ کی کوئی بھی بات نہیں مانوں گی۔ یہ سیاسی کھیل کسی اور کے ساتھ کھیلیں۔ کہ جب

مخالف بات نہ مانے تو اس کی تعریف کی جائے اور اس سے اپنی باتیں منوائی جائیں۔۔
"سوری جی میں ایسا کچھ بھی نہیں کرنے لگی۔۔"

وہ کہہ کر پلٹنے لگی تو اس کی آواز نے اسے بے ساختہ روک لیا۔۔

نوراں مردانے کا دروازہ بند کر دو جا کر اور اگر کوئی کچھ کہے تو اس سے کہنا کہ لاؤنج میں "
"بیٹھی لڑکیاں غیر آرام دہ ہو رہی ہیں۔۔"

اس نے اس کی پشت پر نظر جمائے نوراں سے کہا تو وہ پلٹ گئی۔ اہل سُن سی ہوئی
ویسے ہی رُخ پھیرے کھڑی رہی تھی۔۔

اگر کسی بات سے آپ کو منع کروں تو مان جایا کریں۔ اور رہی بات للؤنج میں بیٹھی ہر
"لڑکی کی تو۔۔"

وہ گھوم کر اس کے سامنے آیا۔۔ اس نے شہد رنگ آنکھیں اٹھائیں۔۔

"ہر لڑکی اہل نہیں ہوتی۔ اور نہ ولی کو کسی اور سے کچھ لینا دینا ہے۔۔"

اس نے سنجیدگی سے کہا اور اسے حیران چھوڑ کر باہر کی جانب بڑھ گیا۔۔ وہ وہیں کچن
میں رُکی رہی۔ جب تک نوراں نے اسے آکر بتا نہیں دیا کہ وہ مردانے کا دروازہ بند
کروا چکی ہے وہ تب تک وہیں کھڑی رہی۔۔ دل اب تک کانوں میں دھک دھک کر رہا
تھا۔۔

نورآباد کا حسن شاہ الیکشن جیت چکا تھا اور اب گاؤں میں ہر جانب جشن کا سماں تھا۔
کچے صحن میں زرد قمقمے رسیوں سے باندھ کر روشن کیئے گئے تھے جیسے کہ عموماً شادیوں پر
کیئے جاتے تھے۔ ایک جانب کھانے کا انتظام تھا تو دوسری جانب کھلے سے کچے صحن میں
چارپائیوں پر بہت سے مرد براجمان حسن شاہ کی اس تقریب میں شرکت کے لیئے آئے
بیٹھے تھے۔ ہاشم بھی حسن شاہ کے برابر میں بیٹھا کسی بات پر ہنس رہا تھا۔ وہی اپنے
مخصوص حلیے میں۔۔۔ چھوٹی آستینوں والی قمیص پر چادر پہنے کندھے تک آتے بالوں میں
تیل لگائے ہوئے۔۔۔

کھانا شروع ہوا اور رش ذرا چھٹا تو وہ حسن کی جانب گھوما۔۔۔

”اپنا وعدہ یاد ہے تمہیں۔۔۔؟“

حسن اسکی بے صبری پر مسکرا کر سیدھا ہوا۔۔ کلف لگے سفید کڑک سے لباس میں اٹھی
مونچھوں کے ساتھ وہ خاصہ بارعب لگتا تھا۔۔

"اور جو کام میں نے تم سے کہا تھا وہ کیا تم نے۔۔؟"

ہاشم نے گہرا سانس لے کر بالوں کو ہاتھ سے پیچھے کیا۔۔

مجھے کچھ وقت لگے گا اسے جانچنے میں۔ ویسے لگایا تو ہے میں نے کام ایک کے ذمے
"جیسے ہی کچھ پتہ چلے گا تمہیں اطلاع کرونگا ضرور۔۔"

"کوئی قابلِ بھروسہ انسان ہے ناں جسے سونگھ کر جانچنے پر مامور کیا ہے تم نے۔۔۔؟"

حسن کے سوال پر اس نے گردن ہلائی۔۔

بے فکر رہو۔۔ جلد ہی ہمیں کچھ نہ کچھ تو ایسا مل ہی جائے گا اس کے خلاف۔۔ جسے "

"ہم استعمال کر سکیں۔۔"

"ٹھیک ہے چلو آؤ اب کھانا کھاتے ہیں۔۔"

اس کی پیٹ تھپتھپا کر وہ اٹھا تو ہاشم بھی اسکے ساتھ ہی اٹھا تھا۔۔

دوسری جانب رات کی مہیب تاریکی میں کوئی ڈیرے میں آہستہ سے داخل ہوا اور پھر اسی آہستگی سے دروازہ بند کرتا اندر چلا آیا۔۔ جانے پہچانے راستوں پر قدم اٹھاتا وہ آفس کے اندرونی حصے میں چلا آیا تھا۔۔

ماں ولی کیوں کہتا ہے کہ میں اسے جنازہ دوں۔۔؟ کیا وہ اس دنیا میں بالکل اکیلا "ہے۔۔؟ کیا کوئی بھی نہیں ہے جو اسے مرنے کے بعد اون کرے۔۔۔؟

وہ معصومیت سے چہرہ اٹھائے قانتہ کو دیکھتا سوال کر رہا تھا۔۔ اس نے زخمی سا مسکرا کر زین کو دیکھا۔۔

کر سکے اسی لیے تو تمہیں کہہ کر گیا ہے۔۔ اسی own نہیں کوئی نہیں ہے جو اسے "لیئے تو وعدہ لیا ہے اس نے تم سے۔۔

ولی اسی وقت حویلی کے گیٹ سے باہر نکلا تھا۔ کہنیوں تک آستینیں چڑھائے باہر برستے
کمر سے بے نیاز۔۔

”مگر وہ تو اتنا اچھا ہے۔۔ کوئی اسے کیوں ڈس اون کرے گا۔۔۔؟“

اس کے سوال میں اب کے بے چینی تھی۔۔

اس نے باریک بنی پگڈنڈی پر قدم بڑھائے۔ دور دور تک سرسوں کے کھیت پھیلے تھے۔
دور کہیں مکئی بھی پک چکی تھی۔

اہل اب تک سُن سی بیٹھی۔ لاؤنج میں لڑکیوں کے گیت سن رہی تھی۔۔

وہ اچھا ہے زین۔۔ بہت اچھا ہے۔۔ لیکن اس کے آس پاس لوگ اچھے نہیں۔
”ہیں۔۔“

اسکے آفس کی لائٹ بند تھی اور سیاہ ہڈ سر پر گرائے شخص اب جھک کر ٹیبل سے کوئی
فائل نکال رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ٹارچ تھی اور اب کے اس نے ٹارچ منہ میں دبائی
اور سامنے کاغذ کھولنے لگا۔۔

وہ سرسوں کے کھیت کو دیکھتا آہستہ آہستہ کچے راستے پر قدم اٹھا رہا تھا۔

جلتے ہو موت کیا ہوتی ہے۔۔ وہ جو تم نے اس کتے کو دی ہے۔۔ موت وہ ہوتی۔
ہے۔۔ اور دیکھنا ولی کسی دن کوئی تمہیں بھی اسی طرح مار کر کسی کونے میں ڈال دے

گا اور تم۔۔ تم بھی اس کتے کی طرح بے سُدھ ایک جانب پڑے رہو گے۔ کوئی نہیں
”ہوگا جو تمہیں دفنائے گا۔۔ کوئی تمہیں جنازہ نہیں دے گا۔۔“

چودہ سالہ لڑکا دیوار کے ساتھ سہما سا لگا بیٹھا تھا۔ اس کے جسم پر جانبِا تشدد کے
نشانات تھے۔۔ نیلے اور گہرے جامنی سے۔۔ کچھ جگہوں سے نکلا خون وہیں پر جم گیا تھا
اور زخم خشک ہونے کی وجہ سے تکلیف دینے لگے تھے۔۔

اس نے سر جھٹکا۔۔ نہ جانے کب یہ سب اس کا پیچھا چھوڑے گا۔۔

اس کے آفس کا دروازہ بند کر کے باہر نکلتا لڑکا اب تک ہڈی سے سر ڈھکے ہوئے تھا۔
اس طرح سے کہ اس کا چہرہ واضح نہ تھا۔۔

”ایسا کیوں ہوتا ہے کہ ہم بہت اچھے ہوتے ہیں مگر ہمیں لوگ اچھے نہیں ملتے۔۔؟“

بھوک اور درد کی شدت سے بلبلاتا لڑکا بار بار تاریک کباڑ خانے کا دروازہ بجا رہا تھا۔۔

"کھولو۔۔ کوئی تو کھولو۔۔ مجھے بھوک لگی ہے۔۔ مجھے کھانا دو۔۔"

اسکی آواز لرز رہی تھی۔۔ سخت سردی اوپر سے بھوک کی شدت۔۔ اس کے آنسو مسلسل گالوں سے لڑھک رہے تھے اور وہ انہیں صاف کیئے بنا دروازہ پیٹ رہا تھا۔

"کھولو مجھے بھوک لگی ہے۔۔"

اس نے لاک کو زور زور سے گھمایا مگر وہ مقفل تھا۔۔

”اسپنے اچھے بندوں ہی کا امتحان لیتا ہے زین۔۔ وہ اچھے لوگوں کو ہی آزمانا ہے۔۔“

لڑکا اب دروازے کا لاک پکڑے بیٹھا رو رہا تھا۔ اس کا لباس جگہ جگہ سے پھٹا ہوا تھا۔
اس پر خون کے چند چھینٹے بھی لگے تھے جو اس کتے کے تھے جس کو اس نے مارا تھا۔

”کھولو۔۔ مجھے بھوک لگی ہے۔۔“

اُس نے گہرا سانس لے کر سب کچھ پیچھے دھکیلنا چاہا۔ مگر وہ بلکتا لڑکا آج بھی اس کے
اندر زندہ تھا۔ بس وہ ہی مر گیا تھا۔

”اور اگر کوئی سخت ٹیسٹ کی وجہ سے مر جائے پھر۔۔؟“

قانتہ اسے چند پل خالی خالی نظروں سے دیکھتی رہی۔۔ اس سوال کا جواب تو اس کے پاس بھی نہیں تھا۔۔

ہڈی والا لڑکا اب ڈیرے سے باہر نکل کر دور ہوتا جا رہا تھا۔۔ تاریکی میں قدم اٹھاتا وہ بھی اسی تاریکی کا حصہ لگ رہا تھا۔۔

اٹل کی نظریں بار بار دروازے کی جانب اٹھ رہی تھیں۔۔ کاش کے وہ آجائے۔۔ شاید کہ وہ آجائے۔۔ اسے بس ایک نظر دیکھنا تھا۔۔

اسکی آنکھوں میں چھائی ویرانی اس اندھیر ہوتی رات میں بھی محسوس کی جاسکتی تھی۔
لوگوں نے اسے مارنے کی بہت کوشش کی تھی۔ اسے ہر طرح سے اذیت دی تاکہ وہ خاموشی سے دم دے دے۔ مگر وہ پھر بھی زندہ رہا۔۔ کون جانتا تھا کہ مسجد کے باہر ڈلا بچہ بچ جائے گا۔۔ لیکن وہ بچ گیا تھا۔۔

وہ بچہ زندہ تھا۔۔

اور آج تک زندگی کو کاٹتا وہ اسی مسجد کے باہر پڑا تھا جہاں سے اسے اٹھایا گیا تھا۔۔

تنگ و تاریک کباڑ خانے میں خون اور ٹھنڈے گوشت کی عجب سی بو پھیلی ہوئی تھی۔ یکا
یک بے سُدھ پڑا کتا اپنے کٹے گلے کی پرواہ کئے بنا اٹھا اور دیوار سے لگے لڑکے کی جانب
بڑھنے لگا۔۔ اس کا خون گردن سے ٹپ ٹپ ٹپک رہا تھا۔۔ لڑکا ساکت ہوا پھیلی پھیلی
آنکھوں سے کتے کو خود کی جانب بڑھتے ہوئے دیکھتا رہا۔۔ یک دم کتے نے جست لگا کر اس
پر حملہ کیا اور۔۔۔

وہ ہڑبڑا کر اٹھا۔۔ اسکا سانس دھونکنی کی مانند چل رہا تھا۔۔ دل اتنی زور سے دھڑک رہا
تھا گویا ابھی باہر آگرے گا۔۔ اس نے اپنی پیشانی پر جمے پسینے کو آستین سے صاف کیا۔
اور پھر چونک کر آس پاس دیکھا۔ کمرہ لیمپ کی مدھم روشنی میں نیم تاریک لگ رہا تھا۔۔۔
سکون میں ڈوبا۔۔ خاموش۔۔ اوہ۔۔ اس کے لبوں سے سانس خارج ہوئی۔۔ "خواب

تھا۔۔۔ ہاں۔۔۔ بس خواب۔۔۔ " بڑبڑاتا ہوا کمبل۔ خود پر سے ہٹا کر وہ بستر سے باہر نکلا اور چند پل یونہی پیر لٹکائے بیٹھا رہا۔ یہ خواب۔۔۔۔۔ یہ خواب اب اس کی زندگی کا حصہ بن چکے تھے۔۔۔ اور اس کتے کو جسے اس نے مار دیا تھا۔۔۔ اسے تو وہ اکثر اپنے خوابوں میں دیکھا کرتا تھا۔ کبھی حسین کو دیکھتا۔۔۔ جو اس پر جھکا پوری قوت سے اسکا گلا دبا رہا ہوتا۔۔۔ کبھی وہ سیاہ سُرنگ اس کے ذہن میں آجاتی جس میں اس نے بہت سی راتیں گزاری تھیں۔۔۔۔۔ سر جھٹک کر سوچوں سے ذہن کو آزاد کرتا وہ واش روم کی جانب بڑھ گیا۔ کچھ دیر بعد باہر نکلا تو اب کے چہرہ دھلا ہوا تھا ہاتھ کہنیوں تک گیلے تھے اور ماتھے پر نم بال پڑے تھے۔۔۔ اس نے سر ذرا بلایا تو نم بال لہرائے۔۔۔ ان سے بہت سے قطرے گرے۔۔۔ پھر اس نے تولیے سے چہرہ اور بال خشک کر کے انہیں ہاتھوں کی کنگھی سے پیچھے کیا۔ اور دیوار پر لگی گھڑی میں وقت دیکھتا لیمپ کی جانب آیا۔۔۔ ساڑھے تین بج رہے تھے۔۔۔ تولیہ پھیلا کر صوفے کی پشت پر ڈالا اور جائے نماز بچھانا اس پر کھڑا ہوا۔۔۔ وہ اوپر والے سے شکوہ نہیں کرتا تھا تو اس سے دعا مانگنے سے بھی گریز کرتا تھا۔ اس کا ابھی اس سے ایسا تعلق تھا ہی نہیں کہ جس میں وہ اس سے لمبی لمبی دعائیں کرتا شکوے

کرتا۔۔ اس کا بس اس سے اتنا ہی تعلق تھا۔۔ کہ نماز پڑھ لی یا پھر دوسرے لوگوں سے
اس کا ذکر سُن لیا۔۔ بس۔۔ اس نے کبھی اس کی جانب بڑھنے کی کوشش نہیں کی
تھی۔۔ وہ اس کے لیے اجنبی اجنبی سا تھا۔۔ ایک عقیدے کی طرح کہ بس وہ ہے۔۔
اس کے پاس کیسے جایا جاتا ہے۔۔ اس سے بات کیسے کی جاتی ہے۔۔ اس سے شکوے
کیسے کیئے جاتے ہیں اسے یہ سب نہیں آتا تھا۔۔ اور نہ اس نے جاننے کی کوشش کی
تھی۔۔

اہل کبھی کبھی کہتی تھی کہ اللہ سنتا ہے۔۔ جیسے وہ سنتا ہے ویسے کوئی نہیں سنتا مگر
اسے اس بات پر یقین نہیں آتا تھا۔۔ جو اس کی تار تار ذات کو دیکھ کر بھی انجان بنا ہوا
تھا اس سے وہ بول کر کیا کرتا۔۔؟ یہی اس کی سوچ تھی اور اوپر والے سے تعلق۔۔
بس۔۔ فل اسٹاپ۔۔

اسی سپاٹ پن کے ساتھ اس نے نیت باندھی اور سر جھکا کر ہاتھ باندھے مدھم آواز
میں پڑھنے لگا۔۔ اسی تاریک سی سرد رات میں کرم ایک قبر کے برابر میں ویران سا بیٹھا
تھا۔۔ قبرستان کی گہری خاموشی میں سینکڑوں قبریں دُور تک سوئی ہوئی تھیں۔۔ ان

میں سے کچھ پکّی تھیں، کچھ کچّی اور کچھ بالکل تازہ جن پر پھول پڑے تھے اور گیلی میٹی کی
مہک میں کافور کی بُرجی بسی تھی۔۔ وہ اکڑوں بیٹھا گھٹنوں میں سر جیٹے ہوئے تھا۔ سرد
ہوا سے سارا قبرستان سیاہ رات کی تاریکی میں عجیب پُر اسرار لگ رہا تھا۔۔ اس نے سر
اٹھا کر ہاتھ ذرا آگے بڑھایا اور پھر تین چار سال پُرانی قبر کی خشک میٹی پر انگلی سے
لکیریں کھینچنے لگا۔۔ ایک آنسو اسکی آنکھ سے لڑھکا تھا جسے اس نے بے دردی سے رگڑ
دیا۔۔ "میں ان کو نہیں چھوڑونگا آپا۔۔ میں ایک ایک کی جان لونگا۔۔ ایک ایک کو اپنے
ہاتھوں سے قتل کرونگا۔۔ آپ بس۔۔ بس تھوڑا سا صبر کر لیں۔۔ میں جلد آپ کے
پاس آؤنگا اور اب کی بار میں خالی ہاتھ نہیں آؤنگا۔۔ بلکہ اس کا کٹا سر لاؤنگا جس نے
آپ کو اس قبر میں سُلا دیا ہے۔۔ ہاں آپا۔۔" وہ پھر سے قبر پر لکیریں کھینچتا بڑبڑا رہا
تھا۔۔ اب کہ اسکی آنکھوں کی نمی میں سُرخ تھی۔۔ گہرے ضبط کی سُرخ۔۔ انتقام کی
سُرخ۔۔

ولی نے سلام پھیر کر خالی خالی نظروں سے سامنے دیوار کو دیکھا۔۔ اور پھر چند لمحے ویسے ہی
بیٹھا رہا۔ اس نے نماز پڑھی تھی۔ رات کے آخری پہر میں۔۔ اس پہر میں جب آسمانِ

دنیا پر خدا زمین والوں سے بہت قریب ہوا کرتا ہے۔۔۔ لوگ کہتے تھے کہ اس پہر میں نمازیں ادا کرنے والے اس کے محبوب ہوا کرتے ہیں۔۔۔ ان کے دل روشن اور ارواح مطمئن ہوا کرتی ہیں۔۔۔ مگر اس کے اندر اتنی خاموشی کیوں تھی پھر۔۔؟ وہ کیوں کچھ بھی اس کے لیے محسوس نہیں کر پا رہا تھا۔۔۔؟ اس نے دل پر ہاتھ رکھ کر اسے محسوس کرنا چاہا مگر پھر بیزاری سے سر جھٹک کر اُٹھ گیا۔۔۔ جائے نماز لپیٹا اور پھر سے بستر پر آکر لیٹ گیا۔۔۔ اسے یاد تھا۔۔۔ بچپن میں زمان جب اسے ہاتھ سے پکڑ کر مسجد لے جایا کرتے تھے۔۔۔ تب وہ انہیں فجر کی نماز میں طویل قیام کرتا دیکھ کر سوچا کرتا تھا کہ آخر یہ اس میں کیا پڑھتے ہونگے۔۔۔؟ پھر ایک دن اس نے ان سے پوچھ ہی لیا۔ وہ مسکرا کر اس کا ہاتھ پکڑے مسجد سے نکل آئے۔۔۔ ان دنوں اس کی عمر نو سال تھی۔۔۔ وہ ان کی انگلی پکڑ کر مسجد جاتا اور انہی کے ساتھ واپس۔۔۔ اسے زمان کے ساتھ بہت سکون ملتا تھا۔۔۔

"میں اللہ کا قرآن پڑھتا ہوں۔۔۔"

انہوں نے مسکرا کر گردن جھکائی اور چھوٹے سے ولی کو دیکھا۔ اس نے نا سمجھی سے سر اٹھایا۔۔

وہ تو میں بھی پڑھتا ہوں۔۔ مگر میری نماز تو اتنی جلدی ختم ہو جاتی ہے اور آپ۔۔ آپ "کچھ چھپا رہے ہیں ناں۔۔"

اب کے اس نے سمجھتے ہوئے مشکوک ابرو اٹھائے تو زمان ہنس پڑے۔۔ فجر کی پاکیزہ ٹھنڈک میں چلتے وہ دونوں نیلی سی روشنی میں بہت مدہم دکھائی دیتے تھے۔۔

میں کیوں چھپاؤنگا بھئی تم سے۔۔ میں بس اپنی فیورٹ سورہ پڑھتا ہوں اسی لیے نماز "تھوڑی لمبی ہو جاتی ہے۔۔"

"اور آپ کی فیورٹ سورہ کونسی ہے۔۔؟"

اس نے چونکہ نیا نیا قرآن ختم کیا تھا تو اس کا جوش بجا تھا۔۔

"عنکبوت۔۔ میری فیورٹ سورہ عنکبوت ہے۔۔"

عنکبوت۔۔۔ "اس نے زیر لب دھرایا۔۔ "اس میں کیا ہے ایسا کہ یہ آپ کو اتنی پسند"
"ہے۔۔؟"

وہ یاسیت سے مسکراتے ہوئے نیلی روشنی میں ڈوبے گاؤں کو دیکھ رہے تھے۔۔

"اس میں گھر کی بات ہے ولی۔۔"

گھر کی۔۔ کس کے گھر کی۔۔۔؟" اسے اچھنبا ہوا۔۔ تو یلی اب نظر آنے لگی تھی۔ وہ کچی "پگڈنڈی پر چلتے گھر کے قریب پہنچ چکے تھے۔۔

مکڑی کے گھر کی بات ہے اس میں۔ اس گھر کی جو دنیا کا سب سے کمزور گھر ہے۔ اس "گھر کی جو ایک ہی جھٹکے میں ٹوٹ جاتا ہے۔

جو گھر ایک جھٹکے میں ٹوٹ جائے اور جو سب سے کمزور گھر ہو اس سورہ میں یہ ہے۔۔۔" "پھر بھی اس میں پسند کرنے کی کیا بات ہے۔۔؟

زمان کو اندازہ تھا کہ وہ ایک ذہین بچہ ہے پھر بھی جو بات وہ اسے سمجھائے وہ اس کی سمجھ سے اوپر ہوگی مگر وہ اسے سمجھانا چاہتے تھے۔۔ کبھی نہ کبھی بڑے ہو کر وہ ان کے پیغام کو ڈی کوڈ ضرور کر لے گا اتنا اندازہ انہیں تھا۔۔ وہ رُک کر اس کے سامنے پنچوں کے بل بیٹھے۔ اسے دونوں کندھوں سے تھاما اور اسکی آنکھوں میں دیکھا۔۔ حویلی بس چند قدم کے فاصلے پر تھی۔۔

اس میں دنیا کے گھر کی بات ہے ولی۔۔ اس میں اس گھر کی بات ہے جو دنیا کا کمزور" ترین گھر ہے اور پھر اس گھر کو تشبیہ دی گئی ہے دنیا سے۔۔ مجھے یہ سورہ اس لیے اچھی لگتی ہے کیونکہ اس میں موجود مکڑی کا ذکر مجھے اپنا ذکر لگتا ہے۔ میں اس سے خود کو ریلیٹ کر پاتا ہوں۔۔ اس کہتے ہیں کہ مکڑی کا گھر کمزور گھر ہے جو ایک جھٹکے میں ٹوٹ جاتا ہے۔۔ اسے توڑنے کے لیے زیادہ محنت نہیں کرنی پڑتی مگر جلتے ہو کیا۔۔

وہ مسکرائے تھے۔۔

اس مکرڑی کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کا گھر انتہائی کمزور ہے۔۔ بالکل بیکار۔۔ مگر وہ چھر " بھی دن رات محنت کرتی ہے۔۔ اس گھر کو سجاتی ہے بناتی ہے اور وہ یہ سب کر کے کبھی نہیں تھکتی۔۔ اگر اس کا گھر ٹوٹ بھی جائے تو وہ دوبارہ بنانے لگتی ہے۔۔ میں بھی تو ایسا ہی ہوں ناں ولی۔۔ بار بار دنیا بنانے لگ جاتا ہوں حالانکہ مجھے پتہ ہے کہ ایک دن اس گھر کو ختم ہو ہی جانا ہے۔۔ مجھے معلوم ہے کہ میں جو کچھ بنا رہا ہوں وہ پائیدار نہیں ہے۔۔ یہ سب فنا ہونے والا ہے۔۔ مگر تمہیں ایک بات بتاؤں۔۔ انسان کو جتنی بھی نصیحت کی جائے وہ بھول جاتا ہے۔ اسے یاد رکھنے کے لیے ضروری ہے دُہرانا۔۔ بار بار خود کو یاد دلانا۔۔ تو جب بھی میں دنیا کے پیچھے بھاگنے لگتا ہوں یا اپنے اس گھر کی فکر میں اس گھر کو بھول جاتا ہوں جو زیادہ پائیدار ہے۔۔ تب۔۔ ہاں تب میں اس سورہ کی تلاوت کرتا ہوں جو مجھے دوبارہ سے لائن پر لے آتی ہے۔۔

وہ اس کا گال تھپتھپا کر اُٹھ کھڑے ہوئے تو اس نے بھی قدم حویلی کی جانب بڑھا
ویڈ۔۔ زمان جلتے تھے کہ ان کی باتیں ابھی اسے سمجھ نہیں آئیں گی۔۔ مگر اتنا انہیں یقین
تھا کہ وہ انہیں جلد سمجھ جائے گا۔۔۔

اس پہر رات کے اندھیرے میں اپنے بستر پر دراز ولی کو پیغام سمجھ آگیا تھا۔ اس نے
زخمی آنکھوں سے چھت کو دیکھا۔۔ مکڑی کا گھر کتنا بھی ناپائیدار ہو سردار بابا۔۔ وہ بہر
حال گھر ہوتا ہے۔۔ جس میں وہ خود کو محفوظ محسوس کرتی ہے۔۔ میں کتنی بھی کوشش
کروں جانتا ہوں کبھی گھر نہیں بنا سکونگا۔۔ کمزور سا بھی نہیں۔۔ مگر میں اس گھر کی
تیاری بھی نہیں کرونگا جو اس دنیا کے بعد ہے کیونکہ۔۔ "اس نے اپنی نشان زدہ
ہتھیلی کو سامنے کیا۔۔ "اب مجھے کسی بھی قسم کے گھر پر یقین نہیں رہا۔۔ نہ اس دنیا
کے اور نہ اس سے باہر کی دنیا کے۔۔ "وہ اب تک ہتھیلی کو دیکھتا سوچ رہا تھا۔ جس پر
لگا زخم تو مند مل ہو گیا تھا ہاں البتہ نشان رہ گیا تھا۔۔ نشان۔۔ جو زخم بھرنے کے بعد
بھی رہ جایا کرتے تھے۔۔

صبح سفید حویلی میں توب چہل پہل ہو رہی تھی۔ ملازمین عام روز کے برعکس زیادہ مستعدی سے کام نپٹاتے دکھائی دے رہے تھے۔۔ چمکتے ٹائیلز والے لاونج میں ناشتے کے بعد زمان اور بی جان بیٹھے ہوئے شاید مہمانوں کی فہرست بنا رہے تھے۔۔ دائیں ہاتھ والے صوفے پر براجمان نثار اور بختیار شادی کے کھانے کے بارے میں مچو گفتگو تھے۔۔ اور انکے مخالف صوفے پر پیر اوپر کر کے بیٹھی امل پرجوش سی ہوئی بی جان کے کندھے سے جھانک کر مہمانوں کی فہرست دیکھ رہی تھی۔۔ شادی میں چونکہ کم دن رہ گئے تھے اسی لیے تیاریاں زوروں پر تھیں۔۔

بھائی۔۔ میرا سوٹ درزی کے پاس سے لانا ہے اور میری بارات کی جوتی بھی نہیں " ہے۔۔

اس نے سامنے بیٹھے بختیار کو مخاطب کیا تو وہ مسکرا کر سیدھا ہوا۔۔

ٹھیک ہے شام میں۔۔ میں شہر کی طرف جاؤنگا تم چلنا میرے ساتھ۔۔ جو بھی خریدنا
"ہو خرید لینا۔۔"

"کسی دوست و غیرہ کو شہر سے دعوت دینی ہے تو بتا دو ابھی تم دونوں۔۔"

بی جان نے مصروف سا چہرہ اٹھا کر دونوں بیٹوں کو دیکھا تھا۔۔

"جی بی جان میں نے دینی ہے فخر اور شاہ زیب کو۔"

نثار نے جلدی سے کہا تو بی جان کی نظریں بختیار پر پھسلیں۔۔

نہیں میرا کوئی ایسا خاص دوست نہیں ہے۔۔ جو بھی ہیں انہیں میں دعوت دے چکا"
"ہوں۔

اس نے کہہ کر اپنا بختا موبائل سامنے کیا اور لاؤنج سے اٹھ گیا۔۔

زمانی۔۔ اہل کی دوستوں کو بلانا ہے۔۔؟ جو بھی نام ہے اس میں لکھ دو۔ میں پیغام"
"بھجوا دوں گا سب کو۔۔

زمان بھی کہہ کر اٹھ گئے تو وہ تینوں لاؤنج میں تنہا رہ گئے۔۔

بی جان سامیہ کو دینی ہے دعوت۔۔" اس نے چمک کر یاد دلایا تو بی جان نے مسکرا کر
اس کو دیکھا۔۔

"وہ ہی سامیہ ناں جو موٹا سا عینک لگایا کرتی تھی۔۔؟"

نثار نے اسے جان کر کے چھیڑا تھا مگر خلافِ معمول اس نے خوشدلی سے مسکرا کر
کہا۔۔

"جی نہیں وہ بچپن میں لگایا کرتی تھی چشمہ اب اس نے لینز لگوا لیے ہیں۔۔"

مزے سے اطلاع دی۔۔

"جو بھی ہے لگتی تو ویسی ہی ہوگی۔۔ بونگی صدا کی۔۔"

اب کے حملہ ذرا دوسری نوعیت کا تھا اس نے دزدیدہ نظروں سے نثار کا چہرہ دیکھا۔۔

کوئی نہیں وہ بونگی۔۔ اچھی خاصی سمجھدار اور پیاری لڑکی ہے اور اب تو اس کی شادی "
"بھی ہو چکی ہے۔۔ آپ زیادہ مت بولا کریں۔۔"

خفگی سے کہا۔۔

دوست کو دیکھو اپنی۔۔ شادی بھی ہوگئی اس کی اور تم ابھی تک یہاں ہو۔۔ بی جان"

"شادی کریں اس کی اور بھیجیں اسے اسکے سسرال۔۔"

ہاں تو آپ بھی تو یہاں ہیں ناں۔۔ بی جان بھیجیں انہیں بھی ان کے سسرال۔۔""

اسی کے انداز میں کہا تو وہ ہنس دیا۔۔

"لڑکیاں جاتی ہیں سسرال۔۔ لڑکے نہیں۔۔"

"نہیں میں نے کچھ لڑکوں کو بھی سسرال جاتے دیکھا ہے۔۔"

"میں ان لڑکوں میں سے نہیں ہوں۔۔"

"کیا پتہ آگے جا کر ہو جائیں۔۔"

بی جان نے فرست سائیڈ پر رکھے ٹیبل پر دھری اور اٹھنے ہی لگی تھیں کہ سامنے سے
ولی داخل ہوا۔۔

"بی جان سردار بابا کہاں ہیں۔۔؟"

اس نے سوال کیا تو نثار اور امل نے بیک وقت اسے سر اٹھا کر دیکھا۔۔

آسمانی رنگ کے قمیص شلوار میں ملبوس نکھرا نکھرا۔۔ دھلے بالوں کو پیچھے جمائے ہاتھ
میں موبائل پکڑے وہ نکلنے کے لیے تیار لگ رہا تھا۔۔ ہاں اس کے کندھے پر آج شال
نہیں تھی۔۔

"اوپر گئے ہیں۔۔ کہہ رہے تھے کہ آج جائنگے ڈیرے پر۔۔"

"اچھا۔۔"

اس نے بے اختیار کہا۔۔ امل نے ہونٹ مس کرتے ہوئے اس کے خوبصورت سر اُپے سے نظر چرائی تھی۔۔ کیا اسے نہیں پتہ کہ وہ اس رنگ میں کتنا اچھا لگ رہا ہے۔۔ اس نے خفت سے سوچ کر آنکھیں میچیں۔۔

"چلیں ٹھیک ہے پھر میں ان سے وہیں بات کر لوں گا۔۔"

نثار کی تیوری اسے دیکھتے ہی چڑھ گئی تھی اسی لیے اُٹھ کر اسے یکسر نظر انداز کرتا وہ باہر کی جانب بڑھ گیا۔۔ وہ نہ تو ردِ عمل دیتا تھا نہ دیا۔۔ البتہ اس نے جھکے سر والی امل کو

ضرور دیکھا تھا۔۔ وہ اپنے سیاہ فراک میں ملبوس سر پورا جھکائے۔۔ انگشتِ شہادت سے
انگوٹھے کا ناخن چھیل رہی تھی۔۔ بے تاثر سا ولی پلٹنے لگا کہ زمان کی آواز پر رُک گیا۔۔

"ٹھرو ولی۔۔"

وہ اب سیڑھیوں سے اتر رہے تھے۔۔ سفید بے داغ لباس پر کتھئی رنگ کی شال
کندھوں پر ڈالے ہمیشہ کی طرح شفیق اور بارعب۔۔
وہ رک گیا۔۔

"میں تمہارے ساتھ ہی جاؤنگا۔۔"

اس کے بے تاثر چہرے پر مسکراہٹ ابھری تھی۔۔

"جی سردار بابا کیوں نہیں۔۔"

بہت دنوں بعد اس کے اندر وہی نو سال والے ولی کی خوشی نے سر اٹھایا تھا۔۔
ٹھنڈی فجر آج بھی کہیں اس کے آس پاس ہی تھی۔۔

"برخوردار۔۔ تم نے اپنے دوستوں کو بلانا ہے شادی پر۔۔؟"

انہوں نے ایک پل کو رُک کر اس سے پوچھا تو اسکی مسکراہٹ غائب ہوئی۔۔ چہرہ
سنجیدہ ہو گیا۔۔

نہیں سردار بابا۔۔ میرا کوئی دوست نہیں ہے بس ڈیرے پر کام کرنے والوں سے "
"سلام دعا ہے وہ تو ویسے بھی آئنگے۔۔ اور کوئی خاص مہمان نہیں ہے۔۔"

بی جان اور امل چپ چاپ اس کا چہرہ دیکھنے لگیں مگر وہاں پر کوئی تاثر کوئی نشان نہیں
تھا۔۔

زمان نے قدم آگے بڑھائے۔ اور اسکے ساتھ ہی باہر نکلے۔۔

"کپڑے وغیرہ سلوائے ہیں تم نے شادی کے لیے یا وہ بھی نہیں۔۔۔؟"

ان کے خفا سے استفسار پر وہ مسکرایا۔۔

"میرا کوئی ارادہ نہیں تھا مگر بی جان نے زبردستی سلو اچیتے ہیں کپڑے میرے لیے۔۔"

گاڑی میں بیٹھتے ہوئے زمان نے اس پر ایک اور خفا نگاہ ڈالی تو وہ کھل کر مسکرایا۔۔

"آپ میرے لیے کیوں فکر مند ہوتے ہیں سردار بابا۔۔ بچہ نہیں ہوں میں۔۔"

مگر میرے لیے تو اب تک وہی ولی ہو جو روز فجر پر میری انگلی پکڑ کر مسجد جایا کرتا۔
"تھا۔۔"

انہوں نے بہت دھیرے سے کہا تھا پھر بھی اس نے سُن لیا اور چونک کر ان کی جانب دیکھا۔۔ گاڑی ایک بار پھر سے کچے راستوں پر دوڑ رہی تھی۔۔

"آپ کو یاد ہے ابھی تک۔۔"

موڑ کٹتے اس نے بھی دھیرے سے کہا تو وہ مسکرا دیئے۔۔

اتنے خوبصورت لمحات بھولنے کے لیئے تو نہیں جھانکتے تھے میں نے۔۔ تم اپنی دانست "میں جتنے بھی بڑے ہو جاؤ جناب میرے لیئے وہ ہی ولی ہو جس کے سوالات پر میں اکثر خاموش ہو جایا کرتا تھا۔ کیا تمہیں یاد ہے کہ تم کیسے سوال کیا کرتے تھے۔۔؟

ایک پل کو رُک کر اس کا چہرہ دیکھا تو وہ مسکرایا۔

"اتنے خوبصورت لمحات بھولنے کے لیے تو ہمیں جھمکے تھے ناں میں نے۔۔"

زمان ہنس پڑے۔۔ بہت دنوں بعد انہیں پُرانا ولی نظر آیا تھا۔۔ جو اپنی باتوں سے انہیں
لاجواب کر دیا کرتا تھا۔۔

"اب لگ رہا ہے کہ بڑے ہو گئے ہو۔۔"

"حالانکہ میں یہ بچپن میں کیا کرتا تھا۔۔"

لطف اندوز ہوتے ہوئے اس نے کہا تو زمان پھر سے ہنس پڑے۔۔

"تم سے جیتنا۔۔ وہ بھی باتوں میں۔۔ مجھ جیسے بوڑھے کے لیئے ذرا مشکل ہے۔۔"

"بوڑھے کہاں ہیں آپ۔۔۔؟"

ابرو سکیڑ کر ایک پل کے لیئے اس نے زمان کو دیکھا تھا۔۔

وقت سے پہلے بڑھاپا ان پر آتا ہے جو اپنے اعمال کو پاک نہیں رکھتے۔۔ آپ تو ذرا سی "
"غفلت پر سورہ عنکبوت پڑھ کر خود کو راہِ راست پر لے آیا کرتے تھے۔۔

زمان نے بہت چونک کر اسے دیکھا۔۔ وہ بہت مصروف سا ڈرائیو کرتا کہہ رہا تھا۔۔

"! اتنی پرانی بات تمہیں اتنی جُزیات کے ساتھ کیسے یاد ہے ولی۔۔۔"

"میں نے بھُلانا چاہا تھا سردار بابا ہر بات کو مگر۔۔"

اس نے کندھے اُچکائے۔۔

نہیں بھُلا سکا۔۔ کچھ بھی نہیں۔۔ سب میرے ذہن میں اس طرح تازہ ہے جیسے کل "
"ہوا ہو۔۔ میری میموری پر جلتے ہیں میرے ٹیچر ہمیشہ مجھے شاباشی دیا کرتے تھے مگر۔۔

اس نے گہرا سانس لیا۔۔ آس پاس پھیلے سرسبز کھیت پیچھے کی جانب دوڑ رہے تھے۔۔

مجھے لگتا ہے کہ میں اپنی یادداشت ہی کی وجہ سے کبھی آگے نہیں بڑھ پاؤں گا۔۔ لوگوں " کے لیے میری میموری ایک نعمت ہے لیکن میرے نزدیک۔۔

اس نے گاڑی ڈیرے کے باہر روکی۔۔ "

سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔۔ " کسی بھی تکلیف cursed gift میرے لیے یہ ایک " وہ تاثر کے بغیر وہ بہت آرام سے کہہ رہا تھا۔۔ پھر ان کو دیکھ کر مسکراتا ہوا گاڑی سے اتر گیا۔۔ زمان بھی گہرا سانس لیتے دروازہ کھول کر باہر کی جانب اترے۔۔

ظہر کے وقت کا سورج بھی سردی سے تیخ پڑ رہا تھا۔۔ اس نے سیاہ دوپٹہ چہرے کے گرد لپیٹا اور جائے نماز پر آکھڑی ہوئی۔ سکون سے نماز پڑھنے کے بعد اس نے آخری

رکعت سے سلام پھیر کر دوپٹہ کھولا تو وہ اس کے بالوں سے پھسل کر کھلتا چلا گیا اور اپنی آخری تہہ بھی ڈھیلی کر گیا۔۔ اس نے ٹھنڈے ہاتھوں کو آپس میں رگڑ کر ان کا تخی سا اثر کم کرنا چاہا اور پھر سُرخ سی ہتھیلیوں کو جوڑ کر بلند کیا۔۔ اس کا تعلق اپنے اللہ سے ولی کے برعکس بہت اچھا تھا۔۔ اسے اس سے محبت تھی۔۔ اس کے لیے نماز پڑھنا اسے خوشی دیا کرتا تھا۔۔ فجر کی نماز اگر کبھی قضا ہو جاتی تو اس کو خود کے وجود میں خالی پن اترتا محسوس ہوتا تھا۔۔ وہ ایک آئیڈیل مسلمہ نہیں تھی۔۔ مگر اسکا اللہ سے ریلیشن تھا۔۔ کیا تھا کیسے تھا۔۔ اس کا جواب اسے کبھی نہیں ملا۔۔ وہ اللہ سے محبت کرتی تھی مگر وہ محبت کو کبھی بیان نہیں کر پائے گی اتنا اندازہ اسے تھا۔۔

چند پل نرم ہتھیلیوں کے پیالے کو وہ تکتی رہی۔۔ پھر اس کے لبوں میں جنبش ہوئی اور وہ آنکھیں بند کیئے دعا مانگنے لگی۔۔

اپنے نصیب کی دعا۔۔ والدین کے لیے۔۔ اپنے بھائیوں کے لیے۔۔ اپنے گھرانے کے لیے۔۔ دنیا اور آخرت کے لیے اور آخر میں۔۔ جس دعا کا اسے انتظار رہا کرتا تھا۔۔ ولی کے لیے۔۔

ولی کے لیے دعا کرتے اس نے آنکھیں کھول لی تھیں۔۔ مگر آنکھیں کھول لینے کے بعد بھی وہ اسکی نظروں سے اوجھل نہیں ہوا تھا۔۔ صبح والے آسمانی رنگ کے کپڑوں میں ملبوس وہ اس کے کہیں آس پاس ہی تھا۔۔

میں چاہتی ہوں کہ آپ اس کی حفاظت کریں اسے۔۔ "ایک دعا تھی جو اسکے دل سے ہر" دم نکل رہی ہوتی تھی۔۔ بقول زمان احمد کے اس کے دشمن زیادہ نہیں تھے۔۔ مگر جتنے تھے وہ بہت ظالم تھے۔۔ اسے ہر دم دھڑکا لگا رہتا۔۔ وہ کبھی دیر کر دیتا تو اس سے صبر کرنا مشکل ہو جاتا تھا۔۔ ایک غیر کی محبت کو اپنے دل میں آنے سے وہ نہیں روک سکی۔۔ بی جان کہتی تھیں۔۔ شادی سے پہلے آنے والا مرد عورت کی زندگی میں تباہی کے سوا کچھ نہیں لیتا۔۔ مگر وہ ان سے پوچھنا چاہتی تھی کہ جو مرد بغیر اجازت لیے دل کے بند کواڑوں کو کھولتا اندر جا بسے اس کی سزا عورت کو کیونکر سنائی جائے۔۔؟ اس نے جان بوجھ کر اسے نہیں چاہا تھا۔۔ اس نے تو بس محسوس کیا تھا۔۔ کہ اس کی نظروں سے وہ پگھلتی تھی۔۔ اس کی تکلیف سے دل کٹتا تھا۔۔ اسکی گلابی آنکھوں کی خشکی اسے مات دے دیا کرتی تھی۔۔۔ اس میں اسکا کیا قصور تھا۔۔؟ اس نے تو ان سب کو دعوت

نہیں دی تھی خود تک آنے کی۔۔ اس نے کبھی اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی تھی اور نہ ولی کی جانب سے اسے ایسا کوئی جواب موصول ہوا تھا۔۔ وہ تو تھا ہی صدا کا دور۔۔۔ وہ تو کبھی اس کے قریب نہیں آیا تھا۔۔ غلطی سے بھی نہیں۔۔۔

پھر کیوں تھا ایسا کہ وہ قریب قریب لگتا تھا۔۔! کیوں اس پر غصہ آجانے کے بعد بھی وہ اس کی فکر کرنا نہیں چھوڑ پاتی تھی۔۔۔ کیوں وہ اجنبی ہوتے ہوئے بھی اپنا تھا۔۔ کیوں آخر وہ اس پر سختی نہیں کرتا تھا۔۔! اس نے آنکھیں بند کیں تو آنسو پلکوں پر ٹہر گئے۔۔ ناک سُرخ ہو گئی۔۔ ہونٹ لرزنے لگے۔۔ اللہ جانتا تھا کہ وہ یہ سب کچھ جان کر نہیں کر رہی۔۔ اس نے اس سے محبت سوچ کر نہیں کی تھی۔۔ وہ تو اسکی کچی عمر کا خواب تھا جس کا رنگ اسکے دل پر پکا ہوتا جا رہا تھا۔۔۔

چہرے پر ہاتھ پھیر کر وہ اُٹھی جائے نماز طے کی اور اسے سنگھار میز پر رکھا پھر دوپٹہ سر سے اتار کر کندھوں پر پھیلاتی باہر آئی۔۔ باہر زندگی ویسے ہی چل رہی تھی۔۔ مخصوص چہل پہل اور وہ ہی دن چڑھے کی سرگرمیاں۔۔۔۔

اس نے نیچے اتر کر بی جان کو یہاں وہاں ڈھونڈا۔۔ وہ گیسٹ روم میں کسی مہمان کے ساتھ بیٹھی تھیں۔۔ شادی کا گھر تھا اور لگے ہفتے سے مہمان آنے ہی والے تھے مگر اندر بیٹھی خاتون شاید زمان کی جاننے والی تھی۔۔ اس نے ہاف بندھے بالوں سے نکلتی لٹ کو کان کے پیچھے اڑسا اور دروازے سے ذرا اندر جھانکا۔۔ وہ پچیس چھبیس سال کی بہت خوبصورت سی عورت تھی۔۔ نفیس لباس میں ملبوس اس نے سر پر سلیقے سے دوپٹہ اوڑھ رکھا تھا۔ ساتھ وہ مسکرا کر بی جان سے کچھ کہہ بھی رہی تھی۔۔ ایک جانب صوفے پر سیاہ بالوں والا اسی کے جیسا پیارا سانچہ بیٹھا تھا۔۔ شاید اس کا بیٹا ہو۔۔ وہ دروازے سے پیچھے ہوئی۔۔ بی جان گیسٹ روم سے باہر نکلیں تو ان کی نظر اس کے چہرے پر پڑی۔۔

"یہ کون ہیں۔۔۔؟"

ابرو سے گیسٹ روم کے بند دروازے کی جانب اشارہ کیا۔۔

یہ ولی کے دوست کی بیوہ ہے قانتہ۔۔ تم جا کر اندر بیٹھو میں ذرا چائے پانی کا انتظام"
"کروں۔۔"

اس کو حیران پریشان چھوڑ کر وہ کچن کی جانب ہو لیں۔ اس نے خود کو کمپوز کیا اور گیسٹ
روم کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔۔ قانتہ جو زین کے ماتھے پر گرے بال درست
کر رہی تھی اہل کو دیکھ کر سیدھی ہوئی۔۔ پھر اسے دیکھ کر اس کے نرم خوبصورت
چہرے پر مسکراہٹ اُبھری۔۔

"اسلام علیکم۔۔"

وہ پاس چلی آئی۔۔ چہرے پر آتی لٹ کو ایک بار پھر کان کے پیچھے اڑس کر وہ اس سے
ملی۔۔

"وعلیکم سلام۔۔"

بہت گرمجوشی سے گلے ملنے کے بعد اس نے امل کو خود سے الگ کیا۔۔ وہ سمجھ نہیں پارہی تھی کہ اتنی شناسائی آخر اس انجان عورت کو اس سے کیسے۔۔۔۔؟ اس نے جھک کر زین کے نرم گال کو دو انگلیوں سے چھوا اور پھر متذبذب تاثرات کے ساتھ وہ مقابل صوفے پر جا بیٹھی۔۔ قانتہ تو اتنی خوش تھی کہ اس سے بتایا نہ جاتا تھا۔۔

"کیسی ہیں آپ امل۔۔؟"

نام۔۔۔ اسے اس کا نام کیسے پتہ۔۔ اس نے جلدی سے پلکیں جھپکا کر چہرے پر پھیلی نا سمجھی رفع کی اور پھر مسکرائی۔۔

"میں بالکل ٹھیک۔۔ ویسے۔۔ کیا ہم پہلے مل چکے ہیں۔۔؟"

اس نے اتنی معصومیت سے پوچھا تھا کہ قانتہ بے ساختہ ہنس دی۔۔ ہنسنے سے اس کے گال اوپر کو اٹھ جاتے تھے اور ان کا رنگ اناری سے رنگ میں ڈھل جاتا۔۔ وہ بلاشبہ بہت خوبصورت عورت تھی۔۔ امل نے اس سے پہلے اتنی خوبصورت عورت نہیں دیکھی تھی۔۔

کہہ بھی سکتے ہیں۔۔ ویسے آپ کا نام مجھے آپ کی امی نے بتایا ہے ابھی تھوڑی دیر پہلے۔۔" اس نے اطمینان بخش سی سانس خارج کی۔ بی جان نے بتایا تھا اس کا نام ان کو۔۔

"کیسی ہیں آپ۔۔ اور یہ آپ کا بیٹا ہے۔۔؟ نام کیا ہے اس کا۔۔؟"

اپنی ساری بے چینی چھپا کر اس نے جلدی سے میزبانی نبھائی۔

"جی میرا ہی بیٹا ہے زین نام ہے اس کا۔۔ زین سلام کرو امل آپی کو۔۔"

اس نے زین سے کہا اور پھر زین شرماتا ہوا اُٹھا۔۔ اس تک آیا اور اپنا معصوم سا چھوٹا سا ہاتھ اس کی جانب بڑھایا۔۔

"اسلام علیکم امل آپی۔۔"

اٹل نے اسکا ہاتھ تھام کر اسے اپنے پاس ہی بٹھا لیا۔۔ وہ سُرخ ہوتے گالوں سے اس کے ساتھ بیٹھا رہا۔۔ اوووہ۔۔۔ اٹل کو اس پر بے طرح پیار آیا تھا۔۔

"آپ کا بیٹا بہت کیوٹ ہے قانتہ۔۔"

یہی اس کے منہ سے نکلا اور یہی طے ہو گیا۔۔ وہ بغیر بُرا منائے مسکراتی رہی۔۔ اس کے چہرے پر سادگی سی تھی۔۔ نہ کوئی عجیب قسم کی ذو معنی مسکراہٹ اور نہ کو ایسا تاثر جس سے اٹل غیر آرام دہ ہو جاتی۔۔

"کیا کرتی ہو اٹل۔۔۔؟"

کچھ دیر بعد قاتنہ نے پوچھا تو اس نے مسکرا کر جواب دیا۔۔ وہ غیروں کے ساتھ اتنا جلدی بے تکلف نہیں ہوا کرتی تھی مگر قاتنہ کا مزاج ہی اور تھا۔۔

”ابھی ابھی بی ایس سی کے پیپرز سے فارغ ہوئی ہوں۔۔ آپ کیا کرتی ہیں۔۔؟“

وضع قطع سے وہ پڑھی لکھی سلیقہ شعار سی عورت لگتی تھی۔۔

میں ٹیچر ہوں گورنمنٹ۔۔ یہیں اس گاؤں سے ذرا آگے جو پہلا علاقہ شہر کا لگتا ہے ”مدینہ مسجد (ایک فرضی نام) کے ساتھ والا۔۔ میں یہاں ایک اسکول میں جاب کرتی ہوں۔۔ ولی نے مجھے اس جاب کے حصول میں بہت مدد کی تھی۔۔

آخری بات پر اہل چونکی۔۔ جس طرح سے وہ ولی کا ذکر کر رہی تھی اس سے صاف ظاہر تھا کہ ولی کی ان سے اچھی خاصی جان پہچان تھی۔

اس نے مسکرا کر سر اثبات میں ہلایا۔۔ دفعتاً بی جان کمرے میں داخل ہوئیں اور ان کے پیچھے ہی ملازمہ لوازمات سے بھری ٹرالی لینے اندر آئی۔۔

میرے بیٹے کی شادی ہے دو ہفتوں بعد۔۔ تم ضرور آنا قانتہ بیٹا۔۔ ولی سے میں نے بارہا "پوچھا کہ کوئی جلنے والا تو نہیں رہ گیا تمہارا مگر مجال ہے جو یہ لڑکا مجھے کچھ بتا دے۔۔ اچھا کیا تم اگلیں۔۔ میں تمہیں شادی کی دعوت دینے تمہارے گھر بھی آجاؤنگی۔۔ آؤگی ناں "شادی میں۔۔۔؟

وہ ولی کی جلنے والی تھی۔۔ بی جان کا نہال ہونا تو بنتا ہی تھا۔۔

ارے نہیں بی جان۔۔ آپ تکلف مت کیجیئے۔۔۔ میرے گھر آئیے گا ضرور آئیے گا مگر " اس طرح مجھے شرمندہ مت کریں۔۔ میں آؤنگی آپ کے بیٹے کی شادی میں۔۔ مگر شاید "زیادہ نہ ٹھر سکوں زین اور میرے اسکول کا مسئلہ ہوگا پھر۔۔

انہوں نے آرام سے معذرت کی تو بی جان مسکرائیں۔۔

بھلے تم تھوڑی دیر کے لیئے آجانا مگر شرکت ضرور کرنا بیٹا۔۔ میرے گھر کی پہلی خوشی " ہے مجھے اچھا لگے گا۔۔

اے پنوں کے بل بیٹھی چائے بنا رہی تھی۔۔ پھر ان کا کپ ان کی جانب بڑھایا تو انہوں نے مسکرا کر "شکریہ" کہتے کپ تھام لیا۔۔

دراصل زین بہت دنوں سے ولی کو یاد کر رہا تھا اور ولی مصروف تھا کاموں میں تو میں " " نے سوچا کہ زین کو اس سے ملواؤں اور آپ لوگوں سے بھی مل لوں۔۔

بی جان کھلے کھلے چہرے کے ساتھ مسکرائیں۔۔

بہت اچھا کیا جو تم آگائیں۔۔ نہیں تو ولی نے تو مجھے کبھی نہ بتانا تھا۔۔ بس ابھی آتا ہی " " ہوگا آغا جان کو لے کر وہ۔۔

وہ پھر سے بی جان کے ساتھ مقابل صوفے پر جا بیٹھی۔۔ کچھ ہی دیر میں باتوں کے درمیان باہر سے اس کی کار کے ہارن کی آواز آئی تھی۔۔ پھر گیٹ کھلنے کی۔۔ قدموں کی چاپ کی۔۔

”جا امل۔۔ ولی کو بٹلا کر لا۔۔ یوں نہ ہو کہ وہ پھر سے واپس چلا جائے۔۔“

اس نے سر ہلایا اور گیسٹ روم سے باہر نکل آئی۔۔ وہ اسے کچن میں نظر آگیا تھا۔۔
صبح والے لباس میں۔۔ ہمیشہ کی طرح خاموش اور سنجیدہ۔۔

”وہ قانتہ آئی ہیں آپ سے ملنے۔۔ بی جان بٹلا رہی ہیں آپ کو گیسٹ روم میں۔۔“

وہ جو پانی پی رہا تھا بُری طرح حیران ہوا۔۔ شاید وہ قانتہ کی توقع ہرگز نہیں کر رہا تھا۔۔

”کون قانتہ۔۔۔؟“

انجان بنتے ہوئے اس نے سرسری سا پوچھ کر گلاس رکھا اور اس کی جانب پلٹا۔۔ سیاہ
لمبی فراک اسکے ٹخنوں تک گرتی تھی۔۔ اور نیچے سے چوڑی دارپجامہ بہت ہلکا سا دکھائی
دے رہا تھا۔۔

”زین کی مٹا۔۔۔“

اٹل نے بھی اتنے ہی سکون سے جواب دیا اور کچن کے دروازے سے ہٹ آئی۔۔

تھوڑی ہی دیر میں وہ گیسٹ روم میں داخل ہوا تو اٹل اور بی جان کو قانتہ کے مقابل
بیٹھے دیکھا۔۔ وہ بہت خوش دلی سے باتیں کر رہی تھیں۔۔ اس نے سلام کیا اور سامنے
کے صوفے پر جا بیٹھا۔۔۔

”کیسی ہیں آپ قانتہ۔۔؟ اور یہاں کیسے آنا ہوا۔۔؟“

زین اس کے پاس بھاگ کر آیا تھا۔۔ اس نے اسکے ملتھے پر بکھرے بالوں کو ہاتھ سے کچھ اور بگاڑا پھر اسے اپنے پاس ہی بٹھالیا۔۔

یہ تم زین سے پوچھ لو۔۔ اس نے بہت تنگ کیا ہے مجھے ان سارے دنوں میں۔۔ کہ ”مجھے ولی کے پاس جانا ہے۔۔ ولی سے ملنا ہے۔۔ میرے پاس اسے یہاں لانے کے علاوہ کوئی آپشن نہیں تھا۔۔“

اس کی بات پر مسکرا کر اس نے سر جھکا کر زین کا چہرہ دیکھا۔۔

"کیوں بھئی کیوں تنگ کرتے ہو ماما کو اپنی۔۔؟"

اس نے میٹھی سی خفگی سے کہا تو امل مسکرائی۔۔ اس نے ولی کو کبھی کسی بچے کے ساتھ اتنا بے تکلف نہیں دیکھا تھا مگر پھر بھی اسے معلوم تھا کہ ولی کو بچے پسند تھے۔۔ بس وہ ہی تھا جو اس کی جانب سے اتنا بے فکر تھا۔۔ اگر جو وہ بھی اسکی ایسی ہی پرواہ کرتا جیسی وہ کرتی تھی۔۔۔ اس نے سر جھٹکا۔۔

قانتہ اب جانے کے لیے اُٹھ رہی تھیں۔۔ ان سب سے شادی میں آنے کا وعدہ کر کے وہ پلٹ گئیں تو وہ تینوں بھی گلیسٹ روم سے باہر نکل آئے۔۔

چلیں بی جان اب میں بھی چلونگا بس سردار بابا کو چھوڑنے آیا تھا۔۔ کوئی کام ہے آپ؟

"کو۔۔؟"

جاتے جاتے اس نے پلٹ کر پوچھا تو بی جان کو یکدم یاد آیا۔۔

"تمہارا کُرتا سلنے کے لیئے دیا ہے میں۔۔ وہ لے کر آنا ہے نہیں تو گُم ہو جائے گا۔۔"

اس نے اف سر ہلایا۔۔

اہل نے مسکراہٹ دبائی تھی۔۔

بی جان۔۔ اس کے لیئے آپ کو چلنا پڑے گا میرے ساتھ بازار مجھے نہیں پتہ آپ نے "کُرتا کس کو دیا ہے۔۔"

ولی احمد سخت بیزار ہوا تھا۔۔ بی جان حسبِ عادت خفا ہوئیں۔۔

لڑکے کوئی خیال بھی ہے اپنا یا نہیں۔۔ کسی چیز میں تمہیں دلچسپی نہیں۔۔ شادی کا "پوچھو تو تم کہتے ہو کہ میں کیا کرونگا شادی کر کے۔۔"

یہ حد تھی۔۔ بی جان کے پیچھے کھڑی امل ہنس پڑی۔ ولی کے کان سُرخ ہوئے۔۔ مگر بی جان خفگی سے بولی جا رہی تھیں۔۔

لڑکوں کو دیکھو جا کر۔۔ بازاروں میں سو سو چکر لگاتے ہیں خود کے کپڑوں کے لیئے۔۔ "شادی کے علاوہ کوئی دوسری بات نہیں کرتے۔۔ چھ چھ لڑکیوں سے بیک وقت "مہبتیں بھگتا رہے ہوتے ہیں اور ایک تم ہو ولی۔۔"

اہل کو اپنی ہنسی روکنا اس سے بہت مشکل لگا۔۔ ولی بی جان کو روکنا چاہ رہا تھا مگر بے
سود۔۔

تم چھ چھ لڑکیاں نہیں پسند کر سکتے کم از کم کوئی ایک ہی پسند کر لو۔۔ یوں اس طرح "
"زندگی کیسے گزرے گی۔۔۔؟

پل بھر کو ولی کی نظروں نے ان کے پیچھے کھڑی لڑکی تک سفر کیا اور بی جان کے قریب
ہوا۔۔

بی جان۔۔ میں کُرتا لینے ضرور چلوں گا۔۔ اور آئندہ میری مجال جو میں خود سے غفلت "
"برتوں۔۔

بی جان جو قدرے غصے سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ یکدم ہنس دیں۔۔۔ وہ بولا ہی اتنے
پیارے طریقے سے تھا۔۔

”اور پسند کب کرو گے لڑکی۔۔۔؟“

امل نے نچلا لب دبائے اپنے دودھیا پیروں کو دیکھا۔۔۔ وہ اس کے جھکے سر کے باوجود بھی
اسکے چہرے پر پھیلے قوس و قزح کے سارے رنگ دیکھ سکتا تھا۔۔

”بی جان پلیز ابھی دیر ہو رہی ہے میں چلتا ہوں شام میں لے جاؤنگا آپ کو۔۔“

جھک کر ان کو ہلکا سا گلے لگاتے اس نے کہا اور باہر کی جانب بڑھ گیا۔ وہ اور بی جان
اسے جاتا دیکھتی رہیں۔۔۔

سفید حویلی سے خاصے فاصلے پر حسین احمد کی حویلی کھڑی تھی۔۔ شروع میں جب جائیداد کا ہٹوارہ ہوا تو یہ حویلی ان دو حویلیوں کے ساتھ ہی تھی مگر پھر حسین نے جگہ گاؤں کے آخری سرے پر لیکر ایک شاندار اور اعلیٰ حویلی تعمیر کروائی۔۔ جو حسن اور زمان کی حویلی سے کہیں زیادہ بڑی اور کہیں زیادہ بیش قیمت تھی۔۔

اس حویلی میں بھی شادی قریب آنے کے باعث خاصی رونق ہو رہی تھی۔۔ امینہ اور شازیہ کو آج کل رسم کے لیے بٹھایا جانا تھا اسی لیے بہت سی لڑکیاں ان دونوں کے آس پاس بیٹھیں انہیں سنوارنے میں مصروف تھیں۔۔ وہ شہر سے گاؤں لائی جانے والی پارلر کی لڑکیاں تھیں جنہیں یہاں صرف ان کی تراش خراش کے لیے لایا گیا تھا۔۔ ایک جانب پیر اونچے کیئے نخوت سے بیٹھی۔ امینہ لڑکی کو ذرا ہاتھ ہلکا چلانے کا کہہ رہی تھی جو اس کے پیروں کا مساج کر رہی تھی تو دوسری جانب تنے نقوش کے ساتھ گردن پیچھے کو کر کے بیٹھی۔ شازیہ بھی جس کا فیشل کیا جا رہا تھا۔۔

ماں جی بتا رہی تھیں کہ امل اور ولی کا کوئی قصہ چل رہا ہے۔۔۔؟" امینہ نے اسی بے "نیازی سے کہہ کر شازیہ کو دیکھا۔۔۔ لڑکی اب ٹشو سے اس کی گردن پر لگا لوشن صاف کر رہی تھی۔۔۔ جواباً اس نے کندھے اُچکائے۔۔۔

مجھے بھی ماں جی نے ہی بتایا تھا۔۔۔ خیر انہیں کس نے بتایا یہ سب۔۔۔؟ ایسی بات پر "مجھے تو یقین نہیں آ رہا۔۔۔ امل۔۔۔ وہ اتنی ڈرپوک لڑکی بھلا کیوں موت کے منہ میں ہاتھ "ڈالے گی۔۔۔! ولی سے تو کوسوں دور رہنا چاہیئے اسے۔۔۔

"پتہ نہیں اب یہ سچ بھی ہے یا نہیں۔۔۔"

امینہ نے بھی کندھے اُچکائے تھے۔۔۔ پھر کچھ سوچ کر کہنے لگی۔۔۔

"ماں جی کہہ رہی تھیں کہ انہیں ارجمند چچی نے بتایا ہے۔۔۔ لیکن انہیں کیسے پتہ۔۔۔؟"

شازیہ طنزاً مسکرائی۔۔

"ظاہر ہے ناجیہ ہی نے بتایا ہوگا۔۔ وہ جو امل کی پکی سہیلی ہے۔۔"

امینہ پر جیسے کوئی انکشاف ہوا۔۔ یکدم اپنی کرسی پر آگے کو ہو کر بیٹھی۔۔

ارے شازیہ۔۔ اسی نے بتایا ہوگا بھلا اور کون ہے بتانے والا۔۔ لیکن وہ تو اچھی "
"دوست ہے اس کی۔۔ اس کو کیا پڑی ہے ایسے راز کھولنے کی۔۔"

"کوئی پُرانی خاتارنی ہوگی اس نے اور کیا۔۔"

شازیہ پرواہ کیئے بغیر بیزاریت سے بولی تو امینہ نے سمجھ کر سر ہلایا۔۔

ویسے شازیہ ہو سکتا ہے کہ یہ سب سچ ہو۔۔ اب ایسی باتیں یونہی تو نہیں پھیل جاتی " "ناں۔۔ کوئی بات ہوتی ہے جبھی دنیا کو موقع ملتا ہے اپنی زبان کھولنے کا۔۔

بد مزاج ہو کر وہ پھر سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی تھی۔۔

اچھا اب تم کوئی ایسی ویسی بات نہ کر دینا لوگوں کے سامنے۔۔ جو بھی ہے وہ نند ہے " ہماری اور ہمیں محتاط رہنا ہوگا۔۔ زمان چچا کی تویلی جائنگے تو خود ہی ساری حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔۔ اور ابھی ماں جی کو بھی منع کر دے کہ کوئی بات منہ سے نہ

نکالے۔۔ یو نہی خواہ مخواہ شادی کا مزہ کر کر اکر دینگے یہ لوگ اور میں کوئی تماشہ نہیں
”چاہتی۔۔“

اسے تنبیہ کر کے شازیہ اب کے ذرا آرام دہ ہو کر بیٹھی۔ تو امینہ نے برا سامنہ بنایا۔۔
بھلا اس نے کس کو بتانا تھا۔۔ مگر۔۔ اب پیٹ میں کھلبلی مچنے لگی تھی۔۔ اسے کسی کو تو
بتانا ہی ہوگا۔۔ مگر کسے۔۔؟ یہ ابھی اسے سوچنا تھا۔۔

نڈھال سی امل نے سارے شاپنگ بیگز ایک جانب صوفے پر ڈالے اور پھر خود بھی
صوفے پر ڈھیر ہو گئی۔۔ آج کے طویل چکر نے اسے تھکا دیا تھا۔۔ بی جان نے بھی
ہاتھ میں پکڑے بیگز ایک جانب رکھے اور گھٹنوں پر ہاتھ رکھتیں صوفے پر بیٹھیں۔۔

"بی جان پلیز مجھے چائے پلوادیں۔۔"

ایسی سخت سردی اور تھکاوٹ میں اسے چائے کی شدید طلب ہوئی تو بی جان نے سر ہلا کر نوراں کو آواز دی۔۔

"تمہکا دیا آج کی شاپنگ نے تو بی جان۔۔"

اس نے چادر اتار کر رکھی اور دوپٹہ پھیلا کر سامنے لیتی پیر اوپر کر کے بیٹھی۔۔

ہاں تمہکا تو دیا مگر شکر کہ بازار کا کام پورا ہو گیا۔۔ اب بار بار جانے کی جھنجھٹ سے جان "چھوٹی۔۔ ویسے بھی زمان کہہ رہے تھے کہ مہمان آنے والے ہیں اور ان سے پہلے ساری "تیاریاں پنڈانی ہیں۔۔ شکر آج یہ بھی ہو گیا۔۔"

"ہوں۔۔۔"

اس نے تھکا سہ صوفے کی پشت پر ڈالا۔۔

"مہمان کب تک آئنگے۔۔؟"

نوراں سے چائے لیتے اس نے پوچھا تو بی جان نے چائے کا گھونٹ بھرتے اسے دیکھا۔

بس ایک دو دن میں دور دراز کے مہمان تو آتے ہی ہونگے۔۔ مجھے گرم بستر وغیرہ بھی "
"نکلوانے ہیں اور کمروں کی صفائی بھی کروانی ہے۔۔ یا خدا کتنے کام ہیں۔۔"

ایک تو تھکاوٹ اوپر سے اتنے کاموں کا سن کر اسے مزید تھکاوٹ محسوس ہوئی تھی۔۔

”کل سے کرینگے بی جان آج تو رہنے دیں۔۔“

آج ہوگا بھی نہیں۔۔ مغرب ہوگئی ہے اور رات کا وقت ہے صبح ہی کرواؤنگی ”
”سارے کام ملازموں سے۔۔“

گرم گرم چائے نے ان کی ساری سردی کو ختم کر دیا تھا۔۔ کچھ دیر بعد وہ کپ سینٹرل ٹیبل پر رکھ کر اٹھی اور اپنی ساری شاپنگ اٹھائے کمرے میں چلی آئی۔۔ پہلے وضو بنا کر نماز پڑھی اور پھر شاپنگ بیگز میں سے ایک چھوٹا سا خاکی بیگ نکالا۔۔ اس کے اندر دو انگلیاں ڈال کر اس نے اندر موجود ایک نازک سی شیشی نکالی۔۔ شیشی میں بھرا سیال

کاسنی رنگ کا تھا۔ اس نے ڈھکن ہٹا کر اپنی کلائی پر ہلکا سا اسپرے کیا تو سارا کمرہ پل
بھر کو خوشبو سے مہک اُٹھا۔۔ اس نے سانس کے ساتھ خوشبو اندر اتاری۔۔ مغرب کے
بعد کی نیلاہٹ کمرے کے باہر بکھری تھی اور اس کے کمرے کی مدھم زرد بتیاں۔ روشن
تھیں۔۔ ایسے میں اس خوشبو کا کمرے کی فضا میں تحلیل ہونا اسے مزید خوابناک بنا رہا
تھا۔۔ اس نے احتیاط سے شیشی واپس اندر رکھی اور پھر ساتھ ہی ایک کی چین نکالا۔۔
اس پر بہت نازک سی باریک زنجیریں لٹک رہی تھیں اور ان زنجیروں کے اختتام پر جگہ
لکھا تھا۔۔ اس نے مسکراتے ہوئے اسے بھی اندر ڈالا اور پھر اپنے "w" جگہ چھوٹا سا
سائیڈ کی دراز میں چھوٹا سا بیگ رکھ کر دراز بند کر دیا۔۔ یہ اس نے بی جان کی نظر سے بچ
کر ولی کے لیے خریدا تھا۔۔ وہ اسے یہ تحفہ دینا چاہتی تھی۔۔ خوشبو کا تحفہ۔۔ خوابناک سا
کمرہ اسے بلاوجہ ہی اچھا لگنے لگا تھا۔۔

اس نے دیر رات تک ڈیرے پر رہ کر کاموں کو سمیٹا اور پھر سنسان پڑے دالان سے اتر کر اپنی گاڑی کی جانب بڑھا۔۔ لگے چند دنوں میں حویلی میں مصروف رہنے والا تھا اسی لیے زمان احمد کے حکم پر اس نے آج سارے پچھلے کاموں کو بھی نیٹا دیا تھا۔۔

حویلی کی جانب بڑھتی اس کی گاڑی اندھیرے میں گھری ہوئی نظر آتی تھی۔ کچے راستوں پر سردی کے باعث پگڈنڈیاں سنسان پڑی تھیں۔۔

دفعۃً اس نے گاڑی کو بریک لگایا۔۔ اسے محسوس ہوا کہ کوئی اسے دیکھتے ہی کھیتوں میں گھسا ہے۔۔ اس کے ابرو سکڑے۔۔ آس پاس باریک بینی سے دیکھتا وہ چند پل جانچتا رہا مگر جب اسے کچھ دوبارہ محسوس نہیں ہوا تو کار آگے بڑھا دی۔۔ شاید اسکا وہم ہو۔۔

قریباً آدھے گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد وہ حویلی کے سامنے کار کا دروازہ کھول کر باہر نکل رہا تھا۔۔ اندر لالونج سے لڑکیوں کے تالیاں بجانے اور گانا گانے کی آوازیں باہر لان تک

اسے سنائی دیں۔۔ اس نے کوفت سے سر جھٹکا۔۔ اور پھر جو دروازہ اس کے کمرے کا لان کے پچھلے جانب کھلتا تھا اسے دھکیل کر اندر داخل ہوا۔۔ یہ دروازہ اس نے بہت بعد میں بنوایا تھا۔۔ بیک ڈور۔۔ جو وقت کے ساتھ ساتھ اسکی توقع کے عین مطابق اس کی ضرورت بنتا گیا تھا۔۔

کمرے میں داخل ہو کر اس نے دروازہ بند کیا اور چابیاں، موبائل اور چشمہ ڈریسنگ ٹیبل پر رکھ کر جیسے ہی مڑا اس کے قدم رک گئے۔۔ ایک سیکنڈ لگا تھا اسے تبدیلی بھانپنے میں۔۔

ایک چھوٹے سے خاکی بیگ کے اوپر اہل نام کی چٹ لگی تھی۔ اس نے سنجیدہ چہرے کے ساتھ آگے بڑھ کر اس پیکٹ کو اٹھایا اور پھر دو انگلیاں اندر ڈال کر اندر موجود نازک سی شیشی باہر نکال لی۔۔ اس کے ابرو سٹکڑے۔۔ پر فیوم اسپرے کیتے بغیر اس نے ٹیبل پر رکھا اندر کچھ اور بھی بچ رہا تھا۔ اور پھر اپنی ہتھیلی پر اس نے جیسے ہی خاکی

پیکٹ الٹا ایک کی چین اس کی ہتھیلی پر پھسل کر آگرا۔۔ وہ ایک قدیم طرز کا کوئی لکڑی کا بنا چھوٹا سا گھر تھا جس کے نیچے بہت سی باریک زنجیریں لٹک رہی تھیں۔۔ ان بنے تھے۔۔ "w" زنجیروں کے آخری سرے پر بہت سے چھوٹے چھوٹے

اس نے گہرا سانس لے کر دونوں چیزوں کو دوبارہ سے پیکٹ کے اندر ڈالا اور پھر واشروم کی جانب بڑھ گیا۔۔

باہر لائونج میں آج لڑکیوں کا جم غفیر تھا۔۔ جیسے جیسے تاریخ نزدیک آتی جا رہی تھی ڈھولکی میں لڑکیوں کا اضافہ بھی ہوتا جا رہا تھا۔۔ اہل نے آج گہرے کتھی رنگ میں سلک کی لمبی قمیص پہن رکھی تھی جس کی آستینیں ہتھیلیوں تک چوڑیوں کی صورت آتی تھیں۔۔۔ نیچے قمیض سے ذرا ہلکے رنگ کا چوڑی دار پجامہ پہن رکھا تھا اور دوپٹہ بھی سلک ہی کا ایک کندھے پر ڈالا ہوا تھا۔۔ ہاں بالوں کو اس نے عادت کے برخلاف آج فرنیچ چوٹی میں گوندھا تھا اور گول گول ایک سکے جتنی سلور بالیاں پہنے وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔۔ اسے بی جان نے کچن سے آواز دی تو وہ لائونج سے اٹھ کر کچن میں چلی آئی۔۔

اٹل بیٹے جاؤ برابر حویلی سے ناجیہ اور ارجمند بھابھی کو بلا لائو۔۔ مجھے دیکھو یاد ہی نہیں " "رہا انہیں آج کی ڈھولکی کا بولنا۔۔ تم جاؤ اور نوراں کو اپنے ساتھ لیتی جانا۔۔

انہوں نے اسے کہہ کر پیچھے دم پر پکتی چائے کو دیکھا اور کاموں میں پھر سے مصروف ہو گئیں۔۔ وہ نوراں کو لیئے لان میں آئی۔۔ اپنا دوپٹہ درست کر کے سر پر لیا مگر وہ سلک تھا بار بار سر سے ڈھلک جاتا۔۔ ولی جو کمرے کا دروازہ بند کرتا باہر نکل رہا تھا اسے دوسری حویلی کی جانب بنے دروازے کے پاس نوراں کے ساتھ کھڑے دیکھ کر چونکا۔۔ اس وقت۔۔ دوسری حویلی میں۔۔ اسے اچھنبا ہوا۔۔ وہ اب درمیانی دروازہ پار کئے دوسری حویلی میں داخل ہو رہی تھی۔۔ اس نے بغور اسے جاتے دیکھا اور پھر وہیں کھڑا رہا۔۔

تویلی میں حسبِ سابق زرد بتیاں روشن تھیں اور ساری تویلی کا احاطہ کیئے ہوئے تھیں۔
وہ دونوں پورچ سے گزر کر لاؤنج میں آئیں۔ نفیس اور نذیر دونوں بیٹھے ٹی وی دیکھ رہے
تھے آہٹ پر چونک کر پیچھے دیکھا اور پھر نفیس تو گویا کرنٹ کھا کر اُٹھا۔

”اے امل تم۔۔۔ یہاں۔۔۔ آؤ ناں۔۔۔“

نذیر بھی اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔۔۔ امل نے بیزارت سے یہاں وہاں ارجمند اور ناجیہ کو ڈھونڈا۔۔۔
!یہ قابلِ نفرت شخص کیوں بیٹھا تھا یہاں۔۔۔

”وہ دراصل میں تائی اور ناجیہ کو بلانے آئی تھی۔۔۔ کہاں ہیں وہ دونوں۔۔۔؟“

اس نے نفیس کو نظر انداز کر کے نذیر سے پوچھا۔۔۔

”ماں جی۔۔۔ ناجیہ۔۔۔“

اس نے دونوں کو آوازیں دیں۔۔

”آؤ ناں امل بیٹھو۔۔“

نفیس نے پھر پیش کش کی تھی۔۔

نو تھنکس۔۔ بس آپ ناجیہ اور چچی کو بلادیں میں انہیں لینے آئی ہوں۔۔ آج ڈھولکی ”
ہے اور کل سے بھاجی اور نثار بھائی کی رسمیں شروع ہو جائیگی تو ان کا وہاں ہونا لازمی
”ہے۔۔ آپ ذرا جلدی بلادیں انہیں۔۔۔“

اس نے رکھائی سے کہہ کر نفیس کی جانب دیکھا تو اس کا چہرہ بُجھ گیا۔ البتہ ناجیہ اوپر ریلنگ سے جھانکی تھی۔۔

”اہ۔۔“

اسنے چہرہ اٹھایا۔۔

چلو ناں یار بی جان بلا رہی ہیں تمہیں بھی اور چچی کو بھی۔۔“ نذیر ماں کو کمرے میں ”
بلانے گیا تھا۔۔

اچھا ناں مجھے تیار تو ہو لینے دو۔۔ آجاؤ اوپر پہلے میں تیار ہو جاؤں پھر ساتھ ہی چلیں ”
”گے۔۔

بیٹا مجھے پتہ ہے تم کتنی جلدی تیار ہوتی ہو۔۔ میں تائی کو لے کر جارہی ہوں تم آتی "

"رہنا۔۔

اس نے ارجمند کو زینوں سے اترتے دیکھ کر کہا۔۔ وہ شاید نماز پڑھ رہی تھیں۔۔ ان کا دوپٹہ اب تک چہرے کے گرد لپیٹا تھا۔۔

چلیں تائی آجائیں۔۔ اور تم بھی جلدی آجانا ناجیہ تیار ہو کر دوبارہ آنا نہ پڑے مجھے "

"تمہارے لیئے۔۔

اس نے تائی کو جیسے ہی کندھوں سے تھاما انہوں نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔۔ اہل تو اہل لاؤنج میں کھڑا نفیس اور اوپر سے جھانکتی ناجیہ بھی ششدر رہ گئی۔۔

میں خود جاسکتی ہوں تمہیں ضرورت سے زیادہ میٹھا بننے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔۔"

اور آئندہ میرے گھر میں آؤ تو یہ جو کیل کلٹے لگا کر تم آتی ہوناں انہیں چادر سے ڈھک کر آنا۔۔۔ مجھے تمہارا یہ آزاد رویہ بالکل نہیں پسند۔۔۔ یہ لڑکوں کا گھر ہے کیا کسی نے تمہیں یہ نہیں سکھایا کہ کس طرح دوسروں کے گھر جایا جاتا ہے۔۔۔

ایک سیکنڈ کے لیے پوری حویلی میں سناٹا چھا گیا۔۔۔ اہل کو لگا وہ کبھی ہل نہیں پائی گی۔۔۔

اس کے اندر ایک ساتھ بہت سے آنسو جما ہوئے۔۔۔ چہرہ شرمندگی سے سرخ پڑ گیا۔۔۔

"مٹائی آپ۔۔۔ ایسے۔۔۔"

بس بس۔۔ اب زیادہ بہانے بازیوں کی ضرورت نہیں ہے۔۔ جیسے ہمیں تو سمجھ ہی " "نہیں آتا یہ سب۔۔

سر جھٹک وہ باہر کی جانب ہولیں تو پتھر ہوئی امل کی آنکھ سے آنسو ٹپک کر اسکے قدموں میں گرا۔۔ ناجیہ فوراً نیچے آئی تھی۔۔

"امل۔۔ امل ماں جی کا یہ مطلب۔۔"

مگر اب اس میں اور سننے کی سکت نہیں تھی۔۔ آنسو ہاتھ کی پشت سے صاف کرتی وہ بھاگتی ہوئی باہر نکلتی چلی گئی۔۔ نوراں بھی گھبرا کر اس کے پیچھے بھاگی تھی۔۔

"یہ کیا ہو گیا تھا ماں جی کو۔۔؟ پہلے تو امل امل کہتے نہیں تھکتی تھیں۔۔"

نفیس نے نا سمجھی سے ناجیہ کو دیکھا تو اس نے مسکرا کر کندھے جھٹکے اور لاعلمی کا اظہار کرتی تیار ہونے چلی گئی۔

وہ جب دروازے سے واپس پلٹی تو آنسو روکنے کی کوشش میں بُری طرح ہانپ رہی تھی۔۔۔ دوپٹہ ڈھلک کر ہاتھوں پر گرا تھا اور آنکھیں۔۔۔ آنکھیں سرخ متورم ہو رہی تھیں۔۔۔ دور کھڑا ولی بہت بری طرح چونکا۔۔۔ وہ کیوں رو رہی تھی۔۔۔؟ کیا نفیس نے کچھ۔۔۔ اور سوچتے ہی اس کے دانت جم گئے نظریں سپاٹ ہو گئیں۔۔۔ نوراں اب کھڑی اسے سنبھال رہی تھی مگر امل سے سنبھلنا بہت مشکل ہو رہا تھا۔۔۔ اس نے قدم اس کی جانب بڑھائے اور پھر کچھ سوچتا رک گیا۔۔۔ یوں اس کے پاس جانا بالکل بھی درست نہیں تھا۔۔۔ وہ بے بسی سے بالوں میں ہاتھ پھیر کر وہیں کھڑا رہ گیا۔ امل اب گہرے گہرے سانس لیتی خود کو نارمل کر کے اندر کی جانب جا رہی تھی۔۔۔ وہ وہیں کھڑا رہا۔۔۔ جب تک وہ اندر داخل نہ ہو گئی تب تک۔

"اے اے اے اے"

زمان اس کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے تو وہ جیسے جھٹکا کھا کر اُٹھی۔۔ وہ
انہی کپڑوں کے ساتھ بیڈ پر آرمی ترچھی لیٹی ہوئی تھی۔۔ دوپٹہ بھی ایک جانب گرا ہوا
تھا۔۔ آنکھیں رو رو کر سو جھی ہوئی تھیں۔

اس نے جلدی سے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور بیڈ پر آدھانچے کو جھولتا دوپٹہ اٹھا کر گلے میں
ڈالا۔۔

زمان نے اس کے کمرے کے لائٹ بورڈ پر ہاتھ مار کر لائٹ جلائی تو سارا کمرہ گویا روشنی
میں نہا گیا۔ اس نے بے ساختہ آنکھیں چنڈھیا دیں۔۔

کیا ہو گیا ہے میری بیٹی کو۔۔؟ زمانی کہہ رہی تھی کہ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے " اسی لیے تم کمرے میں چلی آئیں۔۔ کیا ہوا ہے۔۔؟ کوئی بات ہو گئی ہے کیا۔۔؟ کسی نے کچھ کہا ہے۔۔؟

وہ اس کے ساتھ بیڈ پر آ بیٹھے تو وہ جلدی سے مسکرائی۔۔ پھر انہیں دیکھا۔

نہیں آغا جان۔۔ بس۔۔ واقعی طبیعت خراب ہو گئی تھی میری۔۔۔ عجیب لگ رہا تھا " "تو میں آگئی کمرے۔۔

اچھا اچھا۔۔ " انہوں نے سمجھ کر سر ہلایا۔۔ "بس سامیہ کو ہی دعوت دینی تھی تم " "نہ۔۔؟ اور کوئی دوست ہے تمہاری جو رہ گئی ہو۔۔؟

"نہیں بس۔۔ سامیہ ہی تھی۔۔"

بس ایک دوست۔۔۔؟" انہوں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا وہ مسکرا بھی نہیں
سکی۔

بس ایک ہی دوست ہے میری اور ہیں لیکن ان سے ایسا کوئی رشتہ نہیں ہے۔۔۔"
اس نے کہا تو آواز کمزور تھی۔۔

مجھے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔۔ لیکن جب تم ڈھولکی کے لیئے تیار ہو رہی
تھیں تب تو میں نے تمہیں بہت چمکتے ہوئے دیکھا تھا۔۔ بی جان میں کونسی بالیاں
پہنوں۔۔ بی جان یہ سوٹ ٹھیک رہے گا۔۔ بی جان یہ بی جان وہ۔۔ پھر ایک دم
"سے۔۔؟ کہیں میری بیٹی کو نظر تو نہیں لگ گئی۔۔؟

وہ آخر میں شفقت سے مسکرائے تو اس کا دل چاہا دھاڑے مار کر رونا شروع کر دے۔۔
مگر پھر مسکراتے ہوئے اس نے چہرہ اٹھایا۔۔ آنکھوں میں آئی نمی کو ضبط کے باوجود وہ
نہیں روک پائی تھی۔۔

آپ کی ہی لگی ہوگی نظر۔۔ آپ مجھے کہہ رہے تھے ناں کہ یہ کتھئی والا سُوٹ نہ پہنوں "
کیونکہ میں اس میں بہت پیاری لگونگی۔۔ دیکھیں اب طبیعت خراب ہوگئی ہے
"میری۔۔

ہو بھی سکتا ہے میری نظر لگی ہو۔۔ یہ رنگ واقعی بہت نیچ رہا ہے تم پر میری۔"
پری۔۔ دھیان رکھا کرو اپنا۔۔ اب آرام کرو میں گرم دودھ بھجواتا ہوں نوراں کے ہاتھ۔۔
"ہوں۔۔

اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر وہ اٹھے اور کمرے سے باہر نکل گئے۔۔ اس نے رکے ہوئے
آنسوؤں کو بہنے دیا۔۔ دل بے تحاشہ بھاری ہو رہا تھا اور چہرہ۔۔ چہرہ وہ باتیں یاد کر کے
پھر سے سفید پڑتا جا رہا تھا۔۔

اسے کچھ دن پہلے نگار بیگم کا خشک رویہ بھی یاد آیا۔۔ کیا ہو گیا تھا ایسا۔۔؟ کیا اس سے
کچھ غلط ہو گیا تھا۔۔؟ لیکن کیا۔۔؟ اس نے تو ایسا کچھ بھی نہیں کیا تھا پھر کونسی
ایسی بات تھی جس پر وہ دونوں اس طرح اس سے برتاؤ کر رہی تھیں۔۔
آنسو خشک ہو چکے تھے اور اب اس کے چہرے پر سوچ کی لکیریں پھیلی ہوئی تھیں۔۔

ولی نے نماز پڑھ کر جائے نماز سمیٹا۔۔ ایسی نماز پڑھ کر تو دل پر اور بوجھ بڑھ جایا کرتا تھا
جو بے روح ہوا کرتی تھیں۔۔ اس نے بیزاریت سے جائے نماز صوفے پر ڈالا اور پھر

میکانکی انداز میں سنگھار میز کے سامنے آکھڑا ہوا۔۔ خاکی پیکٹ اب تک ویسے ہی پڑا تھا۔۔
اس نے شیشی نکال کر اسپرے کیا تو چند لمحوں میں خوشبو نے سارے کمرے کا احاطہ
کر لیا۔۔ اس نے پرفیوم واپس رکھ دیا۔۔ عجیب سی گھٹن بڑھنے لگی تھی کمرے میں۔۔ وہ
اکتا کر باہر نکل آیا۔۔ رات کے اس ٹھنڈے پہر حویلی سنسان پڑی تھی۔۔ مہمان اپنے
گھروں کو لوٹ چکے تھے اور گھر والے اپنے اپنے کمروں میں سونے جا چکے تھے۔ اس نے قدم
لان کی جانب پھیرے۔۔ داخلی دروازے کے آگے بنے دو اسٹینپس پر وہ بیٹھی تھی۔۔
اس کی سیاہ چٹیا جھک کر ٹائلز کو چھو رہی تھی۔۔ دوپٹہ کندھے پر لیئے اس نے وہی
کتھئی سوٹ پہن رکھا تھا۔۔ ولی اس کے ساتھ آرکا۔۔

”اتنی ٹھنڈ میں رات کے اس وقت کیا کر رہی ہیں آپ۔۔؟“

بہت آہستہ سے پوچھا۔۔

ٹھنڈے زینوں پر بیٹھی لڑکی نے چونک کر چہرہ اٹھایا اور اونچے سے لڑکے کو دیکھا۔۔ لڑکا
فکر مندی سے چہرہ اسکی جانب جھکائے اسے دیکھ رہا تھا۔۔

میں پوچھ رہا ہوں کہ اتنی ٹھنڈ میں کیوں بیٹھی ہیں یہاں۔۔۔؟ ویسے تو بڑی سمجھدار ہیں"
آپ۔۔ ذرا سی غفلت برتنے پر لوگوں کو بڑا ڈانٹتی ہیں اور اپنی کوئی پرواہ نہیں ہے۔۔
"اتنی ٹھنڈ میں کیا یہاں جمنا ہے آپ نے۔۔۔؟

امل جو اسے دیکھ رہی تھی پل بھر میں خفا ہوئی اور نظروں کو سامنے پھیرا۔۔ دھند میں
لپٹا سارا لان گویا دھند لا گیا تھا۔۔ باقی رہ گئے تھے تو دو مجسمے۔۔ لڑکی خفا سی سامنے دیکھ
رہی تھی اور لڑکا بس ہلکا سا مسکرایا تھا۔۔

"مجھے ڈسٹرب مت کریں آپ۔۔"

مجھے لگتا ہے آپ آل ریڈی ڈسٹربڈ ہیں مجھے مزید کرنے کی کوئی ضرورت نہیں " ہے۔۔

جب ایسا لگتا ہے تو کیوں میرا سر کھا رہے ہیں جائیں۔۔ آپ تو کسی کی پرواہ نہیں " کرتے ناں تو میرے لیے بھی پریشان نہ ہوں۔۔ میں ٹھنڈ میں جموں یا پھر دوزخ میں "جلوں۔۔ آپ کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑنا چاہیے۔۔

اس نے چڑ کر کہا تو ولی نے چہرہ ذرا آگے کو کیا۔۔ اس کی خفا سی آنکھیں لان پر جمی تھیں۔۔ اور ان آنکھوں میں کچھ چمک رہا تھا۔۔ شاید آنسو۔۔ شاید کچھ اور۔۔

"آپ تو سچ مچ غصے میں ہیں۔۔"

"ظاہر ہے رات کے اس پہر میں مزاق تو ہرگز نہیں کرونگی۔۔"

تڑخ کر کہا۔۔

"کیا ہوا ہے۔۔؟ کسی نے کچھ کہا ہے کیا۔۔؟"

اب کے اس نے سنجیدہ ہو کر کہا تو اس نے دانت پیس کر اسے دیکھا۔۔

کوئی کچھ کہے گا اور اہل سے بچ جائے گا ایسا ابھی کسی کتاب میں نہیں لکھا۔ اب آپ "

"میرا مزید دماغ مت گھمائیں اور پلیز اکیلا چھوڑ دیں مجھے۔۔"

"چھوڑ دوں اکیلا۔۔؟ کوئی مسئلہ تو نہیں ہوگا؟"

سامنے دیکھتی لڑکی کو لگا کہ لڑکا مسکرایا تھا۔۔ اس نے ضبط سے گہرا سانس لے کر آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھا۔۔

نہیں ہوگا کوئی مسئلہ۔۔ آپ کو کیا لگتا ہے کہ میں اپنے مسئلے نہیں سلجھا سکتی۔۔ یا "

پھر مجھ میں اتنی اہلیت نہیں کہ میں خود کو سنبھال سکوں۔۔ بولیں کیا کہنا چاہ رہے ہیں

"آپ۔۔؟"

میں نے کب کہا کہ آپ خود کو نہیں سنبھال سکتیں۔۔ میں تو بس اتنا کہہ رہا ہوں کہ رہ "

"لیں گی میرے بغیر۔۔۔؟

جی رہ لونگی آپ کے بغیر۔۔ ویسے بھی آپ ہوں یا نہ ہوں کیا فرق پڑتا ہے۔۔ جب "

مجھے اکیلے ہی رونا ہے اکیلے ہی سہنا ہے سب تو آپ کی کوئی ضرورت ہے بھی نہیں

"مجھے۔۔ جاسکتے ہیں آپ۔

لڑکی نے تلخی سے کہہ کر سر جھٹکا تھا۔۔

آنسو صاف نہیں کر سکتا کیونکہ اس کا حق نہیں رکھتا میں۔۔ ہاں آنسو پینے والوں کی "

"چمڑی اُدھیڑ سکتا ہوں۔۔ بتائیں کس نے رُلایا ہے آپ کو۔۔؟

”میں نے کب کہا کہ میں رورہی ہوں۔۔؟“

اس نے بہت سے آنسو اندر اتار کر چہرہ اٹھایا تو ولی مسکرایا۔ اف کیوں مسکراتا تھا وہ
ایسے۔۔ اہل کو لگتا تھا وہ پگھل جائے گی۔۔

کہا تو میں نے بھی نہیں ہے۔۔ رونے کی بات تو آپ نے کی تھی۔۔ ویسے بھی جو آنسو
باہر نہیں اندر گرتے ہیں وہ آنکھوں کو سرخ کر جایا کرتے ہیں۔ کیا آپ جانتی ہیں کہ
”آپ کی آنکھیں اس وقت کیسا منظر پیش کر رہی ہیں۔۔؟“

وہ پلکیں جھپکاتی اٹھی تھی۔۔ سلک کی قمیص پھسل کر پیروں سے ذرا اوپر تک گر
پڑی۔۔ سلور کی سکوں والی بالیاں ہلکورے لینے لگی تھیں۔۔ ولی نے اس کی حشر
سامانیوں سے نگاہ چرائی تھی۔۔

بالکل ٹھیک ہیں میری آنکھیں۔۔ کیا ہوا ہے انہیں۔۔۔ "اس نے شہد رنگ آنکھیں"
اس پر جمائیں تو ولی ہلکا سا ہنس دیا۔۔ پھر نفی میں سر ہلایا۔۔

"میں نے تو جسٹ ایک بات کہی تھی۔۔ کیا واقعی آپ نے اپنے اندر آنسو اتارے ہیں۔؟"

اف۔۔۔ اہل کے کانوں سے دھواں نکلنے لگا۔۔ یہ لڑکانا اب مار کھائے گا اس
سے۔۔۔

ولی۔۔۔ بہت شکریہ میرا سارا موڈ غارت کرنے کے لیے۔۔ اور بہت شکریہ آپ کی مدد"
کا کہ میں دو گھڑی ٹھیک سے یہاں بیٹھ بھی نہ سکی۔۔ بھاڑ میں جائیں آپ اور آپ کی
"ہمدردی۔۔"

"روکیوں رہی تھیں آپ۔۔؟"

ولی کی بہت سنجیدہ آواز نے اس کے قدموں کو روک لیا تھا۔۔ اس نے پلٹ کر اس کا
چہرہ دیکھا۔۔ وہ بہت غور سے اس کا چہرہ جانچ رہا تھا۔۔

"کب رو رہی تھی میں۔۔۔؟"

اے۔۔ میں پوچھ رہا ہوں کہ حویلی سے آنے کے بعد کیوں رو رہی تھیں آپ۔۔؟ کسی
نے کہا ہے کچھ آپ سے۔۔۔؟

اور جب وہ ایسے دیکھتا تھا تو لگتا تھا سب جان ہی لے گا۔۔

"وہ۔۔ وہ تائی نے بہت بری طرح بات کی تھی مجھ سے۔۔"

آہستہ سے کہا تو ولی نے اس کے جھکے سر کو افسوس سے دیکھا۔۔ انسان کبھی نہیں بدلا کرتے۔۔ کبھی نہیں۔۔

تو اس میں رونے کی کیا بات تھی۔۔۔؟ "بہت نرم استفسار کیا۔۔"

انہوں نے کبھی مجھ سے ایسے بات نہیں کی ولی۔۔ کبھی بھی نہیں۔۔ انہوں نے مجھے "بہت غلط کہا۔۔ مجھے تو سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کہ انہیں کیا جواب دوں۔۔ اسی لیے۔۔"

اسی لیئے آپ رونے لگ گئیں۔۔!" اس نے اس کی بات کاٹی تو اس کا سر کچھ اور "جھک گیا۔

جاڈیں اپنے کمرے میں۔۔ اور آئندہ اگر کوئی آپ سے ایسے بات کرے تو سمجھا کریں کہ "آگے ولی ہے اور انہیں سیدھا کر دیا کریں۔۔ جیسی خوش اخلاقی کے ساتھ مجھ سے پیش آتی ہیں ان کے ساتھ بھی ذرا پیش آئیں۔۔ سچ بتا رہا ہوں آئندہ بھولے سے بھی بات "نہیں کریں گے آپ کے سامنے۔۔"

وہ ایک دم زور سے ہنس پڑی تھی۔۔ ولی اسے دیکھتا مسکرایا۔۔

آپ کو بُرا لگتا ہے میرا ایسے بات کرنا۔۔۔؟“ اب کے ہماری لڑکی آسمان پر دیکتے چاند“
کی مانند چمک رہی تھی۔۔

نہیں جی۔۔ میں گھنٹوں گھنٹوں انجوائے کرتا ہوں ان عزت دار لمحات کو۔۔“ وہ اور“
ہنس دی۔۔

آئندہ خیال رکھونگی۔۔“ اس نے مسکراہٹ دبا کر چہرہ اٹھایا۔۔ وہ اس سے لمبا تھا۔۔“

چلیں میں کوشش کرونگا یقین کرنے کی اس بات پر۔۔ آپ جائیں اپنے کمرے میں“
”ٹھنڈ بہت بڑھ گئی ہے باہر۔۔

اس نے ہاتھوں کو لپیٹتے ہوئے کہا تو امل کو سردی کا احساس ہوا۔۔ ولی کی موجودگی نے گویا ہر شے پر پردہ ڈال دیا تھا۔۔ ہر شے پسِ منظر میں چلی گئی تھی۔۔ کیا کوئی اتنا خوبصورت بھی ہو سکتا ہے۔۔؟ اس نے اسے اپنی آنکھوں میں قید کرتے ہوئے سوچا پھر سنبھلی۔۔

آپ بھی جائیں کمرے میں۔۔ باہر بہت ٹھنڈ ہو رہی ہے۔۔ " اور پھر پلٹ گئی۔۔ وہ " وہیں کھڑا اسے جاتا دیکھتا رہا اور پھر اس کے کمرے کے پار گم ہو جانے کے بعد اپنے کمرے میں چلا آیا۔۔ کتھئی جوڑے والی لڑکی چلی گئی تھی۔۔ مگر وہ اسے بھی اپنے ساتھ لے گئی تھی۔۔

کمرے میں آکر اس نے دروازہ بند کیا اور پھر رائیٹنگ ٹیبل تک آتے اس کی نظر ڈریسنگ ٹیبل پر رکھے تحفے پر پڑی تو وہ ہلکے سے مسکرا دیا۔۔ کمرے میں اب تک پرفیوم کی خوشبو رچی بسی تھی۔۔ دوسری جانب وہ مسکراتی ہوئی بستر پر لیٹی اس کے جوابات سے محظوظ ہو رہی تھی۔۔ تھوڑی دیر پہلے والی تنگی کا شائبہ تک آس پاس نہیں تھا۔۔ اسے خود پر غصہ بھی آیا۔۔ اگر تائی نے اسے ایسا بول بھی دیا تھا تو اسے کم از کم یوں رو کر نہیں بھاگنا چاہیئے تھا۔۔ اسے پوچھنا چاہیئے تھا کہ وہ اسے ایسے کیوں کہہ رہی تھیں۔۔ کوئی وجہ تو ہوگی ان کے اس رویے کی۔۔ کچھ تو ہو گاناں۔۔ آئندہ وہ کبھی اس طرح سے بھاگ کر نہیں آئے گی۔۔ اس نے جب کچھ کیا ہی نہیں تھا تو ڈرنا کیسا۔۔ سمجھ کر پرسکون ہوتی وہ اب کروٹ لے کر لیٹی تو ولی چھم سے اس کے سامنے آیا۔۔ ایک مسئلے سے تو جان بچ گئی تھی مگر اب وہ اس سے کیسے بچے گی۔۔؟ وہ جواب اسے ساری رات جگانے والا تھا اس کا وہ کیا کرے گی۔؟ کیا پتہ وہ بھی جاگ رہا ہو۔۔ اور ہو سکتا ہے وہ بھی مجھے یاد۔۔۔

اس سوچ پر وہ بے کل ہو کر بستر پر اُٹھ بیٹھی۔۔۔ اف۔۔۔ خفت سے آنکھیں زور سے
مپچیں۔۔۔ نہیں۔۔۔ ایسا نہیں سوچتے اہل۔۔۔ بری بات۔۔۔ مگر اسے اپنا چہرہ کانوں کی لوؤں
تک تپتا محسوس ہوا۔۔۔ اسے پتہ تھا۔۔۔ بغیر دیکھے پتہ تھا کہ وہ بلش کر رہی ہے۔۔۔ اف۔۔۔
نہیں۔۔۔ اس نے ہاتھوں سے چہرہ چھپایا اور سر زور زور سے نفی میں ہلایا۔۔۔

نیچے وہ مسکرا کر سر جھٹکتا رائسنگ ٹیبل کے سامنے لگی کرسی کھینچ کر بیٹھا پھر سامنے رکھا
ایک سرخ جلد والا فولڈر کھول لیا۔۔۔ نور آباد والی زرعی زمین کے کاغذات۔۔۔! اس نے
گہرا سانس لے کر اصغر کو فون کیا اور پھر چند لمحے کچھ سوچتا دوسری جانب جاتی گھنٹی کو
سنتا رہا۔۔۔ قریباً تیسری گھنٹی پر فون اُٹھایا گیا تو اسے اصغر کی مصروف سی آواز سنائی
دی۔

"کہو ولی۔۔۔؟"

"اصغر۔۔ میں ایک مسئلے میں پھنس گیا ہوں۔۔"

اس نے ہاتھ میں پکڑا قلم گھماتے ہوئے کہا تو دوسری جانب اصغر متوجہ ہوا۔۔

"کیسا مسئلہ۔۔۔؟"

اسکی آواز ائیر پیس میں اُبھری تو ولی چند پل سوچتا رہا۔۔ پھر بولا۔۔

آپ کا دشمن آپ سے طاقتور ہو اور تعلقات بھی رکھتا ہو۔ حال فی الحال پاور سیٹ کا"
مالک بھی ہو اور اس کے پاس آپ پر حملہ کرنے کا ٹھوس جواز بھی ہو اگر تب بھی وہ
"خاموش رہے تو ایسی خاموشی کو کیا سمجھنا چاہیئے۔۔۔؟

دوسری طرف اصغر نے گہرا سانس لیا تھا۔

اس کا مطلب ہے کہ آپ کا دشمن آپ کی کسی ایسی کمزوری کی تلاش میں ہے کہ جس کو جان لینے کے بعد آپ کو اس کے ہاتھ سے کوئی نہیں بچا پائے گا۔۔ وہ انتظار کر رہا ہے۔۔ سہی وقت کا۔۔ تمہیں ایسی جگہ ضرب لگانے کا جہاں پر زخم لگنے کے بعد تم کبھی بھی سنبھل نہیں پاؤ گے۔۔

ولی تلخی سے مسکرایا تھا۔۔

"اور اگر مجھے اپنی ایسی کوئی کمزوری نظر نہ آرہی ہو تو اس کا مطلب کیا ہوگا۔۔۔؟"

"یہ غلط فہمی ہے تمہاری ولی کے تمہاری کمزوری نہیں ہے کوئی۔۔۔ تمہاری۔۔۔"

میں میرے ویک پوائنٹس جانتا ہوں اصغر اور جہاں تک مجھے علم ہے وہ بھی ان سب سے واقف ہے تو۔۔۔

کیا کوئی کھوج رہا ہے تمہیں۔۔۔؟"

اصغر نے تیزی سے اس کے بات کاٹی تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔۔

"ہاں۔۔"

"اور تم آرام سے بیٹھے ہو۔۔"

دوسری جانب وہ جیسے برہم ہوا تھا۔۔ بہت بری طرح۔۔

اس نے کندھے اُچکائے۔۔

ایسے میں پینک کرنا میری عادت نہیں ہے اصغر جلتے ہو تم۔۔ اور میری ایسی کوئی "
"کمزوری نہیں۔۔۔

"کمزوری ہوتی ہے ولی۔۔ اور سب کی ہوتی ہے۔۔"

آگے والے نے پھر سے اسکی بات کاٹی تھی۔۔

مجھے ایک بات پریشان کر رہی ہے کہ وہ کیا ڈھونڈنا چاہ رہا ہے۔۔؟ میرا ماضی اس کے " سامنے کھلی کتاب کی طرح ہے۔۔ وہ یہ تک جانتا ہے کہ میں کس کی اولاد ہوں۔۔ اسے سب معلوم ہے اصغر۔۔ سب کچھ۔۔ لیکن وہ خاموش بیٹھا ہوا ہے۔۔ اور مجھے اس کی "خاموشی ہرگز بھی ہضم نہیں ہو رہی۔۔"

تمہاری کمزوری ہے ولی۔۔ لیکن تم نہیں جانتے اسے۔۔ "اسے اس کا لہجہ بہت عجیب" سا لگا تھا۔۔ پل بھر کو وہ سیدھا ہو بیٹھا۔۔

"کیا کہنا چاہ رہے ہو تم۔۔۔؟"

اس کے ابرو سُکڑ گئے تھے اور پیشانی کے بلوں میں اضافہ ہو گیا تھا۔۔

اگر میں یہ بات ایک سیکنڈ میں سمجھ سکتا ہوں ولی تو تم بھی سمجھ سکتے ہو اور وہ بھی "

"جو تمہارے پیچھے ہے۔۔۔"

اس کا سارا وجود ایک پل میں سنسنا اٹھا تھا۔۔

دوسری جانب اپنے کمرے کی طرف بڑھتے ہاشم کے پیرنگار بیگم کی آواز پر جم سے گئے

تھے۔۔ وہ پورے کا پورا ساکت ہو گیا تھا۔۔

میں نے اپنی آنکھوں سے امل کو اس کے کمرے سے نکلتے دیکھا تھا یقین نہیں آتا تو "

"پوچھنا اپنی ارجمند چچی سے۔۔۔"

اپنے کمرے میں بے خبری سے گفتگو کرتیں نگار، شازیہ اور امینہ نے ادکھلے دروازے کے اس پار موجود شخص کو دیکھا ہی نہیں تھا۔۔

پھر بھی ماں جی بلاوجہ کہتی نہ پھرنا یہ باتیں تم اب۔ بھلا کوئی اچھی بات ہے یہ ملازم "
"کے کمرے سے گھر کی جوان جہان بیٹی کا نکلنا۔۔

شازیہ کی آواز خاموش پڑی راہداری میں بہت واضح سنائی دے رہی تھی۔۔ ہاشم کا وجود گویا پل بھر کو منجمد سا ہو گیا تھا پھر وہ کسی خواب سے جاگا۔۔ اس پر ہوا انکشاف بہت بڑا تھا۔۔ ولی اور اہل۔۔۔ اوہ خدا۔۔ اس نے یہ سب پہلے کیوں نہیں سوچا۔۔! اس کے قدم پیچھے کی جانب جا رہے تھے۔ اگر یہ سب سچ نکلا تو ولی احمد کی گردن کی سب سے نازک رگ اس کے ہاتھ کے نیچے تھی۔۔۔ وہ اُلٹے قدموں اپنے کمرے کی جانب مڑا تھا۔

انسان کے پاس ہمیشہ کھونے کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور ہوتا ہے ولی۔۔ تمہیں لگا تھا کہ " کوئی رشتہ تو ہے نہیں تمہارا پھر کوئی کیسے تمہاری گردن مروڑ سکتا ہے مگر تم غلط تھے۔۔ تمہارے پاس تمہاری وہ پری ہے کہ جس کو تم نے اپنے سائے سے بھی دور رکھا ہوا ہے۔۔"

اس کی نظر جیسے ڈریسنگ ٹیبل پر رکھی شیشی پر ساکت ہو گئی تھی۔۔ وہ کیوں بھول گیا تھا اسے۔۔۔؟ وہ کیسے فراموش کر سکتا تھا اسے۔۔؟!! اوہ خدایا۔۔۔ اسے اپنے سر پر سارا کمرہ گھومتا ہوا محسوس ہوا تھا۔۔

"یہ بات میں نے کبھی کسی سے نہیں کی ہے۔۔"

اسکی آواز کسی کھائی سے آرہی تھی۔۔

ضروری نہیں ہے کہ تم خاموش ہو تو وہ بھی خاموش رہی ہو۔۔ ہو سکتا ہے اس نے " کسی سے اس بات کو ڈسکس کیا ہو اور اگر ایسا ہے ناں ولی تو تم بہت بڑی مصیبت "میں پھنسنے والے ہو۔۔

دوسری جانب وہ جیسے پریشان ہوا تھا۔۔

اگر وہ اس جنگ کا حصہ بنی تو اس کے پاس سوائے دُکھوں کے، بدنامیوں کے اور " رُسوائی کے کچھ بھی نہیں آئے گا۔۔ اس سے دور رہو ولی۔۔ اسے خود سے دور کر دو۔۔ " اسے جھڑکو، ڈانٹو، سختی سے پیش آؤ جو کرنا ہے کرو لیکن اسے قریب مت آنے دو۔۔

وہ تو گویا برف بن گیا تھا۔۔ اس نے غلطی کر دی۔۔ اس نے دیر کر دی۔۔ اسے لگا تھا کہ وہ اکیلا ہے تو اسے کوئی پرواہ نہیں لیکن۔۔ وہ غلط تھا۔۔ اس کی بازی اس پر اُلٹ گئی تھی۔۔ سب غلط ہو گیا تھا۔۔ سب غلط ہو رہا تھا۔۔ اس نے فون رکھا اور چابیاں ڈرینگ ٹیبل سے جھپٹتا باہر کی جانب دوڑا۔۔ سخت سردی میں بھی اس کی پیشانی پر پسینہ چمک رہا تھا۔۔ اس نے دوڑ کر لان عبور کیا اور پھر پتھریلی روش پر کھڑی کار میں بیٹھ کر گاڑی زن سے آگے بڑھا لے گیا۔۔ اس کا تنفس تیز ہو رہا تھا۔۔ آس پاس بھیانک سُرنگ والی رات پھر سے پھیل رہی تھی۔۔ ولی احمد وہیں جا کھڑا ہوا تھا جہاں سے چلا تھا۔۔ وہ ملعون تھا۔۔ کیسے۔۔ کیسے بھول گیا وہ یہ۔۔۔! اس کی گاڑی کی رفتار ہر گزرتے پل بڑھتی جا رہی تھی۔۔ ایک قبرستان کے باہر اس نے گاڑی کو بریک لگایا اور پھر قبرستان کے اندر دوڑا۔۔ لکڑی کا چھوٹا گیٹ ہوا سے جھول کر عجیب سی آواز پیدا کر رہا تھا۔۔ دور دور تک سیاہی میں دُوبی قبریں ہی قبریں تھیں۔۔ اتنی تاریکی تھی کہ اسے بار بار آنکھیں جھپکا کر دیکھنا پڑا۔۔ کچھ دیر بعد وہ اسے ایک قبر کے پاس اکڑوں بیٹھا نظر آگیا۔۔ ہاں وہ کرم ہی تھا۔ وہ ہی کرم جو اس سے چند روز قبل ملا تھا۔۔ وہی کرم

جس میں اس نے اپنا عکس دیکھا تھا۔۔ اس نے آہٹ پر چہرہ گھٹنوں سے اٹھا کر اسے دیکھا اور پھر تلخی سے مسکرا دیا۔۔

"مجھے پتہ تھا آپ آئنگے ولی سرکار۔۔"

!وہ اس اندھیرے میں بھی اسکی سُرخ آنکھوں کو دیکھ سکتا تھا۔۔

اس بچے کو۔۔ کیا نام ہے اس کا۔۔ جو بھی ہے۔۔ میں اسے لے کر جانا چاہتا ہوں اپنے ساتھ زمان۔۔ ڈیرے پر بہت سے کام ہوتے ہیں۔۔ اس کا ان کاموں کو سیکھ لینا ضروری ہے۔ ہاشم کے ساتھ مل کر وہ کام سیکھ جائے گا اور پھر اب تو خاصہ بڑا ہو گیا ہے وہ۔۔ کوئی اعتراض تو نہیں تمہیں۔۔؟

حسین اپنے ازلی دینگ انداز میں گویا ہوئے تو زمان نے اچھنبے سے ان کا چہرہ دیکھا۔۔
ولی۔۔ وہ ولی کو کیوں لے جانا چاہتے تھے اپنے ساتھ۔۔؟ ایک وقت تھا جب وہ اسے اس
حوالی سے باہر پھینکنے کا کہہ رہے تھے اور اب۔۔
ان کی حیرت بجا تھی۔۔ اور بھائی کا احترام بھی لازم تھا مگر ولی کو وہ ان کے حوالے
نہیں کر سکتے تھے۔۔ ہرگز بھی نہیں۔۔

بھاجی۔۔ آپ۔۔ لیکن آپ کیوں لے جانا چاہتے ہیں اسے اپنے ساتھ۔۔ میں کچھ سمجھا"
"نہیں آپ کی بات کو۔۔

حسین نے زمان کی ہچکچاہٹ پر تیوری چڑھائی۔۔ ذرا آگے ہو کر ان کی آنکھوں میں
جھانکا۔۔

"کیا تمہیں کوئی اعتراض ہے۔۔ اسے میرے ساتھ بھیجنے پر۔۔۔؟"

زمان پل بھر کو گڑبڑائے تھے۔۔

میرا مطلب ہے کہ وہ ابھی اسکول میں ہے اور پھر آپ کے ساتھ ڈیرے پر گیا تو اس کا بہت نقصان ہوگا رہی اس کے کام سیکھنے کی بات تو میرا ڈیرہ ہے نا۔۔ وہ کس کام آئے گا۔۔ میں اسے وہاں کام سکھا دوں گا۔۔۔

حسین کے ماتھے کے بلوں میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔۔

میں اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں زمان۔۔ وہ بچہ میں نے سنا ہے کہ خاصہ ذہین "
ہے اور اس کا دماغ بہت اچھا ہے۔۔ میں چند دن اپنے ڈیرے پر رکھ کر اسے جانچنا چاہتا
"ہوں کہ وہ واقعی ایسا ہے بھی یا نہیں۔۔ یہ اس کے مستقبل کا سوال ہے ذرا سوچو۔۔"

مگر زمان اس وقت کچھ بھی سوچنے کی پوزیشن میں نہیں تھے۔۔ وہ کسی بھی صورت ایسے
ولی کو ان کے ساتھ نہیں بھیج سکتے تھے۔۔ سب کچھ ایک طرف مگر وہ اپنے بھاجی پر
بھروسہ نہیں کر سکتے تھے۔۔ ولی کے معاملے میں تو بالکل بھی نہیں۔۔

ٹھیک ہے آپ اتنا اصرار کر رہے ہیں تو میں ولی سے پوچھ کر جواب دوں گا آپ کو۔ اگر وہ "
"راضی ہوا تو بھلے آپ لے جائیے گا اُسے۔۔ مجھے کوئی مسئلہ نہیں۔۔"

ان کی اس شرط پر حسین بیچ و تاب کھا کر چلے تو گئے مگر جاتے جاتے انہیں لان کے ایک جانب کھڑا چودہ سالہ دبلا پتلا سا ولی نظر آیا۔۔ انہوں نے مسکرا کر اسے دیکھا۔۔ مگر وہ ایسی مسکراہٹ تھی کہ ولی کی ریڑھ کی ہڈی سنسنائٹھی۔۔ اس کی گردن میں گلیٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔۔

"یہاں آؤ۔۔۔"

ہاتھ کے اشارے سے اسے اپنے پاس بلایا تو ولی میکانیکی انداز میں کھنچا چلا آیا۔۔ اس کی نسواری آنکھیں خوفزدہ تھیں سانس بہت تیز چل رہا تھا۔۔

شام میں اسے زمان نے بلا کر پوچھا تو اس کے جواب پر وہ چند لمحوں کے لیے گنگ رہ گئے۔۔

"میں جانا چاہتا ہوں۔۔"

"!مگر کیوں۔۔۔؟"

زمان شدید حیران تھے۔۔

بس میں جانا چاہتا ہوں سردار بابا۔ ہو سکتا ہے کہ اس سب کے بعد میری ذات سکون"
میں آجائے۔۔ ہو سکتا ہے کہ اس کے بعد یہ سب نہ ہو جو چودہ سالوں سے ہوتا آرہا
"ہے۔۔"

اس کے اندر بہت آس جڑ گئی تھی۔۔ حسین کے کہے گئے لفظوں کی بازگشت اسکے ذہن
میں اب تک تازہ تھی۔۔

"ٹھیک ہے اگر جانا چاہتے ہو تو جاؤ مگر ولی احمد بہت محتاط رہنا۔۔۔ ٹھیک۔۔۔؟"

انہوں نے اسے تنبیہ کی تو اس نے کمزور سا سر ہلا دیا۔۔ اور تب سے ہی اس سب کا آغاز ہوا جس نے ولی کی ذات کو توڑ کر رکھ دیا تھا۔۔ اندر تک۔۔

وہ حسین کے ڈرائیور کے ساتھ ان کے ڈیرے کی جانب جا رہا تھا۔۔ آگے بیٹھا ڈرائیور گویا پتھر کا تھا۔۔ اس کے چہرے پر کسی قسم کا کوئی اتار چڑھاؤ نہیں تھا۔۔ سپاٹ بے لچک چہرہ تھا وہ۔۔ اس نے پیچھے جھانکتے شیشے میں اس کا چہرہ دیکھا اور پھر جھرجھری لے کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔۔ ان دنوں اس کی زندگی ویسے بھی عذاب میں کی ہوئی تھی حویلی کے بچوں نے تو اس سے بہتر تھا کہ وہ کسی ایسی جگہ رہ لیتا جہاں اسے کوئی

پریشان نہ کرتا۔۔۔ کوئی اس کو طعنے اور دوسرے خرافات کا نشانہ نہ بناتا۔۔ یہی سوچ کر اسے ایک گونہ سکون ملا تھا۔۔ پھر ذہن حسین کی باتوں کی جانب بھٹکا۔۔ وہ کہہ رہے تھے کہ وہ اس کے والدین کو جلتے تھے۔۔ اور اگر اسے بھی اس کے والدین مل گئے تو زندگی۔۔۔ ہاں اس کی زندگی کتنی آسان ہو جائے گی۔۔ کوئی اس کو پھر گالیاں نہیں دے گا۔۔ مٹی میں نہیں رو لے گا۔۔ ہاں ایسا ہی ہوگا۔۔ ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا۔۔

ڈرائیور نے گاڑی ایک سنسان علاقے میں روکی تو وہ چونکا۔۔ پھر دروازہ کھول کر پچھلی سیٹ سے باہر نکل آیا۔۔ سامنے ڈیرے کا چھوٹا دروازہ کھلا تھا۔۔ ڈرائیور نے اسے اندر چلنے کا اشارہ کیا تو اس نے لڑکھڑاتے قدموں کو آگے بڑھا دیا۔۔

کہیں غلطی تو نہیں کر دی اس نے یہاں آکر۔۔ اس کی پیشانی پر پسینہ آنے لگا تھا اور دل آنے والے لمحات کا سوچ کر ہی رُکا جا رہا تھا۔۔

اسے بہت عجیب سے خدشے آرہے تھے۔۔ کہیں کچھ غلط تھا۔۔ اس نے غلطی کر دی۔۔۔ دل کو جکڑتے خوف نے اس کا چہرہ سفید کر دیا تھا۔۔ پھر بھی وہ من من ہوتے قدموں

کو گھسیٹتا آگے بڑھا۔۔ جیسے ہی لان کے درمیان پہنچا تو ڈرائیور نے اس کے ہاتھ پیچھے سے جکڑے اور وہ یکدم بری طرح چونکا۔۔

"چھوڑو۔۔۔ چھوڑو مجھے۔۔ حسین سرکار کہاں ہیں۔۔؟ بلاؤ انہیں۔۔ چھوڑو مجھے۔۔"

اس نے مزاحمت کی تو اس کرخت چہرے والے نے اس کے منہ پر ایک طمانچہ رسید کیا۔ اس کا رخسار سرخ ہو گیا تھا۔۔

میں کہہ رہا ہوں چھوڑو مجھے۔۔ مجھے واپس جانا ہے گھر۔۔ مجھے گھر جانا ہے۔۔ چھوڑو"

"مجھے۔۔ سردار بابا۔۔ سردار بابا مجھے بچائیں۔ مجھے بچائیں۔۔۔ یہ مجھے مار دیگا۔

وہ چلا رہا تھا مگر ڈیرہ رات کی سیاہی میں خاموش تھا۔۔ اس کی چیخیں پلٹ پلٹ کر واپس آرہی تھیں۔۔ ڈرائیور نے اسے کباڑ خانے کے اندر پٹخا اور پھر اسے گردن سے دبوچ کر دیوار سے لگایا۔۔ اس کا سانس یکدم بند ہوا تھا۔۔ کباڑ خانے کے اندر عجیب سی انسانی گوشت اور خون کی بو پھیلی تھی۔ اسکا جی متلایا۔۔

اگر ایک دفعہ اور آواز نکلی تو یہیں اسی زمین میں گاڑ دوںگا اور دوبارہ کسی کو تمہاری ایک "ہڈی بھی نہیں ملے گی سمجھے۔۔"

ایک جھٹکے سے اس کی گردن چھوڑی تو وہ بری طرح کھانستا ہوا زمین پر گرا۔۔ ہاتھوں کو مٹی پر رکھا اور گہرے گہرے سانس لینے لگا۔۔ بے یقینی اس قدر تھی کہ اسے کچھ سمجھ ہی نہیں آرہا تھا۔۔

"حسین --- حسین سرکار کو بلاؤ ---"

ہانپتے ہوئے اس نے کہا تو آگے والے نے اس کے چہرے پر لات ماری --- وہ ایک
جانب لڑھکا --- آنکھوں سے گرم گرم آنسو بے اختیار پھسل رہے تھے ---

کوئی نہیں آئے گا یہاں --- کسی کو یہاں کا نہیں پتہ ہے --- تم مرو گے اور پھر ہی "
"یہاں سے نکلو گے کیونکہ اس جگہ سے ---

وہ اس کے سامنے بیٹھا --- اس نے آنسوؤں سے بھیگا چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا تھا ---

کوئی بھی آج تک زندہ بچ کر نہیں گیا۔۔ اس کباڑ خانے میں انسانی گوشت کی بُتھیں " اس لیے آرہی ہے کیونکہ یہاں بہت سے انسان قتل ہوچکے ہیں۔۔ یہ کمرہ بہت سی "جانوں کو ختم ہوتے دیکھ چکا ہے اور اب۔۔ اب تمہاری باری ہے۔۔

وہ ایک دم اٹھا تو اس نے بے اختیار اس کے پاؤں کو تھام لیا۔۔

خدا کے لیے۔۔ مجھے لے کر جاؤ یہاں سے۔۔ مجھے واپس جانا ہے سردار بابا کے " پاس۔۔ خدا کے لیے۔۔ دیکھو تمہاری بھی تو کوئی اولاد ہوگی ناں۔ تمہیں اس اولاد کا "واسطہ۔۔ مجھے۔۔ مجھے نکالو یہاں سے۔۔

اس کے پاؤں کو تھامے وہ زمین پر لیٹا رو رہا تھا۔۔ اس سے بلک بلک کر درخواست کر رہا تھا۔۔ دفعتاً آگے والے نے پاؤں کو جھٹکا تو اس کا ہاتھ دور ہوا۔۔ پھر اس نے اس کے ہاتھ پر اپنا ٹوٹ والا پاؤں رکھ کر دبایا۔۔

ایک دلدوز چیخ اس کے منہ سے نکلی تھی۔۔ اس کی انگلیاں۔۔ اسے لگا اس کی انگلیاں ٹوٹ گئیں۔۔ اس میں رونے کی ہمت بھی باقی نہیں رہی مگر پھر بھی آنسو اس کے چہرے سے لڑھک لڑھک کر کچی مٹی میں جذب ہو رہے تھے۔۔ وہ شخص آگے بڑھا تو اس نے اپنا ہاتھ اٹھا کر دیکھا۔۔ اس کی انگلیاں سرخ ہو گئی تھیں۔۔ اور بہت بُری طرح کچلی ہوئی لگتی تھیں۔۔ اسکا پورا ہاتھ تکلیف کی شدید گرفت میں آ گیا تھا۔۔ گھٹنوں کے بل بیٹھتے اس نے اپنا کانپتا ہاتھ سیدھا کیا۔۔ درد اس قدر ہو رہا تھا کہ اس کی

برداشت سے باہر ہونے لگا۔۔ اپنی آستین سے اس نے اپنی آنکھوں سے گرتے آنسو خشک کیئے مگر وہ بھل بھل بہہ رہے تھے۔۔ یکایک دروازہ بند ہونے کی آواز آئی تو اس نے چونک کر چہرہ اٹھایا۔۔ وہ دروازہ لاک کر کے آگے بڑھ گیا تھا۔۔ ولی بے اختیار اٹھ

کر دروازے کی جانب بھاگا۔۔ کچلا گیا ہاتھ مستقل کانپ رہا تھا اس نے دوسرے ہاتھ سے ہزیانی انداز میں لاک گھمایا مگر وہ مقفل تھا۔

"کھ۔۔ کھولو دروازہ۔۔ باہر نکالو مجھے۔۔"

اس کے جسم میں خوف کی ایک شدید لہر اتری تھی۔۔ پل بھر ہی میں اس کا وجود پسینے میں نہا گیا تھا۔ پیچھے تاریک کباڑ خانہ ویسے ہی عجب سی بو کے حصار میں تھا۔۔ اس نے خوف سے پلٹ کر پیچھے دیکھا پھر زور زور سے دروازہ بجانے لگا۔ ساتھ ساتھ وہ چلا بھی رہا تھا۔۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے خدا کے لیے دروازہ کھولو۔۔ کھولو دروازہ۔۔۔"

آنسو خشک ہو چکے تھے اور اب صرف ایک جما پینے والا خوف تھا جس نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ کانپتا ہاتھ درد کی شدت سے گویا پھٹنے لگا تھا۔

دروازہ کھولو۔۔۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔۔۔ میں بے گناہ ہوں۔۔۔ میرا اس سب " "میں۔۔۔ اس سب میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔۔۔ دروازہ کھولو۔۔۔

اس نے زور زور سے دروازہ پیٹا۔۔۔ آنسو اب پھر سے بہہ رہے تھے۔ اسی روانی سے۔۔۔

"کھولو دروازہ۔۔۔ کوئی نکالو مجھے یہاں سے۔۔۔"

اسے لگا اس کے جسم پر کچھ چل رہا ہے۔۔ اس نے بے ساختہ خود پر سے اس مکروہ
کیڑے کو ہٹایا۔۔ وہ انگلی جتنا لمبا سیاہ سا کوئی جانور تھا۔۔ اس نے اپنا ہاتھ زور زور سے
جھٹکا تو کیڑا دور جاگرا۔۔

اس نے پھر دروازہ بجایا مگر کوئی ہوتا تو کھولتا ناں۔۔۔ نہ کوئی تھا نہ آیا۔۔ اس کا گلا چیخ
چیخ کر اب بیٹھنے لگا تھا۔۔

خوف سے کانپتا ولی اسی کباڑ خانے میں بیٹھتا چلا گیا۔۔ شدید خوف۔۔ ہاتھ کے مستقل
درد اور عجیب سی بو سے اس کا سر بے طرح چکرانے لگا تھا۔۔ یکدم کچھ ابل کر اس
کے منہ سے باہر نکلا۔۔ جھک کر قے کرتا ولی نڈھال ہوتا جا رہا تھا۔۔ اس کے ہاتھ۔۔

اس کا لباس سب کچھ گندا ہو گیا تھا۔۔ آنسو اب بھی بہہ رہے تھے اسی تیزی کے
ساتھ۔۔ اس نے قمیص سے ہاتھ رگڑ کر صاف کیئے۔۔ سارے کمرے میں قے کی بہت
گندمی بو پھیل گئی تھی۔۔ وہ نڈھال سا دروازے سے لگ کر بیٹھا رہا۔ ساتھ ساتھ بند
مٹھی دروازے پر بھی مار لیتا۔۔ گلا بالکل خراب ہو گیا تھا چلانے کی وجہ سے۔۔ پھر وہ
اُٹھ کر دروازے کا سہارہ لیتا کمرے کی مقابل دیوار سے آگیا۔۔ اکڑوں بیٹھ کر اس نے

دونوں گھٹنوں کو سینے سے جما لیا اور پھر خوف سے لرزتا وہیں بیٹھا رہا۔۔ اس کا پورا جسم پسینے میں بھرا زلزلوں کی زد میں تھا۔۔ آج کی رات اس کی زندگی کی سب سے تاریک رات تھی۔۔

حسین نے کڑو فر سے قدم کباڑ خانے کی جانب بڑھائے اور پھر دروازہ جیسے ہی کھولا۔۔ ایک بدبو کا سیلاب تھا جو اس کے نکتھوں سے ٹکرایا مگر اسے جیسے کوئی فرق ہی نہیں پڑا تھا۔ اس نے خوف سے لرزتے ولی کو دیکھا۔ ولی بھی چہرہ اٹھائے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔ اس کی آنکھوں میں اس قدر بے یقینی تھی کہ حسین پل بھر کو مسکرایا۔۔ پھر رال ٹپکاتے تیز دانتوں والے کتے کو اس کے سامنے کیا تو ولی کی آنکھیں بے یقینی سے گویا پھٹنے لگیں۔۔ اس کی نا سمجھی سے پھیلی آنکھیں اب کے حسین پر جمی تھیں۔۔ یکایک وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔۔ ریڑھ کی ہڈی میں ایک لہر سی گزری تھی۔۔ خوفناک لہر۔۔ سارے جسم کو برف کرینے والی لہر۔۔

تمہیں یہاں اس لیے لایا تھا تاکہ خاموشی۔۔ بالکل خاموشی سے تمہیں اس وفادار کے " حوالے کر کے ختم کروا سکوں۔۔ اور دیکھو۔۔ تمہیں دیکھ کر کس قدر خوش ہے میرا "جانور۔۔

اس نے جھک کر کتے کی چمکتے بالوں پر ہاتھ پھیرا تو ولی کی نظروں نے اس سے کتے تک سفر کیا۔۔ اس کے دانت بے حد نوکیلے تھے اور آنکھیں۔۔ آنکھیں اس سیاہی میں بھی چمک رہی تھیں۔۔ اس کا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔۔ آنکھوں میں جما ہوتے خوف نے حسین کو جیسے محفوظ کیا تھا۔

تم نے کہا تھا کہ تم مجھے حقیقت بتاؤ گے۔ مجھے میرے والدین کا بتاؤ گے۔۔ وہ سب "بتاؤ گے جسی سننے کے لیے میں چودہ سالوں سے مر رہا ہوں۔۔ لیکن تم۔۔۔"

اس نے ایک پل کے لیے بھی کتے سے نظریں ہٹائے بغیر ساکت سا کہا تو حسین ہنس دیا۔۔ اس کی مکروہ ہنسی سے اس کے پورے جسم پر کیڑیاں چلنے لگی تھیں۔۔۔

میں تمہیں وہ سب بتاؤنگا مگر اس سے پہلے تم نے اس وفادار سے بچ کر نکلنا ہے۔۔۔"

اگر۔۔ اگر تم زندہ بچ گئے ولی تو میں تمہیں سب کچھ سچ سچ بتا دوں گا۔۔ کچھ بھی نہیں

"چھپاؤنگا تم سے۔۔

اس نے جھک کر کتے کے گلے سے پٹا نکالا اور پھر دروازہ بند کرتا باہر کی جانب بڑھ گیا۔۔

اندر سے اب دل دہلا دینے والی چیخیں سنائی دے رہی تھیں۔۔ کتے کے بھونکنے کی۔۔ حملہ کرنے کی۔۔ چیرنے پھاڑنے کی۔۔

اور اس پوری رات وہ اس جانور سے لڑتا رہا تھا۔۔ اس کے نوکیلے دانتوں نے اس کے جسم کو بے تحاشہ زخم چیدے تھے۔۔ جو زخم اس پر آج بھی تازہ تھے۔۔۔ جنہیں وہ چاہ کر بھی مٹا نہیں پایا تھا۔۔

اگلی صبح دیوار سے لگ کر بیٹھا ولی گویا برف بنا ہوا تھا۔۔ کتنا ایک جانب کو بے سدھ پڑا تھا اور وہ۔۔ وہ تو جیسے اس کے ساتھ ہی مر گیا تھا۔۔ اسکی آنکھیں خشک تھیں۔۔ سرخ سی خشک۔۔ ہاتھ میں پکڑا ٹوٹا کلچ اس زور سے پکڑ رکھا تھا کہ اس کے ہاتھ سے خون کی چند بوندیں بہہ کر کچی زمین میں جذب ہونے لگیں۔۔ مگر اسے جیسے کسی درد۔۔ کسی تکلیف کا احساس نہیں ہو رہا تھا۔۔ ولی مر گیا تھا۔۔ اسی رات۔۔ اس کتے کے ساتھ۔۔

اگلے تین دنوں تک وہ اس کباڑ خانے میں بھوکا پیاسا بند رہا۔۔ حسین اسے یہاں مارنے لایا تھا مگر وہ زندہ بچ گیا تھا۔۔ وہ واقعی سخت جان واقع ہوا تھا۔۔ نہ کسی انکشاف نے

اس کو ہلایا تھا اور نہ کسی جانور کی زد میں آکر اس نے دم دیا تھا۔ وہ سروائیو کر رہا تھا۔۔۔
سب کچھ۔۔۔ اس کے اندر اتنا برداشت کہاں سے آیا یہ تو اسے خود بھی نہیں معلوم تھا۔۔۔
کئی روز اور وہ اس جگہ پڑا رہا پھر اسے اُٹھا کر ایک تاریک سُرنگ میں لا ڈالا گیا۔۔۔ کئی
روز کی بے خوابی اور کئی دن کا بھوکا ہونے کی وجہ سے وہ گویا مردہ ہو گیا تھا۔۔۔ اس میں
کسی چیز کی سکّت باقی نہیں رہی تھی۔ سُرنگ کے اوپر ٹرین کا راستہ تھا اور وہ سُرنگ
ایک اندھیر حصّے میں بنی تھی۔ جس رات اسے اس سُرنگ میں لا کر ڈالا گیا اس رات
بہت تیز بارش ہو رہی تھی۔۔۔ زور و شور سے۔۔۔ بجلی کی کڑک اور گرج کے ساتھ۔۔۔ اوپر
شور کرتا آسمان تھا اور نیچے سُرنگ میں پڑا بے سُدھ ولی۔۔۔ اسے پتہ تھا کہ اب وہ مرنے
والا ہے۔۔۔ بس ابھی کچھ ہی وقت میں وہ جان دے دیگا۔۔۔ اسی لیے کوئی بھی پس و
پیش کیئے وہ خاموشی سے ایک جانب پڑا رہا۔ ان راتوں نے اس کے اندر موجود سب کچھ
نگل لیا تھا۔۔۔ سب کچھ۔۔۔ ولی احمد کھوکھلا ہو گیا تھا۔

یکایک اسے کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔۔۔ وہ قدم اس کے قریب آرہے
تھے۔۔۔ بہت آہستگی سے۔۔۔ مگر اس میں چہرہ اٹھا کر دیکھنے کی ہمت نہیں تھی۔۔۔ اس
کی جان ختم ہو رہی تھی۔

پھر کسی نے اسے سیدھا کیا۔ آسمان بہت زور سے گر جاتا تھا۔۔۔ بجلی کی چمک نے ایک
پل کو سب کچھ روشن کر دیا تھا۔۔۔

کوئی اس پر جھکا اس کا گلا دبا رہا تھا۔۔۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔۔۔ ہاں وہ حسین
تھا۔۔۔ اس کا باپ۔۔۔ اس کا مجرم۔۔۔

اس کے اندر آواز نکلنے کی ہمت نہیں تھی۔ پھر بھی اس نے اس کے ہاتھوں کو
ہٹانے کی کوشش کی تھی۔۔۔ وہ مستقل پیر رگڑ رہا تھا مگر بے سود۔۔۔ اس کے آگے
اندھیرا چھانے لگا۔۔۔ اندھیرا ہی اندھیرا۔۔۔ پھر روشنی۔۔۔ پھر سفید اور سیاہ نکلتے۔۔۔ نکلتے
ہی نکلتے۔۔۔

اس کا جسم آہستہ آہستہ جھٹکے کھا رہا تھا۔۔۔

دُھند میں لپٹی فجر اسکے آس پاس بکھرنے لگی۔۔

وہ سردار بابا کا ہاتھ تھا مے مسجد کی جانب جا رہا تھا۔۔ نیلی روشنی۔۔ گہرا جامنی آسمان۔۔
ہر سُو پھیلا سکون۔۔

حسین نے پورا زور لگا کر اسکا گلا دبایا۔۔ اسکے منہ سے عجیب سی آوازیں نکلنے لگیں۔۔۔۔
جیسے موت کی طرف جاتے انسان کے حلق سے نکلتی ہیں۔۔

حسین کی پیشانی سے ٹپکتا پسینہ اس کے چہرے پر گرا۔۔ وہ خود بھی پسینے میں شرابور
ہو رہا تھا۔۔

یکایک اس کی آنکھیں بند ہونے لگی۔۔۔ مزاحمت دم توڑنے لگی۔۔ مٹی کو رگڑتے پیر رکنے
لگے۔۔ حسین کے ہاتھوں پر جمے اس کے ہاتھ ڈھیلے پڑ گئے۔۔ ولی احمد ختم ہو گیا۔۔

آسمان اب کے اتنا زور سے گر جا کہ سارا گاؤں لرز اٹھا۔۔ وہ مر گیا تھا۔۔

پھر اس نے وہ آواز سنی۔۔ خشک پتوں پر چلتے قدموں کی آواز۔۔ کسی کے دور جانے کی
آواز۔۔ بارش تھمنے کی آواز۔۔ آسمان کے گرجنے کی آواز۔۔ بلیوں کے رونے کی آواز۔۔

وہ مر گیا تھا۔۔ تو پھر یہ سب کیسے محسوس کر رہا تھا وہ۔۔؟ کیا وہ زندہ تھا۔۔؟ شاید وہ زندہ تھا۔۔ شاید مر گیا۔۔ یا شاید۔۔ وہ کوئی خواب دیکھ رہا تھا۔۔ ایک بھیانک خواب۔۔ اس نے دھیرے دھیرے آنکھیں کھولیں۔۔ پلکوں پر بہت سا بوجھ آن گرا تھا۔۔ اس نے پھر آنکھیں بند کیں۔۔ آس پاس ڈاکٹر زکھرے تھے۔۔ ساتھ اس نے زمان کو بھی دیکھا۔۔ بی جان ایک جانب بیٹھی رو رہی تھیں۔۔ اس کے چہرے پر انہوں نے کچھ چڑھا رکھا تھا۔۔ ہاتھوں میں بھی بہت سی سُونیاں لگی تھیں۔۔ اس نے آنکھیں موند لیں۔۔ پھر جب کھولیں تو منظر وہی تھا۔۔ وہی اسپتال کی مخصوص بُو۔۔ اونچی ٹیلی۔ دیواریں۔۔ ڈاکٹر زکی آمد و رفت۔۔ اور آخر کار ولی احمد کو ہوش آگیا تھا۔۔ پورے ڈیڑھ ماہ بعد۔۔

اس نے آنکھیں کھول کر اجنبی سے انداز میں اپنے آس پاس کھڑے ڈاکٹر زکو دیکھا۔۔ وہ شاید اسی کے متعلق آپس میں بات کر رہے تھے۔۔ اس کی آنکھیں کھولنے پر ایک ڈاکٹر

اسے دیکھتا مسکرایا پھر اس پر جھک کر کچھ کہنے لگا۔۔ اسے اس کے لفظ سمجھ نہیں
آ رہے تھے۔۔ اس نے نقاہت سے یہاں وہاں سردار بابا کو تلاش۔۔ وہ بھی اس کے پاس
ہی کھڑے ڈاکٹر سے بات کر رہے تھے۔۔ پھر اسے آہستہ آہستہ اس ڈاکٹر کی بات سمجھ
آنے لگی۔۔

"تم ٹھیک ہو ولی۔۔ کیا تم مجھے سن سکتے ہو۔۔؟"

نرم آواز میں اس کے قریب جھک کر کہتے اس ڈاکٹر نے اس سے پوچھا تو اس نے
اثبات میں سر ہلایا۔۔

"مجھے بتاؤ کیا تم مجھ سے بات کر سکتے ہو۔۔۔؟"

اسکے بیڈ کے ارد گرد کھڑے زمان اور ڈاکٹرز نے اس کی جانب دیکھا۔۔ اس نے کچھ کہنا چاہا مگر آواز حلق ہی میں اٹک گئی۔۔ گلے میں تکلیف ہونے لگی۔۔ بے اختیار اس کی آنکھوں سے آنسو پھسلے۔۔ سواری ارتکاز گلابی پڑنے لگا۔۔

اس کی آواز نہیں نکل رہی تھی۔۔ اس سے بات نہیں کی جارہی تھی۔۔ بہت زور لگانے پر اسے تکلیف ہو رہی تھی۔۔

اوکے اوکے۔۔ کوئی بات نہیں۔۔ ابھی گلا خراب ہے تمہارا بٹ کچھ دنوں میں ٹھیک"

"ہو جاؤ گے تم ہوں۔۔ چلو بہادر بنو اب۔۔

ڈاکٹر نے مسکرا کر اس کے آنسو صاف کیئے تو اس نے گردن ایک طرف کو ڈال دی۔

سخت کمزوری محسوس کر رہا تھا وہ۔۔ زمان اس کے قریب آئے اسکا ہاتھ تھاما۔۔ بُری طرح کچلی گڈیں انگلیوں پر پی بندھی تھی۔۔

اس کے سر پر ہاتھ پھیرا پھر اسے دیکھ کر مسکرائے۔۔ اسے ان کی آنکھوں میں کچھ چمکتا ہوا محسوس ہوا تھا۔۔ شاید وہ رو رہے تھے۔ پھر ان کی آنکھ سے ایک آنسو لڑھک کر اس کے ہاتھ پر گرا۔۔ انہوں نے لب دانتوں تلے دبا کر بہت ضبط کیا مگر آنسو ان کی آنکھوں سے تیزی کے ساتھ بہہ رہے تھے۔۔

وہ انہیں خالی خالی نظروں سے دیکھتا رہا۔۔ اسے کچھ بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا۔۔

"مجھے لگا تھا۔۔ مجھے لگا میں نے کھو دیا تمہیں۔۔۔"

کچھ دیر بعد وہ گویا ہوئے تو آواز آنسوؤں سے لرز رہی تھی۔۔ اب وہ انہیں کیا بتاتا کہ وہ تو واقعی اس ولی کو کھو چکے تھے۔۔

مجھے لگا میں نے غلطی کر دی تمہیں دور بھیج کر۔۔ میں خود کو کبھی معاف نہیں کر پاؤں گا۔"
"ولی۔۔ مجھے معاف کر دو میرے بچے۔۔"

اس کا ہاتھ اپنے ماتھے سے لگا کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑے تھے۔۔ اس کی دائیں آنکھ
سے آنسو پھسل کر تکیے میں جذب ہوا۔۔ آنکھوں میں گویا کرچیاں سی بھر گئیں۔۔ کچھ
بولنے کے لیے لب واکینے تو آواز نہ نکلی۔۔ ہونٹ لرز کر رہ گئے۔۔

میں نہیں چھوڑوں گا جس نے بھی کیا ہے یہ۔ تم ٹھیک ہو جاؤ۔ میں ان کی کھال کھینچ
لوں گا۔ میں ان کو سلاخوں کے پیچھے سڑاؤں گا۔۔ تم جلدی ٹھیک ہو جاؤ۔۔ ہمیں بہت
"سے کام کرنے ہیں ساتھ۔۔"

آنسو خشک کر کے بولتے وہ جیسے سب کچھ تباہ کر دینا چاہتے تھے۔۔ اس نے کچھ نہیں کہا۔۔
وہ کسی کو بھی کچھ نہیں بتائے گا۔۔ یہ اس کی جنگ ہے۔ وہ اس جنگ میں کسی کو بھی
اپنے ساتھ نہیں گھسیٹے گا۔۔ اور اپنے قریبی لوگوں کو تو کبھی نہیں۔۔ ہرگز نہیں۔
شام ہوئی تو بی جان چلی آئیں۔۔ اس سے لپٹ کر بہت روئیں۔ مگر وہ نہیں رویا۔۔
اسے کوئی چیز نہیں رُلا رہی تھی۔۔ اس کا اندر باہر سپاٹ ہو گیا تھا۔۔ بے حد بے
حساب۔۔

اس کے ہوش میں آنے کی اگلی شام حسین اس کے کمرے میں داخل ہوا۔۔ سفید
لباس زیب تن کیئے ہاتھوں میں پھولوں کا گلدستہ لیئے۔۔ نرم مسکراہٹ کے ساتھ۔۔
اس کی اندر کچھ نہیں اُبھرا۔۔ نہ نفرت نہ غصہ۔۔ نہ کوئی انتقامی جذبہ۔۔ جب نظریں
اُٹھا کر اس کا چہرہ دیکھا تو ان میں ٹھنڈے گوشت کا سا تاثر تھا۔۔ ان آنکھوں میں اب
کچھ باقی نہیں رہا تھا۔ ویران۔۔۔ اجاڑ۔۔ تباہ ہوئے شہر کی سی حالت تھی وہاں۔

"کیسے ہوا یہ سب ---؟"

وہ اب فکر مندی سے زمان سے اس کی بابت استفسار کر رہا تھا۔۔ زمان نے کاٹ کھانے والی نظروں سے اس کا چہرہ دیکھا۔۔

مجھے کسی بھی بے ادبی پر مت آکسائیں بھاجی۔۔ اور ابھی کے ابھی اسی وقت میری۔۔
نظروں کے سامنے سے چلے جائیں۔۔ نہیں تو میں کچھ ایسا کر بیٹھوں گا جو ہم میں سے کسی کے لیے بھی اچھا نہیں ہوگا۔۔ اور اس سے پہلے میں اپنا ضبط کھو دوں گیٹ
"لاسٹ ---"

وہ آخر میں دھاڑے تھے۔۔ حسین کے چہرے پر نا سمجھی پھیلی۔۔ ولی کی طرف چہرہ گھمایا۔۔

"کیا تم نے بتایا نہیں کہ وہ میں نہیں تھا۔۔۔؟"

"بھاجی میں نے کہا ابھی کے ابھی یہاں سے جائیں۔۔۔"

اب کے زمان چلائے تھے۔۔ اتنی زور سے کہ آواز میں خراش پڑ گئی۔۔

"آرام سے زمان۔۔ پہلے اس سے تو پوچھ لو۔۔"

زمان نے ایک قہر آلود نظر ان پر ڈال کر چہرہ ولی کی جانب پھیرا۔۔۔ وہ انہیں سپاٹ نظروں سے حسین کو دیکھ رہا تھا۔۔ پھر اس کی آواز ابھری۔ بیٹھی ہوئی خراب سی

یہ وہ نہیں ہے۔۔۔" زمان دھک سے رہ گئے۔۔۔ چند لمحوں کے لیے سارے کمرے میں "سناٹا چھا گیا تھا۔۔۔"

"ولی۔۔۔"

وہ اس کے قریب آئے۔

"میں نے کہا سردار بابا یہ وہ نہیں ہے۔۔۔"

اس نے ایک پل کے لیے بھی اپنی نظر حسین کی نظروں سے ہٹائے بغیر کہا۔۔ زمان
یکدم پیچھے ہوئے۔۔ اور پھر بے داغ دامن والا شخص سر جھٹک کر کمرے سے باہر نکل
گیا۔۔ وہ آج بھی اتنا ہی اجلا تھا جیسے ہمیشہ سے سب کی نظروں میں رہا تھا۔۔ ولی نے
اس کو میلا کرنے کی کوشش کی بھی نہیں تھی۔۔

زمان نے اس سے دوبارہ اس کے متعلق بات نہیں کی۔۔ وہ اس کو سمجھتے تھے مگر یوں
اس کے اس طرح سے پیچھے ہٹنے پر وہ کیا کر سکتے تھے۔۔ اس کے ساتھ زبردستی تو ہرگز
بھی نہیں۔۔

رات سر پر کھڑی ہوئی تو زمان اس کے بیڈ کے ساتھ لگے صوفے پر لیٹ گئے۔۔ ان کے
سوتے ہی وہ دھیرے سے بستر سے نکلا۔۔ ہاتھ میں لگا کینولا نوچ کر اتارا اور واش روم کی
جانب بڑھ گیا۔۔

واش روم میں لگا شاور چلا کر وہ گھنٹوں اس بہتی پانی کی دھارتلے کھڑا رہا۔۔۔ بھگتا رہا۔۔۔
شاور سے گرتے پانی میں اس کی آنکھوں سے بہتا گرم پانی بھی شامل ہو رہا تھا۔۔۔ اس
کے قدم لڑکھڑائے تو اس نے دیوار کو تھاما۔۔۔ بال اسکے ملتھے پر چپک گئے تھے اور اسپتال
کا گاؤن مکمل طور پر گھیلا ہو چکا تھا مگر وہ پرواہ کیئے بغیر اس پانی کے نیچے کھڑا رہا۔۔۔ پھر وہ
آہستہ سے نیچے بیٹھ گیا۔۔۔ اسے یاد نہیں کہ اس نے اس شاور کے نیچے کتنے گھنٹے گزارے
مگر پھر اسے زمان نے وہاں سے اٹھایا۔۔۔ اس کے ذہن میں مٹی مٹی سی یادیں تھیں۔۔۔
کچی پکی۔۔۔

وہ اسے دوسرا گاؤن پہنا کر بستر پر لٹا رہے تھے۔۔۔ اس کے ہونٹ نیلے پڑنے لگے۔۔۔
جسم بری طرح کانپ رہا تھا۔۔۔ شدید بخار کی وجہ سے اس کا سارا جسم گویا جل رہا تھا۔۔۔
پھر اگلے پورے مہینے وہ اسپتال میں رہا۔۔۔

ایک مہینے بعد اس کو ڈسچارج کیا گیا تو وہ دوبارہ حویلی چلا آیا۔۔۔ اپنے کمرے میں۔۔۔ زمان اور
بی جان اسے بالکل بھی تنہا نہیں چھوڑتے تھے۔۔۔ ہمیشہ کوئی ناں کوئی اس کے ساتھ
ہوتا۔ اس سے باتیں کرنے کی کوشش کرتے مگر وہ ان کی کسی بھی بات کا جواب نہیں

دیا کرتا تھا۔۔۔ رات جب وہ اسے سونے کی تاکید کر کے جاتے تو وہ شاور تلے گھنٹوں گھنٹوں
بھیگتا رہتا۔۔۔ کبھی اپنے جسم کو ہذیانی انداز میں صاف کرتا۔۔۔ وہ خود پر سے اس گندگی کو
مٹانا چاہتا تھا جس سے وہ پیدا ہوا تھا۔۔۔ اسے یوں اس طرح پانی میں بھیگ کر اپنا آپ
صاف کرنا شاید واحد حل نظر آتا تھا۔۔۔

پھر لگے ڈیڑھ دو سال تک اس نے اسکول کی شکل تک نہیں دیکھی۔۔۔ وہ اس قدر بری
طرح ٹوٹا تھا کہ پڑھائی کرنا ناممکن سی بات تھی اس کے لیے۔۔۔ جب اس کی ذہنی
حالت درست ہوئی تو اس کو دوبارہ سے اسکول میں داخلہ دلوایا گیا۔۔۔ جب اس نے
اسکول چھوڑا تو اس وقت آٹھویں جماعت میں تھا۔ پھر اسے نویں جماعت میں داخلہ
دلوایا گیا۔۔۔ اور وہ اسکول جانے لگا۔۔۔ اس کا جسم وقت کے ساتھ ساتھ مضبوط اور
ٹھوس ہوتا جا رہا تھا۔۔۔ وہ قد نکال رہا تھا۔۔۔ بڑا ہو رہا تھا۔۔۔ خوبصورت ہو رہا تھا۔۔۔ مگر خود کو
آئینے میں دیکھ کر اسے کچھ بھی محسوس نہیں ہوتا تھا۔۔۔ سب خالی خالی تھا۔۔۔ سب
کچھ۔۔۔ اور پھر ایک دن وہ ہوا جو اس نے سوچا بھی نہیں تھا۔۔۔

قبرستان کا دروازہ ہوا سے اب تک ویسے ہی جھول کر عجیب سی آواز پیدا کر رہا تھا۔۔ وہ
آہستگی سے چل کر کرم کے نزدیک آیا اور پھر اس کے برابر میں خاموشی سے بیٹھ گیا۔۔
ویران پڑے قبرستان میں گدھوں کی آواز نے منحوسیت کو کچھ اور سوا کر دیا تھا۔۔

وہ میری سب سے پیاری بہن تھی۔ میری آپا۔۔ آپا شمسہ۔۔ بہت خوبصورت بہت "
"مہربان۔۔ سب میں ممتاز سب میں نمایاں۔۔

اس نے کہنا شروع کیا تو آواز آنسوؤں سے گیلی تھی۔۔ جیسے وہ برسوں سے روتا رہا ہو۔۔

"انہوں نے میری آپا کو۔۔ میری آپا کو خراب کر دیا تھا۔۔"

ولی نے آنکھیں بند کر لیں۔۔ اس کی آنکھیں بری طرح جل رہی تھیں۔۔

"انہوں نے میری آپا کی عزت کو خراب کر دیا تھا اور پھر۔۔"

وہ ٹھہرا۔۔ ولی کا سانس تک رکا ہوا تھا۔۔

"اور پھر انہیں مار کر ایک تاریک سُرنگ میں پھینک گئے تھے وہ لوگ۔۔"

قبرستان کی ساری قبروں سے مُردوں کے رونے کی آوازیں آنے لگی تھیں۔۔ ولی کے گلے میں درد سا ہونے لگا۔۔ جیسے آنسو روکنے پر ہوتا ہے۔۔ جیسے بہت کچھ اندر اتارنے پر ہوتا ہے۔۔

"میں جب پہنچا تو وہاں خون ہی خون تھا۔۔ آپا کو سات دفعہ چھڑا مارا گیا تھا اس جگہ۔۔"

اس نے اپنے گردے والی جگہ پر ہاتھ لگایا۔۔

مجھے لگا کہ وہ مرگئی ہیں مگر وہ زندہ تھیں۔۔ میں ان کے قریب بیٹھا۔۔ مجھے یاد ہے "میری آپا کے ہاتھ خون میں لت پت تھے۔۔ انہوں نے انہی ہاتھوں سے میرے ان "ہاتھوں کو۔۔"

اس نے سیاہی میں اپنے ہاتھ سامنے کیئے۔۔ پھر انہی ہاتھوں کو چوم کر آنکھوں سے لگایا۔۔ گیلی آنکھیں مسلیں۔۔

"میرے ان ہاتھوں کو تھاما تھا۔۔ پھر مجھے اپنے نزدیک کر کے کہا کہ۔۔۔"

اس نے جیسے کھینچ کر سانس لیا تھا۔۔ اسے بتانے میں بہت دُشواری ہو رہی تھی۔۔

کہ میں ان کا انتقام ضرور لوں۔۔ میں ان کے لیے لڑوں۔۔ انہوں نے مجھے کہا کہ ہاشم "
"نے ان کے ساتھ کیا ہے یہ سب اور پھر۔۔

اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر قبر کی خشک مٹی پر ہاتھ پھیرا۔۔ جیسے کچھ محسوس کرنا چاہا
ہو۔۔

"وہ مر گئیں۔۔"

شاید کرم کی آنکھ سے آنسو پھسلا تھا۔۔

اور میں نے انہیں لحد میں اتارتے یہ قسم کھائی کہ میں ان کے دشمن کا سر کاٹ کر"
"رکھ دوں گا۔۔ اس کو اس کی تلوار سے ذبح کروں گا اور جلتے ہیں سرکار۔۔

اس نے پل بھر کو چہرہ پھیر کر اس کی جانب دیکھا تھا۔۔ ولی سلمنے دیکھتا رہا۔۔ وہ اس
اندھیرے میں بھی کرم کا سامنہ نہیں کر پارہا تھا۔۔

انتقام کی آگ نے مجھے پچھلے چار سالوں سے سونے نہیں دیا ہے۔۔ میں آج تک اسی"
طرح روز قبرستان آکر آپا کے ساتھ گھنٹوں باتیں کرتا رہتا ہوں۔۔ میرے گھر والے
میرے لیئے پریشان ہیں کہ شاید مجھے کوئی بیماری ہوگئی ہے یا اثر وغیرہ۔۔ مگر میں

انہیں نہیں سمجھا سکتا کہ میں تو آپا کے ساتھ ہی دفن ہو گیا تھا۔۔ اسی قبرستان
"میں۔۔"

چند پل اسی طرح خاموشی کی نذر ہو گئے۔۔ کوئی کچھ بھی بولنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔۔

میں جب مرجائونگا ناں سرکار۔۔ تو اوپر جا کر اس سے ضرور پوچھونگا کہ وہ اتنے بڑے "
ظلم پر کیوں خاموش رہا۔۔؟ میں اس سے ایک دفعہ معلوم کروں گا کہ جو لوگ قتل کر لیتے
ہیں وہ اتنے چین سے کیسے رہ سکتے ہیں۔۔! وہ اتنی پُر تعیش زندگی کیسے گزار سکتے ہیں۔۔
"میں پوچھونگا اس سے۔۔ مجھے اس سے بہت شکوے ہیں۔۔"

اس نے آنکھیں رگڑ کر کہا تو ولی نے سر جھکا لیا۔۔ اسے تو اب ایسی کسی بات پر یقین
ہی نہیں آتا تھا۔۔ وہ تھا بھی یا نہیں۔۔ اسکا ایمان ان سب باتوں سے اُٹھتا جا رہا تھا۔۔

تویلی کی جانب واپس پلٹتے سارے راستے نیلی روشنی میں نہائے ہوئے تھے۔۔ کچھ باسی
اسے مسجد کی جانب بڑھتے نظر آئے۔۔ فجر بالکل تازہ تھی۔۔

اس نے مسجد کو نظر انداز کیا اور تویلی کی جانب بڑھنے لگا۔۔

آج اس کی فجر قضا ہوگئی تھی۔۔ زندگی میں پہلی دفعہ۔۔ ہاں۔۔ اس کی نماز چھوٹ گئی
تھی اس سے۔۔ جو کہ اس نے جان کر چھوڑی تھی۔۔ خدا کے وجود سے اس کا اعتبار
!اُٹھنے لگا تھا۔۔ اور اب سب کچھ دھول بنتا جا رہا تھا۔۔ سب کچھ۔۔

اس کا داخلہ اسکول میں دوبارہ ہو گیا تھا اور اس دفعہ اسے نویں جماعت میں داخلہ دلوا یا
گیا تھا۔ اپنے اسکول کے بچوں میں وہ خاصہ بڑا بڑا سا لگتا تھا۔۔ کیونکہ اس کے دو سال تو
ویسے ہی ضائع ہو چکے تھے اور اس کے ساتھ پڑھنے والے بچے اس سے عمر میں دو سال
چھوٹے تھے۔۔ کلاس کے دوران بریک ہوا تو وہ بھی سب بچوں کے ساتھ کلاس سے

باہر نکل آیا۔۔ باہر طویل راہداری کے آخری سرے پر مڑنے کے بعد ایک تنگ سی گلی تھی جس سے گزر کر کینٹین آیا کرتی تھی۔۔ اس نے بھی اپنے قدم کینٹین تک جاتے راستے پر موڑے اور پھر ایک میلے کے ساتھ چلتا گیا۔۔ وہاں پہنچ کر اس نے دیکھا گراؤنڈ میں ایک جانب لڑکوں کا رش سا لگا تھا۔۔ اس نے نظر انداز کر کے قدم آگے کی جانب بڑھائے مگر پھر گویا وہ برف بن گیا۔۔

کُھلے میدان کے ایک طرف لڑکے فٹ بال کھیل رہے تھے اور اس سے آگے کی جانب درمیان میں ایک جالی کے آر پار دو لڑکے بیڈ منٹن میں مگن تھے۔۔ اور میدان کے اس طرف کرکٹ میچ ہو رہا تھا۔۔ مگر اب لڑکوں کے جم غفیر کے باعث اسے کہیں بھی میچ نظر نہیں آیا۔۔ مگر پھر اسکی نظر جھنڈ کے اُس پار گرے لڑکے پر پڑی جس کے منہ سے خون نکل رہا تھا اور اوپر سے لڑکے اسے لاتوں سے بار بار منہ پر ضرب لگا رہے تھے۔۔ اس نے سر نفی میں ہلا کر گویا خود کو روکا اور پھر آگے بڑھتا گیا۔۔ تیز تیز قدموں سے۔۔ مگر پھر اس سے برداشت نہ ہوا۔۔ دانت جما کے اسی تیزی کے ساتھ مڑا اور پھر لڑکوں کے بنائے حلقے تک پہنچا۔۔

وہ نیچے گرا تھا اور بختیار اسکے چہرے پر مسلسل اپنے جُتے سے ٹھوکریں مار رہا تھا۔۔۔ اس کا خون کنپٹی میں ابلنے لگا۔۔ لڑکوں کے جُھنڈ کو گویا چیرتا وہ مارنے والوں کے سر پر پہنچا اور پھر اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ بے اختیار ان پر پل پڑا۔۔ جو مار رہا تھا اسکو پیچھے شرٹ سے جھپٹا اور اسے اُٹھا کر دور پھینک دیا۔۔ لڑکا سُکھا سڑا سا تھا اڑتا ہوا دوسری جانب گرا اور پھر گھسٹتا ہوا دیوار سے جا لگا۔۔ اس نے سُرُخ آنکھوں سے اس کے دوسرے ساتھیوں کو دیکھا اور پھر جو بھی اس کے سامنے آیا اس نے کسی پر رحم نہیں کیا۔۔ مار مار کر ان لڑکوں کا اس نے حشر بگاڑ دیا تھا۔۔ تھوڑی دیر بعد لڑکے ادھر ادھر کھلتے ہوئے زمین پر لوٹ رہے تھے۔۔ اس نے نیچے گرے لڑکے کو ایک نظر دیکھا اور سب کے درمیان سے نکل آیا۔۔ اپنے پیچھے اسے لڑکوں کے تالیاں بجانے اور اس کے حق میں کوئی نعرہ لگانے کی آواز آئی تھی مگر وہ پرواہ کیئے بغیر وہ آگے بڑھتا گیا۔۔ دوسرے دن جب وہ اسکول آیا تو سب نا محسوس طریقے سے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ اس نے کوفت سے سر جھٹک کر قدموں کو آگے بڑھایا۔۔ لوگوں کی نظروں کا مرکز بننا اسے کبھی بھی اچھا نہیں لگتا تھا۔۔ کلاس میں بھی سب کا یہی حال تھا۔۔ اس کے پاس سے گزرتے

لڑکے اسے مڑ مڑ کر دیکھتے تھے۔۔ اسے اپنے کیئے پر کوئی پچھتاوا کوئی ملال نہیں تھا۔۔ وہ کسی کو آئندہ ایسے دیکھے گا تو وہ ان کو اسی طرح مارے گا۔۔ ہزار دفعہ مارے گا۔۔ وہ اپنے سامنے کبھی بھی ظلم ہوتے نہیں دیکھ سکتا تھا اسے اس بات کا اندازہ نویں جماعت میں ہو گیا تھا۔۔ بریک ہوا تو وہ اپنی سیٹ سے اٹھ کر باہر کی جانب جانے لگا۔۔ اس کا کوئی دوست نہیں تھا۔۔ ایسا نہیں تھا کہ اس میں کوئی کمی تھی یا وہ ذہین نہیں تھا مگر اس نے اپنا حلقہ احباب انتہائی محدود کر لیا تھا۔۔ نہ ہونے کے برابر۔۔ کوئی اس کے ساتھ رہتا تو اس کی کمزوری جان لیتا اور یہ وہ ہرگز بھی نہیں چاہتا تھا سو اکیلا رہنا اس ساری اذیت سے کہیں زیادہ آسان تھا۔

مگر پھر باہر نکلتے ہی اس نے دیکھا کہ سامنے وہی لڑکے کھڑے ہیں جو کل اس سے پیٹ چکے تھے۔۔ اس نے آس پاس دیکھا۔۔ راہداری میں موجود ہر لڑکا اسی کی طرف متوجہ تھا۔۔ ایک لڑکا اس کے سامنے آیا۔۔ اس کی آنکھ پر زخم آیا تھا۔۔ نیلا جامنی ساز خم اور آنکھ سوجھ کر گویا ذرا باہر آنکلی تھی۔۔ اس نے بے تاثر نظروں سے اس کی آنکھ سے زخم کو دیکھا اور پھر اسے۔۔

دور پیچھے اس کے اور بھی دوست کھڑے تھے جن کے چہروں پر بھی اسی قسم کے نیل اور گہرے جامنی سے نشان تھے۔۔

کل تم نے ہمیں مارا۔۔ یہ بات سوچے بغیر کے ہم سات آٹھ تھے اور تم ایک۔۔ یہ "سارا اسکول۔۔ بلکہ یہ سارے لڑکے جو تمہارے آس پاس کھڑے ہیں یہ سب ہم سے۔۔" انگوٹھے سے پیچھے کی جانب کھڑے اپنے دوستوں کی طرف اشارہ کیا۔۔ "ڈرتے ہیں اور تم۔۔ تم نے ہمیں اتنی بے خوفی سے مارا۔۔ جلنتے ہو انجام کیا ہوتا ہے ہم سے پنگا لینے کا۔۔؟" امیر باپوں کی بگڑی اولادیں تھیں وہ۔۔ مگر اس نے اتنا کچھ دیکھ لیا تھا کہ اسے ان باتوں سے اب فرق نہیں پڑتا تھا۔۔ دو قدم اس نے آگے بڑھائے تو وہ لڑکا بے اختیار پیچھے ہوا۔۔

اس کے عین سامنے رُک کر اس نے اسے بے تاثر نظروں سے دیکھا۔

مجھے پھنسانے سے پہلے تمہیں اپنا جرم بتانا پڑتا جو کہ تم نے بتانا نہیں تھا سو۔۔ میں تم "سے۔۔ نہیں ڈرتا۔۔" چبا چبا کر کہا۔۔

اور تم جتنی دفعہ میرے سامنے کسی کو ایسے مارو گے تو میں بھی اتنی ہی دفعہ تمہیں "مارونگا۔۔ ہزار دفعہ مارونگا۔۔ تمہیں جو اکھاڑنا ہے اکھاڑ لو۔۔" آخر میں "ہونہہ" سر جھٹک کر سائیڈ سے نکلتا چلا گیا۔۔ اور پھر اس دن کے بعد کبھی وہ لڑکے اس کے سامنے نہیں آئے اور نہ کبھی دوبارہ انہوں نے کسی کو مارا پیٹا۔۔ اس دن اسے ایک بات سمجھ آگئی کہ شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے کیوں بہتر ہوتی ہے۔۔ اگر کوئی آپ پر شیر ہو اور غرائے تو جواباً آپ بھی اسی طرح دھاڑیں، ان کا رعب جھاگ کی طرح بیٹھ جائے گا۔۔ یہ اس نے اس دن سیکھ لیا تھا۔۔

ایک دو دن بعد جب سب اس بات کو بھولنے لگے تو کلاس کے دوران وہ واش بیسن پر جھکا اپنا چہرہ دھو رہا تھا۔۔ جب کسی احساس کے تحت اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔۔ چہرے پر مندمل زخموں کے نشان لیے وہ پیارا سا لڑکا بلاشبہ وہی تھا جسے اس نے اس دن بچایا تھا۔۔ وہ دروازے میں کھڑا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔ اس نے آستین سے چہرہ صاف کیا اور سیدھا ہو گیا۔۔ آنکھیں اب تک رونے کے باعث سُرخ ہو رہی تھیں اور چہرہ قدرے گلابی۔۔

وہ خاموشی سے اس کے پیچھے آیا اور پھر ہاتھ میں پکڑا ٹشو اس کی جانب بڑھایا۔۔ جب اس نے ٹشو کے لیے ہاتھ نہیں بڑھایا تو وہ بولا۔۔

ہاتھ روم میں چھپ کر جب روتے ہیں ناں تو اس بات کا خیال رکھتے ہیں کہ آپ کی "ہچکیوں کی بھی آواز باہر نہ جائے۔۔ کیا تمہیں کسی نے بنا آواز کے رونا نہیں سکھایا۔۔؟

اس نے اس کے ہاتھ سے ٹشو لیا اور پھر کوئی بھی بات کیے بنا سائیڈ سے نکلنا لگا کہ۔۔

"!اس دن کے لیے تھینکس۔۔۔"

وہ رک گیا۔۔

"پھر بھی تم نے انہیں ٹھیک طرح سے نہیں مارا۔"

اب کے اس نے نا سمجھی سے پلٹ کر اسے دیکھا تھا۔

وہ لوگ ابھی تک اپنی ٹانگوں پر سلامت چل پھر رہے ہیں اور جب ہنستے ہیں تو پورے "دانت دکھائی دیتے ہیں ان کے۔۔ ٹانگ نہیں توڑی تھی تو دانت ہی توڑ دیتے کسی ایک "کا۔۔ ہنستے ہوئے ایک ہول کتنا اچھا لگتا۔

اس کے سنجیدگی سے کہنے پر وہ بے اختیار ہنس دیا تھا۔

"اتنا ہو رہا تھا تو خود کیوں نہیں مارا تم نے انہیں۔۔"

وہ کندھے جھٹک کر کہتا باہر نکلا تو لڑکا اس کے پیچھے آیا۔۔ وہ اس سے ایک دو سال چھوٹا تھا۔۔

"مجھے ایکشن دیکھنے کا زیادہ شوق ہے۔۔"

وضاحت دی تو ولی نے رک کر اسے دیکھا۔۔

"یہ تم میرے پیچھے کیوں آرہے ہو۔۔؟"

نہیں ہو جو میں تمہارے پیچھے آؤنگا۔۔ میں اپنے راستے سے lee min ho تم کوئی " "جارہا تھا۔۔

اس نے غالباً کسی کورین اداکار کا نام لیا تھا۔۔ وہ سر جھٹک کر آگے بڑھا مگر لڑکا اس کے ساتھ ساتھ تھا۔۔ اور پھر ایسے ہی ہونے لگا۔۔ وہ اصغر نامی لڑکا اس کے ساتھ ساتھ رہنے لگا۔۔ کبھی وہ اس کے برابر میں بیٹھ رہا ہوتا اور کہتا کہ "یہ سیٹ تم نے خریدی تو نہیں ہے نا۔۔ سو میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں اور اگر تمہیں نہیں پسند تو تم وہاں " دور اشارہ کرتا مگر پھر جگہ خالی نہ ہونے کے باعث کہیں اور دیکھتا۔۔ "نہیں وہاں۔۔ " پھر مایوس ہو کر کہتا۔۔ "بلکہ تم یہیں بیٹھے رہو مجھ سے مسئلہ ہے تو یہ کتاب " رکھی ہے نا اپنا چہرہ اس میں گھسا لو۔۔

مزے سے کہہ کر ٹانگ جھلائے لگ جاتا۔۔

اور ولی صبر کا گھونٹ پی کر رہ جاتا۔۔

اگلے روز وہ اس کے ساتھ چلنے لگا تو اس نے گردن پھیر کر اسے دیکھا۔۔ اس نے بھی اسی ڈھٹائی سے اسے دیکھا تھا۔۔

"کیا مسئلہ ہے۔۔ میں تو اپنے راستے سے جا رہا ہوں۔۔ کوئی پر ابلم۔۔۔؟"

رک کر پوچھتا۔۔ ولی نے اف سر نفی میں ہلایا اور آگے بڑھتا گیا۔۔

وہ کینٹین میں بیٹھا کولڈ ڈرنک پی رہا ہوتا تو وہ دور سے اس کا نام لے کر۔۔ زور سے چلا کر۔۔ ہاتھ ہلاتا۔۔ وہ خفت سے آس پاس دیکھتا۔۔

"نہیں یہاں کوئی اور ولی ہوگا۔"

بڑبڑا کر سر جھٹکتا مگر پھر وہ اس کے سامنے کرسی کھینچ کر بیٹھ رہا ہوتا تو اس کی تیوری
چرٹھ جاتی۔۔

"کب سے آوازیں دے رہا ہوں تمہیں بہرے ہو کیا۔۔؟"

انتہائی خفگی سے کہہ کر اس کی کولڈ ڈرنک اٹھاتا اور غٹا غٹ اندر۔۔

تمہارا مسئلہ کیا ہے۔۔۔؟" ایک دن اس نے اس سے پوچھ ہی لیا۔۔"

میرا تو کوئی مسئلہ نہیں ہاں میری ممی کہتی تھیں میں خود سب سے بڑا مسئلہ "

"ہوں۔۔"

"بالکل ٹھیک کہتی ہیں وہ۔۔"

اس نے بھی تڑخ کر کہا۔۔۔ تو اصغر کا چہرہ بچھ سا گیا۔۔

"وہ ہیں نہیں۔۔ تھیں۔۔ ایک سال پہلے مر گئیں۔۔۔۔"

کینٹین میں ایک دم سناٹا چھا گیا۔۔

"میں اپنے بابا کے ساتھ رہتا ہوں۔۔"

آہستہ سے وضاحت دی اور اپنا بیگ لیتے وہاں سے اُٹھ گیا۔۔ اب کے ولی اس کے پیچھے گیا تھا۔۔ وہ میدان کے ایک جانب قطار میں بنی سنگی بینچ میں سے ایک پر بیٹھا تھا۔۔ اس کے سر کے عین اوپر ایک درخت تھا جس کی شاخیں پوری طرح سے اس بینچ پر جھکی ہوئی تھیں۔۔ ایسے کہ اس پر بیٹھا انسان دور سے نظر نہ آتا تھا۔۔ وہ خاموشی سے اس کے ساتھ آکر بیٹھ گیا۔۔

"ایم سوری۔۔"

اس نے آہستہ سے کہا تو اصغر نے مسکرا کر اسے دیکھا۔۔

"ایک شرط پہ۔۔ اگر تم مجھ سے دوستی کر لو گے۔۔"

اس نے ہاتھ بے ساختہ آگے بڑھایا تو اس نے پتہ نہیں کیسے وہ ہاتھ تھام لیا۔۔ اور پھر
اس کی اور اصغر کی دوستی کا آغاز ہو گیا۔۔ وہ انتہائی باتونی تھا۔۔ ہر وقت کوئی نہ کوئی
!--- kdramas قصہ وہ ولی کو سنا رہا ہوتا۔۔ اور ایک تو اس کے وہ

!یعنی کے بس اف۔۔

پسند korean dramas وہ بہت زیادہ ڈرامے دیکھتا تھا۔۔ اسے سب سے زیادہ
تھے۔۔ کبھی کبھی ولی اکتا کر کہتا۔۔

"ڈرامے لڑکیاں دیکھتی ہیں اصغر۔۔"

اس کی بات پر وہ برا مانے بغیر ڈھٹائی سے ناک سے مکھی اڑاتا۔۔

ایک ری سرچ کے مطابق ڈرامے دیکھنے والے لڑکے انتہائی ذہین اور سمجھدار ہوتے " کے لیے پھر کہیں اور نہیں جاتے بلکہ aesthetic satisfaction ہیں۔۔ وہ اپنی اس بہترین عادت کی وجہ سے اپنی تنہائی کا علاج خود کرتے ہیں۔۔ اور جو لوگ اس کی جانب "تم کیا جانو" والی نظر سے دیکھ کر آنکھیں گھماتا اور پھر کہتا "یہ کہتے ہیں کہ ڈرامے دیکھنا صرف لڑکیوں کا کام ہے تو میں آپ کو ایک بات بتادوں ولی سر کہ آپ "نہایت ہی بیک ورڈ اور پینڈو ہو۔۔"

"یہ ری سرچ بھی یقیناً تم نے ہی کی ہوگی۔۔"

اس نے "اچھا" والا ابرو اٹھایا۔۔

"بالکل۔۔ کوئی شک۔۔"

وہ ٹیبل پر ہاتھ مار کر کہتا تو ولی نفی میں سر ہلاتا اٹھ جاتا۔۔ اس میں اسے کوئی شک نہیں تھا کہ یہ رمی سرچ اسی نے کی تھی۔۔ وقت آگے سے آگے گزرتا گیا۔۔ اسکے انگنائیٹی اٹیک بڑھتے جا رہے تھے۔۔ وہ کلاس سے گھنٹوں گھنٹوں غائب رہتا اور جب اصغر اسے ڈھونڈتا تو وہ واشروم میں کھڑا روتا ہوا ملتا۔۔ اس کا ٹراما اتنا گہرا تھا کہ کبھی کبھی وہ چکراتے سر کی وجہ سے واش بیسن پر جھکاتے کر رہا ہوتا تو اصغر پریشانی سے اس کی پیٹ مسلتا۔۔ اس کا چہرہ دھلاتا۔۔ نڈھال سے ولی کو پکڑ کر میدان میں بنے بیچ تک لاتا۔۔ یہ اس کا تقریباً معمول تھا۔۔ مگر پھر آہستہ آہستہ وہ ٹھیک ہونے لگا۔۔ اٹیکس کم ہو گئے۔۔ اس نے سمجھوتا کر لیا۔۔ اور اگر اس وقت میں اس کے پاس اصغر نہ ہوتا تو واقعی زندگی اس کے لیے بہت مشکل ہو جانی تھی۔۔

حویلی کے حالات بھی اب کے سازگارا جا رہے تھے۔ جب سے اس کے ساتھ وہ حادثہ ہوا تھا تب سے مختیار اور نثار نے اسے تنگ کرنا چھوڑ دیا تھا۔۔

اسکول ختم ہوا تو کلج آگیا۔۔ کلج میں بھی وہ اتنا ہی کم گو اور سنجیدہ تھا۔۔ مگر اصغر ویسا ہی باٹونی تھا۔۔ کلج میں ہوتے ہر اسکینڈل کی خبر ہوتی تھی اسے۔۔

اس کی طبیعت کے لیے اصغر بالکل ٹھیک تھا۔۔ وہ بولتا تھا اور ولی سنتا تھا۔۔ کلج ختم ہوا تو یونی کا دور آگیا۔۔

وہ بڑا ہوتا گیا اور پھر ایک دن جب وہ چھت پر بیٹھاپنے اینٹری ٹیسٹ کی تیاری کر رہا تھا تو اس کے ساتھ وہ واقعہ پیش آیا جس نے اسکی زندگی بدل دی۔۔

اہل اس سے چار سال چھوٹی تھی۔۔ اور اس وقت فرسٹ ایئر میں تھی۔۔ وہ اس وقت شاید نہا کر چھت پر آئی تھی۔۔ حبس اور گرمی ہونے کی وجہ سے وہ شام کے اس پہر نہائی تھی۔۔ ولی چونکہ ایک جانب رکھے جھولے پر بیٹھا تھا اسی لیے اس نے ولی کو نہیں دیکھا تھا۔۔

اس نے تولیئے سے بالوں کو آزاد کیا اور پھر ایک جانب کو گردن گھمائی تو ڈھیر سارے بال گھوم کر کمر پر جھول سے گئے۔۔ وہ جو کتاب کھولے اس پر پر مینینٹ مارکر سے نشان لگا رہا تھا یکدم چونک کر دوسری جانب بنی ڈیوڑھی کی طرف دیکھنے لگا۔۔ وہ لیمن کلر کے نفیس سے لان کے سوٹ میں ملبوس بے خبر سی نیچے سبزہ زار کو دیکھ رہی تھی۔۔ اس کی آنکھیں جیسے ان نم سے لمبے بالوں میں اُلجھ سی گئی تھیں۔۔

مگر پھر وہ یکدم گھبرا کر کھڑا ہوا۔۔ اس کی گود میں رکھا مار کر نیچے جا گرا تھا البتہ کتاب اس کے ہاتھ ہی میں تھی۔۔ آواز پر امل نے چونک کر اس طرف دیکھا تھا۔۔ اور پھر اسے دیکھتے ہی اس کی شد رنگ آنکھیں گویا پھیل سی گئیں۔۔ ولی خشک لبوں پر زبان پھیرتا گردن جھکائے عجیب سے مخمضے میں کھڑا رہ گیا۔۔ اسے آج سے پہلے ایسا کبھی محسوس نہیں ہوا تھا۔۔

امل نے اسے دیکھتے ہی رُخ پھیرا اور پھر دوپٹہ کندھوں پر درست کیا۔۔ وہ بھی ایک دم عجیب سی ہو گئی تھی۔۔ چھت پر موجود شام کی فضا میں کوئی احساس تھا جو تحلیل ہونے لگا تھا۔۔

کچھ لمحے یونہی حویلی پر اترتی شام میں گر کر پکھلتے گئے تو وہ کھنکھار کر آگے بڑھا اسی پل وہ مڑی تھی۔۔ جانے کے لیے۔۔

اور یکدم وہ دونوں ایک دوسرے کے بالکل مقابل آگئے تھے۔۔ ولی کی نسواری آنکھوں میں کم عمری کی معصومیت تھی اور امل۔۔۔ وہ تو جیسے اسے اتنے قریب سے دیکھ کر کچھ بولنا ہی بھول گئی تھی۔۔ زبان کے الفاظ تو بعد میں آنے تھے مگر اس کی تو آنکھیں ہی گویا ولی کی آنکھوں پر ساکت ہو گئی تھیں۔۔ خاموشی سے۔۔ وہ کب ولی کے دل میں اتری اسے پتہ نہیں چلا۔۔ وہ چند پل تھے۔۔ چند لمحے۔۔

پھر وہ ایک دم چونک کر ایک طرف ہوا تو اسی وقت امل اس طرف ہوئی تھی۔ وہ پھر سے مقابل آگئے تھے۔۔ ایک بار پھر وہ دوسری طرف ہوا تو امل بھی اس طرف ہوئی۔ سب کچھ غیر ارادی تھا اور اتنی تیزی سے ہو رہا تھا کہ وہ دونوں بوکھلا گئے تھے۔۔

پھر ولی نے جیسے گہرا سانس لے کر ہاتھ اٹھائے۔۔ امل کی گردن میں گلیٹی ابھر کر معدوم ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھ ہولے سے کانپ رہے تھے اور دل۔۔ دل تو لگتا تھا

ابھی باہر آگرے گا۔۔ ولی کے ملبوس سے اُٹھتی مہک نے گویا اس پوری شام کو معطر کر دیا تھا۔۔ وہ خمار آلود سی ہونے لگی تھی۔ وہ ایک طرف ہوا اور جھکی نظروں کو اس نے دوبارہ اُٹھانے کی گستاخی نہیں کی تھی۔۔

وہ تقریباً بھاگتی ہوئی زینوں کی طرف بڑھی تھی۔۔ بھاگنے سے اسکے سیاہ لمبے بال کمر پر جھول جھول سے جاتے تھے۔۔

اس نے دل پر ہاتھ رکھ کر گہرا سانس خارج کیا اور پھر پلٹ کر چھوٹی دیوار پر ہاتھ رکھتا جھکا۔۔ لمحوں میں سب کچھ اتھل پٹھل ہو گیا تھا۔

وہاں لفظ نہیں تھے۔۔

اس نے قریب سے اس کی آنکھیں دیکھنے کی غلطی کی تھی۔۔ چند پل لگے اور وہ پورے کا پورا تمس نہس ہو گیا۔۔ اسے کیا پتہ تھا کہ وہ اسے یوں بے بس کر جائے گی۔۔ کتنے ہی پل وہ اس اترتی مغرب میں چھت پر ہی کھڑا رہا۔۔ یوں لگتا تھا نیچے جائے گا۔ لوگوں کا

سامنے کرے گا تو وہ اس کے اندر مچی قیامت کو بھانپ لیں گے۔ ان لمحوں کو پکڑ لیں
گے جو اس نے ابھی گزارے تھے۔ زندگی میں پہلی مرتبہ۔۔

اس رات کھانے پر نہ امل آئی اور نہ ہی ولی۔۔

"اڈیں انہیں کیا ہوا ہے۔۔۔؟"

بی جان نے حیرت سے کہا تھا۔۔ اب انہیں کوئی کیا بتاتا کہ کیا کیا ہو گیا تھا۔۔ کیا کیا ہونا
باقی تھا۔۔

وہ اس پوری رات جاگتا رہا تھا۔۔ نیند اس کی پہلے بھی بہت کچھ تھی مگر اب تو جیسے
بالکل ہی نہ آنے کا تہیہ کیئے بیٹھی تھی۔۔ اس نے گہرا سانس لے کر جیسے اندر ہوتی
افرا تفری کو باہر نکالا تھا۔۔ مگر پھر یہ اس کی خام خیالی ہی تھی کہ وہ اسے بھلا دیگا۔۔

آج تک وہ اسے نہیں بھُلا سکا تھا۔۔ انیس سالہ ولی کی محبت نے اسے زندگی کے لگے
کئی سالوں تک جگانا تھا۔۔

اگلی صبح بھی وہ دونوں گویا ایک دوسرے سے چھپتے رہے تھے۔۔ اسے اس وقت نہیں
معلوم تھا کہ وہ اس کیوں چھپ رہا تھا مگر ہاں وہ اس کا سامنہ کرنے سے خوفزدہ ہو رہا
تھا۔۔ وہ اس کے سامنے جا کر کمزور نہیں پڑنا چاہتا تھا۔۔ اور شاید اہل بھی یہی سوچ رہی
تھی جبھی اس کے سامنے نہیں آئی تھی۔۔

اس کے انٹری ٹیسٹ میں ابھی کچھ دن تھے اسی لیے وہ یا تو سارا دن پڑھائی کر رہا ہوتا یا
پھر سردار بابا کے ساتھ ڈیرے پر ہوتا۔۔ اس شام خلافِ معمول زمانِ ڈیرے سے ذرا
جلدی واپس آگئے تھے اور ولی بھی ان کے ساتھ ہی تھا۔۔ شاید خراب موسم کی وجہ سے
انہوں نے جلدی آنے کا فیصلہ کیا تھا۔۔ آسمان گہرے سُرمئی بادلوں سے ڈھکا ہوا
تھا۔۔ تیز ٹھنڈی ہوا سے گرمی کا زور یکدم ٹوٹ سا گیا تھا۔ وہ ان کے ساتھ ہی گاڑی

سے اترتا اندر حویلی کی جانب بڑھا تو بوچھاڑ شروع ہو گئی۔۔ بارش یکایک تڑا تڑ برسنے لگی
تھی۔۔ بہت تیزی کے ساتھ۔۔ شدید گرج چمک کے ساتھ۔۔

"ولی جاؤ پیچھے گیرج سے ذرا میرا وہ بیگ تو لاؤ جو میں نے تمہیں دیا تھا کل۔۔"

ان کے اشارے پر وہ گیرج کی جانب بڑھا تھا۔۔ وہ حویلی کی چار دیواری میں بنا گیرج تھا
مگر حویلی کی پچھلی طرف بنا ہوا تھا جہاں آمد و رفت نہ ہونے کے برابر تھی۔۔ اس نے
جیسے ہی اندر قدم رکھا۔۔ کسی کی ہچکیوں سے وہ جیسے پل بھر کو برف ہوا تھا۔۔

اے دروازے کے پیچھے کھڑی کانپتی ہوئی بری طرح رو رہی تھی۔۔ وہ بجلی کی کڑک اور گرج کی وجہ سے ایک دفعہ بچپن میں بہت بُری طرح ٹرامائٹز ہوئی تھی ولی کو یاد تھا مگر اس ٹراما کا اثر اب تک ہوگا اس کا اندازہ ولی کو نہیں تھا۔۔

اس کی ہچکیوں کو سُنتا وہ یکدم دروازے کے پیچھے اس کے سامنے گیا تو وہ دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھکے لرز رہی تھی۔۔ ہر گرج کے ساتھ بری طرح گھبرا جاتی۔

"اے بی بی۔۔"

اس آواز پر اس نے جھٹکا کھا کر سر اٹھایا۔۔ گال اور آنکھیں رونے کے باعث گلابی پڑ رہے تھے اور آنکھیں۔۔ اف۔۔ ان میں اتنا پانی جمع تھا ولی کو لگا وہ بہہ جائے گا۔۔ وہ بے اختیار اس کے نزدیک آئی تھی۔۔

"مجھے۔۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے ولی مجھے یہاں سے لے کر جائیں۔۔"

اس نے اس کی نم آستین کو اپنی مسٹھی میں جکڑا تھا۔۔

"جی بی بی آپ ڈریں نہیں کچھ نہیں ہے بارش ابھی تھم جائے گی۔۔"

بمشکل اس سے نظریں ہٹا کر اس نے آہستگی سے کہا۔۔

"آپ اس وقت یہاں کیا کر رہی تھیں۔۔؟"

اس نے بات برائے بات کی۔۔ وہ حد درجہ خوف زدہ تھی۔۔ ہولے ہولے اس کا نازک

وجود کانپ رہا تھا۔۔

میں۔۔ مجھے بی جان نے۔۔ بھیجا تھا یہاں۔۔ ان کا کوئی۔۔ پ۔۔ پرانا سامان یہاں رکھا"
تھا۔۔ میں ڈ۔ ڈھونڈ رہی تھی مگر پھر ایک دم۔۔ سے بارش شروع ہو گئی۔۔ اور یہ
"اگر ج۔۔۔"

بادل یکدم زور سے گرے۔۔ لگتا تھا آسمان گر پڑے گا۔۔ امل کی بے ساختہ چیخ نکلی۔۔
اسکا بازو زور سے تھاما۔۔ اس نے گہرا سانس لے کر اسے دیکھا۔۔ وہ اس کا بازو پکڑے
تقریباً اس سے لگی کھڑی تھی مگر اس قربت میں بھی ایک خاص فاصلہ تھا۔۔

"کچھ نہیں ہے۔۔ ابھی دیکھیں بارش رُک جائے گی۔۔ چلوں آپ کو حویلی لے کر۔۔؟"

ایک دم اس نے قدم بڑھائے تو امل نے اسے بے ساختہ روکا۔۔ آنسوؤں کے نشان
اس کے رخساروں پر موجود تھے۔۔

ابھی۔۔ ابھی نہیں پلیز۔۔ بارش رک جائے پھر لے کر جائیے گا مجھے۔۔ ابھی با۔۔ بارش"
"بہت تیز ہو رہی ہے۔۔

ایک نظر باہر برستی تڑا تڑ بارش کو خوفزدہ نظروں سے دیکھا۔۔ پھر نسواری آنکھوں تک سفر
کیا۔۔ ولی ہلکا سا مسکرایا پھر اثبات میں سر ہلایا۔۔

"ہم انتظار کر لیتے ہیں۔۔"

کچھ وقت یونہی بہتی سانسوں میں کٹ گیا۔۔ اس نے خود کو نظر اٹھانے سے باز رکھا۔

بادل ایک دم سے گرجتے تو وہ اس کے بازو پر اپنی گرفت سخت کر دیتی۔۔

اس کی قمیص کی آستینیں کہنیوں تک مڑی تھیں کچھ نم بھی تھیں۔ مگر وہ پرواہ کیے بغیر اس کا بازو پکڑے رہی۔۔ ابھی وہ اسے نہیں چھوڑ سکتی تھی۔۔ ہرگز نہیں۔۔

بارش چند پل ہی میں ہلکی ہو گئی تھی۔ اس نے خوف سے کانپتی لڑکی کا ہاتھ نرمی سے ہٹایا۔۔ اور اپنی قمیص کی آستین نیچے کی۔۔ پھر آگے کاف اس کے ہاتھ میں دیا۔ تو اس نے خاموشی سے وہ تھام لیا۔۔ اس کا اعتماد بحال ہو رہا تھا البتہ خوف اب بھی اس کے آس پاس تھا۔ پھر وہ اسے لیئے حویلی کی جانب چلا آیا۔۔ بی جان کو دیکھتے ہی وہ ایک دم سے رونے لگی تھی۔۔ سب اس کے رونے سے گھبرا کر اس کی طرف بڑھے۔۔ ولی نے چپکے سے پیر اپنے کمرے کی جانب پھیرے اور منظر سے ہٹا گیا۔ لگے تین دن امل کو شدید بخار تھا۔۔ وہ بخار میں پھنک رہی تھی۔ اس کی اینٹری ٹیسٹ کی ڈیٹ سے ایک دن پہلے ہی وہ شہر چلا گیا۔۔ اور پھر جب وہ ٹیسٹ دے کر واپس آیا تو بہت خوش تھا۔۔ اس کا ٹیسٹ اچھا ہوا تھا۔۔ وہ بھی پڑھ لکھ کر کسی قابل ہو جائے گا تو اس گاؤں کو ہمیشہ کے لیے خیر آباد کہہ دیگا اور وہاں رہے گا جہاں اسے کوئی پہچانتا نہیں ہوگا۔۔۔ مگر شاید

اس کی خوشیوں کا نصیب بہت کم تھا۔۔ زندگی ایک بار پھر سیاہ سُرنگ کے پاس جا
کھڑی ہوئی تھی۔۔

وہ لاؤنج میں داخل ہوا تو عجیب سا سنٹاٹا تھا جو ہر سو قائم تھا۔ گو کے لاؤنج میں بی جان،
سردار بابا کے ساتھ دونوں تویلیوں کے لیکن بھی بیٹھے تھے اور غیر محسوس طریقے سے
اسے ہی دیکھ رہے تھے۔۔ ہاں البتہ اس سب میں حسین نہیں تھا۔۔

اس نے بادل نخواستہ سلام کیا اور پھر جیسے ہی کمرے کی جانب جانے کے لے مڑا تو
ہاشم کی آواز پر ٹھہر گیا۔۔

"تم پچھلی رات۔۔۔ کہاں تھے ولی۔۔۔؟"

اس نے کرنٹ کھا کر مڑتے ہوئے ہاشم کو دیکھا تھا۔۔ ہاں وہ بھی تو تھا اس لاؤنج
میں۔۔ اس نے کیسے نظر انداز کر دیا۔۔ مگر تب اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ ہاشم بھی
حسین کی اصلیت سے واقف ہے۔۔

"میں پوچھ رہا ہوں کہ تم پچھلی رات کہاں تھے۔۔؟"

وہ تھا بھی اس سے دس بارہ سال بڑا۔۔ اسی لیئے جب اس نے گرج کر پوچھا تو وہ سہم
سا گیا۔۔ اہل بھی زینوں سے اتر رہی تھی۔۔ ماحول کا تناؤ دیکھ کر رُک گئی۔۔ ہاتھ اب
بھی ریلنگ پر تھا۔۔

میں۔۔۔ میں پڑھائی کرنے گیا تھا اپنے دوست کے گھر۔۔ میں اصغر کے ساتھ تھا پچھلی " رات۔۔ آپ لوگ کیوں ایسے پوچھ رہے ہیں مجھ سے۔۔؟ کیا ہوا ہے سردار بابا۔۔؟ کیا "کوئی بات ہوئی ہے۔۔؟

وہ بے اختیار سا سردار بابا کو دیکھنے لگا مگر وہاں گرمی خاموشی تھی۔۔ اس کا دل بند ہونے لگا۔۔ بی جان بھی افسوس سے اسے دیکھ رہی تھیں۔۔

"کوئی مجھے بتائے گا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔۔۔؟"

اس نے اب کے زور سے کہا۔۔ کچھ انہونی تھی۔۔ کچھ ہو گیا تھا۔۔

"چلاؤ مت۔۔"

بختیار یکدم اسے جھڑکتا اٹھا تھا۔۔۔ وہ نا سمجھی سے سردار بابا کو دیکھنے لگا۔۔

تم پچھلی رات کہاں تھے ولی۔۔۔؟ کیونکہ کل رات کسی نے مولوی صاحب کی بیٹی کو "سقا کی کا نشانہ بنایا اور وہ نام۔۔۔" ان کی آنکھوں میں سُرخ اتری تھی۔۔

"وہ نام تمہارا لے رہی ہے۔۔۔"

کچھ تھا۔۔۔ کچھ تھا جو اس کے اندر چھنا کے سے ٹوٹ گیا تھا۔۔ شاید مان ٹوٹنے کی آواز تھی وہ۔۔ یا شاید کچھ اور۔۔۔ وہ کہنا چاہتا تھا۔۔ چیخ چیخ کر ان کو بتانا چاہتا تھا کہ اس نے ایسا کچھ نہیں کیا۔۔ وہ چاہیں تو اصغر سے پوچھ لیں۔۔ وہ کل اسکے کے پاس تھا۔۔ وہ انہیں بتانا چاہتا تھا۔۔ مگر اس کے لب پھڑپھڑا کر رہ گئے۔۔ آواز تک نہ نکلی۔۔ وہ پھر

سے اسی سُرنگ میں بے دم سا پڑا تھا۔۔ اور کوئی تھا جو اس کی جانب بڑھ رہا تھا۔۔
اسے مارنے کے لیے۔۔ کوئی تھا۔۔

وہ لڑکی اپنے منہ سے تمہارا نام لے رہی تھی۔۔ تمہیں نامزد کیا ہے اس نے اس جُرم کی "
پاداش میں۔۔! کوئی لڑکی اپنی عزت۔۔ اپنی عصمت کے بارے میں کبھی جھوٹ نہیں
"بول سکتی۔۔ کبھی بھی نہیں۔۔

ہاشم اس پر غرّار ہا تھا۔۔ مختیار نے آگے بڑھ کر اس کا گریبان جکڑا۔۔

کیوں آئے ہو تم ہماری زندگیوں میں۔۔! کیوں ہماری بنی بنائی عزتوں کو خاک کرنے "
پر تلے ہو۔۔؟ کیوں آخر ہماری زندگیاں کتوں والی کردی ہیں تم نے۔۔ بولو۔۔ وہ لڑکی

کیوں نام لے رہی ہے تمہارا۔۔ وہ کیوں کہہ رہی ہے کہ ولی نے اس کی عزت خراب کی
"ہے۔۔"

اس کے سُلگتے الفاظ نے جیسے اسے اندر تک جلا کر بھسم کر ڈالا تھا۔۔ عزت۔۔ عزت
! خراب کی وہ بھی ولی نے۔۔۔

کچھ لمحے لگے تھے اسے ان لفظوں کو سمجھنے میں۔۔

میں نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا ہے۔۔ جھوٹ بول رہی ہے وہ لڑکی بکو اس کر رہی "
ہے۔۔ میں کل اپنے دوست کے ساتھ تھا۔ اپنے ٹیسٹ کی تیاری کر رہا تھا اس کے گھر۔
آپ کو یقین نہیں آتا تو اس کے والد سے پوچھ لیں فون کر کے لیکن مجھ پر الزام مت
"لگائیں۔۔ میں بے گناہ ہوں۔۔"

اس نے بختیار کے ہاتھ اپنے گرمیابان سے جھٹک کر بہت درشتی سے کہا تھا اور اگلے ہی پل اسی درشتی کے ساتھ بختیار نے اسے زوردار چاٹا مارا تھا۔۔ اس کا چہرہ گھوم گیا۔۔ رخسار سُرخ پڑ گیا۔۔

سامنے صوفوں پر براجمان خواتین بہت لطف لیتے ہوئے یہ تماشہ دیکھ رہی تھیں۔۔ نگار بیگم نے تو بمشکل اپنی مسکراہٹ چھپائی تھی۔۔

کس چیز کی کمی ہونے دی میرے باپ نے تمہارے لیئے ہاں اور بدلے میں تم کیا دے " رہے ہو ہمیں۔۔ ذلت۔۔ رسوائی۔۔ یہ سارے زمانے میں تماشہ۔۔ مجھے تم سے کوئی امید بھی نہیں تھی کیونکہ گند سے اُٹھائے جانے والے صدا گند ہی میں رہتے ہیں۔ وہ "کبھی اُٹھ کر کسی جگہ نہیں بیٹھ سکتے۔۔ اور تم۔۔

اس کی آنکھوں میں اس کے لیئے بے پناہ نفرت تھی۔۔ ایسی حقارت تھی کہ ولی دنگ
رہ گیا تھا۔۔ اسے اپنا آپ۔۔ اپنا وجود ٹوٹتا ہوا محسوس ہوا۔۔

"تم تو ہو ہی حرام زادے۔۔"

چھن چھن۔۔ سب کچھ اس کے اندر ٹوٹ رہا تھا۔ رگوں میں خون کی جگہ ٹوٹے کلچ
گردش کرنے لگے تھے۔۔ اس کی آنکھ سے آنسو پھسلا۔۔

میں نے کچھ نہیں کیا ہے سردار بابا۔ خد کے لیئے میرا یقین کریں۔۔ مجھے یوں اس "
طرح بے نوا مت کریں سردار بابا۔ آپ مجھے جانتے ہیں، آپ میری حقیقت سے واقف
ہیں، میں نے کچھ نہیں کیا۔۔"

وہ ان کے قدموں میں بیٹھا رو رہا تھا۔۔ مگر وہ بے تاثر سا اس کا چہرہ دیکھے گئے۔۔ وہاں
افسوس تھا۔۔ گہرا ملال۔۔ جیسے ولی نے ان کی امیدوں پر پانی پھیر دیا ہو۔۔

"سردار بابا۔۔۔"

اس نے ان کا گھٹنا ہلایا۔۔ اس کی ہچکیاں پورے لاؤنج میں گونجنے لگی تھیں۔۔ اہل کی
آنکھ سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے۔ اسے اس پر بے طرح ترس آیا تھا۔۔

بی جان۔۔ بی جان۔۔ میری بات سنیں خدا کے لیے میری بات سنیں۔ آپ تو مجھے "
جانتی ہیں بی جان، میں کبھی ایسا نہیں کر سکتا، آپ کو سب معلوم ہے پھر خاموش
"کیوں بیٹھی ہیں آپ بولیں بی جان۔"

وہ ہذیانی انداز میں ان کا بھی گھٹنا ہلا رہا تھا۔۔ بی جان نے دکھ سے جیسے ہی اس کے
چہرے پر ہاتھ پھیرنا چاہا ہاشم نے اسے کھینچ کر کھڑا کیا۔۔ بی جان کا ہاتھ ہوا میں معلق
رہ گیا۔۔

"تم سے بات کرے گی اب تمھانے میں پولیس۔۔ چلو۔۔"

وہ اسے گھسیٹتا ہوا باہر کی جانب بڑھ رہا تھا اور وہ مسلسل چلا رہا تھا کہ اس نے ایسا
نہیں کیا۔۔ وہ ایسا نہیں کر سکتا۔۔ وہ کبھی ایسا نہیں کرے گا۔۔ وہ سردار بابا کو پکار رہا
تھا بی جان کو آوازیں دے رہا تھا اور بی جان دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر دروازے تک آئی
بھی تھیں۔۔ مگر وہ کچھ نہیں کر سکتی تھیں۔۔

وہ روتا رہا۔۔

میری بات سنیں خدا کے لیے میری بات سنیں۔۔ میں بے گناہ ہوں خدا کی قسم میں " بے گناہ ہوں۔۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔ بی جان میں نے کچھ نہیں کیا۔۔ میں بے گناہ "ہوں۔۔ میرا اس سب میں کوئی قصور نہیں ہے سردار بابا۔۔

وہ اسی تاریک کوٹھڑی میں دوبارہ پہنچ گیا تھا اور دروازہ زور زور سے بجا کر کہہ رہا تھا کہ اس کا کوئی قصور نہیں ہے۔۔ وہ اپنی مرضی سے پیدا نہیں ہوا۔۔ اس نے اپنے والدین سے نہیں کہا تھا کہ اسے پیدا کریں۔۔ پھر ہر دفعہ سزا اسے کیوں مل رہی تھی۔۔ ہر کوئی اسے کیوں مار رہا تھا۔۔؟ ہر کوئی اسے کیوں گالیاں دے رہا تھا۔۔ کوئی اس کی بات! کیوں نہیں سن رہا تھا آخر۔۔

پولیس کی گاڑی میں دھکیل کر اسکے منہ پر دروازہ بند کیا گیا تو اس کی آواز دب گئی مگر وہ اب بھی جالیوں سے لگا چلا رہا تھا۔۔ رورہا تھا۔۔

"میں بے گناہ ہوں بی جان۔۔ اللہ جانتا ہے میں بے گناہ ہوں۔۔"

اس کی آنسوؤں سے بھگی تھکی سی آواز پر بی جان کا دل کانپا۔۔ وہ تیزی سے زمان کی جانب مڑیں جو اسی طرح خاموشی سے اندر بیٹھے ہوئے تھے۔۔

خدا کے لیے اس بچے کی ایک دفعہ بات تو سن لیں آغا جان، آپ نے تو اسے اپنی صفائی میں کچھ کہنے کے لیے ایک دفعہ بھی مہلت نہیں دی۔۔ ایک لفظ نہیں سنا آپ نے "زمان۔۔ میں جانتی ہوں میرے ولی کو۔۔ وہ نہیں ہے ایسا۔۔ خدا کے لیے کچھ کریں۔۔"

ان کی دہائی پر نگار بیگم نے "ہنہ" سر جھٹک کر ان کے گرتے آنسوؤں کو دیکھا تھا۔۔

حرام حرام ہوتا ہے زمانی اور جو اسے حلال کرنا چاہیں وہ کبھی اپنی کوششوں میں " کامیاب نہیں ہوتے۔۔ تم جو بھی کر لو۔۔ وہ ایک گندے خون کی پیداوار تھا۔۔ اور "گندے خون کی پیداوار ہی رہے گا۔۔

نخوت سے کہہ کر چادر سر پر ڈالتیں وہ دروازے کی جانب بڑھیں تو ارجمند لڑکیاں اور حسن بھی انہیں کے ساتھ پیچھے ہو لے تھے۔۔ زمان نے ضبط سے گہرا سانس لیا اور پھر جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔۔ زینوں پر وہ کھڑی تھی۔۔ منجمد ہوئی۔۔

"کیا قصور تھا اس کا بابا۔۔؟"

جب بولی تو آواز زخمی تھی اور آنکھیں دہک رہی تھیں۔۔ غم سے۔۔ غصے سے۔۔

یہی ناں کہ وہ اس دنیا میں اپنی مرضی سے نہیں آیا۔۔ یہی ناں کہ اس کے نام کے " ساتھ اس کے باپ کا نام نہیں لگا کرتا۔ یہی ناں کہ وہ۔۔ " اس کی آواز کانپی تھی۔۔ ریلنگ پر جما ہاتھ پسینے میں نہا گیا تھا۔۔ "کہ وہ ناجائز ہے۔۔ لیکن کہاں ہے اس کا قصور بابا۔۔؟ کہاں ہے اس کی غلطی۔۔؟ کہاں گناہ گار ہے بابا وہ۔۔۔؟ مجھے تو اس کی کوئی کوتاہی۔۔ کوئی گستاخی نظر نہیں آتی۔۔ میں تو آپ سے عمر اور تجربے میں بہت پیچھے ہوں پھر جو میں دیکھ رہی ہوں آپ کو کیوں نظر نہیں آ رہا۔۔؟ آپ کیسے آنکھیں بند "اکر سکتے ہیں؟ کیسے کوئی اتنا اندھا ہو سکتا ہے۔۔۔

کرب سے بولتے بولتے اس کی آواز پھٹنے لگی تھی۔۔

"اے۔۔ یہ تم کس لہجے میں بات کر رہی ہو بابا سے۔۔"

بختیار نے اسے جھڑکا تھا۔۔ مگر اسے دیکھ کر وہ تلخی سے مسکرائی تھی۔۔

اور بھاجی آپ۔۔ آپ تو بات ہی نہ کریں۔۔ آپ نے تو ساری عمر اس سے نفرت "
"میں گزاری ہے۔ ساری زندگی اس کو اس گناہ کی سزا دی ہے آپ سب نے۔۔

اس نے حویلی کے لڑکوں کی جانب حقارت سے اشارہ کیا۔۔

اس گناہ کی سزا بھاجی جو اس نے کیا ہی نہیں تھا۔ جو غلطی اس نے کی ہی نہیں تھی "
اس کی سزا کاٹ رہا ہے وہ اب تک۔ اور آپ سب۔۔ آپ سب گناہگار ہیں اس کے۔
اسے جب اس بڑے دن میں آپ کو اٹھائے گا ناں بھاجی۔ تو آپ کے پاس کوئی جواب
نہیں ہوگا۔۔ آپ سب کی گردنیں جھکی ہونگی اور چہرے۔۔ چہرے سیاہ پڑ رہے
"ہونگے۔۔"

بس بہت ہو گیا۔۔ کیا بکو اس لگا رکھی ہے تم نے ہاں۔۔ وہ گناہ گار ہے اور اس لڑکی " کی عصمت دری کی ہے اس نے۔۔ اس لڑکی نے خود اقرار کیا ہے اس بات کا۔۔ تم "ایسے۔۔۔

بس کریں اور اللہ کے عذاب سے ڈریں بھاجی۔۔ کون کتنا سچ بول رہا ہے اور کون کتنا " اچھا جھوٹ میرے خیال سے یہ میں آپ کو نہ ہی بتاؤں تو بہتر ہوگا۔ اور وہ لڑکی۔۔ میں بھی دیکھتی ہوں کہ اس کا یہ ڈھکوسلہ کب تک چلتا ہے۔۔ میں بھی دیکھونگی کہ وہ کس حد تک جاسکتی ہے۔۔ اور آپ سب۔۔ آپ سب بھی کان کھول کر سن لیں کہ کسی کی زندگی کو عذاب بنانے والے کبھی سکھ کی زندگی نہیں گزار سکتے۔۔ اعمال ہوتے ہیں اور ان کے نتائج پلٹ کر آتے ہیں۔ آپ سب انتظار کریں۔۔ اپنے کیئے کو کٹنے کا کیونکہ اس دنیا کا بادشاہ بہت بڑا منصف ہے۔۔ وہ اپنی زمین پر ظلم ایک حد تک برداشت کرتا

ہے بھاجی اور جب وہ غصے میں آتا ہے ناں۔ تو مضبوط گھروں والی قوموں کی زمین تک
"الٹ دیتا ہے۔۔ کچھ نہیں بچتا۔ کوئی نہیں بچتا۔۔"

اور جو وہ کر رہا ہے اس پر تمہارا اللہ کچھ نہیں کرے گا۔۔؟ سارا عذاب ہمارے لیے رہے
"اگیا ہے کیا۔۔؟"

باہر سے آتے ہاشم نے اس کی بات ہر استغناء سر جھٹکا تھا۔۔

اہل نے نفرت سے اس کے وجود کو دیکھا۔۔

ہاں۔۔ میرے اللہ کا عذاب آپ ہی لوگوں کے لیے ہے۔۔ آپ ہی جیسوں کے لیے
ہے ہاشم بھائی۔۔ اور مجھے یہ کہتے ہوئے کوئی خوف نہیں کہ آپ سب ایک ہی جیسے

ہیں۔ اس ساری سازشوں کی ڈوریں آپ ہی لوگ سنبھال رہے ہیں۔۔ تو خریدیں۔۔
"ساری دنیا خرید لیں۔۔ لیکن

وہ مسکرائی تھی۔۔ ایسی مسکراہٹ جس سے ہاشم کا چہرہ سُرخ ہوا تھا۔ زمان اب تک
اسے یک ٹک دیکھ رہے تھے۔۔ ایک دم انہیں احساس ہوا کہ ان سے واقعی زیادتی ہو گئی
ہے۔۔

"وہ چال چلتے ہیں اور اللہ چال چلتا ہے۔۔ اور اللہ بہترین چال چلنے والا ہے۔۔"

لفظوں کا کوئی زوردار طمانچہ تھا جو ہاشم کے منہ پر مارا تھا اس نے۔۔

پھر نفرت اور افسوس سے اس نے ہاتھ کی پشت سے آنسو رگڑے اور روتی ہوئی اوپر
بھاگ گئی۔۔ سارا لاؤنج سٹاؤں میں ڈوب گیا تھا۔۔ لوگ کہتے تھے طوفان آنے سے قبل

کی خاموشی بھیانک ہوا کرتی ہے۔۔ لیکن کیا کبھی تم نے طوفان گزر جانے کے بعد کا
! سنا سنا ہے۔۔؟ وہ بھی اتنا ہی ہولناک ہوتا ہے۔۔

اس نے چونک کر اپنے آس پاس دیکھا۔۔ وہاں نہ وہ رُسوائی تھی اور نہ وہ حقیر نظریں۔۔
سب کچھ ویسا ہی تھا پُر سکون۔۔ خاموش۔۔

وہ سر جھٹک کر بستر سے اٹھا تو سر میں درد کی ٹیس سی ابھری۔۔ پوری رات کی بے
خوابی اور پچھلی باتوں کے ڈپریشن نے جیسے اسے پھر سے تھکا دیا تھا۔۔ گہرا سانس لے
کر وہ کمرے سے نکلا اور کچن کی سمت بڑھا۔۔ فجر کو گزرے وقت بیت چکا تھا اور کچن
سے اٹھا پٹخ کی آوازیں بدستور آرہی تھیں۔۔ ملازم جاگ گئے تھے اور بی جان ان کے سر پر
کھڑیں ہدایات دے رہی تھیں۔۔ مہمان آنے والے تھے اور اب تیاریاں عروج پر
تھیں۔۔ وہ کھنکھار کر سلام کرتا اندر داخل ہوا۔۔ بی جان بے ساختہ مڑی تھیں۔۔

"بی جان چائے کا کہنا تھا مجھے۔۔"

"اور ناشتہ۔۔ ناشتہ نہیں کرو گے۔۔۔؟"

بی جان جو انڈا پھینٹ رہی تھیں ہاتھ روک کر اسے دیکھا۔۔ وہ پہلے سے مضطرب اور تھکا ہوا لگ رہا تھا۔۔

"نہیں بس چائے لونگا۔۔ اگر طلب ہوئی تو ڈیرے پر کر لونگا ناشتہ۔۔"

اس نے کہا اور پلٹنے لگا تھا کہ وہ سامنے سے آئی۔۔ سفید دوپٹے کی تھیں اس کے چہرے کے گرد اب تک بندھی ہوئی تھیں۔۔ شاید وہ نماز پڑھ کر آئی تھی۔۔ اس کا پرسکون خوبصورت چہرہ اس سے اتنا پاکیزہ لگا کہ ولی کو اپنی نظریں ہٹانا یاد ہی نہیں رہا۔۔ ان

نظروں میں بکھرے خوابوں کا پانی تھا۔۔ اس کی پتلیاں گلابی تھیں اور وجود اتنا ویران کہ
اہل بھی ٹھٹک سی گئی۔۔ ہولے سے اسے دیکھ کر مسکرائی مگر وہ کوئی بھی تاثر دینے بنا
آگے بڑھ گیا۔۔ اس نے حیرت سے چہرہ پھیر کر اسے دیکھا تھا۔۔

"رات تک تو ٹھیک تھے محترم۔۔۔ اب کیا۔۔"

الجھتی ہوئی وہ دوپٹہ کھولتی کچن میں چلی آئی تھی۔۔

"بی جان۔۔ یہ ولی کو کیا ہوا ہے۔؟"

اس نے شانوں پر دوپٹہ پھیلاتے پوچھا تو بی جان نے لا علمی کا اظہار کیا۔۔ البتہ ایک نظر پلٹ کر انہوں نے کچن کے دروازے سے نظر آتی راہداری پر ضرور ڈالی تھی۔۔ وہ خود انہیں بھی ٹھیک نہیں لگا تھا۔۔

شاہر لے کر اس پر چھائی کلفت کچھ حد تک چھٹ گئی تھی اور وہ تازہ دم نکھرا نکھرا سا کمرے کا دروازہ بند کرتا باہر نکلا تھا۔۔ موبائل۔۔ چابیاں۔۔ سن گلاس۔۔ وہ جانے کے لیے تیار لگ رہا تھا۔۔ حویلی میں ہوتی چہل پہل کو نظر انداز کرتا وہ باہر سبزہ زار کی جانب بڑھا اور پھر کار میں بیٹھ کر ڈیرے کی جانب روانہ ہو گیا۔۔ اہل کچن کی کھڑکی سے جھانک کر اسے سوچتی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔۔

بی جان۔۔ ولی آپ کو پہلے جیسا نہیں لگ رہا، جیسے ہسپتال سے آنے کے بعد تھا یا پھر "اس جیل والے حادثے کے بعد۔۔ وہ عجیب لگ رہا ہے مجھے۔ عجیب سا خاموش۔۔

اس نے رُخ موڑ کر بی جان کو دیکھا تو انہوں نے آزدگی سے سر جھٹکا۔۔

لگ تو مجھے بھی رہا ہے مگر کیا کروں۔۔؟ اس سے پوچھنا بیکار ہے۔ اتنے سالوں کی تنہا" مشقت نے اسے اتنا سخت بنادیا ہے کہ نہ تو کچھ اس کی ذات سے باہر نکلتا ہے اور نہ کچھ اندر جاتا ہے۔۔ پوچھو تو بات اتنی صفائی سے گھما دیتا ہے کہ حد نہیں۔ پتہ نہیں اس نے یہ سب کہاں سے سیکھ لیا ہے۔۔؟ میرا ولی تو اتنا سنگدل نہیں تھا۔۔

وہ بہت دُکھی دل سے بولتی جارہی تھیں۔۔ اور اہل اب تک بے مقصد لان کی روش کو تکے جارہی تھی جہاں پر وہ اپنے قدموں کے نشان ثبت کرتا جاچکا تھا۔۔

بی جان ہم لوگوں کے ماضی کو بھول کیوں نہیں جاتے۔۔؟ ہم ہمیشہ اتنے تکلیف دہ" لمحات کو یاد کیوں رکھتے ہیں۔۔۔؟ ہم اتنی خیرات کرتے ہیں اتنے لوگوں کو اللہ کے خوف

سے ڈراتے ہیں لیکن۔۔ لیکن ہم خود کیوں اس سے نہیں ڈرتے۔۔؟ ہم ساری دنیا کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں مگر ہم خود کو کیوں بھول جاتے ہیں۔۔؟ انسان اتنا ظالم کیوں ہے "بی جان۔۔؟"

وہ اب تک لان میں کھلتی کھڑکی سے باہر دیکھتی بہت مدہم آواز میں بول رہی تھی۔۔ جیسے۔۔ خود سے بات کر رہی ہو۔۔

کیونکہ ہم خود بہت گناہ گار ہوتے ہیں۔ ہم خود اپنے وجود کی تاریکیوں سے اتنے خوفزدہ "ہوتے ہیں کہ کوئی اگر ہمیں خود سے زیادہ اُجلا نظر آجائے تو ہم اس کی پاکیزگی کو برداشت کر ہی نہیں سکتے۔۔ ہم زیادہ سے زیادہ لوگوں کی بد اعمالیوں میں اسی لیے دلچسپی رکھتے ہیں اہل کیونکہ ہمیں ڈر ہوتا ہے کہ اگر کسی وقت ہمارے بد اعمال دنیا کے سامنے آئیں تو ہم آگے والوں پر بھی انگلیاں تان کر کہہ سکیں کہ تم بھی کوئی کم نہیں

ہو۔۔ تم بھی ہمارے ہی جیسے ہو۔۔ اگر ہم فرشتے نہیں تو فرشتے تم بھی نہیں ہو۔ یہ تو
اللہ ہوتا ہے بچے جو انسان کی بد اعمالیاں بھلا دیتا ہے اور یہ لوگ ہی ہوتے ہیں جو
"انسانوں کی بد اعمالیوں کو صدا زندہ رکھتے ہیں۔۔ انسان کبھی نہیں بدلتے۔۔ کبھی نہیں۔۔"

بی جان بہت زخمی دل سے گہرا سانس لے کر بولی تھیں۔۔ اس کی آنکھوں میں نمی
چمکنے لگی۔ اس کی سرخ آنکھوں کو دیکھ کر دل نہ جانے کیوں بہت بری طرح دکھ جاتا
تھا۔

وہ کیوں کسی سے بات نہیں کرتا بی جان۔؟ کیوں لوگوں کو اپنے دکھ دکھا کر ہمدردیاں "
نہیں سمیٹتا۔۔؟ کیوں اتنا سب کچھ اپنی ذات کے اندر رکھتا ہے وہ۔۔؟

وہ ان کی جانب گھومی تھی۔۔

پتہ ہے میں نے کبھی اسے روتے ہوئے نہیں دیکھا۔ تب بھی نہیں جب میں چھوٹی" تھی۔ کوئی کیسے اتنا برداشت کر سکتا ہے بی جان۔۔؟ آخر کیوں وہ بولتا نہیں۔۔۔؟ کہتا نہیں کسی سے کچھ۔۔ لوگ اسے اتنا اتنا سنا کر چلے جاتے ہیں اور وہ ایک دفعہ بھی پلٹ "کر انہیں یہ تک نہیں کہتا کہ وہ بے قصور ہے۔۔ کیوں کرتا ہے وہ ایسے۔۔؟

اسکا گلا بولتے بولتے زندہ لگا تھا۔۔ بی جان نے اس کے صبح چہرے پر ہاتھ پھیرا اور مسکرائیں۔۔

وہ ولی ہے اہل۔۔ اس نے خود کو اذیت دینے کا عہد کر رکھا ہے۔ میں اسے کتنا بھی "سمجھا لوں وہ کبھی بھی خود کے ساتھ نرمی نہیں برتے گا۔۔ کبھی بھی وہ خود کو آسانی

نہیں دے گا کیونکہ وہ۔۔ وہ خود سے نفرت کرتا ہے۔۔ اور میں اس نفرت کو اس کے
"اندر سے چاہ کر بھی نہیں نکال پائی۔۔"

انہوں نے تمہکا سا سانس لے کر اسکا چہرہ تھپتھپایا پھر مڑ کر نوراں اور شکیلا کو مہمانوں۔
کی آمد اور مزید چند ایک کاموں کی ہدایات دینے لگیں۔۔ وہ بھی بددلی سے کچن سے باہر کی
جانب بڑھی۔۔

"ناشتہ کر رہی ہو امل۔۔؟"

بی جان نے رُک کر پوچھا تھا۔۔

اسے اس حالت میں دیکھ کر اس کا دل ہر شے سے اُچاٹ ہونے لگا تھا اور بھوک تو بالکل ہی مر گئی تھی۔۔ پھر بھی اس نے ہامی بھر لی۔۔

"جی بی جان بنادیں۔۔ میں بابا کو بلانے جا رہی ہوں۔"

کہہ کر وہ سیدھا زمان کے کمرے میں چلی آئی۔۔ وہ حسبِ عادت اپنی راکنگ چیئر پر جھولتے کسی کتاب کے مطالعے میں گم تھے۔ وہ انہیں مسکرا کر دیکھتی دروازہ بند کر کے ان کے سامنے پنچوں کے بل آ بیٹھی۔۔ انہوں نے چونک کر کتاب چہرے سے ہٹائی تھی۔۔ پھر اسے دیکھ کر نرمی سے مسکرائے۔۔

"اتنی صبح صبح باپ کی یاد کیسے آگئی جناب کو۔۔؟"

انہوں نے کتاب بند کر کے سائیڈ ٹیبل پر رکھی اور پھر اس کی جانب گھومے۔۔

یاد تو ان کی آتی ہے بابا جان جو دُور ہوں۔ جو ہر پل نگاہوں کے سامنے ہوں انہیں یاد"

"نہیں کیا جانا انہیں تو بس محبت دی جاتی ہے۔۔

وہ بھی انہی کی بیٹی تھی۔۔ نرمی سے جملے ادا کرتی ہوئی اس خنک سی دُھوپ میں وہ

دک رہی تھی۔۔

لیکن میں نے تو ان لوگوں کو بھی یاد کیا ہے جو ہر پل میری نگاہوں کے سامنے رہے"

"ہوں۔۔

وہ اسی طرح نرمی سے مسکرا رہے تھے اور اہل۔۔ وہ ایک پل کو ٹھہر گئی تھی۔۔

"کیا مطلب۔۔؟"

مطلب یہ کہ کچھ لوگ آپ سے ظاہری طور پر قریب ہوتے ہوئے بھی ایک خاص "فاصلے پر ہوتے ہیں جس کی وجہ سے آپ ان کی روح تک نہیں پہنچ پاتے اور جواباً۔۔

انہوں نے سانس لیا۔۔

آپ انہیں یاد کرنے لگ جاتے ہو بھلے وہ چوبیس گھنٹے آپ کی نظروں کے سامنے "رہیں۔۔ محبت جسمانی قربت کا نہیں روحانی قربت کا احساس ہے۔ اللہ ہم سے بہت بلند، بہت دور ہے۔۔ ہمارے جسموں سے کہیں فاصلے پر مگر پھر کچھ لوگ اس کے قریب کیسے ہو جاتے ہیں۔۔۔؟" وہ سوال کر رہے تھے۔

"کیونکہ وہ ظاہری نہیں باطنی طور پر اس سے جڑ جاتے ہیں۔۔"

اس نے میکانیکی انداز میں جواب دیا تھا۔۔ روشن سی صبح میں اس کا بوجھل دل دھلنے لگا۔۔ ہر قسم کی مایوسی سے پاک ہونے لگا۔۔

بالکل۔۔ اور باطنی روابط انسان کے ظاہری اعمال پر اثر انداز ہوتے ہیں تبھی تو وہ اس "کی رضا کے سارے کام بجالاتا ہے۔"

اس پر سے دھند چھٹ گئی تھی۔۔

پھر تو لوگ ہماری محبت کو جج بھی نہیں کر سکتے کیونکہ وہ تو ہمارے باطن سے واقف "
"ہی نہیں ہوتے۔۔"

اس نے شہد رنگ سوالیہ آنکھیں زمان پر جمائیں تو انہوں نے آگے بڑھ کر اس کے سر
پر ہاتھ رکھا۔۔ وہ یونہی بچوں کی طرح خوش ہوئی تھی۔۔

لوگ ہمیں اسی لیے تو جج کرتے ہیں میری جان کہ وہ ہمارے اندر کو نہیں جانتے "
"ہوتے۔"

اس کی مسکراہٹ یکدم غائب ہوئی۔۔

آپ محبت کر کے دیکھو۔ انسانوں سے کرو یا اللہ سے۔ لوگ آئنگے آپ کو جج کرینگے۔۔ اچھے "

بُرے ریمارکس۔ دینگے اور آگے نکل جائینگے۔ اپنی محبت کے لیئے اسٹینڈ لینا ہوتا ہے بچے۔۔

ہر حال میں۔۔ چاہے پھر محبت اللہ سے ہو یا انسان سے یہ آپ کی آزمائش کیئے بغیر

"نہیں ٹلتی۔۔"

اس کے دل کو عجیب سا احساس گھیر نے لگا تھا۔ گھبراہٹ کا۔۔ خوف کا۔۔

آپ بھی ناں بابا۔۔ ان کتابوں نے بگاڑ رکھا ہے آپ کو۔ ایسی ایسی باتیں کر کے مجھے ڈرا

"رہے ہیں آپ۔۔"

اس نے خفگی سے تپائی پر دھری کتاب کو دیکھا اور پھر مسکراتے ہوئے زمان کو۔۔

وہ ذرا آگے کو ہوئے۔۔

"اور جو محبت آپ کو خوفزدہ نہ کرے وہ بھی بھلا کوئی محبت ہوئی۔"

وہ یکدم اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔۔ اسے واقعتاً ڈر لگ رہا تھا۔۔

بابا۔۔ آپ ڈر رہے ہیں مجھے۔۔ "خفا خفا سا کہا۔"

جو چیزیں قیمتی ہوں نا امل۔ ان کے ساتھ ہمیشہ خوف کا احساس نتھی رہتا ہے۔
کیونکہ ہم اس چیز کو کھونے سے ڈرتے ہیں۔ محبت بھی ایسی ہی ہوتی ہے۔ یہ ہمیں
اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہوتی ہے اسی لیے تو ہمیں ہر پل اس سے خوف آتا ہے۔

ہم اعتراف کرنے سے ڈرتے ہیں۔۔ مسکرانے سے ڈرتے ہیں۔۔ لوگوں پر اپنے دل کا
"حال اشکار ہو جانے سے ڈرتے ہیں مگر بچے۔۔"

ان کی نرم آنکھوں میں بلا کی خوبصورتی تھی۔۔

یہ انہی پر وارد ہوتی ہے جو ڈرتے ہوں۔۔ یہ اُن کا سارا ڈر خوف نکال باہر کرتی ہے اور "
انسان کو اتنا بہادر اور نڈر بنادیتی ہے کہ پھر چاہے آپ کے خلاف ساری دنیا اکھٹی
ہو جائے۔ آپ ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انہیں للکارتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی
معبود نہیں۔۔ بھلے ہی سارا مکہ آپ کے خلاف ہو جائے مگر پھر آپ کسی سے نہیں
ڈرتے۔۔ نہ تین سو ساٹھ بتوں سے اور نہ اہل قرابت سے۔۔ یہ اسکا انعام سمجھو یا پھر
"اپنے صبر کا پھل۔۔ دونوں صورتوں میں درد برداشت کرنا یقینی سی بات ہے۔۔"

انہوں نے اپنی بات ختم کی تو وہ مسکراتی ہوئی پھر سے ان کے سامنے بیٹھی۔۔

آپ بہت اچھے ہیں بابا۔۔ اچھی باتیں کرتے ہیں لیکن اگر ابھی بی جان اوپر آگئیں ناں"

تو ہم دونوں کی خیر نہیں ہے۔ انہوں نے مجھے ناشتے کا کہا تھا اور میں نے کہا کہ میں آپ

"کو بلانے جا رہی ہوں۔ اب گر ہم نیچے نہ گئے ناں تو بی جان اوپر آجائنگی۔۔

کہتے کے ساتھ ہی وہ یکدم ہنس دی تھی

ناشتے کے فوراً بعد مہمانوں کی آمد و رفت شروع ہو چکی تھی اور حویلی میں خاصی رونق کا

احساس ہر سو پھیلا تھا۔ ایک طرف کچن میں پکتے نت نئے پکوانوں کی بھینی بھینی سی

مہک تھی تو دوسری جانب شہر سے لائے گئے کپڑوں کو درزی لاؤنج میں پھیلائے ایک

ایک جوڑے کی تفصیل سے بی جان کو آگاہ کر رہا تھا۔ اوپر کی جانب نگاہ گھمائی جائے تو وہاں پر بہت سے افراد سیڑھیاں لگائے حویلی کو قہقہوں سے سجا رہے تھے۔ دور سے دیکھنے پر بلاشبہ وہ شادی کا ہی گھر لگتا تھا۔۔۔ آج بختیار اور نثار کو رسم کے لیے بٹھایا جانا تھا جس میں دونوں کی ساس یعنی نگار بیگم رسم کرتیں اور پھر بہت سے پیسے ان پر سے وار کر صدقہ کر دیتیں۔۔۔ ایسی ایک رسم لڑکی والوں کے گھر بھی ہونی تھی جس میں اہل اور بی جان نے جاکر رسم کرنی تھی مگر وہ رسم، رسمِ حنا سے ایک دن پہلے تھی سو ابھی وہ اس فکر سے آزاد تھے۔۔۔

دوسری جانب آغا جان ڈیرے پر ولی کو کہہ رہے تھے کہ وہ آج کام شام سے پہلے پہلے نپٹائے اور مغرب سے پہلے حویلی پہنچے کیونکہ وہاں پر آج رسم تھی اور آغا جان کے بقول اس کا وہاں ہونا ضروری تھا۔ اس نے کوفت سے سر جھٹکا تھا۔۔۔

بھلا اس کا کیا کام تھا وہاں۔۔۔ خواہ مخواہ لوگ باتیں بناتے اور پھر سے بدمزگی پھیل جاتی مگر وہ اسے جلدی آنے کا حکم دے کر مطمئن سے پلٹ گئے تھے۔۔۔

اس نے بیزار ہوتے ہوئے موبائل سلمے ٹیبل پر ڈالا اور پھر اُٹھ کر باہر سبزہ زار پر چلا آیا۔۔ باہر بہت ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ اس نے مضبوط بازو خود کے گرد لپیٹے۔ اسی وقت دور سے شاہ نواز اسے اپنی جانب آتا نظر آیا تھا۔۔

"بی جان کا پیغام ہے آپ کے لیئے سر۔۔"

"ہاں کہو۔۔"

وہ اب بھی دور نظریں جمائے ہوئے تھا۔

"وہ کہہ رہی تھیں کہ آپ آج اُن کے لائے ہوئے کُرتوں میں سے کوئی ایک پہنیں۔۔"

شاہ نواز نے چہرے پر ادھتی مسکراہٹ سمیٹی تھی۔

"اویار۔۔۔"

اس نے بالوں میں ہاتھ چلایا۔۔

"کوئی ایسا کام نہیں ہے ہمارے پاس جس کے باعث میں گھر نہ جاسکوں۔۔؟"

شاہ نواز نے مزے سے گردن دائیں سے بائیں ہلای تو وہ تپ گیا۔۔

"تم میرے ملازم ہو یا سردار بابا کے۔۔؟"

"دونوں کا ہوں سر جی۔۔"

اف۔۔ ولی نے اسے غصے سے دیکھا تھا۔۔

"یہ اپنی سیاسی جوابداریاں اپنے پاس رکھو۔ شاہ سے زیادہ شاہ کے وفادار نہ بنو۔۔"

خفگی سے کہہ کر اس نے رُخ دوبارہ سے پھیر لیا تھا۔۔

"آپ کیوں بھاگنا چاہتے ہیں سر۔۔؟"

اس نے آنکھیں بند کر کے گہرا سانس لیا تھا۔۔

"میں سامنہ نہیں کرنا چاہتا کسی کا بھی نواز۔۔ دل اُچاٹ ہو گیا ہے میرا ہر شے سے۔۔"

"سردار بابا کا حکم ہے آپ نہیں ٹال سکتے۔۔"

یہی تو مسئلہ ہے۔۔ ان کی کوئی بات نہیں ٹال سکتا میں۔۔ خیر۔۔ تمہارا بھائی کیسا"

"ہے اب۔۔؟ جاب پر جا رہا ہے۔۔؟"

اس نے سرسری سا پوچھا تو نواز نے سر اثبات میں ہلایا۔۔

آپ کی مہربانیاں ہیں سر۔۔ اگر آپ نے اسے نہ سمجھایا ہوتا تو ابھی وہ اس مقام پر "نہیں ہوتا۔۔"

نواز اسے اپنے بھائی کے بارے میں بتا رہا تھا۔۔ وہ اس کے گھر والوں کے متعلق چند ایک مختصر سے سوال کر کے دوبارہ سے اپنے آفس چلا آیا۔ ایک دو کام نپٹائے اور پھر آفس سے اُٹھ گیا۔۔ حویلی جانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا سو گاڑی اصغر کے گھر کی جانب موڑ لی۔ قریباً پندرہ منٹ میں وہ اس کے اوپن کچن کے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھا اس کو چائے بناتے دیکھ رہا تھا۔۔

"کیا مسئلہ ہو گیا ہے پھر سے تمہیں۔۔۔؟"

حسبِ عادت وہ اس سے چڑا ہوا تھا مگر ولی پرواہ کیئے بغیر بیٹھا رہا۔۔

"میں تھک گیا ہوں اصغر۔۔"

بہت دیر بعد اُبلتی چائے کو دیکھ کر اس نے آہستہ سے کہا تو وہ گہرا سانس لیتا اس کی جانب گھوما۔۔

چھوڑ دو اس حویلی کو۔۔ یہاں آجاؤ میرے ساتھ شہر میں۔۔ میرے بابا نے تو پہلے بھی "آفر کیا ہے تمہیں پلائنگ کا کام پھر بھی تم نہیں ملتے۔۔ آخر وجہ کیا ہے وہاں رہنے کی۔۔؟"

وہ بہت سنجیدگی سے اس کے پشمرہ چہرے کو دیکھتا کہہ رہا تھا۔۔۔ ولی نفی میں سر ہلاتا
سیدھا ہوا۔۔۔

میں سردار بابا کو ایسے نہیں چھوڑ سکتا اصغر۔ اپنی ساری جوانی انہوں نے مجھ پر صرف "
کی ہے اور اب جب میرا وقت آیا ہے تو میں پیٹ دکھا کر وہاں سے نہیں بھاگ سکتا۔۔۔
"میں نہیں کر سکتا ایسے۔۔۔

مگر یہ تو تمہارے سردار بابا بھی نہیں چاہیں گے ولی کہ تم تکلیف میں رہو۔ تم ایک "
"دفعہ ان سے بات تو کر کے دیکھو اس بارے میں۔

چائے کپوں میں انڈیلتا وہ فکر مندی سے کہہ رہا تھا۔۔۔

"میری ہمت نہیں ہوتی ان سے یہ سب کہنے کی۔ میں خود غرض نہیں بن سکتا۔"

اب کے اصغر بھی اس کے ساتھ والی کرسی پر آبیٹھا تھا اور اپنا کپ سلیب پر رکھ کر اس کا کپ اس کے سامنے رکھ رہا تھا۔

ولی۔۔ یہ خود غرضی نہیں ہے۔ غیر جانبداری سے سوچو تو تمہیں اندازہ ہوگا کہ تمہارا" وہاں سے نکل جانا ہی تمہاری ذہنی اور جسمانی صحت کے لیے ناگزیر ہے۔ خود پر رحم کرو "اور نکل آؤ وہاں سے۔۔"

وہ اپنی بھاپ اڑاتی چائے کو دیکھتا رہا۔۔

میں اس حویلی سے نکل بھی آؤں پھر بھی اپنا ماضی تو نہیں بدل سکتا میں۔ جہاں بھی " رہونگا اسی شناخت کے ساتھ رہونگا۔۔ ایسے میں کوئی خاص فرق نہیں پڑے گا وہاں سے نکل کر یا کہیں اور جا کر۔۔

"جانتے ہو۔۔ تمہیں دیکھ کر ایک بہت مشہور کردار کا خیال آتا ہے مجھے۔۔"

اس نے اداسی سے مسکرا کر اسے دیکھا مگر ولی نہیں مسکرایا۔۔ انہی خالی خالی نظروں سے اسے دیکھے گیا۔۔ کوئی اور وقت ہوتا تو وہ اسے اس کے ڈراموں کی بکواس پر ٹوک دیتا مگر وہ خود ابھی اتنا ڈسٹرب تھا کہ بلاچوں چراں اسے سننے لگا۔

وہ کورین قوم کا ایک تاریخی دور تھا۔ جس میں مختلف سلطنتیں سینکڑوں علاقوں میں " قائم تھیں۔ جیسے ہماری تاریخ گزری ہے یا جیسے مختلف اقوام کے تاریخی ادوار میں ہوتا رہا

ہے۔ کہ ایک علاقے پر حملہ کر کے اسکو فتح کیا جاتا تھا اور پھر اس پر آپ کی حکومت
(goryeo) ہو جاتی تھی۔۔ اسی طرح وہ وقت بھی تھا۔۔ اس وقت گوریو خاندان
کی حکومت تھی۔۔ خیر۔۔ اس وقت کے حالات کچھ یوں تھے کہ آس پاس (dynasty)
کے علاقوں کی اقوام سے آپ کو بنا کر رکھنی پڑتی تھی۔۔ اگر آپ نے ان کے ساتھ بنا کر
نہیں رکھی تو وہ آپ پر کسی بھی وقت حملہ کر کے آپ کے علاقے پر قابض ہو سکتے تھے
اور اس حملے کو روکنے کا ایک ہی طریقہ تھا ان کے یہاں، کہ اس وقت کا سلطان
دوسری سلطنت کے بادشاہ کی بیٹی سے شادی کر لیتا تو وہ اُسے اور اس کے علاقے کو
"امان بخشے تھے۔۔"

وہ سانس لینے کو رُکا۔۔ ولی چائے کے گھونٹ بھرتا اس کو سُن رہا تھا۔۔

اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ ان بادشاہوں نے، سلاطین اور بہت سے حکمرانوں نے " ایک ایک وقت میں سینکڑوں شادیاں کر رکھی ہوتی تھیں صرف اپنا اقتدار اور حکومت نے بھی ایسا ہی ایک (king Teaajo) بچانے کے لیے۔ اس وقت کے بادشاہ تہجو فیصلہ اپنی حکومت بچانے کے لیے کیا مگر یہ فیصلہ اس کی پہلی زوجہ کو بہت ناگوار گزرا۔ اس نے اپنے سات سالہ بیٹے کو درمیان میں رکھ کر بات کی۔۔

-- اس نے اپنے شوہر کو (wang soo) ہاں میں نے کہا اس کا سگا بیٹا۔۔ وانگ سو روکنے کے لیے وانگ سو پر چھراتان دیا۔۔ کہ اگر وہ شادی کرے گا تو وہ اس بچے کی جان "لے لے گی اور بے خیالی میں چھرا وانگ سو کی آنکھ کے پاس لگا۔۔

اس نے سانس لیا۔۔ ولی خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔۔

"چھرا اس کی بائیں آنکھ کے بالکل نیچے سے چیرتا ہوا ملتھے تک آیا تھا۔۔"

اس نے اشارے سے اپنے ابرو سے لیکر آنکھ کے نیچے لکیر کھینچی۔۔

اور پھر ساری زندگی وہ نشان اس کے ساتھ رہا۔۔ بادشاہ نے پھر بھی شادی کر لی اور "وانگ سو کو اسی سلطنت میں اپنا بیٹا بنا کر بھیجا گیا۔ مگر وہ اس سلطنت کا بیٹا ہرگز نہیں تھا۔۔ انہوں نے اسے ایک قیدی کے طور پر رکھا ہوا تھا تاکہ اس سے اسکے باپ کو قابو کر سکیں۔ خیر اسے بھی بادشاہ کے حکم پر ایک غار میں چھوڑ دیا گیا مگر جانتے ہو اس غار میں کیا تھا۔۔۔؟

ایک پل کوڑک کر اس نے ولی کی آنکھوں کو دیکھا تو اس نے آنکھیں سکیڑیں۔۔

"کیا۔۔؟"

چائے کی بھاپ فضا میں تیر کر غائب ہو چکی تھی۔۔

"اس غار میں بھیڑیے تھے ولی۔۔"

اس کے ابرو حیرت سے اوپر کو اُٹھے۔۔

اور کئی راتیں وہ اپنی تلوار کے ساتھ ان بھیڑیوں سے لڑتا رہا۔۔ اپنے سروائیول کی جنگ "میں اس نے ایک ایک کو مار دیا اور جب وہ اس غار سے واپس لوٹا تو خود بھی ایک بھیڑیا "بن چکا تھا۔۔ وہ اس غار سے زندہ بچ گیا تھا ولی۔۔ جیسے تم اس رات بچ گئے تھے۔۔

ایک پل کو ٹھہر کر اس نے اپنی چائے کا گھونٹ لیا پھر کپ کو دیکھتا بولنے لگا۔۔

اپنے ایک زخم کے نشان کی وجہ سے وہ واپس اپنے علاقے نہیں جاسکتا تھا کیونکہ بادشاہ " صرف وہی بن سکتے تھے جو بے داغ ہوتے۔ جن کے جسم پر کوئی نشان نہ ہوتا۔۔ مگر پھر بھی وہ گیا۔۔ اپنے علاقے میں واپس۔۔ اور اتنا تو خوفناک وہ تھا کہ کوئی اسے وہاں سے نکال نہ سکا۔۔ کئی سال اس نے اپنے اس ماضی کے نشان کے ساتھ گزارے تھے اور لوگوں کی نفرت اور حقارت سہی تھی مگر ایسے میں ایک لڑکی اس کی زندگی میں آئی جو "میک اپ آرٹسٹ تھی۔۔

اصغر ایک پل کو مسکرایا تھا۔۔

ساری دنیا ڈرتی تھی وانگ سو سے مگر وہ لڑکی کہتی تھی کہ وہ اس سے بالکل نہیں۔"
ڈرتی۔ ساری زندگی وہ خود کو مجرم گردانتا آیا تھا۔ ساری زندگی وانگ سو نے اس زخم کی
وجہ سے خود سے نفرت کی تھی مگر وہ پہلی لڑکی تھی جس نے اسے کہا کہ اس سب میں
"اس کا کوئی قصور نہیں۔۔۔ وہ بے گناہ ہے۔۔۔ بے قصور ہے۔۔۔"

اسے بے ساختہ سبز لباس میں ملبوس ، متمتاتے چہرے کے ساتھ تیز تیز بولتی لڑکی یاد
آئی تھی۔۔۔

اور اس وقت وانگ سو کو احساس ہوا کہ وہ واقعی بے قصور ہے۔ پھر جس نے احساس "
دلایا وہ اس سے محبت کرنے لگا۔ اس لڑکی نے اپنی میک اپ سیکلز کو استعمال کر کے
"اس کا زخم چھپا دیا اور وہ پھر سے اپنی سلطنت کا بادشاہ بن گیا۔۔۔ سو۔۔۔"

اس نے جیسے مسکرا کر بات سمیٹی تھی۔۔

اگر وانگ سُو اپنے نشان کے ساتھ بادشاہ بن سکتا ہے تو تم بھی اپنے ماضی کے ساتھ جی "سکتے ہو اور بہت اچھے سے جی سکتے ہو۔ اب یہ مایوسی چھوڑو اور آگے کے بارے میں "سوچو کہ کیا کرنا ہے۔۔"

وہ اب اُٹھ کر سنک کے سامنے کھڑا اپنا کپ دھو رہا تھا۔۔ ولی اس کی پشت کو دیکھتا رہا پھر سوچتی نگاہیں اس پر اُٹھائیں۔۔

"انجام کیا ہوا کہانی کا۔۔؟ اینڈ کیا تھا۔۔؟"

اس کے سوال پر اصغر رک سا گیا پھر کھنکھارتا ہوا مڑا۔۔

"وہ۔۔۔ کچھ نہیں بس بادشاہ بن جاتا ہے۔۔۔"

"نہیں۔۔۔ کچھ اور اینڈ ہے اس کا۔۔ کیا وہ لڑکی اسے مل جاتی ہے۔۔؟"

اصغر اسے دیکھتا رہا پھر گہرا سانس لے کر بولا۔۔

"نہیں وہ مر جاتی ہے۔۔۔"

کچھ لمحے وہ کچھ بول ہی نہیں سکا۔۔

مجھے پتہ تھا انجام اصغر۔۔ اگر میں اسکا رائٹر ہوتا تو میں بھی اس کا انجام ایسا ہی لکھتا"
"کیونکہ۔۔

وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔۔

وانگ سو چاہے جتنا بھی میک اپ کر کے اپنا داغ چھپا لیتا مگر وہ اس داغ کو اپنی ذات "
"سے مٹا نہیں سکتا تھا۔۔ کچھ داغ آپ چاہ کر بھی خود سے نہیں مٹا سکتے۔۔

کہہ کر باہر کی جانب بڑھ گیا۔۔ اصغر نے گہرا سانس لے کر آنکھیں موند لی تھیں۔۔ پتہ
نہیں کیوں ولی ہمیشہ اسے لاجواب کر دیا کرتا تھا۔۔ ؟

چڑھتی مغرب کی نیلی روشنی نے سارے گاؤں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ خنک ہوا اور سرسوں کی خوشبو سے ساری پگڈنڈیاں معطر تھیں۔۔ اس نے بھی گیلے بالوں میں برش پھیرا اور پھر سر پر کھلتے گلابی رنگ کا دوپٹہ لپیٹتی بچھی جاء نماز تک آئی۔ کھلتے گلابی رنگ کی قمیض سادہ تھی اور نیچے کھلے ٹراؤزرز جس میں اس کا سراپا بہت خوبصورت دکھ رہا تھا۔ اس نے نماز پڑھ کر سلام پھیرا تو باہر سے مہمانوں کی آمد کا شور اُٹھا۔۔ مغرب بیت چکی تھی اور مہمان آنا شروع ہو گئے تھے۔

اسی پل ناجیہ نے اس کے کمرے کا دروازہ کھولا اور اندر چلی آئی۔ وہ سنتوں کی آخری رکعت کے تشہد میں بیٹھی تھی۔ سلام پھیر کر ساتھ کھڑی ناجیہ پر نظر گھمائی۔۔ وہ ہمیشہ کی طرح شوخ سے رنگ کے جوڑے میں ملبوس میک اپ کیئے ہوئے تھی۔۔ کبھی کبھی تو اہل کو بھی لگتا تھا کہ جیسے شادی اس کے نہیں ناجیہ کے بھائیوں کی ہو رہی تھی۔۔ اس کی تیاری دیکھ کر بالکل یہی لگتا تھا۔۔

"بڑی نمازیں پڑھی جارہی ہیں جناب۔۔۔ کسے مانگنا ہے دعاؤں میں۔۔۔؟"

اس کے ساتھ کھے بیڈ پر بیٹھتے اس نے امل پر طنز کیا تو اس نے انہی ٹھنڈے تاثرات کے ساتھ اسے دیکھا۔۔

"کیا مطلب ہے اس فضول بات کا۔۔؟"

وہ ہنس دی۔۔

بھئی فضول کیا ہے اس میں۔۔؟ یہ سچ ہے کہ بہت سے لوگ نمازیں صرف اسی لیے
"پڑھتے ہیں تاکہ اللہ سے اپنے محبوب کو دعاؤں میں گڑگڑا کر مانگیں۔۔"

"زمانے میں اور بھی غم ہیں ناجیہ ان فضولیات کے سوا۔۔"

سر جھٹک کر جائے نماز سمیٹتی وہ اُٹھی۔۔

اگر آپ اسے صرف اسی لیے اُپروچ کر رہے ہو کہ اپنے محبوب کو مانگ سکو تو پھر آپ "اس سے بنے تعلق کا مزاق اڑا رہے ہو۔ اس سے تعلق کسی وجہ کی وجہ سے نہیں رکھا جاتا "نہیں تو وجہ کے ختم ہونے کے بعد اس سے تعلق بھی ختم ہو جائے گا۔۔

سنگھار میز پر تمہا شدہ جاء نماز رکھا اور پھر آئینے میں دیکھتی دوپٹے کی تمہیں کھولنے لگی۔۔

بیچھے ناجیہ نے بیزاری سے سر جھٹکا تھا۔۔ جیسے اسے اس کی کسی بات میں دلچسپی نہیں تھی۔۔

"نیچے چلو تم سے مجھے ایک کام ہے۔۔"

"کیسا کام۔۔۔؟"

اس کا ماتھا ٹھنکا۔۔

بھول گئیں۔۔ میں نے کہا تھا ناں کہ مجھے ولی کا نمبر چاہیئے اور تم نے کہا تھا کہ تم "میرے ساتھ اس سے نمبر لوگی۔ تو اب چلو۔۔"

اس نے بیزاری سے سانس لیا۔۔

"ناجیہ اس وقت سارا گھر مہمانوں سے بھرا پڑا ہے تم اپنے اس تماشے کو ابھی۔۔"

"مہمانوں سے گھر بھرا پڑا ہے جی بھی تو کہہ رہی ہوں۔۔"

وہ پُرجوش سی آگے آئی تھی۔ اس نے رُک کر اسے آئینے میں دیکھا تھا۔۔ بال اب بھی آگے کو کیئے وہ ان میں برش چلا رہی تھی۔۔ البتہ ہاتھ دھیمپڑ گیا تھا۔۔

وہ اس وقت ہمیں نہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوگا اور چپ چاپ اپنا نمبر ہمیں " دے دیگا۔ تم بس چلو تمہیں کچھ نہیں کرنا ہوگا۔ نمبر اس سے میں مانگوں گی تم بس وہاں "میرے ساتھ کھڑی ہو جانا جسٹ۔۔

وہ ساری تیاری کر کے آئی تھی۔ اس نے آنکھیں گھما کر بالوں میں تیز تیز برش چلایا اور پھر انہیں پیچھے کو پھینک کر برش سنگھار میز پر رکھا۔۔ سامنے پڑی چاندی کی بالیاں اٹھائیں اور پھر ایک ایک کر کے دونوں کانوں میں پہننے لگی۔۔

اگر کچھ بھی اُلٹا سیدھا ہوا تو انجام کی ذمہ دار تم خود ہوگی ناجیہ۔ نہ میں ولی سے بے " تکلف ہوں اور نہ وہ کسی کو اتنی اجازت دیتا ہے۔ اگر تم نے مجھے اُس سے کبھی بات ہوں۔ اس کا مطلب bff کرتے دیکھا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں اس کی

صرف یہ ہے کہ ہم ایک چھتلتے ہستے ہیں جس کے باعث اتنی بات چیت فطری سی
"چیز ہے۔۔ سمجھ آیا۔۔"

سپاٹ لہجے میں کہہ کر اس نے بالوں کو آگے سے ذرا پیچھے کر کے پن لگائی اور باقی کو
یونہی کمر پر بکھرے رہنے دیا۔ اگر جوں وی اس کا یہ دو ٹوک انداز دیکھ لیتا تو اسے اندازہ ہوتا
کہ وہ اتنی بھی نازک نہیں تھی جتنا وہ اسے سمجھتا تھا۔ اسے بھی سخت لہجوں میں سخت
باتیں کرنی آتی تھیں۔۔

وہ بالکل بھی ایسا نہیں ہے محترمہ جیسا آپ اُسے سمجھتی ہیں۔ جہاں تک میں اسے "
جانتی ہوں وہ ایک بہت بے ضرر سادھی مزاج کا بندہ ہے۔ خاموش اور اچھا سا۔ اور
"جو کچھ بھی ہوگا اسے میں خود دیکھ لوں گی۔ تم زیادہ پریشان مت ہو۔"

وہ بہت بے فکری سے کہہ کر اپنا میک اپ درست کر رہی تھی۔ اس کے بالوں کو سنوارتے ہاتھ پل بھر کو رُک سے گئے۔۔ نظروں کے سامنے اس کا بے حد سپاٹ چہرہ اُبھرا تھا۔۔ اس کی نظریں ناجیہ کے سنگھار آئینے میں نظر آتے عکس پر پھسلیں۔۔

"جلد پتہ چل جائے گا تمہیں کہ وہ کتنا خاموش اور کتنا دھیمے مزاج کا ہے۔ اب چلو۔۔"

اس نے دوپٹہ کندھوں پر پھیلا لیا اور دروازے کی جانب بڑھی۔ ناجیہ نے بھی برش جلدی سے ٹیبل پر رکھا اور اس کے پیچھے بھاگی۔

سج سج کر نینے اترتی اہل کا چہرہ بے حد سنجیدہ تھا پھر بھی بہت سے لوگوں کی گردنیں اس کی جانب گھومی تھیں۔ اور ہاں ان بہت سی دیکھتی نظروں میں نفیس کی نظریں بھی شامل تھیں۔ اس نے اُسے کمالِ بے نیازی سے نظر انداز کیا اور لاؤنج میں چلی آئی۔۔ لاؤنج میں آج صوفوں کو ذرا پرے کھسکا کر درمیانی ٹیبل پر رسم کا سامان سجایا گیا

تھا۔ بڑے سے لاؤنج کے دوسری جانب ٹی وی حال تھا جس میں رسم منعقد کی گئی تھی۔ صوفوں پر زرد سی چادر بچھائے آس پاس کے گھر کو گیندوں سے سجایا گیا تھا۔ قد آور شیشے کی کھڑکیوں کے پار لٹکے سنہری قمقمے بھی جگمگا رہے تھے۔

ابھی رسم شروع ہونے میں وقت تھا اسی لیے مہمان لاؤنج میں براجمان تھے۔ کچھ سیڑھیوں سے چڑھ اتر رہے تھے۔ کچھ عورتیں کچن کے دروازے میں کھڑیں بی جان سے رسم کا وقت پوچھ رہی تھیں۔۔ بہت سے لڑکے بھی داخلی دروازے میں ایستادہ باتوں میں مشغول تھے۔

اس نے آس پاس نظر گھما کر ولی کو تلاش کیا۔ ناجیہ بھی اس کے ساتھ کھڑی بے چینی سے اُسے ڈھونڈ رہی تھی۔ ابھی اسی وقت اسے اندازہ ہوا تھا کہ جو سب وہ سوچے بیٹھی تھی وہ اتنا آسان نہیں تھا۔ اس سے اس کا نمبر مانگنے کا سوچ کر ہی اسے عجیب سا ڈر لگ رہا تھا۔ دل میں بے چینی سی اترنے لگی تھی۔

"کہاں ہے وہ۔۔؟"

جھنجھلا کر اس نے امل سے کہا تو جواباً اس نے شانے اُچکائے تھے۔ ناجیہ ارجمند بیگم کے آواز چنے پر کچن کی جانب ہولی اسی وقت وہ امل کو نظر آیا تھا۔۔ داخلی دروازے سے اندر آتا وہ کسی سے فون پر بات کر رہا تھا۔ بی جان کا دیا سفید کُرتا زیب تن کیئے، گہرے بادامی رنگ کی شال کو گردن کے گرد لپیٹے۔۔ آستینیں اس ٹھنڈ میں بھی کہنیوں تک موڑ رکھی تھیں اس نے۔ مصروف سا فون پر دوسری جانب کی بات سُنتا وہ چند پل وہیں دروازے کے پاس ٹھہر گیا۔ نسواری آنکھیں سُکیڑ رکھی تھیں اور اب وہ نفی میں سر ہلاتا آگے والے کی بات کو رد کر رہا تھا۔

امل نے گہرے سانس لے کر اس سے نظریں پھیریں۔ کیا ضرورت تھی بی جان کو اس کے لیئے یہ کُرتا لینے کی۔۔؟ اور اسے کیا ضرورت پڑی تھی یہی کُرتا پہننے کی۔ اور یہ جو

بال متھے پر بکھیر رکھے ہیں جناب نے۔۔ کیا اسے ہاتھ سے پیچھے نہیں کیا جاسکتا۔! خفگی
سے اسے دیکھتی وہ سوچ رہی تھی کہ اچانک اس نے ہاتھ اٹھایا، متھے کے بالوں میں
انگلیاں چلا کر انہیں پیچھے جمایا۔۔ پھر ایک نظر اٹھا کر امل کو دیکھا اور ابرو اچکائے۔۔
جیسے پوچھ رہا ہو۔

"کیا ہوا۔۔؟"

!خدا۔۔

اس کے کان تک خفت سے سُرخ پڑ گئے تھے۔۔ کیا اب اس کے دل کے حالات
چہرے پر آنے لگے تھے۔۔؟ یا پھر وہ بندہ کہیں اس سے جڑا ہوا تھا جو کچھ سُنے بغیر

محسوس کر رہا تھا کہ اسے کچھ کہا گیا ہے۔۔ کیا کبھی تم نے ان لفظوں کو سنا ہے جو کہے نہ گئے ہوں۔۔؟ ولی نے بھی سُن لی تمہیں شاید اس کے اندر گونجتی باتیں۔

اس نے جلدی سے نفی میں سر ہلایا۔۔ ولی نے سر کو خم دے کر موبائل کان سے ہٹایا اور پھر شاہ نواز کی جانب متوجہ ہوا۔ ناجیہ اسی پل دوڑتی ہوئی اس کے پاس آئی۔۔

"اے اہل وہ دیکھو آگیا ولی۔۔۔"

"ہاں پتہ ہے دیکھ چکی ہوں۔۔"

اسے ناجیہ اس وقت بہت ناگوار گزر رہی تھی۔ اور ولی تو اس سے بھی زیادہ۔۔ وہ اس کی تیاری پر سخت نالاں تھی اس سے۔

"اگر میری دسترس میں ہوتے ناں ولی احمد تو کبھی تمہیں یہ کُرتا نہ پہننے دیتی۔۔ ہنہ"

خفگی سے دوسری جانب دیکھا تو نفیس کی نظروں سے نظریں جا ملیں۔۔ اف۔۔ گلابی
جوڑے میں ملبوس لڑکی نے کوفت سے چہرہ پھیرا تھا۔۔

"چلو ناں اس سے بات کرتے ہیں۔۔"

ناجیہ نے اسکا بازو ہلایا تھا۔ ولی اب شاہ نواز کی کسی بات پر "اونہوں" بیزاری سے نفی
میں گردن ہلا رہا تھا۔

"خود بلاؤ اسے میں نوکر نہیں ہوں تمہاری۔۔"

اس نے صاف جواب دیا تھا۔ اس سے زیادہ مروت وہ کر بھی نہیں سکتی تھی۔ ناجیہ نے بے بسی سے اسے گھورا اور پھر جب شاہ نواز آگے بڑھا تو اس نے ولی کو آواز دی۔ وہ جو پلٹنے لگا تمھارک گیا۔ پھر ان کی جانب مڑا۔۔

نفیس اور نذیر اب باہر لان کی جانب بڑھ رہے تھے۔ وہ ان کے قریب چلا آیا۔ وہ دونوں لاؤنج کے سرے پر زینوں کے نزدیک کھڑی تھیں۔

"جی۔۔۔؟"

خشک سا پوچھا۔۔ ایک نظر دیکھا تک نہیں امل کو۔۔ ناجیہ نے بے ساختہ زبان پھیری
تمھی اپنے لبوں پر۔۔

"وہ ولی۔۔ مجھے آپ کا سیل نمبر چاہیئے۔۔"

کہہ کر اس نے گہرا سانس لیا۔ ولی کے سامنے بات مکمل کرنا مزاق نہیں تھا۔ نسواری آنکھوں کو سُکیڑ کر جب وہ آگے والے کو دیکھتا تھا تو لگتا تھا کہ سب جان ہی لے گا۔

"کیوں۔۔؟"

اہل کا دل بھی اب کے دھک دھک کر رہا تھا۔

"وہ۔۔ مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔۔"

ناجیہ نے فوراً بات بنائی تھی۔۔ اس کی پیشانی کے بل گہرے ہوئے۔۔

"سن رہا ہوں۔۔"

"نہیں میں ابھی آپ سے بات نہیں کر سکتی۔ مجھے آپ کا نمبر چاہیئے۔"

آپ کو بات کرنی ہے تو کریں نہیں تو میرا وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔"

"بولیئے کیا بولنا ہے آپ کو۔۔؟"

انداز بہت بے لچک ہو گیا تھا اب کے۔ ناجیہ کا چہرہ سفید پڑنے لگا۔۔

"مجھے ایک بات کرنی ہے آپ سے یہاں نہیں کر سکتی میں۔۔"

"تو ٹھیک ہے مت کریں۔۔"

"آپ سمجھتے کیوں نہیں ہیں۔۔۔؟"

"کیا سمجھوں میں۔۔؟"

"ایک نمبر دینے سے آپ کا کیا جاتا ہے۔۔؟"

ناجیہ روہانسی ہو گئی تھی۔ اہل بھی بمشکل جم کر کھڑی رہی۔ ولی احمد بہت بے رحمی سے بات کر رہا تھا۔

میں اپنا نمبر ہر کسی کو نہیں دے دیتا بی بی۔ آپ نے جو بات کرنی ہے یہاں اس "مہمانوں سے بھرے لاؤنج میں کریں۔ اور اگر یہ آپ کی کوئی چال ہے تو اسے اپنے ساتھ "باندھ کر رکھیں۔ کیونکہ مجھے آپ میں کوئی دلچسپی نہیں ہے سمجھیں آپ۔"

آخر میں درشتی سے کہا تو اہل نے تھوک نگلا۔ اس کے پیر کانپنے لگے تھے۔ اور ناجیہ کی تو حالت ہی بہت عجیب سی ہو گئی تھی۔ اتنی ہتک پر اس کی آنکھیں بھر آئی تھیں۔

"آپ اتنے سنگدل کیسے ہو سکتے ہیں۔۔؟ کیا کسی لڑکی سے ایسے بات کرتے ہیں۔۔؟"

اس نے بہت دل گرفتگی سے کہتے اپنے آنسو صاف کیئے تھے۔۔

"میں اتنا ہی سنگدل اور بے رحم ہوں اور کچھ۔۔؟"

سنجیدگی سے اسکی آنکھوں میں دیکھ کر کہا تو امل نے دھڑکتے دل کو سنبھالا۔ اس نے ولی کو کبھی کسی سے ایسے بات کرتے نہیں دیکھا تھا۔۔

آئندہ مجھے اس طرح بلاوجہ روکنے کی ہمت بھی مت کیجئے گا۔ نہیں تو آپ کو ابھی اندازہ"

"نہیں ہے میری بے رحمی کا۔۔

ایک اچھٹی نظر اس پر ڈال کر وہ پلٹ گیا۔ ناجیہ نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا تھا تاکہ آواز باہر نہ نکلے رونے کی۔ پھر اوپر بھاگ گئی۔ امل نے ہمدردی سے اسے اوپر بھاگتے دیکھا

تھا پھر پلٹ کر دروازے کو دیکھا جس سے نکل کر وہ ابھی ابھی گیا تھا۔۔ اس نے بھی
تھکے سے قدم ٹی وی حال کی جانب بڑھائے اور برے دل کے ساتھ سجائے گئے جھولے
کو دیکھے گئی۔۔ ناجیہ کے ساتھ اس کا رویہ دیکھ کر وہ خوف زدہ ہو گئی تھی۔ ولی نے اگر
اسے بھی اسی طرح جھڑک دیا تو وہ کدھر جائے گی۔۔؟

دل ایک دم سے بہت بھاری ہو گیا تھا اور آس پاس بکھرا مہمانوں کا رش اب بہت
ناگوار گزر رہا تھا۔ بے دلی سے وہ پلٹنے لگی تو کسی کی آواز پر ٹھہر گئی۔

"جانتی ہیں یہ رنگ کتنا چمکتا ہے آپ پر۔۔"

!وہ کرنٹ کھا کر مڑی تھی۔۔ نفیس نے مسکرا کر کہا تھا اسے۔۔

میں سانس روکے

دیکھ رہی ہوں تمہیں

ایسے جیسے دنیا رُک سی گئی ہو

ایسے جیسے کوئی بہتی ہوا ہو

اگر تم نہ بھی دیکھو مجھے

تب بھی میرا دل تمہاری جانب ہمکتا ہے

محبت کرنا تم سے

بہت تکلیف دہ ہے

احساسات جو کبھی خالی نہیں کیئے جاسکتے

بہت تکلیف دہ ہے

میری محبت

نہ تم بھولنا

میرا ہر پل بڑھتا پیار

تمہاری آنکھیں جو دیکھتی ہیں مجھے۔۔

ایسے جیسے۔

وہ جانتی ہوں میرے دل کا حال

اگر میں دور بھی جانا چاہوں تب بھی

یادیں ہمیں کھینچ لاتی ہیں

چاہے ہم کتنے بھی دُور ہوں

محبت کرنا تم سے

بہت تکلیف دہ ہے

احساسات جو کبھی خالی نہیں کیئے جاسکتے

بہت تکلیف دہ ہے

میری محبت

نہ تم بھولنا

میرا ہر پل بڑھتا پیار

کوئی بات نہیں

جو ذرا دیر ہوگئی

اگر یہی قسمت ہے

تو ہم ملیں گے دوبارہ

بھلا دینا تمہیں

بہت مشکل ہے

یہ میں ہوں جو رُخ موڑ کر رو رہی ہوں

اے میرے اداس خواب

کسی دن

میں امید کرتی ہوں کہ

محبت کروں تم سے جتنی میں چاہتی ہوں

(سے Moon Lovers ایک گیت)

.....

وہ اس آواز پر ایک جھٹکے سے مڑی تھی۔ پیچھے کھڑا نفیس مسکراتی نگاہوں سے اسکے
سراپے کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی صبح پیشانی پر ناگواری سے لکیریں نمودار ہوئیں۔۔

میں جانتی ہوں کہ ہر رنگ جچتا ہے مجھ پر اسی لیے آپ کی آگاہی کی کوئی ضرورت نہیں"

"ہے۔۔"

رُکھائی سے کہہ کر اس نے چہرہ پھیرا مگر اس نے تو جیسے سنا ہی نہیں تھا۔ آگے بڑھ کر اس کی غلافی آنکھوں میں جھانکا۔ شد رنگ آنکھیں ناگواری سے چمک اُٹھی تھیں۔

اتنا نخرہ۔۔ اتنا غصہ صرف میرے لیے اور جب دوسروں سے بات کرتی ہو تب تو منہ"

سے پھول جھڑ رہے ہوتے ہیں۔۔ کیوں۔۔؟ اتنا ظلم صرف مجھ پر کیوں۔۔؟ کوئی

"گستاخی کر دی کیا میں نے۔۔؟"

مسکراتے لہجے میں کہتا وہ مسلسل اس کے چہرے کا نظروں سے طواف کر رہا تھا۔

اسے دیکھتے اہل کے چہرے پر مسکراہٹ اُبھری تھی۔۔

گستاخی کرنے والوں کو میں صرف لفظوں کی مار نہیں مارتی۔ ان کے لیئے ہمیشہ کڑی "
"سزاؤں کا بندوبست کیئے رہتی ہوں میں اور جہاں تک بات ہے آپ کی۔۔"

ایک ناقدانہ نگاہ اس پر ڈالی۔۔

تو آپ کا شمار نہ تو میں نے کبھی قرابت داروں میں کیا ہے اور نہ ہی میرا آئندہ ایسا کچھ "
کرنے کا ارادہ ہے۔ آپ میرے لیئے صرف میرے تایا کے بیٹے ہیں جن سے بات کرنا
"مجھے سخت ناپسند ہے کیونکہ میں ہر کسی کو نہیں پسند کر لیتی۔۔"

بہت کراہ سا جواب دے کر اس نے نفیس کے بدلتے تاثرات دیکھے۔ اس کے چہرے
پر یکدم ہتک نمودار ہوئی تھی۔۔

"بہت غرور ہے ناں خود پر تمہیں۔۔؟"

"جی ہے تو۔ آپ کو کوئی مسئلہ ہے۔۔؟"

رک کر ایک دم برہمی سے پوچھا تو نفیس نے دانت پیسے۔۔

ویسے تو بڑی تمیز دار ہو، لوگ تو کہتے ہیں اہل کو بات کرنے نہیں آتی کسی سے۔ کچھ"
پوچھو تو جواب دینا نہیں آتا اور اگر جو انہوں نے تمہاری یہ شعلہ بیانی سن لی تو ساری
"غلط فہمی دور ہو جائے گی ان کی۔۔"

اس نے کندھے اچکائے۔۔

غلط فہمی کا شکار وہ ہیں تو رہیں۔ میں نے نہیں کہا تھا لوگوں کو کہ میرے بارے میں "اندازے قائم کریں۔ میں جو ہوں جیسی ہوں اگر انہیں یا کسی اور کو بھی

ایک پل کو اسے دیکھ کر آنکھیں گھمائی تھیں۔

مجھ سے مسئلہ ہے تو نہ آیا کریں میرے گھر۔۔ نہ کیا کریں مجھ سے بات۔ میں تو کسی "کے پیر نہیں پڑی جا کر کہ آئیں مجھ سے بات کریں۔ پتہ نہیں کہاں کہاں سے آجاتے "ہیں دماغ خراب کرنے۔۔

ہونہہ "سر جھٹکا۔۔"

"آج بڑی غلط فہمی دُور ہوگئی ہے میری۔ ویسے۔۔"

اسے چُجھتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر وہ بولا تو امل نے سیاہ لٹ کان کے پیچھے اڑسی،
چاندی کی بالی ایک لمحے کو چمکی تھی۔۔

ہوگئی ناں۔۔ آئندہ مجھ سے بات مت کیجئے گا اور اگر آپ کو کوئی پراللم ہے تو وہ رہا"
"دروازہ۔۔"

ہاتھ لمبا کر کے اسے داخلی دروازہ دکھایا۔۔

"آپ جاسکتے ہیں۔۔"

تنے تاثرات لیئے وہ اس کے منہ پر دروازہ گویا بند کر کے پٹی تھی۔ کمر پر گرتے ریشمی سے بال لہرا گئے تھے۔ کُھلے ٹراؤرز میں اسکا قد اور دراز لگ رہا تھا۔ چاندی کی بالیاں اس کی چال پر ہلکورے لے رہی تھیں۔ اسی وقت ارجمند کچن سے نکلیں تو اسے ناگواری سے دیکھا۔ اہل جو پہلے ہی گھومے ہوئے دماغ کے ساتھ کچن کی جانب بڑھ رہی تھی۔ نوٹس لیئے بغیر آگے بڑھی۔

ارجمند نے کلس کر اسے آواز دی تھی۔

"! اہل۔۔"

اس نے بس چہرہ گھمایا تھا۔ کچھ اور عورتیں بھی دونوں کی جانب متوجہ ہو گئی تھیں۔۔۔
دور سے شاید وہ نفیس کو اس کے ساتھ بات کرتا دیکھ چکی تھیں اور اسی بات پر انہیں
بے طرح غصہ چڑھا تھا۔

یہ کیا تم نے بال کھول رکھے ہیں اپنے ہاں۔۔۔؟ تمہیں تھوڑے دنوں پہلے سمجھایا نہیں "
تھا میں نے کہ یوں اس طرح مت گھوما کرو۔ لوگوں کا ایمان خراب کرنے پر تلی ہوئی
"ہے یہ لڑکی۔

ایک پل کو سب کچھ رُک سا گیا۔ لاؤنج میں براجمان سارے مہمان۔ اب ان دونوں کی
جانب پوری طرح سے متوجہ تھے۔ داخلی دروازے سے اندر آتا ولی بھی ٹھہر سا گیا تھا۔

وہ "اچھا" والے انداز میں ان کی جانب مڑی تھی۔ پھر ہاتھ باندھ کر انہیں سرد نظروں سے دیکھا۔۔

اہل غصے میں تھی۔۔ سخت غصے میں۔۔

!پہلے بیٹا اور اب یہ اس کی ماں۔۔

"کوئی پرابلم ہے آپکو۔۔۔؟ کوئی مسئلہ۔۔۔؟"

اس کی آواز برف ہو رہی تھی۔ ارجمند اس کے انداز پر گڑبڑا سی گئیں۔۔

میں تمہیں اچھی بات سمجھا رہی ہوں اور تم اُلٹا مجھ سے بدتمیزی کر رہی ہو۔۔ ارے"

"دیکھو تو ذرا اس ٹانگ جتنی لڑکی کو۔۔

وہ اب اونچا بول کر سب کو متوجہ کر رہی تھیں۔۔ بی جان بھی کچن کے دروازے میں چلی آئیں۔ مگر امل ویسے ہی کھڑی رہی۔

یہ اچھی بات جا کر اپنی بیٹی کو سمجھائیں تائی جان کیونکہ مجھے تو میرے بابا نے کبھی بھی "بال کھولنے سے منع نہیں کیا۔ نہ ہی میری بی جان کو اس سے کوئی مسئلہ ہے۔ اگر مسئلہ ہے تو آپ کو یا آپ کے بیٹے کو ہے۔ لیکن میں نے آپ لوگوں کو خوش کرنے کا ٹھیکہ نہیں لے رکھا ہے کہ جیسے آپ چاہیں گے میں خود کو ویسے ویسے ڈھالتی جاؤں۔ مجھے کھلے بال اچھے لگتے ہیں۔ اور میں انہیں ایسے ہی کھول کر رکھوں گی۔ آپ کی بیٹی بال اسی "لیئے نہیں کولتی کیونکہ اس کے بال کھولنے لائق ہیں ہی نہیں۔۔ سو۔۔

وہ رُکی۔۔ آنکھیں اب تک ویسے ہی سپاٹ تھیں اور لہجہ سرد۔ ارجمند کی آنکھیں پوری کی پوری کھل گئی تھیں۔۔

مجھے آئندہ اس طرح مت کہیڈ گاتائی جی۔ میں بہت عزت کرتی ہوں آپ کی اور میں " نہیں چاہتی کہ مجھ سے کوئی گستاخی۔ سرزد ہو جائے۔ کیونکہ میری زبان کا ذائقہ تو اب 'تک آپ چکھ ہی چکی ہونگی۔۔

آخر میں مسکرا کر پٹی تو ولی ہلکا سا مسکرایا۔۔

ارجمند نے کھنکھار کر جیسے آس پاس جہی بے عزتی کو ختم کیا تھا۔ زمانی نے کچن میں داخل ہوتی اہل کو خفگی سے دیکھا تو اس نے شانے اُچکائے۔۔

وہ بالوں میں ہاتھ پھیرتا مسکراتا ہوا باہر کی جانب بڑھا تھا۔

"واقعی۔۔ کیا تیکھا ذائقہ ہے آپ کی زبان کا بی بی۔۔"

لان کے دوسری طرف جاتے ہوئے وہ بڑبڑایا تھا۔۔

نگار بیگم اور ہاشم بہت سے مہمانوں کو لے کر رسم کے لیئے حویلی کے اندر داخل ہوئے تو بے اختیار شور سا اُٹھا۔ لڑکیاں داخلی دروازے پر جمیں ہاتھوں میں گلاب کی پتیوں سے بھری پلیٹیں اُٹھائے ہوئی تھیں۔ اس نے بھی ایک پلیٹ پکڑ رکھی تھی اور ساتھ ہی ناجیہ بھی کھڑی تھی۔ رونے کے باعث جو میک اپ خراب ہو گیا تھا وہ پھر سے ٹھیک کر کے اب وہ پڑ مردگی سے پلیٹ اُٹھائے ہوئے تھی۔۔ اس کے ساتھ کھڑی امل کا مُوڈ بھی کافی حد تک آف ہو چکا تھا۔۔ اگر جو شادی اس کے بھائیوں کی نہ ہوتی تو وہ کمرے میں سو رہی ہوتی اس وقت۔

بیزاری سے مہمانوں کو دیکھتے وہ سوچ رہی تھی۔۔

گھر میں لڑکی والے داخل ہوئے تو ان پر پھول برسائے گئے۔ نگار بیگم اور بی جان دروازے میں کھڑیں ایک دوسرے سے گلے مل رہی تھیں۔ مبارک بادوں اور حال چال کے بعد سب کو سب سے سچے سچے ٹی وی ہال میں لا بٹھایا گیا۔ پھر کچھ دیر بعد نثار اور بختیار کو بھی جھولے پر بٹھایا گیا۔ سفید کُرتوں میں ملبوس اس کے دونوں بھائی بھرپور انداز میں مسکرا رہے تھے۔

اس نے پلیٹ رکھ کر ہاتھ آپس میں رگڑے۔۔ ٹھنڈ بڑھ گئی تھی۔ ناجیہ نے بھی اس وقت ہاتھ رگڑے تھے۔۔

"ٹھنڈ کتنی بڑھ گئی ہے ایک دم سے۔۔"

ناجیہ نے کہا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔۔ پھر گردن گھما کر ولی کو تلاشاً۔۔ وہ نظر نہیں آیا تو نگاہیں مایوس سی پلٹ آئیں۔۔ کچھ دیر بعد اس نے بھی آگے بڑھ کر دونوں بھائیوں کے سر سے پیسے وار کر رسم کی اور ایک پتے پر ملی ہلدی میں سے ذرا سی لے کر دونوں کے چہروں پر لگائی۔۔ بختیار مسکرا رہا تھا البتہ نثار جھنجھلایا تھا۔۔ مگر اس نے شرارت سے ذرا سی ہلدی لے کر اس کی ناک پر لگائی تو بہت سے قمقمے بلند ہوئے۔ رسم ہوئی تو کھانا شروع کر دیا گیا۔ اب لوگ چھٹ کر ادھر ادھر ٹولیوں میں بٹے کھانا کھا رہے تھے۔۔

اس نے بھی اپنی پلیٹ میں تھوڑے سے چاول لیئے اور بھوک بالکل نہ ہونے کی وجہ سے چمچ ادھر ادھر کرنے لگی۔ بار بار نظریں داخلی دروازے تک جا کر پلٹ آتی تھیں۔۔ پتہ نہیں کہاں رہ گیا تھا وہ۔۔۔؟ جب دل بے چین ہونے لگا تو وہ اُٹھ کر دروازے کے پاس چلی آئی۔۔ پتھریلی روش پر ذرا آگے کو قدم بڑھائے اور لان کی جانب دیکھا تو وہ اسے نظر آ ہی گیا۔۔ دور بچھی چارپائیوں پر وہ ڈیرے کے بہت سے ملازمین کے ساتھ

بیٹھا تھا۔ کسی ملازم کی بات سنجیدگی سے سنتا۔۔ اس نے کبھی بھی خود کو اس گھر کا فرد بنانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اس وقت بھی ملازموں کے درمیان بیٹھے اس نے خود کو واقعی اس گھر کا ملازم سمجھا تھا۔۔ نہ اس سے زیادہ نہ اس سے کم۔۔

ولی نے بات سنتے سنتے ذرا سا رخ روش کی اس جانب کیا جیسے کسی کو دیکھتا پا کر وہ اس طرف متوجہ ہوا تھا۔۔ اہل بے اختیار اطراف میں بنی جھاڑیوں کی اوٹ میں ہو گئی۔۔ ابھی کچھ دیر پہلے کی بات اسے بالکل بھی نہیں بھولی تھی۔۔

بے دلی سے پلیٹ پکڑے وہ اندر آئی۔ کچن میں آکر پلیٹ رکھی اور پھر لالونج میں بیٹھیں بی جان کی طرف آئی۔۔

"بی جان میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے میں کمرے میں جا رہی ہوں اپنے۔۔"

کہہ کر وہ نیسے چڑھتی پسے کمرے میں آگئی۔۔ اور پھر دوپٹے ایک جانب کو ڈال کر لیٹ گئی۔ دل بہت بو جھل ہو رہا تھا اور ولی احمد بے طرح یاد آرہا تھا۔

لان میں بیٹھے ولی نے گردن ذرا اٹھا کر اس کے کمرے کی جلی لائٹ کو دیکھا اور پھر گہرا سانس لیتا دوبارہ سے ملازمین کی طرف متوجہ ہوا۔

توبہ بھئی۔۔ توبہ ہے اس لڑکی کی زبان سے۔ ایک ذرا سی بات کیا کر دی میں نے وہاں "پچاس لوگوں کے درمیان رگڑ کر رکھ دیا اس نے مجھے۔ ارے میں کہتی ہوں کہ ایسی زبان دراز لڑکی کو کیوں بناؤں پسے گھر کی بہو۔۔ غضب خدا کا۔۔ نہ کوئی تمیز تہذیب نہ بڑوں سے بات کرنے کا سلیقہ ہے اسے۔۔ توبہ۔۔"

غصے سے مرچیاں چباتی ارجمند کا بس نہ چلتا تھا کہ اہل کی گردن کچل کر رکھ دے۔ رہ
رہ کر انہیں اپنی بھرے مہمانوں کے گھر میں ہوئی بے عزتی یاد آرہی تھی۔۔ ایک جانب
صوفے پر تھکی تھکی سی بیٹھی ناجیہ نے بیزاری سے دیکھا تھا انہیں۔۔

تو کیا ضرورت تھی آپ کو اتنے لوگوں میں اسے کچھ بولنے کی۔۔؟ اس دن بھی وہ آئی تو"
آپ نے کہیں کا غصہ کہیں اتار دیا ظاہر ہے پھر کون برداشت کرتا ہے اتنا۔۔ وہ بال
"اکھولے یا پھر باندھے اس سے آپ کو کیا فرق پڑتا ہے۔؟

اس پر ولی کے رویے کی کثافت چڑھی تھی اسی لیے بیزاری سے ماں کو کہہ دیا۔ کوئی اور
وقت ہوتا تو وہ بہت لطف اندوز ہوتی اس ساری گپ شپ سے مگر ابھی۔۔ ابھی دل پر
بہت کچھ جما ہوا تھا۔ اسی وقت نذیر اور نفیس لاؤنج میں آکر بیٹھے۔۔

"ہاں تو میں تمہارے لیئے ہی بول رہی تھی عقل سے پیدل۔۔"

انہوں نے ہاتھ نچا کر کہا تو اس نے صوفے کی پشت پر گرا سر اٹھایا۔۔

"کیا مطلب۔۔؟"

مطلب یہ کہ سارے لوگ اسے دیکھ رہے تھے، چہ لگوئیاں کر رہے تھے کہ کیسی حسین لڑکی ہے، ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے کہ کس کی بیٹی ہے، کہیں رشتہ ہوا ہے
!اس کا یا نہیں اور ایک تم ہو۔۔

ہم عمر ہو تم اس کی مگر مجال ہے جو کسی نے تمہاری طرف ذرہ بھر بھی توجہ دی ہو۔
سب اسے ہی دیکھ رہے تھے اسے ہی سراہ رہے تھے۔ میں نہیں برداشت کر سکتی تھی
"اس سے زیادہ۔۔ اور یہ جو بھائی ہے تمہارا۔۔"

ایک سخت نظر نفیس پر ڈالی تو وہ خفیف سا ہو کر نظریں چڑا گیا۔۔

کیسے پیچھے پڑا ہوا ہے اس کے۔۔ دیکھ لیا ناں کہ کتنی عزت کی ہے اس نے تمہاری اور"
میری اس بھرے مجھے میں۔۔ کل ہی کہونگی حسن سے کہ یہ رشتہ واپس لیں۔ ہمیں
"نہیں کرنی ہے ایسی بد زبان لڑکی۔۔

غصے سے کھولتیں وہ دکھتے پیر اوپر کو چڑھا کر بیٹھیں تو نفیس اور ناجیہ بیک وقت سیدھے
ہوئے۔۔ نذیر البتہ سب کچھ انتہائی غیر دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

"میرا اور امل کا کیا مقابلہ بھلا۔۔"

ناجیہ نے بگڑ کر کہا مگر نفیس اپنی ہی کہہ رہا تھا۔۔

کیوں لیں گی آپ رشتہ واپس۔۔۔؟ کوئی ضرورت نہیں ہے ایسا کچھ بھی کرنے کی۔"

"میں اسی سے شادی کرونگا اور اس گھر کی بہو بھی وہ ہی بنے گی بس۔۔

ہاتھ اٹھا کر کہتا وہ ایک دم ہی بہت مدبرانہ سا نظر آنے کی کوشش کر رہا تھا مگر آگے سے

ارجمند چمک کر بولیں۔۔

اور ابھی کچھ دیر پہلے جو تمہاری عزت افزائی کی ہے اس نے وہ۔ کیا وہ بھول گئے"

"ہو۔۔؟

اس کے کان سُرخ ہوئے۔۔

میں نکال دوںگا سارے کس بل اس کے اندر سے مگر پہلے اسے اس گھر میں آنے " دیں۔۔ سارے بدلے لونگا اس سے میں۔ مگر اب دوبارہ رشتہ واپس لینے کی بات نہیں "کرینگی آپ

"تم نے دیکھا کیا ہے اس میں آخر۔۔؟"

نذیر نے پہلی دفعہ بہت بیزاری سے کہا تو نفیس مسکرایا۔۔

ایک بات ہے نذیر۔۔ وہ جو بھی ہو جیسی بھی زبان کی ہو مگر اس جیسی خوبصورت اس "پورے گاؤں میں کوئی نہیں ہے۔ وہ میری ہے اور میری ہی رہے گی۔۔"

نذیر پھر سے پیچھے ہو کر بیٹھ گیا تھا۔ ارجمند نے آنکھیں نکال کر اسے دیکھا۔۔

دیکھو تو ذرا کیسی بے شرمی سے ذکر کر رہا ہے اسکی خوبصورتیوں کا۔۔۔! اسی لیے بری " لگتی ہے وہ مجھے کہ کسی بھی مرد کو لُبھانے سے باز نہیں آتی۔۔ ایک ذرا سی شکل کیا "اچھی مل گئی ہے ہمارے لیے مصیبت ہو گئی ہے۔۔

وہ اب تک غصے میں اسے جلی کٹی سنا رہی تھیں مگر وہ کسی بھی بات کی پرواہ کیئے بغیر اُٹھ گیا۔ نذیر بھی اس کے ساتھ ہی اُٹھا تھا۔۔

دیکھو تو نفیس کو۔۔! کیسے ماں کے منہ پر بول کر گیا ہے۔ ارے بیڑا غرق ہو اس اہل " کا۔۔ میرا بیٹا مجھ سے جدا کر دیا اس نے۔۔

بلند آواز میں اہل کو غائبانہ کوسنے دیتیں وہ اہلتے غصے کو باہر نکال رہی تھیں۔۔۔ ناجیہ بھی
بے دلی سے اُٹھ گئی تو وہ کچھ دیر بڑبڑا کر چپ ہو گئیں۔۔۔ زرد روشنیاں ویسے ہی لاؤنج کو
منور کیئے ہوئے تھیں۔۔۔

دوسری جانب بی جان نے اس کے کمرے کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوئیں تو ایک
پل کو انہیں کچھ دکھائی ہی نہ دیا۔ ٹول کر دیوار پر بٹن تلاشا اور پھر ایک دم سے بٹن پر
ہاتھ لگتے ہی کمرہ جیسے روشنیوں میں نہا گیا۔ وہ بیڈ پر لیٹی بازو آنکھوں پر رکھے ہوئے تھی۔
ایک پل کو بازو ہٹایا اور پھر سے رکھ لیا۔

"لائٹ بند کر دیں بی جان۔۔۔"

اس کی کمزور سی آواز سنائی دی تو بی جان کمرے میں چلی آئیں۔۔ پیچھے ہی زمان داخل ہوئے تھے۔ کھنکھارے تو وہ بے ساختہ اُٹھ بیٹھی اور بیڈ پر گرا دوپٹہ اُٹھا کر شانوں پر پھیلایا۔۔ گلابی لباس ملگجا سا ہو گیا تھا اور بال بکھرے ہوئے تھے۔۔

"کیا حالت بنا رکھی ہے تم نے اپنی ہاں۔۔؟ اور یہ کیا تھا کچھ دیر پہلے۔۔؟"

بی جان کی خفگی پر اس نے انجان بنتے ہوئے انہیں دیکھا۔

"کیا۔۔۔؟ کیا کیا ہے میں نے۔۔۔؟"

زمان بھی سامنے رکھے صوفے پر بیٹھ چکے تھے اور اب ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔۔

انجان مت بنو۔۔ ابھی جوار جمند بھا بھی کے ساتھ تم نے کیا وہ کیا تھا۔۔؟ کتنی بُری "
"بات ہے ایسے سب کے سامنے انہیں جواب دینا۔۔

ابرو باہم ملائے وہ بہت خفگی سے بول کر زمان کے ساتھ ہی بیٹھ گڈیں۔۔

"تو کیا اکیلے میں کہتی ان سے یہ سب؟"

معصومیت سے پوچھا۔ زمان نے بے اختیار مسکراہٹ دبائی تھی۔۔

"چہ۔۔ میں کیا پوچھ رہی ہوں تم کیا جواب دے رہی ہو۔"

ان کی خفگی سوا ہونے لگی۔۔

تمہیں عادت کا پتہ نہیں ہے کیا ارجمند بھابھی کی۔۔؟ کسی بات پر غصے میں آجائیں تو"

"بہت بُری طرح پیش آتی ہیں وہ۔۔"

جی اور جس طرح تھوڑی دیر پہلے میرے ساتھ پیش آئیں تمہیں شہد تو وہ بھی نہیں"

تھا۔۔ میں کیا کوئی دیوار ہوں یا گھر میں رکھا کوئی پودا ہوں جسے جو دل چاہے بول دو۔

انہوں نے بھی سب کے بیچ میں بہت نازیبہ طریقے سے بہت غلط بات کہی تھی مجھے۔۔

اگر عزت اتنی ہی پیاری ہے تو نہ کہیں اُلٹی سیدھی باتیں۔۔ اور بی جان۔۔ میں نے

بالکل بھی کوئی بد تمیزی نہیں کی ان سے۔ کیا میں چلائی تھی ان پر۔۔؟ یا میں نے کوئی

ایسی بات کہی جو مجھے نہیں کہنی چاہیے تھی۔۔۔؟ نہیں ناں۔۔ میں نے صرف ان کے

الفاظ ان کو لوٹائے تھے تاکہ ذرا انہیں بھی معلوم ہو کہ ان کے لفظ کتنے کڑوے کیلے
ہوتے ہیں۔۔

وہ ایک سانس میں بول کر خاموش ہوئی تو چند پل بی جان کچھ بول ہی نہ سکیں۔۔ زمان
بھی خاموشی سے اسے دیکھ رہے تھے۔۔

لیکن پھر بھی امل۔۔ تمہیں نہیں بات کرنی تھی ایسے ان سے۔۔ وہ بڑی ہیں۔۔ نہ
صرف مجھ سے رشتے میں بڑی ہیں بلکہ خاندانی لحاظ سے بھی ان کا رتبہ بلند ہے۔ ہمیں
آگے والے کو دیکھ کر بات کرنی ہوتی ہے بچے۔۔

ان کا لہجہ نرم ہوا تھا اب کے۔ مگر امل نے نفی میں سر ہلایا۔۔ جیسے ان کی بات سے
اختلاف ہو۔۔

بی جان بڑا ہونے کا کیا مطلب ہوتا ہے۔۔؟ بڑا ہونے کا مطلب ہوتا ہے بڑی"

قربانیاں دینا۔۔ بڑا ہونے کا مطلب ہوتا ہے چھوٹوں کی غلطیوں پر ان کو سبھاؤ سے

سمجھانا۔۔ بڑا ہونے کا مطلب ہوتا ہے بہت برداشت کرنا۔۔ بڑا ہونے کا مطلب

ہوتا ہے کہ دوسروں کو معاف کرنا۔۔ یہ جو ہمارے بڑے ہیں، بچے اور عمر کے فرق کی

وجہ سے خود کو اتنا اعلیٰ گردانتے ہیں کہ گویا چھوٹے تو قدموں کی دھول ہوں۔۔ انہیں جو

بھی کہیں یہ سر جھکا کر اچھا بُرا پی جائیں۔۔ جواباً بات غلط ہو یا صحیح اف تک نہ کریں۔

یہ ہے ان کا بُرا پن۔۔ لیکن بی جان میں ایسی ہرگز بھی نہیں ہوں۔ میں اکیسویں

صدی کی لڑکی ہوں، انیس سو پینسٹھ کی کوئی دوشیزہ نہیں ہوں جسے سو باتیں بھی سنا دو

تو وہ گونگی بہری بن کر سنتی رہے، یا پھر غلط صحیح کی پہچان کیئے بغیر ہاں جی ہاں جی

کرتی رہے۔۔ احترام اگر انہی باتوں کا نام ہے پھر تو مجھے واقعی یہ سب کرنا نہیں آتا۔۔

اور یہی بات یہ کہ آگے والے کو دیکھ کر بات کرنی چاہیئے تو بی جان میں نے بھی آج

انہیں سمجھا دیا کہ میں کوئی بے زبان پودا یا کونے میں پڑا کاٹھ کباڑ نہیں ہوں جسے وہ جو

کہیں گی کہتی رہیں۔۔ آج کے روپے کے بعد وہ مجھے آئندہ کچھ بھی کہنے سے پہلے سو دفعہ
"سوچیں گی۔۔"

بنا سانس لیئے بہت روانی سے نرم مگر مضبوط لہجے میں بول کر وہ چپ ہوئی تو زمان نے
گردن ذرا ترچھی کر کے گلابی جوڑے میں کھلتی سی امل کو دیکھا۔۔ بی جان تو سکتے ہیں ہی
چلی گئی تھیں۔۔

"امل۔۔۔۔"

بے یقینی سے بس یہی نکلا تھا ان کے منہ سے۔۔

"میں نے تمہیں یہ سب تو نہیں سکھایا تھا۔۔"

بہت صدمے سے انہوں نے کہا تو اہل ان کی معصومیت پر مسکرائی۔۔

بالکل۔۔ آپ نے مجھے نہیں سکھایا یہ سب، حالانکہ آپ کو سکھانا چاہیئے تھا۔ یہ سب " میں نے خود سیکھا ہے بی جان اپنی محنت سے۔۔ اسے آپ میرے تجربے کا نچوڑ سمجھ لیں۔۔

اب کے اس نے زمان کو دیکھا تو وہ کھل کر مسکرائے۔۔

وہ کہہ تو رہی ہے زمانی کے اس نے بد تمیزی نہیں کی بھابھی سے پھر تم کیوں " پریشان ہو رہی ہو۔۔؟ بھابھی نے جو بھی کہا نہیں کہنا چاہیئے تھا انہیں۔ اب تم چھوڑو اس قصے کو اور چل کر سو جاؤ۔ میں تو سمجھا پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے۔۔ لیکن اب میری

بیٹی کی بات سننے کے بعد مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ وہ اپنے مسئلے خود سلجھانے کی اہلیت
"رکھتی ہے۔"

چہرہ پھیر کر ایک نظر اسے دیکھا تو اس کے دل سے اندیکھا سا بوجھ ہٹا۔۔ چلو کم از کم آغا
جان تو اسے سمجھتے تھے۔۔

بی جان مان گڈیں مگر اب بھی اس سے خفا ضرور تھیں۔۔

آئندہ ایسا کچھ بھی ہو تو خود نہ سارے حساب کتاب برابر کرنے کھڑی ہو جانا۔ مجھے بتانا"
"میں خود بات کرونگی۔۔

"ہاں جی۔۔ آپ کو بتادوں تو آپ جی جی میں سر ہلاتی رہیں۔۔"

"اب زیادہ نہ بولو ماں کے سامنے۔۔ چند کتابیں پڑھ کر بولنا آگیا ہے بڑا۔"

خفگی سے اسے دیکھتیں وہ کمرے سے باہر نکلیں تو زمان بھی مسکراتے ہوئے اُٹھے۔۔
پھر اس تک آئے۔۔ سر پر ہاتھ رکھا۔۔ وہ ان کی شفقت پر مسکرائی تھی۔۔

میری بیٹی بہت سمجھدار ہوگئی ہے۔ معاملات کو سمجھتی ہے اور انہیں حل کرنا بھی "جانتی ہے۔۔ لیکن اگر کوئی تمہارے اس حق بجانب ہونے پر تم سے بدلہ لے تو تم اپنے بابا کے پاس آؤ گی۔۔ اور اگر بابا کے پاس نہ آسکو تو ولی کے پاس جانا۔ ہم دونوں برابر "ہیں تمہارے لیے۔۔"

آخری بات پر اس کے چہرے پر کھیلی مسکراہٹ غائب ہوئی تھی۔۔۔ زمان اس کا گال
تھپتھپا کر باہر کی جانب بڑھے مگر وہ بیٹھی رہ گئی۔۔۔

"ہم دونوں برابر ہیں تمہارے لیے۔۔۔"

آغا جان کے جملے کی بازگشت اب تک سماعت میں اتر رہی تھی۔۔۔ پھر گہرا سانس لے
کر اٹھ گئی۔۔۔ عشاء کی نماز ابھی پڑھنی تھی۔۔۔

تین راتیں قبل۔۔۔

ہاشم اپنے کمرے کی جانب لڑے قدموں دوڑا تھا۔ چہرے پر عجیب سی بے چینی تھی اور
دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ کمزوری۔۔ ولی احمد کی کمزوری تھی جو اس کے ہاتھ
لگ گئی تھی۔۔ ایسا لگ رہا تھا گویا ہفتِ اقلیم ہاتھ آگیا ہو۔۔ کمرے کا دروازہ احتیاط سے
مقفول کر کے وہ اندر آیا اور پھر موبائل قمیض کی جیب سے نکال کر جلدی جلدی کوئی
نمبر ڈائل کرنے لگا۔۔ اس کے چہرے پر پسینہ چمک رہا تھا اور ہاتھوں میں اندیکھی سی
لرزش تھی۔۔

حسن۔۔ حسن شاہ، تم نے کہا تھا کہ ولی کی کوئی کمزوری چاہیئے تمہیں۔۔ یہی ناں۔۔"

حسن اس کی کمزوری میرے ہاتھ لگ گئی ہے۔ وہ ایک لڑکی سے محبت کرتا ہے جسے
پانے کی اوقات تک نہیں ہے اس کی۔ اور جانتے ہو صرف میں دشمن نہیں ہوں اسکا۔۔

"اس معاملے میں تو اس لڑکی کے بھائی بھی خون کے پیاسے ہو جائیں گے اس کے۔۔"

تیز تیز دھیمی آواز میں بولتا وہ بہت پُر جوش سالگ رہا تھا۔۔ بار بار ہاتھ کی پشت سے پیشانی پر آیا پسینہ بھی صاف کر لیتا اور مڑ کر محتاط سا دروازے کو بھی دیکھ لیتا۔۔

"ہاں آؤنگا کل میں تمہارے ڈیرے پر۔۔ مجھ سے تو یہ رات ہی نہیں گزاری جائیگی۔۔"

پھولی سانس کے ساتھ ایک کمینی سی مسرت میں بولتا وہ ذہنی مریض لگ رہا تھا۔ پھر الوداعی کلمات کہہ کر فون رکھتا جیسے ہی پلٹا اس کا موبائل دوبارہ بج اُٹھا۔۔
اچھنبے سے آنکھیں چھوٹی کر کے اس نے نمبر کو دیکھا اور پھر کال اُٹھا کر موبائل کان سے لگایا۔۔

دوسری جانب کی بات سُن کر بے اختیار تیوری چڑھی اور دانت جھم گئے۔۔

اس کرم کا کچھ کرنا پڑے گا حفیظ۔۔ میں آتا ہوں صبح ڈیرے پر پھر دیکھتے ہیں کہ کیا"
"کرنا ہے۔۔

فون رکھ کر موبائل بیڈ پر ڈالا اور تنے چہرے کے ساتھ کمرے میں دائیں سے بائیں اور پھر
بائیں سے دائیں مٹھلنے لگا۔۔ گھڑکی کی ٹک ٹک ویسے ہی جاری تھی۔۔

اسے لا کر جیل کی سلاخوں کے پیچھے پٹخا گیا تو وہ بلبلا کر دوبارہ سلاخوں تک بھاگتا آیا۔۔
آفسیر اب جھک کر سخت چہرے کے ساتھ تالا لگا رہا تھا۔۔ اس نے سلاخوں کو زور سے
جھٹکا دیا۔۔

مجھے نکالو باہر یہاں سے۔ میں بے قصور ہوں میں نے اس لڑکی کے ساتھ کچھ نہیں " "کیا ہے۔ جھوٹ بول رہی ہے وہ۔ میری بات سُنو کھولو یہ تالا۔۔

اپنی بات پر کوئی بھی ردِ عمل نہ پا کر اس کا دماغ بھٹا اٹھا تھا۔۔ ایک بار پھر سلاخوں کو جھٹکا دیا مگر وہ زمین میں اسی طرح گرڑھی رہیں۔۔ البتہ جھک کر تالا لگاتے آفسیر نے کرخت سا چہرہ اٹھا کر اسے ضرور دیکھا تھا۔۔

مجرم کے یہ بول چنے سے کہ اس نے کچھ نہیں کیا وہ بے گناہ نہیں ہو جاتا۔ اگر تو نے " وہ سب نہیں کیا تو پھر کیا اس لڑکی نے شوقیہ نام لیا ہے تیرا۔۔؟ چپ کر کے پڑا رہ " اندر۔۔

ناگواری سے کہہ کر وہ آگے بڑھا تو اس کی آنکھیں غصے سے نم ہو گئیں۔۔ دانت پر
دانت اتنی زور سے جمائے کہ کنپٹی کی رگ تک پھڑک اُٹھی۔۔

تم سب جانتے ہو کہ میں بے قصور ہوں۔۔ بے گناہ ہوں میں۔۔ سب پتہ ہے تم"
لوگوں کو مگر ہاشم کی مریدی میں ایک لفظ تک منہ سے نکالنا حرام ہے تم جیسے حرام
"زادوں کا۔۔"

بہت بلند پھٹتی آواز میں اس نے کہا تو ٹیبل کے پیچھے کرسی پر بیٹھا تھانے کا اے ایس
پی تپ کر اس کی جانب گھوما۔۔

اے لڑکے۔۔۔ زیادہ بک بک کرنے کی ضرورت نہیں ہے ہمارے سامنے سمجھا۔۔"
ایک طرف اس مولوی نے دماغ خراب کر رکھا ہے اور دوسری طرف تو اپنی کسر نکال کر

اب سارا نزلہ بھی ہم ہی پر گرا رہا ہے۔۔۔ چپ کر کے پڑا رہ اندر نہیں تو یہ جو ڈنڈا ہے
"ناں۔۔۔ بہت زور سے لگتا ہے۔۔۔"

اپنا مخصوص ڈنڈا اسے دکھا کر گویا دھمکایا مگر ولی کو اب کوئی چیز نہیں ڈراتی تھی۔۔۔
سلاخیں زور سے پکڑے وہ آگے کو ہوا اور اس کی آنکھوں میں دیکھ کر غرایا۔۔۔

میں نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا ہے سمجھ لو تم سب بھی۔۔۔ اور رہا وہ ہاشم۔۔۔ اسے تو"
میں دیکھ لونگا۔۔۔ بلکہ باہر نکل کر میں تم سب کو دیکھ لونگا۔ ایک ایک کو اگر میں نے قبر
"کی مٹی نہ چٹائی تو میرا نام بھی ولی نہیں۔۔۔"

اچھا۔۔۔ تو تمہیں لگتا ہے تم بہت طاقتور ہو ہاں۔۔۔ بہت زبردست ہو تم کہ اکیلے سب کا"
مقابلہ کر لو گے۔۔۔ ہم سب کا۔۔۔ اور ساتھ میں اس ہاشم کا بھی۔۔۔! وہ جسے ایک دنیا اب

جانور کے نام سے یاد کرتی ہے اس سے بدلہ لوگے تم۔۔۔؟ بیٹا ہوش کے ناخن لو اور جو بھی ہم کہیں خاموشی سے اس کا اعتراف کر لینا نہیں تو تم نہیں جانتے کہ تمہارے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔۔۔ یہ تمہانے بہت سے کیسیس کو عدالتوں تک جانے ہی نہیں دیتے۔۔۔ ان کے فیصلے یہ بڑے بڑے ہاشم جیسے کمینے لوگ کیا کرتے ہیں۔۔۔ یہاں کے جج، جیوری اور جلاڈ میہی لوگ ہوتے ہیں اور اگر جو بھی ان کے کسی بھی حکم کی روگردانی کرتا "ہے تو انجام بہت بھیانک، بہت ہولناک ہوتا ہے۔۔۔"

وہ اس کے سامنے کھڑا اب کے اسے بہت ہمدردی سے سمجھا رہا تھا مگر ولی نے خون آشام نظریں اس پر گاڑھیں۔۔۔ سلاخوں کے قریب چہرہ لا کر جب وہ بولا تو آواز میں عجیب سی لرزش تھی۔۔۔ ایسی جیسے شدید طیش کے وقت ہوتی ہے۔۔۔ ایسی جیسے بہت کچھ سہ لینے کے بعد بے خوفی کے وقت ہوتی ہے۔۔۔

وہ ایسا اسی لیے بن گیا صاحب کیونکہ آپ اپنی ڈیوٹی کے وقت سو رہے تھے۔ آپ اور "آپ جیسا ہر عوامی خدمت گار اگر اپنی ذمہ داری کے ساتھ ایسے مجرموں کے ہاتھ روکیں تو نوبت کبھی بھی یہاں تک نہ آئے۔ وہ ان فیصلوں کے جج، جیوری اور جلاّد صرف اس لیے بن جاتے ہیں کیونکہ آپ۔۔۔ آپ لوگ ان کو اتنی اجازت دیتے ہیں۔۔ اگر آپ یہ "ڈنڈا۔۔"

اس کے ہاتھ میں پکڑے ڈنڈے کی جانب انگلی سے اشارہ کیا۔

اگر اسے مجھ جیسوں کو دکھانے کے بجائے انہیں دکھاتے تو آج میں نہیں وہ ان "سلاخوں کے پیچھے ہوتا۔۔ مگر آپ کی بزدلی نے سب کچھ تباہ کر دیا۔۔ اس معاشرے کے ہر تیسرے فرد کی تباہی کے ذمے دار آپ جیسے لوگ ہیں لیکن سر۔۔ آپ لوگ ان

بڑے لوگوں کو نوازتے نوازتے کیوں بھول جاتے ہیں کہ جو بچ جاتے ہیں وہ ان سے
"بھی بڑے جانور بن جاتے ہیں۔۔۔ اور میں۔۔۔"

اپنے سینے کو بجایا۔۔۔

جلد یا بدیر مگر ضرور۔۔۔ ایک دن ان سب سے بڑا جانور بن جاؤنگا اور ان کو کچا نگلتے "
"ہوئے میرے حلق میں ایک دفعہ بھی پھندا نہیں لگے گا۔۔۔"

ایک جھٹکے سے سلاخیں چھوڑتا وہ دیوار سے لگ کر جا بیٹھا مگر اے ایس پی اب تک جما
ہوا تھا۔۔۔ بنا پلک جھپکے وہ اس نو عمر سے لڑکے کو دیکھے گیا جس کے لہجے کی تپش اور
آنکھوں سے برستی آگ نے گویا اس کے اندر سب کچھ جلا کر خاکستر کر دیا تھا۔۔۔
دوسری جانب وہ گھٹنوں میں سر پیتے مسلسل ایک ہی بات بڑبڑائے جا رہا تھا۔۔۔

"میں ان سے بڑا جانور ہوں۔۔"

"میں ان سے بڑا جانور بن کر دکھائوں گا"

اور یہ ہی وقت تھا کہ جب اس نے انتقام کے سفر پر نکلنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس گاؤں کو چھوڑ کر، پڑھ لکھ کر کچھ بننے کی خواہش جیسے ان سلاخوں کے پار دم توڑ گئی تھی اور اگر کچھ باقی رہ گیا تھا تو وہ چنگاری جو ہر پل اسے اندر ہی اندر سُلگا رہی تھی۔

"میں ان سے بڑا جانور بن کر دکھائوں گا۔۔"

اسکی سرگوشی اب بہت سرد سی دھیمی آواز میں بدلتی جارہی تھی۔۔

ہاشم تھانے میں دندناتا ہوا داخل ہوا تو ایک دم سے تھانے میں ہلچل سی مچ گئی۔۔
کرسیاں بچھائی گئیں، بے ساختگی سے سلام جھاڑے گئے مگر وہ تو جیسے ادھر صرف ولی
سے ملنے آیا تھا۔۔

"کچھ اعتراف کیا اس نے۔۔۔؟"

اے ایس پی نے اسے ڈھیلے سے انداز میں بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ چارو ناچار بیٹھ ہی
گیا۔۔

"کیا اس کے ساتھ یہ سب کرنا ضروری ہے۔۔؟"

ہاشم کی تیوری بے اختیار چڑھی تھی، آنکھوں میں اترتی نا سمجھی نے جیسے ہی ادراک کا لمحہ پار کیا اس نے ایک جھٹکے سے ہاتھ ٹیبل پر مار کر اے ایس پی کو گویا جگایا۔۔

تو کیا تم ہمدردی کرنے لگے ہو اس سے۔۔؟ یا میری مدد کرنے کا ارادہ بدل لیا ہے تم"

"نہ۔۔ بولو۔۔ کیا ہوا ہے۔۔؟"

سر سراتے انداز پر اے ایس پی عبید کے ملتھے پر بل پڑے۔

میں صرف یہ پوچھ رہا ہوں کہ اس کے ساتھ یہ سب کرنا کیا ضروری ہے۔۔؟ اگر "
اسے اپنی زندگیوں سے نکال باہر کرنا چاہتے ہو تو کسی اذیت کسی ذلت کے بغیر بھی
اگر سکتے ہو پھر اس سارے تماشے کی بھلا کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔۔؟

اوہ۔۔ ہاشم بہت کچھ سمجھتا سیدھا ہو بیٹھا تھا۔ پھر نفرت سے پُر لہجے میں گویا ہوا۔۔

اس کا مطلب ہے کہ میں اس سے شدید نفرت کرتا ہوں اور اسے وہ موت دینا چاہتا "
ہوں جس میں اس کی سانس باقی رہے اور اندر سے اس کا وجود مر جائے۔ اس کی جان
لے کر میں اسے ان عذابوں سے آزاد نہیں کرنا چاہتا۔۔ تم اس سے اعتراف کرواؤ اور
مجھے زیادہ درس پینے کی ضرورت نہیں ہے، جیسے مجھے تو پتہ ہی نہیں کہ تم خود کتنے نیک
ہو۔"

ایک کٹیلی نگاہ اس پر ڈال کر وہ غرایا تو اب کے اے ایس پی کی پیشانی لکیر کے جالوں سے بھر گئی۔۔

"میں اس سے اسکی مرضی کے خلاف کیسے اعتراف کروا سکتا ہوں۔۔۔؟"

ہاں جیسے تمہیں تو پتہ ہی نہیں ہے کہ کسی سے جبری اعتراف کس طرح کروایا جاتا"
"ہے۔۔ دیکھو عبید۔۔

اس نے ہاتھ اٹھایا۔۔

مُجھے اس کا اعتراف چاہیئے کسی بھی قیمت پر اور تم مجھے اس کا اعتراف لا کر دو گے۔۔"

اگر تم یہ کام نہیں کر سکتے تو مجھے چھوڑ دو ایک گھنٹہ اس کے ساتھ اندر، اس سے میں

"خود سب کچھ کھلوا لوں گا۔۔"

مگر ہاشم وہ ایک نو عمر بچہ ہے۔۔ اس کے آگے زندگی پڑی ہے اور جسمانی تشدد کے "

بعد تو اچھے اچھے انسان ذہنی مریض بن جاتے ہیں، کوئی اور راستہ دیکھ لو، ہزار طریقے ہیں

معاملات سلجھانے کے، اس طرح کا ظلم مت کرو جو تم آگے انورڈ نہ کر سکو کیونکہ انتقام

کبھی ختم نہیں ہوتا۔۔ آج تم اسے جانور بن کر دکھا رہے ہو کل کو وہ بھی تمہیں جانور بن

کر دکھائے گا اور یہ مت بھولنا کہ کارما بھی اسی کائنات کی ایک بہت واضح حقیقت

"ہے۔۔"

عبید کسی بھی طرح بس اسے قائل کرنا چاہ رہا تھا مگر ہاشم پر تو گویا کوئی جنونی سی کیفیت سوار تھی بدلہ لینے کی۔۔ کوئی آگ تھی اس کے اندر جو بجھائے نہ بجھتی تھی۔۔

مجھے کچھ نہیں پتہ عبید اس سے اعتراف کرواؤ اور اگر اب تم اس قدر نرم دل کے " ہو گئے ہو کہ کسی پر تشدد نہیں کر سکتے تو میں بھیج دیتا ہوں اپنے آدمیوں کو، انہیں کسی پر "رحم نہیں آتا۔۔ بولو۔۔۔ بتاؤ۔۔

اے ایس پی چند پل ٹھنڈے تاثرات سے اس کا چہرہ تکتا رہا پھر اثبات میں سر ہلاتا سیدھا ہو بیٹھا۔۔

ٹھیک ہے میں کرواتا ہوں اس سے اعتراف مگر اس کے بعد کیا ارادہ ہے تمہارا۔۔۔؟" "کیا کرو گے اس بچے کے ساتھ۔۔۔؟

ہاشم اس سوال پر مسکرایا تھا اور وہ ایسی مسکراہٹ تھی کہ عبید کی پیشانی پر ابھرا ہل بل ڈھیلا پڑ گیا۔۔

اس کے بعد میں معافی تلافی کروا کر اسے واپس گھر لے جاؤنگا مگر تب تک ولی کے "اندر موجود سب کچھ ختم ہو گیا ہوگا۔۔ ہاں بالکل ایسا ہی ہوگا۔۔ بالکل ایسا ہی ہونا "چاہیئے۔۔

آخری جملے جیسے وہ خود سے بول رہا تھا بہت مدہم آواز میں۔۔ پھر چہرہ اٹھا کر اے ایس پی کو دیکھا۔۔

کوئی رحم نہیں کرنا اس پر، اعتراف نہ کرے تو چمڑی اُدھیر کر رکھ دینا اس کی، کھال "
"کھینچ لینا جسم سے مگر میں نہ نہیں سُنوں تمہارے منہ سے اب۔۔"

کہتے کے ساتھ ہی وہ اُٹھا اور کسی کی بھی جانب دیکھے بغیر جیسے آیا تھا ویسے ہی چلا گیا۔۔
اے ایس پی اب تک اپنی جگہ پر ساکت سا بیٹھا تھا۔۔

اس نے سر گھٹنوں میں دے رکھا تھا اور ویران آنکھیں لاک اپ کی کچی زمین پر جما رکھی
تھیں۔۔ یکایک بہت سے لوگوں کی آوازوں پر اس نے سر اُٹھایا۔۔ دو تین اہلکار سلاخوں
کے اس پار کھڑے اسے ہی دیکھ رہے تھے اور دوسرا آفسیر جھک کر اس کے لاک اپ کا
تالا کھول رہا تھا۔ وہ اب گردن پوری اُٹھائے ان لوگوں کو دیکھتا رہا۔۔ ریڑھ کی ہڈی نہ
جانے کیوں سنسنایا اُٹھی تھی۔۔ اہلکاروں نے اندر داخل ہو کر اسے اُٹھایا۔۔

"اک کہاں لے جا رہے ہو مجھے۔۔ چھوڑو مجھے۔ چھوڑو۔۔"

مسلسل مزاحمت کرتا وہ اپنا بازو اہلکار کی سخت گرفت سے چھڑا رہا تھا مگر وہ ایک بہت جاندار قسم کا آدمی تھا۔۔ اس کی گرفت سے نکلنا آسان نہیں تھا۔۔

ایک کمرے میں لے جا کر اسے کرسی پر گویا پٹھا گیا اور پھر اہلکار گھوم کر اس کے سامنے رکھی کرسی پر جا بیٹھا۔۔ وہ شاید اس تھانے کا ٹارچر سیل تھا۔ کمرہ نہ زیادہ بڑا تھا اور نہ ہی زیادہ چھوٹا، درمیان میں ایک میز رکھی تھی جس پر چند کورے کاغذات اور قلم رکھے تھے، میز کے آگے سامنے صرف دو کرسیاں تھیں۔ ایک جس پر ولی بیٹھا ہوا تھا اور ہتھکڑی میں بندھے ہاتھ گود میں پڑے تھے اور دوسری جانب کرخت چہرے والا بھاری سا اہلکار تھا جس کی چبھتی نظریں ولی پر ساکت تھیں۔ باقی کے اہلکار دروازہ بند کرتے باہر کی جانب بڑھے تو ولی چونکا۔۔

چہرہ گھما کر پہلے بند دروازے کو دیکھا اور پھر سامنے بیٹھے آدمی کو۔۔

"کیوں کیا تم نے اس لڑکی کا ریپ۔۔۔؟"

اس کی عجیب سی آواز کمرے کی دیواروں سے پلٹ کر آتی عجیب سا ارتعاش پیدا کر رہی
تھی مگر ولی اس کے سوال پر جم گیا تھا۔۔

"میں نے پوچھا کیوں کیا تم نے اس کے ساتھ ایسا۔۔؟"

"!میں نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا ہے سمجھے۔۔"

ایک جھٹکے سے اس نے ہتھکڑی میں بند ہاتھ ٹیبل پر مارے تو کمرہ اس کی آواز سے گونج اُٹھا۔۔

یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔ مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے کس وقت اس کا ریپ کیا؟
"اور کیوں۔۔؟"

اسکے سر کے اوپر جھولتا بلب ہولے ہولے دائیں سے بائیں اور پھر بائیں سے دائیں لہرا رہا تھا۔ اس کی تیز روشنی آنکھوں میں چبھن پیدا کر دیتی تھی اور سر میں درد کی سی ٹیسیں اُٹھنے لگتی تھیں۔۔

میں نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا ہے۔ تم یہ بات اچھے سے جانتے ہو لیکن میرے سامنے "
"یہ اداکاری۔۔"

اس کی بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ آفسیر گھوم کر اس کی کرسی کی جانب آیا اور
پھر اس کو بالوں سے پکڑ کر اس کا سر ٹیبل پر دے مارا۔۔ ایک دفعہ، دو، تین، چار۔۔
اسکا جیسے سر گھوم کر رہ گیا تھا۔ اہلکار نے اس کا چہرہ بالوں سے دبوچ کر اونچا کیا۔ اس
کے ماتھے سے خون کی پتلی سی لکیر بہہ کر کنپٹی میں جذب ہو گئی۔۔ ادھ کھلی آنکھوں
سے اسے اہلکار کا چہرہ نظر آیا تھا۔۔

تم چوبیس اکتوبر کی رات کہاں تھے۔۔۔؟ "پھر پوچھا۔۔"

"اپنے دوست کے ساتھ تھا میں۔۔"

اس نے بھی اسی بے خوفی سے کہا تو اب کے اہلکار سیدھا ہوا اور پھر اس کی کرسی کو ایک لات ماری تو وہ بندھے ہاتھوں کے ساتھ دور جاگرا۔۔ دائیاں گھٹنا اور ہاتھ بہت بری طرح چھل گیا۔۔ سر بہت زور سے کرسی کے ہتھکے سے ٹکرایا تھا۔۔

"بولو۔۔ کہاں تھے چوبیس اکتوبر کی رات تم۔۔۔؟"

وہ اسی کرخت چہرے کے ساتھ اس کے سامنے پنچوں کے بل بیٹھا اور پھر اس کا سر بالوں سے پکڑ کر اوپر کو اٹھایا۔۔

"میں اپنے دوست۔۔۔"

لٹے ہاتھ کا بھاری تھپڑ اسے پڑا تو اس کا چہرہ ایک جانب کو گھوم گیا۔۔ گہرے گہرے
سانس لیتے ہوئے اسے کھانسی آئی تھی۔۔

"کہاں تھے چوبیس اکتوبر کی رات تم۔۔۔؟"

ایک بار پھر پوچھا تو اس نے اب کے گلابی آنکھوں سے اہلکار کو دیکھا۔۔

"تمہاری ماں کے ساتھ تھا۔۔"

ایک زوردار مگّا اس کے جبرے پر پڑا تو وہ دیوار سے جا ٹکرایا۔۔

اہلکار اسے اٹھا کر سیدھا کرتا کر سی کی جانب لایا اور پھر کمرے کے اندھیر حصے سے ایک موٹا سا ڈنڈا اٹھا لایا۔۔۔ ولی کی ادھ کھلی آنکھوں نے اس ڈنڈے کو دیکھا اور پھر اہلکار کو۔

"کہاں تھے چوبیس اکتوبر کی رات تم۔۔۔؟"

"اپنے دوست کے۔۔۔"

موٹا سا ڈنڈا بہت زور سے مارا تھا اس کے سر پر۔۔۔ ایک سیکنڈ کے لیے ساری دنیا چکرا کر رہ گئی۔۔۔ اور پھر ہر دفعہ کے استفسار پر اس کا ایک سا جواب اس کے جسم پر ضربیں لگاتا گیا۔۔۔ اس کا پورا جسم سُرخ ہو گیا تھا اور اتنا درد کرنے لگا تھا گویا پیپ کا کوئی پکا ہوا پھوڑا ہو۔۔۔ جسم پر جا بجا گہرے نیل پڑ گئے تھے اور سر تو جیسے مستقل گھوم رہا

تھا۔۔ چکراتے سر کے ساتھ اس کا دل متلایا تو اس کے منہ سے قے نکلی۔۔ گرم گرم آنسو بھی آنکھوں سے بہنے لگے تھے۔۔

بہت بُری حالت میں اسے لاکپ میں لا کر پٹھا گیا تھا۔۔ اس ساری رات درد سے بلکتا ولی کراہ رہا تھا۔۔ شدید ٹیسوں کے باعث وہ کبھی ایک جانب کو لڑھکتا اور کبھی دوسری جانب کو۔۔ آنکھوں سے آنسو ویسے ہی بہہ رہے تھے اور گلے میں ایک بار پھر سے بہت کچھ اٹکنے لگا تھا۔۔

ابھی تو چند دن پہلے زندگی اچھی لگنے لگی تھی۔۔ ابھی تو اس نے اس کی نرم سی محبت کو ٹھیک سے محسوس بھی نہیں کیا تھا۔۔ ابھی تو وہ اس کی آنکھوں کے سحر سے آزاد بھی نہیں ہو پایا تھا۔۔ ابھی تو۔۔ ابھی تو بہت کچھ باقی تھا مگر وہ فنا ہوتا جا رہا تھا۔۔

اوندھے پڑے لڑکے کو ایک ایک کر کے اس کی ہر ادا یاد آنے لگی تو دل کا ہر زخم ہرا ہوتا گیا۔۔ آنکھوں سے بہتے آنسوؤں میں شدت آگئی۔۔ اوپر والے سے شکوے بڑھتے گئے۔۔

اور پھر اس کی سسکیوں کی ہلکی ہلکی سی آواز اس لاک اپ میں گونجنے لگی۔۔ رات کے اس پھر سنسان پڑا تھانہ اس کی دلدوز سسکیوں کی لپیٹ میں آ رہا تھا۔۔

وہ اسی طرح اوندھے منہ لیٹا اب کے بلند آواز سے رونے لگا تھا۔۔ اندر اتنی توڑ پھوڑ مچی تھی کہ کچھ بھی سُبھائی نہ دیتا تھا۔۔ اسے سمجھ نہیں آیا کس کس زخم کو روئے۔۔ کس کس درد کا ماتم کرے۔۔ کس کس دم توڑتی خواہش کا لہو اپنی گھٹتی رگوں کے ساتھ لپیٹتا جائے۔ سب ختم ہو رہا تھا۔۔ وہ مٹی ہو رہا تھا۔۔ راکھ کا ڈھیر بنتا جا رہا تھا۔۔

اب کے سسکیاں بہت بلند ہو کر رونے کی آواز میں بدل گئی تھیں۔۔

پھر وہ بمشکل بے طرح دکھتے جسم کو گھسیٹتا سیدھا ہوا۔ جوڑ جوڑ، نس نس میں درد خون کے ساتھ بہہ رہا تھا۔ زندگی تھی کہ کسی بھی طرح اس پر رحم کرنے کو تیار نہ تھی۔۔ آس پاس پلتے لوگ تھے جو کسی بھی طرح اسے اس کے اندھیر، تاریک ماضی سے نکلنے ہی نہ دیتے تھے۔۔ اسے جلا رہے تھے۔۔ پل پل مار رہے تھے۔۔ کمر دیوار سے لگائی اور گھٹنے سمیٹ کر سینے سے۔۔ گھٹی گھٹی سی سسکیوں کی آواز اب تک سنائی دیتی تھی۔۔

اچھی زندگی کی خواہش اور کسی ایسی جگہ رہنے کا خواب جہاں اسے کوئی نہ جانتا ہو، سب کچھ اس لاک اپ میں نے نگل لیا تھا اور اگر اس کے اندر کچھ باقی رہ گیا تھا تو وہ صرف انتقام کی چاہ تھی۔۔ جنہوں نے اس کی زندگی برباد کی تھی ان کا خون پینے کی پیاس رہ گئی تھی بس۔۔

اُم کی محبت اور اپنی ذات کا احساس تو اسی رات ختم ہو گیا تھا۔ اسے لگا تھا کہ وہ کبھی اب کسی سے محبت نہیں کر پائے گا۔۔ آج اس کے اندر موجود سب ختم ہو رہا تھا۔۔ آنسوؤں کو بے دردی سے رگڑ کر اس نے اپنی ابھرتی سسکیوں کا گلا گھونٹ دیا۔۔ دانت سختی سے جما لیے۔۔ ضبط سے آنکھیں سرخ پڑنے لگیں۔۔ مگر اب بس۔۔ اب وہ نہیں روئے گا۔۔

آنسو روکنے کے باعث گلے میں پھندے پڑنے لگے، دل بند ہونے لگا۔۔ مگر نہیں۔۔ اب ان آنکھوں سے کوئی آنسو نہیں ٹپکنا تھا۔۔ اس کے اندر جلتی آگ نے اس کے آنسوؤں کو خشک کر دیا تھا۔۔ لاک اپ میں اب کے سسکیوں کی آواز نہ سنائی دیتی تھی۔۔ بس

عجب سی وحشت پھیل گئی تھی۔۔ گھٹنوں کو سینے سے سمیٹ کر بیٹھا لڑکا درد کی انتہاؤں پر پہنچنے کے بعد اب کچھ بھی محسوس نہیں کر پا رہا تھا۔۔ ایک الاؤ تھا جو بھرک رہا تھا بس۔۔ ایک راکھ تھی جس کے اندر آخری چنگاری باقی رہ گئی تھی۔۔ اب کچھ نہیں تھا اس کے اندر۔۔

اس نے سر دیوار کی پشت سے ٹکا دیا اور خالی خالی نظروں سے چھت کو دیکھے گیا۔ سیاہ رات میں گاؤں کی پہاڑی سے کسی بھیڑیے کی رونے کی آواز آئی تھی۔۔ جیسے اپنے کسی زخمی ساتھی کے دکھ میں شرکت کا اعلان ہو۔۔ اس نے چہرہ جھکا کر اپنے زخمی جسم کو دیکھا۔۔

ضبط کی نمی آنکھوں میں تیرنے لگی مگر آنسو باہر نہیں گرا۔۔ پلکوں کی بارڈ پر ٹھہر گیا۔۔ بھیڑیے کے رونے کی آواز اب تک سنائی دے رہی تھی۔۔ تاریک لاک اپ میں بیٹھا لڑکا بھی زخمی بھیڑیا بن گیا تھا۔۔ جس کی واپسی کے اب سارے راستے بند ہو چکے تھے۔۔

دوسری جانب زمان نے بذاتِ خود مولوی صاحب سے جا کر ملاقات کی تھی جس کا نتیجہ کچھ بھی نکلا تھا۔ وہ اسی بات پر مصر تھے کہ یہ حرکت ولی کی ہی ہے۔ ان کی بیٹی سے بات کرنا چاہتے تھے زمان مگر مولوی صاحب نے سختی سے منع کر دیا کہ اب ان سب کی کچھ ضرورت نہیں۔۔ ولی کو سزا ہوگی اور وہ اسی طرح سلاخوں کے پیچھے سڑتا رہے گا۔۔

پریشانی سے جب وہ گھر لوٹے تو بی جان دروازے میں ہی ٹکی تھیں۔ ان کے شکستہ سے انداز پر ان کا اپنا وجود بھی ڈھے گیا تھا۔۔ اہل نے تو پھر کمرے کا دروازہ ہی نہیں کھولا۔۔ خود کو اندر بند کر لیا۔۔ اور مستقل روئے جا رہی تھی۔ کچھ سمجھ نہیں آتا تھا کہ کمرے تو کیا کمرے۔ جائے تو کدھر جائے۔۔ کہے تو کس سے کہے۔۔

زمان صبح ہوتے ہی تھانے پہنچے، ولی کی ابتر حالت دیکھ کر ان کے دل کو دھکا سا لگا تھا۔

"اتنا تشدد کرنے کی اجازت کس نے دی ہے آپ لوگوں کو۔۔۔؟"

وہ اے ایس پی پر دھاڑے مگر جواباً وہ خاموش رہا۔۔ ولی نے سردار بابا کی آواز سُن لی
تھی مگر سر نہیں اُٹھایا۔۔ اس کا دل ہر شے سے اُچاٹ تھا۔۔

"یہ اعترافی بیان کی کارروائیاں ہیں زمان صاحب، حوصلہ رکھیے۔۔"

"! حوصلہ رکھوں۔۔۔"

انہوں نے زخمی آنکھوں سے اے ایس پی عبید کو دیکھا تھا۔

اس طرح کا تشدد کیا نتیجہ لے کر آتا ہے کیا آپ نہیں جانتے۔۔؟ وہ ایک چھوٹا بچہ ہے "
جس کا جرم ابھی ثابت نہیں ہوا ہے اور آپ لوگوں نے ایک رات میں کیا حالت کر دی
!" اس کی۔۔

ان کی گرج سے ایک پل کو تھانہ لرز کر رہ گیا تھا۔۔

"شیخ صاحب حوصلہ رکھیے۔۔ میں۔۔"

میں بھی دیکھتا ہوں کہ میرے بیٹے کو آپ لوگ اب اس سب میں کیسے گھسیٹتے ہیں۔۔"

اگر اب اسے کسی نے ہاتھ بھی لگایا تو میں آپ کا یہ تھانہ تمس نہس کر کے رکھ دوں گا۔۔

"اور اب بات آپ سے کورٹ میں ہوگی۔۔"

ایک جھٹکے سے وہ کہہ کر اٹھے تو ان کے ساتھ موجود گارڈز بھی انہی کے ساتھ باہر کی جانب ہوئے۔۔ عبید نے بے اختیار پریشانی کے ساتھ پیشانی مسلی تھی۔۔ پھر موبائل

اُٹھا کر جلدی جلدی کوئی نمبر ڈائل کرنے لگا۔۔ کچھ ہی دیر میں ہاشم اس کے سامنے
کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔۔

"تمہارے سردار بابا کیس کرنے کی دھمکی دے کر گئے ہیں۔۔"

وہ جو بہت آرام دہ سا بیٹھا تھا یکدم سیدھا ہوا۔۔ پیشانی پر یکدم فکر مندی چمکی۔

"!کیا بکو اس ہے یہ۔۔۔"

جی یہ یہی بکو اس ہے جو سُن رہے ہو تم، تیار رکھو اب خود کو کیونکہ تمہارے سردار بابا"
بہت غصے میں گئے ہیں یہاں سے۔ اور چونکہ یہ صرف ایک ڈھونگ تھا تو تم اب اپنی کمر
مضبوط رکھنا، کیونکہ جتنے پیسے تم نے اس مولوی کو یہ سب کرنے کے لیے چیتے ہیں اس

میں وہ الزام تو لگا سکتا ہے مگر عدالت میں گواہی وہ کبھی نہیں دے گا۔۔ اور سونے پر
سہاگہ۔۔ اس سارے کیس میں ولی کے پاس ایک نہیں دو دو ایلی بائیز ہیں۔ ایک اس
کا دوست اور دوسرا اس دوست کا باپ جو کہ خود بھی ایک وکیل ہے۔۔ اب جو سوچنا
"ہے سوچو کیونکہ میں تمہیں پہلے ہی منع کر چکا تھا اس سارے قصے سے۔۔"

اے ایس پی سر دلجے میں بولتا یکدم خاموش ہوا تو ہاشم نے مٹھی بند کر کے لبوں پر جما
لی۔ اس کا سارا کھیل اس پر اُلٹ رہا تھا۔۔ اگر جو مولوی نے منہ کھول دیا یا پھر اس کی
بیٹی نے۔ تو پھر وہ تو کہیں کا نہیں رہے گا۔۔

کوئی کیس نہیں ہوگا۔۔ کسی ٹرائل تک نوبت نہیں جائے گی۔ میں دیکھتا ہوں اس "
"مولوی کو تم جب تک اس کا منہ بند رکھنا

پریشانی میں بولتا وہ جلد ہی وہاں سے اُٹھ گیا۔۔ اے ایس پی نے اسے تاسف سے
جاتے دیکھا اور پھر لاک اپ میں بند لڑکے کو جو رات سے ایک ہی انداز میں بیٹھا تھا۔۔
انہیں بے ساختہ اس پر ترس آیا۔۔

"اجمل تالا کھولو۔۔"

کچھ سوچ کر اجمل کو بولتا وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر لاک اپ کی جانب بڑھا تھا۔۔۔

"ولی۔۔۔؟"

اس نے آواز پر سر اٹھا کر سنان آنکھوں سے اے ایس پی کو دیکھا تھا۔۔ ان آنکھوں کی وحشت دیکھ کر عبید دنگ رہ گیا۔۔

"کھانا کیوں نہیں کھایا تم نے۔۔؟"

اس کے ساتھ رکھی ٹرے کو دیکھ کر اس نے ولی کی جانب چہرہ پھیر کر کہا۔۔ کھانا جوں کا توں رکھا ہوا تھا۔۔

"بھوک نہیں تھی مجھے۔۔"

اس نے کہا اور پھر سے سر گھٹنوں میں دے لیا۔۔ اے ایس پی اس کے قریب چلتا پنچوں کے بل اس کے سامنے بیٹھا۔۔ پھر اس کے جھکے سر کو دیکھا۔۔ دھوپ کے باعث

اس کے سیاہ گھنے بال چمک رہے تھے۔۔ نسواری آنکھیں زمین پر جمارکھی تھیں۔ اٹھی
سی خوبصورت ناک اور باریکی سے بنے ہونٹ۔۔ وہ بلاشبہ بہت خوبصورت لڑکا تھا۔۔ اپنی
جوانی پر پہنچ کر یقیناً اس نے قیامت ڈھانی تھی۔۔

تمہارے آگے زندگی پڑی ہے ابھی، اسے ضائع مت کرنا کسی بھی قسم کے انتقام"
"میں۔۔

جتنی آہستگی سے اس نے کہا تھا اتنی ہی تیزی سے ولی نے سر اٹھایا تھا۔۔

یہ زندگی بنی ہی انتقام کے لیے ہے سر، میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے سوائے انتقام"
لینے کے۔۔ میں انہیں اس زمین پر خوش و خرم نہیں دیکھ سکتا۔ انہوں نے مجھ پر

زمین تنگ کردی تھی آپ دیکھیے گا کہ میں ان پر زمین کیسے تنگ کرونگا۔۔ ابھی نہیں تو
"دس سال بعد۔۔ دس نہیں تو بیس سال بعد۔۔ لیکن یہ مرینگے۔۔ اور انہیں۔۔"

نسواری آنکھوں کی ساکت پتلیاں گلابی پڑنے لگیں۔۔

"میں مارونگا۔۔"

دھیمی آواز میں عجیب سی غڑاہٹ تھی۔۔ جیسے کسی زخمی شیر کی دھاڑ میں ہوتی ہے۔

اے ایس پی اسے چند پل دیکھے گیا۔۔

"اور اس کے بعد تمہارا کیا ہوگا۔۔۔؟"

"!میرا۔۔"

وہ اس سوال پر ہنس دیا۔۔ آنکھوں میں جمے آنسو پلکوں پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ شاید انہی کا اثر تھا کہ اس کی ہنسی بھی نم سی محسوس ہوتی تھی۔۔ آنسوؤں سے بھیگی ہوئی۔۔

اس سب کے بعد میں خود کو بھی ختم کر لوں گا۔۔ جس جگہ سے ان کی لاش ملے گی اسی "جگہ سے میری لاش بھی ملے گی۔۔"

اے ایس پی چند لمحے مبہوت سا بیٹھا رہ گیا۔

میرے لیے اس زمین پر کچھ بھی نہیں ہے سر، میں یہاں صرف ذلت اُٹھانے آیا تھا" بس۔ کسی کی حرام تسکین کا نتیجہ ہوں میں اور ایسے نتائج کا مرنا ضروری ہوتا ہے۔ میرا مرنا ضروری ہے۔۔ اور میں مرونگا۔۔ کبھی اگر آپ کو میں نہ ملوں تو سمجھ لیجئے گا کہ ولی کسی سرد مردہ خانے میں ہوگا۔۔ کیونکہ میری منزل اب وہی ہے۔۔ نہ اس سے کچھ آگے اور نہ پیچھے۔۔

عبید کو اس کی باتوں سے وحشت ہوئی تو لاک اپ سے اُٹھ آیا۔۔ ولی نے آنکھیں موند کر سر پھر دیوار سے ٹکا دیا تھا۔۔ آگے کا لائٹہ ابل ابھی طے کرنا باقی تھا۔۔ وہ کمزور ہے اور وہ طاقتور بنے گا۔۔ اتنا طاقتور کہ ہاشم اور حسین کو موت کے گھاٹ اُتار سکے۔۔ ہاں۔۔ بالکل ایسا ہی ہوگا۔۔

مولوی نے اس نے کے خلاف درج رپورٹ واپس لے لی تھی اور ولی تھانے کے بعد سیدھا اسپتال لے جایا گیا۔۔ اس کے زخموں کا علاج ضروری تھا۔۔ اسپتال سے فارغ ہونے کے بعد وہ حویلی میں داخل ہوا تو بختیار اور نثار نے تنفر سے اسے دیکھ کر قدم اپنے کمرے کی جانب بڑھا دیئے۔۔

اسے کچھ بھی محسوس نہیں ہوا۔۔ نہ ذلت نہ عزت۔۔ بی جان بار بار اس کے زخمی چہرے پر، کبھی اسکے بازوؤں پر ہاتھ پھیر کر رو پڑتی تھیں۔۔

دو دن اسی خاموشی میں کٹ گئے۔۔ وہ اپنے کمرے میں پڑا رہا۔۔ کسی سے کوئی بات نہیں کی۔۔ پھر ایک شام وہ لان میں چلا آیا۔۔ شام کی چائے پر بی جان اور صرف سردار بابا ہی تھے۔۔ اسے آتا دیکھ کر دونوں مسکرائے مگر وہ نہیں مسکرایا۔۔

آہستہ سے قریب آکر کھڑا ہو گیا۔۔

"بیٹھو بیٹے۔۔"

زمان نے کرسی کی جانب اشارہ کیا مگر اس نے نفی میں سر ہلایا۔۔

سردار بابا، میں پڑھنا چاہتا ہوں اور کل میری بات ہوئی ہے اصغر سے۔ اس نے کہا "
کہ میرا اینٹری ٹیسٹ کلیئر ہو گیا ہے اور اب صرف داخلہ لینا ہے یونیورسٹی میں۔۔
"لیکن۔۔"

وہ ایک پل کو رُکا تو زمان جو اس کی بات غور سے سن رہے تھے محتاط سے ہو کر بیٹھے۔۔

"ہاں کہو۔۔"

"میں ہاسٹل میں رہنا چاہتا ہوں۔۔"

چند لمحوں کے لیے کوئی کچھ نہ بولا۔۔

"ٹھیک ہے رہ لو بھلے کوئی مسئلہ نہیں۔۔ بتاؤ کب سے ہیں ایڈمیشنز۔۔؟"

زمان نے فوراً بات سنبھال لی تھی اور وہ بھی در حقیقت یہی چاہتے تھے کہ وہ یہاں سے کچھ عرصے کے لیے چلا جائے۔ اسی لیے فراخدلی سے اسے اجازت دے دی۔ اس کے جانے کے بعد زمانی نے بے یقینی سے زمان کو دیکھا تھا۔۔

"آپ کیسے اجازت دے سکتے ہیں اسے۔۔۔؟"

زمانی۔۔" انہوں نے ٹانگ پر سے ٹانگ ہٹائی اور پھر اپنا کپ میز پر رکھتے سیدھے "
ہوئے۔۔

یہ اس کے لیئے بہتر ہے کہ وہ یہاں سے کچھ عرصے کے لیئے چلا جائے، دور ہو جائے "
اس حویلی سے۔ ویسے بھی آئے گا تو وہ یہیں ناں۔ تم پریشان مت ہو۔۔ کچھ نہیں ہوگا۔
بس دعا کرو کہ ہمارا ولی بدلے نہ۔۔ کیونکہ اس کی غیر معمولی خاموشی مجھے پریشان کر رہی
ہے۔"

انہوں نے نظریں دوبارہ لان کے راستے پر ڈالیں جہاں سے وہ ابھی ابھی گیا تھا۔ بی جان
نے دکھے دل کے ساتھ ٹھنڈی سی سانس لی تھی۔۔

چند دن بعد اس کا ایڈمیشن ہو گیا اور پھر وہ اپنا سامان باندھنے لگا۔ اسے ہاسٹل جانے کی کوئی خوشی نہیں تھی۔ اسے بس یہاں سے نکلنا تھا۔ یہاں سے باہر جانا تھا کیونکہ اس حویلی میں اس کا دم گھٹتا تھا۔ بیگ پیک کرنے میں بی جان نے اس کی مدد کی تھی۔ وہ کچن میں رات کے پھر کسی کام سے آیا تو دیکھا وہ اداسی سے کچن میں کھڑی لان کی جانب کھلتی کھڑکی سے باہر کو دیکھ رہی تھی۔۔

اس نے قدم واپس موڑ لیئے مگر وہ آہٹ پر سر گھما کر دیکھ چکی تھی۔۔

"!ولی۔۔۔"

اس نے آنکھیں بند کر لیں۔۔ کچھ تھا جو اس کے اندر ابھرا تھا۔۔ شاید اس کی دھڑکن تھی جس کی آواز نے اسکی سماعت کو اپنے شکنجے میں قید کیا تھا۔

"جی بی بی۔۔۔"

وہ وہیں دروازے میں ایستادہ رہا البتہ اس کی جانب اپنا سراپا پھیر لیا تھا۔۔ ان کے درمیان بہت سا فاصلہ تھا۔۔ دھلی چاندنی کھڑکی کے راستے کچن میں گر رہی تھی۔۔

"کیسے ہیں آپ۔۔۔؟"

نرمی سے پوچھا۔۔ ولی اس نرمی سے پگھلنے لگا۔۔ اس کے اندر جمی برف میں ارتعاش سا اٹھا تھا۔۔

"ٹھیک۔۔"

ٹھیک تو نہیں لگ رہے۔۔ "وہ وہیں کھڑے کھڑے بولی۔۔ اس نے گہرا سانس لیا۔۔"

"ٹھیک ہوں۔۔۔"

"کیوں جا رہے ہیں۔۔۔؟"

اف کیا سوال کر رہی تھی یہ لڑکی۔ اس نے یاسیت میں جکڑی آنکھیں اٹھائیں۔ امل کی نظریں اسی پر جمی تھیں۔۔

"ہاسٹل کی لائف بہت اچھی ہوتی ہے سنا ہے۔ بس وہی انجوائے کرنے جا رہا ہوں۔۔"

اس نے لہجے میں بشارت لانے کی کوشش کی تھی مگر آنکھوں کی ویرانی پر اس کا کوئی اختیار نہیں تھا۔۔

اچھا۔۔ "وہ قریب چلی آئی۔ پھر اس سے ایک فاصلے پر رُک گئی۔۔"

اور یہاں اگر جو کبھی بارش برسی تو اس گرج میں کس کا ہاتھ تھا مونگی میں کبھی یہ سوچا "ہے۔۔۔؟"

وہ ایک پل کو ساکت ہوا تھا۔۔

"جب بلائنگی آجاؤنگا۔۔"

"اور اگر نہ آئے تو۔۔۔؟"

"کیوں اتنے مشکل سوال کرتی ہیں آپ۔۔؟"

میرے سوال آسان ہیں ولی بس آپ کے جواب ذرا مشکل ہیں۔ اندازہ ہے ان "جوابات کو خود میں اتارنے کے لیے کتنی ہمت درکار ہوتی ہے۔۔ کہاں سے لاؤں اتنی طاقت میں۔۔۔؟ آپ تو جارہے ہیں۔ کبھی میرا بھی سوچ لیا کریں۔۔ کیونکہ ان آنکھوں کو آپ کو ہر پل، ہر لمحہ دیکھنے کی عادت ہوگئی ہے۔۔ جلتے ہیں عادت کتنی جان لیوا ہوتی ہے۔۔؟"

اس کا سر خود بخود نفی میں ہل گیا تھا۔۔ آنسو۔۔ ہاں اس کی آنکھوں میں آنسو جما ہونے لگے تھے۔۔ جنہیں کبھی نہ بہانے کا اس نے خود سے عہد لے رکھا تھا وہ اب اس کی آنکھوں سے گرنے کو بے تاب ہونے لگے تھے۔۔ کیا تھی یہ لڑکی۔۔۔! ساحرہ تھی شاید۔۔۔ اپنے سحر سے اس کی ساری تکلیف چپکے سے چُرالیا کرتی تھی۔۔

اتنی جان لیوا ہوتی ہے کہ اگر کوئی نظروں سے پل بھر کو بھی اوجھل ہو جائے تو سانس "تک لینے میں دشواری ہو جاتی ہے ولی۔۔ کیا آپ چاہتے ہیں میں سانس بھی نہ لوں۔۔؟

اس کے پاس جواب نہیں تھا۔۔ چپ چاپ کھڑا اس سنہری سی لڑکی کو دیکھے گیا۔ اس کی محبت آج بھی سینے کو گھونٹ رہی تھی۔ اس نے سوچا تھا کہ اب وہ کچھ بھی محسوس

نہیں کر پائے گا مگر وہ غلط تھا۔۔ بالکل غلط تھا۔ اہل کی محبت مردہ سے ولی کو پھر سے
زندہ کر رہی تھی۔۔

"میں قابل نہیں ہوں آپ کے۔۔"

کچھ دیر بعد اس نے کہا تو آواز میں بہت ہلکی سی لرزش تھی۔۔ ایسی جیسے کچھ کھوپنے
کے خوف کی لرزش ہوتی ہے۔۔ ایسی جیسے کسی جان سے پیارے کی تکلیف پر ہوتی
ہے۔۔

وہ ذرا اور قریب آئی۔۔

"یہ میں طے کرونگی آپ نہیں۔۔"

انگلی اٹھا کر اسے تنبیہ کی تو وہ مسکرا دیا۔ اتنے عرصے میں وہ آج مسکرایا تھا۔۔

میں نے تو کبھی اپنی مرضی کی ہی نہیں بی بی، جب بھی، جو بھی کرینگلی آپ ہی کرینگلی"
"مگر۔۔

مگر کے آگے کے جملے میں جانتی ہوں، قابل نہیں ہوں آپ کے، میرے ماں باپ کا"
پتہ نہیں ہے، میرا آگے پیچھے کچھ نہیں ہے وغیرہ وغیرہ۔۔ ویسے اب آپ کو نکل آنا
چاہیئے اس سب سے ولی۔۔ لوگ نہیں بھول رہے تو نہ بھولیں بھاڑ میں جائیں۔۔
لوگوں کی پرواہ ہے کسے۔۔؟ مجھے تو بالکل بھی نہیں ہے۔۔ اور اگر آپ کو ان کی پرواہ
ہے بھی تو جلد اس سب کو اپنے ذہن سے نکال دیں۔۔

اسے سختی سے وارننگ دیتی وہ اس سے دیکھنے کی چیز لگی تھی۔ اس سے بلا کی جھجھک تھی، شرم تھی اور بہت سا گریز بھی آڑے آتا تھا مگر جب وہ حق بولنے پر آتی تھی تو ان سب میں سے کوئی چیز بھی اسے پیچھے نہیں دھکیلتی تھی۔ وہ بیک وقت کھل کر سامنے آنے والی لڑکی نہیں تھی اور نہ ہی اس کا حسن نگاہوں کو چنڈھیاتا تھا۔۔۔ بلکہ اس کا حسن بہت پُر سکون تھا۔۔۔ نظروں کو تکلیف نہیں دیتا تھا، طمانیت بخشتا تھا۔۔۔ شروع میں وہ اسے صرف ایک شرمائی لجائی سی دوشیزہ لگتی تھی مگر ہاں۔۔۔ جب وہ بولنے لگتی تھی تو کیا غضب ڈھاتی تھی شاید اس کا اندازہ اسے خود بھی نہیں تھا۔۔۔

"میں آپ سے کوئی وعدہ نہیں کر سکتا۔۔۔"

اس نے آہستہ سے اس کی چڑھتی امیدوں کو ہاتھ سے پکڑ کر زمین پر اُتار دیا تھا مگر وہ بھی اپنے نام کی ایک ہی تھی۔۔۔

"لیکن میں تو اس ایک ہی وعدے کے سہارے جیونگی جو آپ مجھ سے نہیں کریں گے۔۔"

دھلی چاندنی سارے کچن کو اپنی لپیٹ میں لے چکی تھی۔۔ ہر شے چاندی سے منور ہونے لگی تھی۔ امل کا نازک وجود بھی اور ولی کا اونچا سراپا بھی۔

"ضد مت کریں۔۔"

"آپ بھی تو مستقل یہی کر رہے ہیں۔"

"میں ضد کر رہا ہوں۔۔۔؟"

اس نے حیرت سے انگلی سینے پر رکھ کر پوچھا تو وہ دھیرے سے مسکرائی۔ چاروں طرف چاندنی سی تحلیل ہونے لگی تھی۔۔

آپ نہیں کر رہے ضد، ضد صرف میں کر رہی ہوں اور ضد صرف میں ہی کر سکتی "

"ہوں۔۔ آپ نہیں کریں گے ضد۔۔ میں آپ کو کرنے ہی نہیں دوں گی۔

کیا مان تھا اور انداز نے تو گویا ولی کی معمول پر چلتی دھڑکنوں کو کئی گنا بڑھا دیا تھا۔ یہ لڑکی اس کے دل پر حکومت کرتی تھی اور جس حق سے کرتی تھی ناں۔۔ اس نے ہونٹ دبا کر گردن کے پیچھے ہاتھ پھیرا تھا۔

"خیال رکھیے گا۔۔ چلتا ہوں۔۔"

اسے ایک نظر دیکھا بھی نہیں اور پلٹ گیا۔ وہ بھاگتی ہوئی اس کے پیچھے پیچھے آرہی تھی۔
اس کی بجتی پایل نے اس کی سانسوں کو الجھا سا دیا۔ وہ اسے آواز دے کر روک نہیں
رہی تھی۔ شاید جانتی تھی کہ اسے آواز دیدی تو وہ پتھر کا ہو جائے گا مگر اس کی آواز کو
کبھی نظر انداز نہیں کرے گا۔ اس کے پیچھے مسلسل بجتی اس کی پایل اسے روک رہی
تھی مگر وہ کیسے رک سکتا تھا۔۔ رات کی تاریکی میں ڈوبی حویلی میں اس کے بجتی پایل
شور کرنے لگی۔۔ مگر ولی نہیں رُک رہا تھا۔۔ پھر ایک جگہ اس ساز کی آواز آنا بند
ہو گئی۔۔ شاید وہ کہیں پیچھے رہ گئی تھی۔۔ اس نے گلابی پڑتی آنکھوں کو زور سے بند کیا
اور کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔۔ چند پل دروازے سے لگ کر کھڑا رہا۔۔
ہمت ہی نہیں رہی تھی ہلنے کی۔۔

دوسری طرف وہ ایک ستون کا سہارا لیئے کھڑی نمکین آنکھوں سے اس راستے کو دیکھے
گئی جس سے وہ گزر کر گیا تھا۔۔

اور پھر اس رات دو نفوس نے کروٹیں بدلتے گزاری تھی۔۔ عجیب سا تھا ان کا رشتہ۔۔
نہ اظہار تھا نہ کوئی وعدہ۔۔ کچھ بھی نہیں تھا مگر پھر بھی بہت کچھ تھا۔۔ صبح وہ چلا گیا
تو امل کھڑکی سے ہٹ آئی۔۔ غم تو بس اسی بات کا تھا کہ، سانس رُک رُک کر آتی تھی،
دم نکلتا نہیں تھا اور یاد تھی کہ ساتھ چھوڑتی ہی نہ تھی۔۔

وہ گیا تو پھر چلا ہی گیا۔۔

وہ چلا گیا تو واقعی ساری حویلی سے روشنیاں سمٹنے لگیں، چراغوں میں روشنی نہ رہی اور
قلم کی روشنائیاں ہوتے ہوئے بھی صفحہء قرطاس خشک رہنے لگے۔۔

ہاں وہ ایسا ہی تھا، موجود تھا تو اس کی موجودگی محسوس ہوتی تھی اور جب چلا گیا تھا تو
اس کی غیر موجودگی بھی بہت سوں پر اثر انداز ہو رہی تھی۔ ان بہت سوں میں بی جان،

زمان اور امل پیش پیش تھے۔ زمان بہت خاموش رہنے لگے تھے، بی جان اسے یاد کر کے ٹھنڈی آہیں بھرا کرتی تھیں اور امل۔۔۔

وہ اب اکثر دالان کے پچھلے حصے میں خاموشی سے ایک طرف بیٹھی ہوتی تھی۔ کبھی اس کے کمرے میں موجود چیزوں کو دیکھ کر آزرده ہو جاتی۔ ہر شے پر اس کا نقش ثبت تھا، ہر زاویہ گواہی دیتا تھا کہ وہ تھا۔۔ رہا کرتا تھا اور اب جاچکا تھا۔۔۔ کبھی کبھی تو اداسی اتنی بڑھ جاتی تھی کہ اسے خود سے وحشت ہونے لگتی مگر پھر وقت کے ساتھ ساتھ اس نے خود کو سنبھال لیا۔

ولی کی تو چار سال تک واپسی ہی نہ ہوئی۔ زمان نے اس کے سکون کی خاطر اسے شہر ہی میں ایک فلیٹ لے دیا تھا جس میں وہ مسلسل چار سال پڑھائی کے دوران رہا اور ان چار سالوں میں مجال ہو جو اس نے پلٹ کر حویلی والوں کی جانب دیکھا بھی ہو۔ ہر مہینے زمان اور بی جان اس سے ملنے چلے جاتے اور بس۔۔۔

نہ اس نے کبھی آنے کی خواہش کا اظہار کیا اور نہ ہی زمان نے کبھی اس پر زور ڈالا۔
اس کی ذہنی حالت کے لیے یہی بہتر تھا کہ وہ اس حویلی سے حال فی الحال کوسوں دور
ہی رہتا۔ مگر کوئی کیسے جان سکتا تھا بھلا، کہ دو شہد رنگ آنکھیں اس کی دید کو ترسی
جارہی تھیں۔ کوئی ادراک نہ کر سکا۔۔ اور اس سارے عرصے کی تکلیف امل نے اکیلے ہی
جھیلی۔ اسے یہ سب اکیلے ہی جھیلنا تھا۔ وہ جو نہیں تھا تو کس سے کہا جاتا۔۔۔؟
وہ جو زبان کی جنبش سے قبل پلکوں کی جنبش تک پڑھ لیا کرتا تھا اب وہ جو نہیں تھا تو
کسی پر الفاظ ضائع کرنے کا فائدہ بھلا۔۔۔؟

اس سارے عرصے میں وہ اس سے جڑ گئی۔ پہلے اس نے اسے اپنی تنہائی کا ساتھی بنایا
اور پر آہستہ آہستہ وہ اس کی زندگی میں شامل ہوتا گیا۔ اس کی نمازیں۔ پُرسکون ہوتی گئیں
اور ولی کے حق میں دعاؤں کا سلسلہ بڑھتا گیا۔ وہ بہت اچھی مسلمہ نہیں تھی، زبان پر
آئے طنز، اور بہت سی کڑوی باتوں کو بولنے سے اکثر وہ خود کو نہیں روک پاتی تھی۔ غصہ
بھی بہت آتا تھا اور لوگوں کو جھاڑنے کے فن میں بھی محترمہ تاک تھیں مگر وہ پھر بھی
جانتی تھی۔۔ کہ کس سے بات کی جانی چاہیے اور کس سے نہیں۔۔ کس سے کتنے فاصلے پر

رہنا ہے اور کس سے کتنی نرمی برتنی ہے اسے یہ سب آتا تھا۔ وقت کے ساتھ ساتھ اسے اندازہ ہو گیا کہ کسی غیر سے محبت کرنا درست نہیں مگر مسئلہ تو یہ تھا کہ وہ اس سے محبت کر بیٹھی تھی۔۔ اور جب سے اس سے محبت کی تھی تب سے وہ بدتمیز غیر لگا ہی نہیں کرتا تھا۔۔ اگر جو کبھی اسے نئے سیرے سے زندگی شروع کرنے کا موقع ملا تو وہ کبھی اس سے محبت نہیں کرے گی۔۔

اس نے آنسو رگڑتے برہمی سے سوچا۔ رات کے آخری پہر سنسان پڑی دنیا میں وہ جاگ رہی تھی اور ولی کے مسلسل یاد آنے پر اسے بے طرح غصہ آ رہا تھا اور اس بات پر بھی غصہ آ رہا تھا کہ اس کے آنسو نہیں رک رہے تھے۔۔ بے بسی سے آنکھیں مسلتے وہ یکدم رو پڑی۔ پھر چہرہ اٹھا کر آسمان کو دیکھا۔۔ آسمان تاروں سے جگمگا رہا تھا۔ اس نے اپنے برابر چارپائی پر سوئی بی جان کو دیکھا۔۔ وہ چھت پر ان کے ساتھ سو رہی تھی۔ پھر چہرہ موڑ کر تاروں بھری رات پر نظر ڈالی۔۔ آج افق پر چاند نہیں جگمگا رہا تھا مگر پھر بھی تاروں کی مبہم روشنی نے آسمان چمکا رکھا تھا۔۔ وہ یاسیت سے نم ہوتی آنکھوں سے آسمان کو دیکھے گئی۔

دوسری جانب ولی اپنے فلیٹ کی ریلنگ میں کھڑا اس حبس زدہ سی رات میں تاروں
بھرے آسمان کو دیکھ رہا تھا۔ پھر گہرا سانس لیتا اندر مڑا۔۔

"مجھے معاف کر دیجیئے گا بی بی۔۔"

ریلنگ سے ہٹتے یہ آخری بات تھی جو اس نے امل سے کہی اور پھر رات آنکھوں میں
کلٹنے کے لیے بستر پر چلا آیا۔۔

آج حویلی میں عجب قسم کی رونق تھی۔ ہر سونا محسوس سی چہل پہل ہو رہی تھی۔
ملازمین بی جان کی ہدایتوں پر دوڑے دوڑے کام کر رہے تھے۔

زینوں سے اترتی، ہاتھوں سے سیاہ بال سمیٹتی امل نے ایک طائرانہ نگاہ سب پر ڈالی اور
پھر بی جان کی جانب گھومی۔۔

"یہ اتنا پھیلا وہ کس بات کا ہے بی جان۔۔؟"

ان کے ساتھ صوفے پر بیٹھتے اس نے پوچھا تو وہ پُر جوش سی بتانے لگیں۔۔

ولی آرہا ہے آج شہر سے۔ پڑھائی ختم ہوگئی ہے اس کی اور اب وہ یہیں رہے گا"
"ہماری آنکھوں کے سامنے، ہمارے ساتھ۔۔

اس کے ہاتھ سے ریشمی بال پھسل کر کمر پر بکھرتے چلے گئے، بے یقینی سے وہ بی جان
کو ہونق بی تک رہی تھی۔۔

کیا۔۔۔! کب آرہا ہے وہ۔۔؟ کس وقت آئے گا۔۔؟ اور ایسے اچانک کیسے آسکتا ہے "

"! وہ۔۔

بی جان نے خفگی سے دیکھا تھا اسے۔

کیا مطلب اچانک۔۔؟ پڑھائی ختم میرے بچے کی اور اب وہ یہیں رہے گا ہمارے "

ساتھ۔ ہائے میری تو آنکھیں ہی تھک گئیں ہیں اسے ہنستا کھیلتا دیکھنے کے لیئے۔ اب وہ

یہاں میری نظروں کے سامنے رہے گا تو میں اس کے سارے دکھوں پر مرہم رکھ

"دونگی۔ اب کچھ بھی نہیں آنے دونگی اس تک میں۔ بہت سہ لیا میرے بچے نے۔۔

انگلیوں سے آنکھوں کے گوشے صاف کرتیں بی جان کچن کی جانب ہولیں تو وہ جیسے

ہوش میں آئی۔ اسے اس حقیقت پر یقین کرنے میں وقت لگ رہا تھا۔ کہ وہ آرہا ہے۔

خدایا وہ آرہا ہے۔۔! وہ اب اس کی آنکھوں کے سامنے رہے گا۔۔ وہ اسے دیکھ پائے
گی۔۔! اس نے آس پاس بکھری سی حویلی کو دیکھا۔ طلوع ہوئی صبح یکدم ہی چمکنے لگی
تھی۔۔ روشن ہونے لگی تھی۔۔

اور پھر وہ آگیا۔۔

پہلے سے زیادہ سحر انگیز ہو کر۔۔ پہلے سے زیادہ وجیہ اور خوبصورت ہو کر۔۔ اس کی
نسواری آنکھیں غیر سنجیدہ پہلے بھی نہیں رہتی تھیں مگر اب ان پر چڑھا سخت سا سنجیدہ
تاثیر بہت بچ رہا تھا۔ شہری لباس میں ملبوس، سیاہ پینٹ اور سیاہ ہی ٹی شرٹ پر ہلکی
سی چاکلیٹی جیکٹ پہنے وہ مزید دراز قد اور مضبوط لگ رہا تھا۔ اس نے اپنے کمرے کی قد
آور کھڑکی سے اسے دیکھا تو دیکھتی ہی رہ گئی۔۔

جناب۔۔

کیا رنگ ڈھنگ ہیں۔۔

اس نے کھڑکی کا پردہ برابر کرتے ہوئے خفت سے سوچا اور پھر جب تک وہ لوگوں سے مل ملا کر اپنے کمرے میں نہ چلا گیا تب تک وہ کمرے سے باہر نہ نکلی۔۔

چار سالوں سے اسے سوچتے اس نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ وہ اس کے یوں اس طرح سامنے آجانے پر اتنا نروس ہو جائیگی۔ اس نے سرنفی میں ہلایا اور پھر دھڑکتے دل کو قابو کرتی کمرے کا دروازہ بند کرتی باہر کی جانب بڑھی۔ آج اتوار تھا اور آج کے دن سب کا ناشتے کی ٹیبل پر ہونا اس حویلی میں بہت ضروری خیال کیا جاتا تھا۔۔

اف کیسے بیکار اصول ہیں۔۔

پینے اترتے اس نے ہونٹوں کو آپس میں مس کرتے سوچا اور پھر گہرا سانس بھرتی کچن میں داخل ہو گئی۔ وہ نکھرا نکھرا سا سفید شلوار قمیض میں ملبوس دھیمی آواز میں آغا جان

سے کوئی بات کر رہا تھا یکدم اسے دیکھ کر ٹھٹکا اور پھر لمحے کے ہزارویں حصے میں
سنجھل بھی گیا۔۔

کسی نے اس کا ٹھٹک کر سنبھلنا محسوس کیا ہو یا نہ۔۔ مگر اہل نے یہ سب بہت
سرعت سے محسوس کیا تھا اور اس کی ہتھیلیاں اتنی ہی تیزی سے پسج گئی تھیں۔۔

نفیس سے لان کے سوٹ میں ملبوس وہ کچن میں داخل ہوئی تو اس کی نظر سب سے
پہلے اسی وجود پر پھسلی۔

وہ بس ایک لمحہ تھا۔۔ ٹھٹک کر سنبھلنے کا۔۔

ظوروں اور دھڑکنوں کے ہم آہنگ ہونے کا۔۔

اور پھر اتنی ہی تیزی سے اپنے اپنے سمتے دائروں کی جانب سفر کرنے کا۔۔

وہ سلام کرتی اندر داخل ہوئی اور پھر خاموشی سے بی جان کے ساتھ جا بیٹھی۔

ولی سردار بابا سے اب ڈیرے پر ہوتے معاملات کی بابت گفتگو کر رہا تھا۔ سنجیدگی اور دھیمی سی آواز میں۔ پہلے سے خاصہ بڑا بڑا۔۔ نکھرا نکھرا سا۔۔

زیرک اور ذہین۔۔

اس نے ایک خفیف سی نگاہ اس پر اٹھائی اور اتنی ہی سرعت سے ناشتے کی جانب متوجہ ہوئی۔

گاہے بگاہے وہ بی جان پر نظر ڈالتا تھا مگر اسے ایک نظر بھی نہیں دیکھا۔ چار سال قبل وہ اس سے اتنا نہیں جھجھکتی تھی اور نہ ہی اتنا گریز آڑے آتا تھا ہاں البتہ اب جبکہ اس نے بہت سے ماہ اس سے دور رہ کر گزارے تھے تو یہ سب جذبات اس پر یکدم ہی وارد ہوئے۔ وہ ایک بااعتماد لڑکی تھی، حق بولنے والی اور غلط بات پر آگے والے کو ٹوک چینے والی۔۔ فطری جھجھک اور فطری حیا اس میں تھی مگر جب بھی کوئی غلط کاری اس کے سامنے آتی تو وہ خود کو روک نہیں پاتی تھی۔۔ عموماً اس کے لبوں پر خاموشی ہی رہتی مگر جب وہ غصے میں آکر وہ بولنا شروع کرتی تو پھر ایک ہی سانس میں بے دریغ بولے

جاتی۔۔ زمان اکثر کہا کرتے تھے کہ اہل ویسے کبھی بھی کسی چیز کا اظہار نہیں کر سکتی مگر
ہاں۔۔ اگر اسے غصہ دلا دیا جائے تو وہ فر فر بولنے لگ جائیگی۔۔

ابھی بھی اس نے بمشکل چند نوالے ہی زہر مار کیئے اور کرسی سے اٹھ گئی۔ تینوں نے
بیک وقت سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ وہ ان کے ایسے دیکھنے پر سٹیٹائی۔۔

"ناشتہ کر لیا تم نے۔۔؟"

سب سے پہلے آغا جان بولے تھے۔

"جی آغا جان۔۔"

اس کے سر بلانے پر وہ ذرا حیران ہوئے۔

"!اتنی جلدی۔۔"

اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتا بی جان بول پڑیں۔۔

یہ اس کا روز کا معمول ہے زمان۔ ایسے ہی ناشتہ کرتی ہے یہ۔ ہزار دفعہ کہا ہے کہ "ناشتہ ڈھنگ سے کیا کرو، کچھ کھایا کرو ٹھیک سے مگر نہیں۔۔ ایسے ہی ایک دو نوالے لے" اکر اُٹھ جاتی ہے۔ ایک چڑیا بھی زیادہ کھاتی ہوگی تم سے امل۔۔

آخر میں خفا سی نگاہ اس پر ڈالی تو بے ساختہ ہی اس کی نگاہ ولی پر پھسلی۔ اس کے گال میں پڑتا گڑھا نمایاں تھا مطلب اس نے اپنی ادنیٰ مسکراہٹ روکی تھی۔ دوسری جانب زمان نے اب کے کچھ اور حیرانی سے اسے دیکھا۔۔

"پہلے تو ٹھیک سے کھاتی تھیں کھانا۔۔ اب کیا ہوا ہے۔۔؟"

اف۔۔ اس کا دل کیا بس رونے لگ جائے۔ جتنا جلدی یہاں سے نکلنا تھا بات اتنی لمبی ہوتی جا رہی تھی۔۔

میں زیادہ کھاتی ہوں بابا، ابھی بھی کھایا ہے لیکن اب جتنی بھوک لگے گی اتنا ہی کھاؤنگی"

"ناں۔۔ اس سے زیادہ کیسے کھالوں۔۔؟"

وہ رو نہیں رہی تھی مگر اسے لگا کہ وہ کہ بس اب وہ رو دے گی۔ ولی نے نرم مگر سنجیدہ آنکھوں سے اسے دیکھا اور پھر بی جان کی جانب متوجہ ہوا۔

کوئی بات نہیں بی جان، ابھی بی بی کو جانے دیں یہ بعد میں کھا لینگے۔ دراصل کچھ "لوگ ہوتے ہیں جنہیں صبح ہی صبح بھوک نہیں لگتی۔ وہ کچھ دیر بعد بھوک محسوس کرتے ہیں اور تب ہی ٹھیک سے کھا سکتے ہیں۔ بی بی ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ وہ ٹھیک "طرح ہی کھاتی ہیں بس ٹائمنگ کا فرق ہے۔"

بہت سبھاؤ سے اس نے بی جان سے کہا مگر بی جان کو تو جیسے موقع مل گیا تھا۔

یہ۔۔ تم نہیں جانتے اسے۔۔ اس نے اپنی بھوک کا ٹائم خود خراب کیا ہے اسی لیے "اب اسے بھوک نہیں لگتی۔ ناشتہ ہو، دوپہر کا کھانا ہو یا رات کا۔۔ اسے سو سو آوازیں

دے کر بلانا پڑتا ہے کھانے کے لیے۔ خود کبھی جو یہ کچن میں جھانک جائے کھانے کے
"لیئے ممکن ہی نہیں۔۔"

اہل اس سارے عرصے میں سر زور زور سے نفی میں ہلا رہی تھی۔ اور ملتجی نگاہوں سے
آغا جان کو دیکھ رہی تھی کہ بس۔۔ اب اور سوال نہیں۔ نہیں تو ان سوالوں کے جواب
میں ڈانٹ یقینی ہوگی۔ ولی نے لب سمیٹ کر مسکراہٹ دبائی۔ اس کے دائیں گال
میں پڑنا ڈمپل ایک پل کو بھی غائب نہیں ہوا تھا۔

یہ تو بیٹا غلطی ہے آپ کی۔ کھانا آپ کو وقت پر کھانا چاہیئے اور یہ دو چار نوالوں سے "
نہیں ہوتا کچھ بھی۔ ایک دفعہ آپ کی قوتِ مدافعت کمزور ہوگئی ناں تو پھر آپ بیمار رہنے
"لگوگی ہر وقت۔۔ ایسے نہیں کیا کرو بچے۔۔"

آغا جان نے بہت نرمی سے اسے نصیحت کی تو اس نے سر ہلایا اور غیر محسوس طریقے سے واپس کرسی پر بیٹھ گئی۔

ولی پوری طرح سے ناشتے کی جانب متوجہ ہوا۔۔

خفا سی امل نے چائے لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا اور پھر چائے کپ میں اُنڈیلی۔۔ بھورا سا گرم مایہ کپ میں ندی کی صورت گرنے لگا۔۔ وہ اب پھر سے زمان اور بی جان کے ساتھ مچو گفتگو تھا۔

”لو۔۔ اب جب بیٹھی ہی ہو تو ڈھنگ سے ناشتہ بھی کر لو۔۔ دوں پراٹھا۔۔؟“

بی جان کے پوچھنے پر پھر سے سب اسے ہی دیکھنے لگے تھے۔ اس نے آہستہ سے سر اثبات میں ہلادیا۔ ولی سے اب اس کی اور بیچارگی نہیں دیکھی جا رہی تھی۔۔

بی جان۔۔ یہ پراٹھا مجھے دے دیں۔ مجھے بہت بھوک لگی ہے۔ آپ کو تو پتہ ہے میں " شہر میں آپ کے پراٹھوں کو کتنا مس کیا کرتا تھا۔۔

بچوں کی طرح کہا تو بی جان نے ایک پل کے لیے بھی سوچے بغیر مسکراتے ہوئے سنہرا سا پراٹھا اس کی پلیٹ میں رکھ دیا اور جیسے ہی نوراں کو مزید پراٹھوں کے لیے آوازیں دینے لگیں تو وہ یکدم اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں جاتی ہوں بی جان۔ میں بنواتی ہوں ابھی، پھر کھا لونگی آپ لوگ کریں ناشتہ۔۔"

اس کے بولنے پر بی جان نے سر ہلایا تو اس کی نظر بے ساختہ اپنے محسن پر پڑی مگر وہ اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔ اس نے قدم آگے کی جانب بڑھائے لیکن

دل ہمک ہمک کر اسکی نسواری آنکھوں کو دیکھنے کی چاہ کر رہا تھا مگر نہیں۔۔۔۔! وہ کیسے
مڑ کر دیکھ سکتی تھی۔۔

مگر پھر اس نے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر پیچھے دیکھا۔۔

اور پھر جلدی سے آگے بڑھ گئی۔۔

یہ شخص بنا کچھ کہے سب جان جاتا تھا۔۔

اسی لیے تو لوگوں کو اپنا عادی بنا لیتا تھا یہ۔۔

اس کی عجیب سے انداز میں ہوئی ملاقات اب درست سمت میں سفر کرنے لگی تھی۔ مگر

اس سارے عرصے میں اس سے جھجھک کئی گنا بڑھ گئی تھی، جس سے اب اہل کو

الجبھن ہونے لگی تھی۔۔

آج۔۔

”اسلام علیکم۔۔۔“

شناسا سی آواز پر ولی نے فائلوں سے چہرہ اٹھایا۔ صبح کی تازہ سی روشنی کھڑکی کے راستے اس کے آفس میں گر رہی تھی۔ ٹیبل پر دھریں بہت سی فائلز کھلی تھیں اور کچھ کو دیکھنا ابھی باقی تھا۔

”وعلیکم اسلام۔۔۔ بیٹھو۔۔۔“

سلام کا جواب دیتے ہی اس نے اسے ہاتھ سے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پھر پشت کر سی سے ٹکا کر اس نو عمر سے لڑکے کو گہری نظروں سے دیکھا۔ وہ گول گلے والا سوئٹر اور رف سی جینز میں ملبوس اپنے مخصوص لا اوبالی انداز سے خاصا مختلف لگ رہا تھا۔ ایک دم گہرا اور بہت پُر اسرار سا۔۔۔

"میں آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں ولی سر۔۔"

معمول کے برخلاف بات کسی بھی لطیفے سے شروع کیے بغیر اس نے کہا تو ولی نے
اب کے آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا۔۔

"کہو۔۔۔"

اس کا انداز محتاط تھا۔۔

"میں پچھلے کئی دنوں سے آپ کا ماضی چھان رہا تھا۔۔"

"جانتا ہوں۔"

ولی کے سکون میں فرق نہیں آیا۔۔

"میں آپ کو ہاشم سرکار کے بارے میں کچھ بتانا چاہتا ہوں۔۔"

وہ چند پل اسے دیکھتا رہا۔۔

"کیا بتانے چاہتے ہو اور کیوں۔۔؟"

"دشمن کا دشمن آپ کا دوست ہوتا ہے رائٹ۔۔؟"

محسن نے کہہ کر تائیدی انداز میں ابرو اٹھایا تو ولی نے آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا۔ جیسے
جلنچ رہا ہو کہ وہ کتنے پانی میں ہے۔۔

”اور دشمن کا دوست آپ کا دشمن۔۔“

ولی کے جواب پر محسن کے چہرے پر ایک تلخ سا تبسم پھیل گیا۔ پھر وہ ذرا آگے کو ہو کر
ولی کی نسواری آنکھوں میں جھانکا۔۔

”کیا آپ کو لگتا ہے میں اس کا دوست ہوں۔۔؟“

لگنے نہ لگنے سے کیا ہوتا ہے محسن۔۔؟ مدینہ کی مسجد میں نماز پڑھنے والے اکثر منافق ہوا
”کرتے تھے۔“

اس کی بات پر محسن کے ابرو تعجب سے اوپر کو اٹھتے تھے۔۔

”میں اگر آپ کا دوست نہیں ہوتا تو کبھی ڈبل ایجنٹ کے طور پر کام نہیں کرتا۔“

”صاف لفظوں میں کہو محسن۔۔“

”اوکے“

ولی کی تنبیہ پر وہ سیدھا ہو کر بیٹھا۔۔

"ہاشم نے مجھے ہائیر کیا تھا آپ کی زندگی کھنگالنے کے لیے۔۔"

"جانتا ہوں۔۔"

"آپ جانتے تھے۔۔؟"

محسن چونکا تھا۔ اسے اس بات کا اندازہ تھا کہ ولی اس کی کھوج کے بارے میں واقف ہے مگر اسے یہ اندازہ نہیں تھا کہ اسے یہ بھی معلوم ہوگا کہ اسے ہائیر کرنے والا کوئی اور نہیں ہاشم تھا۔۔

”کب سے جلتے ہیں آپ۔۔۔؟“

وہ مشکوک ہو چکا تھا۔ مگر ولی ویسے ہی بیٹھا رہا۔۔

جس رات تم نے ہڈی پہن کر میرے آفس میں پہلی نقب لگائی تھی۔ اس رات ”
سے۔۔“

”آپ کو کیسے پتہ چلا۔۔۔؟“

اس کی آواز بہت کمزور لگ رہی تھی۔ ولی مسکرایا۔

عرصے سے اور چل کیا رہا ہے محسن۔۔؟ یہ ہاشم۔۔ اسے کیا لگتا ہے کہ یہ نورآباد میں " بیٹھ کر کوئی بات کرے گا اور وہ بات میرے کانوں تک نہیں پہنچے گی۔ آئی مین " ! سیریڈسلی۔۔

اس نے مسکرا کر سر جھٹکا تھا۔۔

یہ دنیا تمہاری سوچ سے بھی زیادہ چھوٹی ہے محسن۔ اور اس دنیا کا یہ چھوٹا سا حصہ تو " اور بھی چھوٹا ہے۔ یہاں کسی کا راز، راز نہیں ہے۔ ذرا نگاہوں کو سکیر کر دیکھو تو فضا میں مثبت آثار اپنا آپ آشکار کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ تو پھر ایک بھرپور پلاننگ سے کیا گیا کام تھا۔ تمہیں کیا لگتا ہے ہر گلی کُچے میں موجود لوگوں سے دوستی میں نے کیوں "کر رکھی ہے۔۔؟ ظاہر ہے اپنی شادی پر تو بلانا نہیں ہے میں نے انہیں۔۔

محسن کی آنکھیں حیرت سے پھیلی ہوئی تھیں اور لب بے یقینی سے واتھے۔۔

”آپ نے کبھی مجھے نہیں کہا کہ آپ سب جانتے ہیں۔۔“

”تم نے کبھی پوچھا ہی نہیں۔۔“

لاپرواہی سے کندھے جھٹک کر کہا تو محسن پل میں سنبھلا۔ سامنے بیٹھا یہ بندہ اس کے گھر کی کام والی نہیں تھا کہ جس پر دھونس جما کر وہ اسے حیران کر دیتا۔۔ وہ اس سے کئی قدم آگے تھا اور حیرت تو یہ تھی کہ اس نے ان قدموں کے نشان تک مٹا رکھے تھے۔۔

”اور کیا کیا جانتے ہیں آپ۔۔۔؟“

"یہ بھی کہ تم حسین اور ہاشم میں سے کسی ایک کی موت دیکھنا چاہتے ہو۔۔"

اس کی ریڑھ کی ہڈی سنسنا اُٹھی تھی۔ تھوک نکل کر اس نے ولی کو دیکھا۔ وہ بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔

"آپ کو کیسے پتہ۔۔۔؟"

"پتہ ہے بس۔۔ لیکن تم بتاؤ کہ کیوں موت چاہتے ہو ان کی۔۔؟"

اس نے اب کے نرمی سے پوچھا تو محسن چند پل سر جھکا کر خاموش بیٹھا رہا۔ جیسے جمع
تفریق کر رہا ہو کہ اسے کیا بتانا چاہیئے اور کیا نہیں۔۔

جب موت کے سفر پر نکلنے کا عہد ساتھ کرتے ہیں تو پھر اپنے ساتھی سے کچھ نہیں "
"چھپاتے۔۔ غداری کے زمرے میں آتا ہے یہ سب۔۔

اس کی بات پر محسن نے گہرا سانس لیا اور پھر اسے دیکھا۔۔

"حسین نے میرے گھر والوں کو قتل کروایا تھا۔"

اس نے کہہ کر چند لمحوں کا وقفہ کیا۔۔

میں تیرہ سال کا تھا اس وقت۔ میرے بابا اور میری ماں کام کیا کرتے تھے حسین کی " حویلی میں۔ ایک کمی کمین نوکر سے زیادہ کی حیثیت نہیں تھی میرے والدین کی۔ مگر میرے بابا پھر بھی اس کے تلوے سے لگے رہے۔ وہ ہمارے چھوٹے سے گھرانے کو غربت کی سولی پر نہیں لٹکانا چاہتے تھے۔ اسی دوران میرے بابا کے کان میں اس کے کسی راز کی بھنک پڑ گئی۔ نا صرف بابا کو پتہ چلا بلکہ ماں بھی جان گئیں تھیں اس بات "کو اسی لیے اس نے میرے گھر والوں کو۔۔

اس نے ایک پل کو رُک کر گلابی پڑتی آنکھیں مسلیں۔۔

میرے بڑے بھائی، بابا اور ماں تینوں کو رات کی تاریکی میں ہی کرائے کے قاتلوں کے " ذیعے قتل کروادیا۔ مجھے آج بھی یاد ہے۔ کہ میرے بابا، ماں اور رئیس بھائی کی دائیں "جانب والی پسلیوں کی جگہ پر بڑے بڑے گھاؤ تھے۔ اور جلنتے ہیں۔

اس نے گیلی آنکھیں اٹھائیں۔ ولی ترحم سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔

"انہیں سات سات دفعہ ایک ہی جگہ چھڑے مارے گئے تھے۔۔"

اس کی آخری بات پر وہ چونکا۔۔

سات دفعہ چھڑا۔۔ اسکے کانوں میں ایک دم سے کرم کی آواز گونجی تھی۔۔

"میری آپا کو سات دفعہ چُھرا مارا گیا تھا۔۔"

"تم شیور ہو کہ سات دفعہ ہی مارا تھا چُھرا۔۔؟"

"بالکل۔۔"

اس کے استفسار پر محسن نے سر ہلایا تھا۔ ولی نے مسٹھی بند کر کے لبوں پر جمائی۔ فضا میں تیرتے ساکت تکتے اب کے جڑنے لگے تھے۔

"پھر تم کیسے بچ گئے۔۔۔؟"

اب کے وہ سنجیدگی سے آگے ہو کر بیٹھا تو محسن نے گہرا سانس لیا۔۔

میں زیادہ تر اپنے ماموں کے گھر رہا کرتا تھا۔ ان کا گھر شہر میں تھا۔ اس گاؤں سے " خاصہ دور۔ اگر میں بھی اس رات اپنے گھر میں ہوتا تو مجھے بھی قتل کر دیا جاتا مگر میں بچ گیا۔۔ انتقام کا چکر کبھی ختم نہیں ہوتا۔ ہر اختتام پر ایک نہ ایک سروائیور رہ ہی جاتا ہے "جو اس چکر کو پھر سے شروع کرتا ہے اور۔۔

وہ ایک پل کو ٹھہرا۔۔

"اس جرم کا سروائیور میں ہوں۔۔"

آخر میں اس کی آواز بہت سرد ہو گئی تھی۔ یکدم سپاٹ اور غراتی ہوئی۔۔

یہاں بہت سے سروائیور ہیں محسن حوصلہ رکھو۔ ان کے شروع کیئے گئے انتقام کے " چکر اب اُلٹی طرف چلیں گے۔۔ خیر تم بتاؤ۔۔ کیا بتانا چاہتے تھے مجھے ہاشم کے حوالے سے۔"

اس کی بات پر محسن پہلے تو اس کا چہرہ دیکھتا رہا اور پھر جب وہ بولا تو ولی کے جسم کا ہر عضو سُن پڑتا گیا۔ اسے لگا کسی نے اس کے پورے وجود کو ٹھنڈے یخ سمندر میں ڈال دیا ہو۔۔

شادی کی تاریخ قریب آتی جا رہی تھی۔ ایک ہفتہ یونہی پر لگا کر گزر گیا اور پھر رسم حنا سے ایک روز قبل کی رسم کا وقت آگیا۔ آج حویلی میں پھر سے خوب چہل پہل تھی۔ ملازمین کی پھرتیاں اور بی جان کی ہدایتوں کو دلچسپی سے دیکھتی امل نے آخر میں پرجوش ہو کر بی جان کو پکارا تھا۔۔

”بی جان۔۔ کتنے بجے تک جانا ہے آج۔۔؟“

بس ابھی مغرب کے بعد نکلنا ہے ہم نے۔۔ یہ ولی کدھر ہے صبح سے۔۔؟ دیکھو تو“
سہی ذرا اسے، ذرا جو خیال ہوا اسے گھر آنے کا۔۔ اور جو لوکرے میں نے مسٹائیوں کے
”منگوائے تھے وہ اب تک آئے۔۔۔؟“

تحائف کو ایک جانب سلیقے سے رکھتیں مصروف سی بی جان نے چہرہ اٹھا کر اہل کو دیکھا تو وہ سیدھی ہوئی۔

”میں نے فرید سے کہا تو تھا لیکن پتہ نہیں۔۔؟“

”!اپتہ نہیں۔۔“

بی جان کی بے یقین سی آواز پر وہ ایک دم سے صوفے سے اتریں اور کچن کی جانب بھاگی۔ کچن میں ڈھیروں ڈھیر مٹھائیاں، ہار پھول اور نہ جانے کیا کیا الا بلا رکھا تھا مگر وہاں مٹھائی کے ٹوکڑے ہرگز بھی نہیں تھے۔ اس نے پریشانی سے آگے آکر دیکھا مگر ٹوکڑے ہوتے تو نظر آتے ناں۔ عصر ڈھلنے والی تھی اور مغرب کا وقت قریب تھا۔ ایسے

میں شہر سے مٹھائی کے ٹوکڑے لانے میں بہت وقت لگ جانا تھا اور بی جان نے یہ کام اسے سونپا تھا۔

!!خدا یا۔۔

اس نے گھبرا کر اپنے پیچھے راہداری میں جھانک کر دیکھا۔ بی جان مصروف سی لائونج میں بیٹھی تحائف رکھوا رہی تھی۔۔ انگلیاں مروڑ کر اس نے رُخ دوبارہ سے اندر کی جانب موڑا اور پھر ایک فیصلہ کرتی باہر آئی۔

"کیا ہوا۔۔ مٹھائی لے آیا فرید۔۔؟"

ان کے پوچھنے پر اس نے مزے سے اثبات میں سر ہلایا اور باہر کی جانب بھاگی۔ بی جان اب قدرے اطمینان سے باقی کام نیٹا رہی تھیں۔ اس نے یہاں وہاں فرید کو تلاش کیا کہ اسے جلدی سے شہر بھیجے مگر فرید تو گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب تھا۔

اسی پل حویلی کے گیٹ سے ولی کی کار اندر داخل ہوئی۔ ایک پل کو اس نے چمکتی ہیڈ
لائٹس کو دیکھا اور پھر دوپٹہ شانوں پر درست کرتی اس کی کار کی جانب بھاگی۔۔
وہ جو دروازہ کھول کر اپنے خیالات میں اُلجھا ہوا تھا اسے اس طرح آتے دیکھ کر قدرے
چونکا۔۔

”ولی۔۔“

اس نے سانس لیا۔ بھاگنے کی وجہ سے اس کا سانس پھول گیا تھا۔ ولی نے ایک نظر
حویلی کے داخلی دروازے پر ڈالی اور پھر اسے دیکھا۔۔

”اندر چل کر بات کرتے ہیں بی بی۔“

اس کا انداز محتاط تھا۔۔ مگر اہل نے جلدی جلدی نفی میں سر ہلایا۔

ہم ابھی اندر نہیں جاسکتے۔ بی جان نے مجھے ایک کام کہا تھا اور میں نے وہ کام فرید" سے کرنے کو کہا بھی، مگر وہ کہیں اور مصروف ہو گیا اور وہ کام رہ گیا ولی۔۔ بی جان کو "پتہ چل گیا ناں تو وہ وقت سے پہلے میری شامت لے آدنگی۔۔

اس نے روہانسی ہو کر کہا تو اس کی پیشانی پر بل پڑے۔۔

کیسا کام۔۔۔؟ اور فرید کو بولنے کی کیا ضرورت تھی۔۔؟ مجھے کیوں نہیں کہا آپ" نے۔۔؟ بولیں کون تنگ کر رہا ہے آپ کو۔۔؟

اس کے برہم سے استفسار پر اہل جو کچھ کہنے لگی تھی یکدم رُک گئی۔۔

"تنگ۔۔ کوئی کیوں تنگ کرے گا مجھے۔۔؟"

اس نے حیران ہو کر اس سے پوچھا تو ولی جو غصے میں ابھی اور بھی کچھ کہنے لگا تھا ایک دم رُکا۔۔

"کوئی تنگ نہیں کر رہا آپ کو۔۔؟ پھر کیا کسی نے بلیک میل کیا ہے۔۔؟"

افوہ۔۔ اہل نے جلدی سے اسے روکا۔۔

ولی مجھے کوئی تنگ نہیں کر رہا اور نہ کسی نے بلیک میل کیا ہے۔ میں بس آپ سے یہ " کہہ رہی ہوں کہ مجھے شہر سے ایک دو لوکرے مٹھائی کے لادیں۔۔ بہت اچھی سی پیکنگ "میں۔۔

"!مٹھائی۔۔۔"

وہ ایک پل کو ٹھہرا۔۔

جی ہاں۔۔ آپ تو پتہ نہیں کون سی باتیں لے کر بیٹھ گئے ہیں۔۔ بھلا میں کون سا "سائبر کرائم میں انوالو ہوں جو کوئی مجھے بلیک میل کرے گا۔۔ خدا کیلئے جلدی جا کر "لے آئیں مٹھائی نہیں تو بی جان سے پڑنے والی ڈانٹ کے ذمے دار آپ ہونگے۔۔

اپنا کیا سب اس نے ولی پر ڈالا تو اس نے اسے حیرت سے دیکھا۔۔

”میں نے کیا کیا ہے۔۔؟“

کیا مطلب کیا کیا ہے۔۔؟ میں کہہ دوں گی بی جان کو کہ میں نے تو ولی سے کہا تھا مٹھائی“
کے ٹوکڑے لانے کو مگر وہ تو گئے ہی نہیں۔ پھر بی جان آپ سے پوچھیں گی کہ جناب کیا
”مسئلہ تھگتے کیوں نہیں۔۔ اور اس طرح میرے حصے کی ڈانٹ آپ کھائنگے۔۔

اب کے وہ سکون سے کھڑی اسے گویا خبر نامہ سنار ہی تھی۔ ولی نے اس کی چالاکي پر
افسوس سے نفی میں سر ہلایا۔۔

غلط کہتے ہیں لوگ آپ کو معصوم۔ کوئی اگر آپ کی یہ "را" والی چالبازیاں دیکھ لے ناں "تو اس نے آپ کو معصوم کہنے سے وہیں توبہ کر لینی ہے۔۔

وہ اب دوبارہ سے ملال کے ساتھ کہتا گاڑی کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ رہا تھا۔۔ وہ اس کی بات پر بے ساختہ ہنس دی۔ جب وہ گاڑی نکال لے گیا تو اس نے مسکرا کر سر جھٹکا اور اندر کی جانب بڑھی۔۔

بہت سے لوگوں کو بڑی غلط فہمیاں تھیں اس کے بارے میں۔ ہاں جی۔۔ آپ لوگوں کو بھی ہیں۔۔ اہل معصوم ضرور تھی مگر وہ بیوقوف ہرگز بھی نہیں تھی۔ اسے بھی لوگوں کو باتوں سے گھیرنا آتا تھا۔۔ انہی کے الفاظ ان کے منہ پر لوٹا کر ان کا ذائقہ چکھنا بھی آتا تھا اسے۔۔ مگر وہ اس سب کا اظہار کھلم کھلا نہیں کرتی تھی۔۔ کوئی اس کا ریڈ زون کمراس کرتا تو اسے، انہیں ہاتھ سے پکڑ کر دائرے سے باہر نکالنا آتا تھا۔ وہ اہل زمان تھی۔۔ ایک انتہائی باریک بین اور زیرک سی لڑکی۔۔ کیونکہ۔۔ لوگ بھول جاتے ہیں کہ

جس جنگل میں ولی نے سروائیو کیا تھا امل بھی اسی گہوارے میں بڑی ہوئی تھی۔ وہ بھی حویلی کی سیاستوں کو بچپن سے جھیلی آئی تھی، اسے بھی حویلی والوں کے انداز و اطوار آتے تھے، اسے بھی سب آتا تھا مگر کیا کیا جانا۔۔

آگے بڑھتی امل نے ایک بار پھر مسکرا کر سر جھٹکا تھا۔۔ جب لوگ ہی اسے چھوٹی سی لڑکی سمجھ کر آگے بڑھ جاتے تھے تو وہ بھی ان کی غلط فہمیوں کو دور نہیں کیا کرتی تھی۔۔

!! بھلا اگر کوئی اس سے متاثر ہو رہا تھا تو اس میں اس کا کیا جانا تھا۔۔۔

آخر میں معصومیت سے شانے اچکائے۔۔

مغرب کی نماز پڑھی گئی اور پھر سب تیاریوں میں مشغول ہو گئے۔۔ بی جان تیزی سے ہدایات دیتیں ملازمین کو دوڑا رہی تھیں۔۔ زمان بھی ایک جانب کو کھڑے اپنی کلف لگی سفید بے داغ قمیض کی آستین کے کف بند کر رہے تھے۔ پھر رُک کر زمانی کو دیکھا جو گہرے جامنی سے شنیل کے جوڑے میں ملبوس کانوں میں چمکتے ہیروں کے ٹاپس پہنے بہت باوقار اور خوبصورت لگ رہی تھیں۔

اسی پل اہل زینوں سے اتری۔ اس نے آج سنہری سِلک کی فراک پہن رکھی تھی۔ وہ لانگ فراک تھی جس پر جگہ جگہ ستاروں کا باریک کام کیا ہوا تھا۔ فراک کا دامن سادہ تھا۔ البتہ سِلک کے لچک دار ہونے کے باعث اس کا فراک یہاں وہاں جھول رہا تھا۔ نیچے سِلک ہی کا چوڑی دار پاجامہ تھا، اور دوپٹہ بھی فراک کے کپڑے جیسا ہی تھا۔۔ سِلک کا۔۔ لچکدار۔۔

اس کے کناروں پر باریک سا ستاروں کا کام تھا۔ اور درمیانہ حصہ بالکل سادہ۔ اس تقریب کے لحاظ سے اس کا جوڑا بہترین تھا۔۔

پھر اس نے کُھلے بالوں کو سمیٹ کر ایک جانب کندھے پر ڈالا اور تیزی سے نیچے اُتری۔۔
ایک ہاتھ میں سنہری سی بالی بھی تھی۔ بی جان کے سامنے آکر رُکی تو انہوں نے بے
اختیار اس پر ماشاء اللہ پڑھا۔ زمان نے بھی اس پر ایک نظر ڈال کر اسے نظر بد سے
حفاظت کی دعا سے نوازا تھا۔۔

"یہ کان میں نہیں جارہی بی جان۔۔"

بیچارگی سے کہہ کر اس نے بالی ان کے آگے کی تو بی جان نے مسکرا کر اس سے بالی لی
اور پھر اس کے سُرُخ ہوئے کان میں پہنانے لگیں۔ ہر دفعہ اس کے ساتھ یہی ہوتا
تھا۔ جب بھی کسی کی شادی پر کان میں کچھ ڈالنے لگتی تو ایک کان با آسانی اسے قبول کر
لیتا اور دوسرا کان ہمیشہ اسی طرح سُرُخ ہو جاتا۔۔ جب تک بی جان اس کے کان میں
جھمکانہ ڈالتیں تب تک وہ جاتا ہی نہیں تھا۔ انہوں نے نرمی سے اس کے کان کی لو

پکڑی اور پھر بالی اندر ڈال دی۔ ایک سیکنڈ بھی نہیں لگا تھا۔۔ اس نے سکون کا سانس
لے کر اپنے دھکتے کان کی لو کو ہلکا سا دبایا۔۔

تم نے مٹھائی منگوالی تھی نا۔۔ کہاں رکھی ہے نکال کر دو مجھے وہ گاڑی میں رکھوانی "
"ہے۔۔

ان کے کہنے پر اس نے مسکراہٹ دبائی اور پھر کچن کی سمت دیکھا۔۔

"کچن میں ہی رکھی ہے بی جان۔۔"

معصومیت سے گھنی پلکوں کو جھپکا کر کہا تو بی جان نے اسے مشکوک سا دیکھا۔۔

”لیکن جب میں نے دیکھا تب تو کچن میں مٹھائی کا ٹوکرا ولی رکھ رہا تھا۔“

وہ ایک دم گڑبڑائی تھی مگر پھر فوراً سنبھلی۔

”پوچھا آپ نے ان سے کہ وہ کیا کر رہے تھے اس مٹھائی کا۔“

ہاں میں نے پوچھا تو اس نے کہا کہ تھوڑی مٹھائی کم ہو گئی تھی اور فرید کو ذرا کام تھا“
”تو امل بی بی نے مجھے بھیج دیا۔“

بی جان نے عام سے انداز میں کہہ کر رُخ دروازے کی سمت پھیرا۔۔ حسن تایا اور ان کا سارا گھرانہ اسی پل داخلی دروازے سے اندر داخل ہوا تو وہ ان سب کی طرف متوجہ ہو گئیں۔۔ چونکہ حسین احمد کی حویلی ان دونوں حویلیوں سے فاصلے پر تھی اور جانا دونوں گھروں کو ادھر ہی تھا تو طے یہ پایا کہ سب ساتھ ہی جائنگے۔ اس نے ولی کے پیسے گئے جواب پر مسکراہٹ دبائی اور پھر آگے بڑھ کر ناجیہ اور ارجمند تائی سے گلے ملی۔ اس واقعے کو ہفتہ ہونے والا تھا اسی لیے تائی کی سرد مہری اگرچہ تھی، مگر کم تھی۔

گھر میں ایک دم سے افراتفری سی مچ گئی۔ بہت سے مہمان بھی تھے جو اسی وقت گھر میں داخل ہوئے تھے۔ اس نے جلدی سے رُخ زینوں کی جانب پھیرا۔ اور پھر فراک کو دونوں ہاتھوں سے اٹھائے ننگے پیر، تیخ زینوں پر رکھتی اوپر بھاگتی گئی۔ اس کے کھلے سیاہ بال کمر پر جھول رہے تھے اور دوپٹہ ایک جانب سے نیچے کو لٹکتا دیکھنا اس کے ساتھ ساتھ اوپر جا رہا تھا۔۔

نیچے کھڑے نفیس نے مسکرا کر اہل کو اوپر جاتے دیکھا اور پھر ایک کمینی سی مسکراہٹ
لیئے اس کے پیچھے اپنے چڑھتا اوپر جا پہنچا۔ ولی جو اسی پل چھت کی سیڑھیوں سے اترتا نیچے
آ رہا تھا نفیس کے قدم اہل کے کمرے کی جانب بڑھتے دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔ نفیس نے
اسے نہیں دیکھا تھا کیونکہ اس کا رخ مخالف سمت تھا مگر ولی نے اسے بخوبی دیکھ لیا تھا
اور اب اس کے چہرے کے تاثرات یکدم ہی اُبل گئے تھے۔۔

اس نے کمرے میں آکر جلدی سے بالوں میں برش پھیرا اور جیسے ہی بال کمر پر ڈالے
اس کے ہاتھ سے برش چھوٹ کر گرتے گرتے بچا۔۔ نفیس دروازہ ناک کیئے بغیر اس
کے کمرے میں داخل ہوا اور پھر بڑی سہولت کے ساتھ اس نے دروازہ مڑ کر بند بھی
کر دیا۔۔ وہ جو اسے سنگھار آئینے میں ساکت سی دیکھ رہی تھی یکدم پلٹی۔۔

سفید شلوار قمیض میں ملبوس نفیس کا قد امل سے ذرا سا اونچا تھا۔ نقوش بالکل ناجیہ جیسے تھے۔۔۔ واجبی سے۔۔۔ قابلِ قبول۔۔۔

"تم۔۔۔ تم میرے کمرے میں کیا کر رہے ہو۔۔۔؟"

اس نے غصے سے کہہ کر اپنا دوپٹہ شانوں پر درست کیا۔ وہ خاصی غیر آرام دہ ہو گئی تھی۔ نیچے کا شور اوپر اس کے کمرے کے بند دروازے کے پار بھی سنائی دے رہا تھا۔ اس کی تو آواز بھی کوئی نہیں سُنے گا۔۔۔ اگر جو نفیس نے کوئی غلط حرکت کی تو۔۔۔

وہ دھڑکتے دل کے ساتھ دو قدم پیچھے ہٹی تھی۔ مگر نفیس انتہائی لطف اندوز ہوتا آگے بڑھا۔۔۔ پھر ایک قدم پر رُک گیا۔۔۔

آج بہت حسین لگ رہی ہو۔ کچھ خیال کیا کرو، رحم کرو مجھ پر۔ اتنا ہوش رُبا سا حسن "

"لے کر سامنے آؤ گی تو کس کمبخت سے صبر ہوگا بتاؤ۔۔"

اس نے بے ساختہ اس کے سیاہ بال چہرے سے ہٹانے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو وہ

کرنٹ کھا کر پیچھے ہٹی۔ پھر اس کی جرأت پر اسے بل کھا کر دیکھا۔۔

آئندہ اس طرح کی گھٹیا حرکت کی تو میں تمہاری شکایت آغا جان سے کر دوں گی سمجھے۔۔"

"ابھی کے ابھی نکل جاؤ میرے کمرے سے۔۔ آئی سیڈ گیٹ لاسٹ۔۔"

دھاڑ سے کہا مگر نفیس نے تو سنا ہی نہیں تھا۔۔ ہنستا ہوا دو قدم مزید قریب آیا تو وہ

خراب ہوتے دل کے ساتھ پیچھے ہٹی۔۔

"مارو۔۔ چلو اسی بہانے تم مجھے چھوؤ گی تو سہی۔۔"

اس نے بے یقینی سے اس کی خباثت سے لبریز نگاہوں کو دیکھا تو اس کا جسم لرز کر رہ گیا۔۔

میں نے کہا کہ ابھی کے ابھی نکلو میرے کمرے سے۔۔ دفع ہو جاؤ یہاں سے۔۔"

"نکلو۔۔"

اس نے لرزتی آواز میں بمشکل کہا تھا۔ دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔۔

آج نہ آؤ بھلے ان ہاتھوں میں، مگر کل جب میری دُہن بن کر میرے کمرے میں آؤ "

"گی تب مجھے روکنے والا کوئی نہیں ہوگا۔۔"

اس نے ایک انکشاف تھا جو اہل پر کیا تھا۔۔ ایک پل کو اس نے ٹھہر کر اسے دیکھا اور
پھر غرائی۔۔

میں کبھی بھی تم سے شادی نہیں کرونگی۔۔ مر جاؤنگی۔۔ مرنا پسند کرونگی مگر تمہاری "
"دلہن کبھی نہیں بنوگی میں۔۔ سمجھے۔۔! اب دور ہو۔۔ دفع ہو جاؤ یہاں سے۔

نفیس ابھی اسے کچھ اور بھی کہنے لگا تھا کہ کسی نے اسے گریبان سے پکڑ کر پیچھے کو
گھسیٹا۔ ولی کی خوفناک حد تک سپاٹ نسواری آنکھیں دیکھ کر اہل کا دل رُکا تھا۔۔ اسے
بغیر دیکھے پتہ تھا کہ اس کا رنگ فق ہو گیا ہے۔۔ نفیس نے بھی پیچھے والے کی جرأت پر
بے یقینی سے دیکھا اور ایک پل کو ولی کا چہرہ دیکھ کر اس کا اپنا رنگ بھی نچڑ کر رہ گیا
تھا۔ ولی نے جمے دانتوں کو مزید پیسا اور اسے پوری قوت سے پیچھے گھسیٹ کر دیوار کی

جانب دھکا دیا۔ سیاہ قمیض کی آستینیں اس نے ہمیشہ کی طرح کہنیوں تک موڑے رکھی تھیں اور ان سے کسرتی بازو نکل رہے تھے۔۔ جن پر نسوں کا جال مٹھی بند ہونے کی وجہ سے نمایاں تھا۔

پھر نفیس کو کوئی بھی موقع دیئے بغیر وہ آگے بڑھا اور پشاور می چیل زور سے اس کے گھٹنے پر ماری۔ نازک جگہ پر لگنے کی وجہ سے نفیس بے ساختہ جھکا تو اس نے اس کا گریبان سختی سے پکڑ کر اسے سیدھا کھڑا کیا۔۔

جب کوئی لڑکی کہے کہ اس سے دُور ہو جاؤ تو اخلاق کا دائرہ کار یہی کہتا ہے کہ اس سے " دور ہو جانا چاہیئے مگر پھر اگر ایسے لوگ نہ مانیں تو غیرت کا دائرہ کار کہتا ہے کہ مار مار کر "ان کی شکل بگاڑ دینی چاہیئے۔۔

اس نے دوبارہ سے زخمی ہوئے گھٹنے پر اب کے پوری قوت سے پشاوری چیل کی نوک ماری تو وہ بلبلا کر نیچے جھکا۔۔ اسے لگا اس کے گھٹنے سے خون آگیا ہے۔۔

اہل اب تک سانس روکے اسے دیکھ رہی تھی۔ دل تھا کہ دھڑکنا بھول گیا تھا اور وہ موم کا مجسمہ بنی اسکے طیش کی حدّت سے پگھلنے لگی تھی۔۔

نفیس ذرا سنبھل کر سیدھا ہوا تو ولی نے پھر سے اسی گھٹنے پر ایک اور لات ماری۔۔ اب کہ وہ پورا بیٹھ گیا تھا۔ اس کے گھٹنے سے خون نکل کر اس کے سفید سے لباس کو داغدار کر گیا تھا۔۔

آئندہ اگر میں نے تمہیں بی بی کے آس پاس بھی دیکھا تو تم ابھی مجھے جلتے نہیں ہو۔"

ایسی جگہ مار کر لاش پھینک دوں گا تمہاری کہ ساری عمر تمہارے گھر والے تمہیں ڈھونڈتے

"رہیں گے مگر انہیں لاش تو کیا تمہاری ایک ہڈی بھی نہیں ملے گی۔"

وہ بہت سرد لہجے میں بولتا امل کی رگوں میں بہتے لہو تک کو سرد کر گیا تھا۔ اس کی آواز اونچی نہیں تھی۔۔ مگر اس کے لہجے کی پھنکار سے سارا کمرہ سنسان ہو گیا تھا۔۔ نفیس

بمشکل کھڑا ہوا تھا۔۔ اس نے رُخ امل کی جانب پھیرا اور پھر پوری قوت سے گھوم کر اسے سخت سا مکا جبرے پر مارا تو نفیس کے سر پر ساری حویلی پل بھر کو گھوم کر رہ گئی۔ وہ لڑکھڑا کر دیوار سے جا لگا تھا۔۔ پھر اپنے ہونٹ سے بہتے خون کو ہاتھ سے چھوا اور سر اٹھا کر بے یقینی سے ولی کو۔۔

"!! تم نے مجھے مارا۔۔"

اس کی آواز میں حد درجہ حیرت تھی۔ ولی ایک قدم چل کر اس کے عین سامنے رُکا تھا۔
پھر اس کی آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑیں۔۔

نہیں۔۔ عورتوں کے سامنے ہاتھ نہیں اٹھاتا میں، یہ تمہیں مارا نہیں ہے میں نے "
صرف تمہیں جگایا ہے ابھی۔۔ تم نیچے جاؤ گے۔۔ بہت شرافت سے۔۔ اور اگر تمہارے
منہ سے اس بات کی بھاپ بھی نکلی تو مجھے پتہ ہے کہ ٹانگوں پر مار مار کر معذور کیسے کیا
"جاتا ہے۔۔"

اس کے کندھے پر ہاتھ مار کر اندیکھی سی گرد جھاڑی تو نفیس کھولتا ہوا اس کا ہاتھ جھٹک
کر دروازہ وا کر کے باہر کی جانب بڑھ گیا۔۔ جاتے جاتے اس نے ایک کاٹ دار نگاہ اٹل

پر ڈالنی چاہی مگر ولی درمیان میں کھڑا تھا۔۔ اہل پیچھے کہیں چھپ گئی تھی۔۔ دروازہ بند کیا تو ولی اس کی جانب پلٹا۔۔

وہ اب تک دیوار سے لگی ساکت سی اسے دیکھ رہی تھی۔۔

”آپ ٹھیک ہیں۔۔۔؟“

اس کے پوچھنے پر اس نے بمشکل سر ہلایا مگر آنکھوں سے آنسو بے ساختہ گر پڑے تھے۔
ولی نے ابلتے غصے کو بالوں میں ہاتھ پھیر کر قابو کیا اور پھر گہرا سانس لے کر اسے دیکھا۔۔

”ٹھیک ہیں ناں آپ۔۔۔؟“

اس نے پھر سے سر ہلایا تھا مگر آنکھوں سے بہتے آنسو اب تیزی کے ساتھ چہرے پر
لڑھک رہے تھے۔

”روکیوں رہی ہیں آپ۔۔؟“

بے بسی سے پوچھا تو امل نے فوراً ہتھیلیوں سے گال رگڑے۔ ناک اور آنکھیں گلابی ہو
کر دھک رہی تھیں۔ ایک تو سنہرے رنگ کا لباس پہن رکھا تھا اوپر سے اس کا یہ رویا رویا
ساحسن۔۔! ولی نے گہرا سانس لے کر اس سے رُخ پھیرا۔۔

کچھ نہیں ہوا اوکے۔۔ سب ٹھیک ہے۔۔ اگر یہ آئندہ ایسے کرے تو مجھے بتائیے گا میں
”اس کی ٹانگیں توڑ دوں گا۔۔ بس اب روئیں نہیں۔۔ چلیں آنسو صاف کریں اپنے۔۔“

خوف زدہ ہوئی اہل نے اس کے نرمی سے کہنے پر خود کو سنبھالا۔۔ گہرے گہرے سانس لے کر خود کو نارمل کیا مگر پتہ نہیں کیوں اسے رونا آئے جا رہا تھا۔۔ اگر ولی وقت پر نہ آتا تو۔۔ اور اس کے آگے سوچ کر بھی اس کا دل لرز رہا تھا۔۔

"بی بی۔۔"

وہ کچھ کہتے کہتے رکا تو اس نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔۔ ہاں اسے سر اٹھا کر ہی دیکھنا پڑتا تھا۔۔ وہ اس سے خاصہ لمبا تھا۔۔

یہ بال۔۔ انہیں باندھ لیں۔۔ گھر میں ٹھیک ہے مگر باہر جاتے ہوئے ان کا کھلا رکھنا "ٹھیک نہیں ہے۔۔ میں لاتا ہوں کسی کو وہ آپ کے بال بنادینگے۔۔"

اس نے کہہ کر رُخ یکدم باہر کی جانب موڑا تو وہ دھم سے بیڈ پر بیٹھی۔ قدموں سے گویا جان ختم ہو گئی تھی۔ ہاتھ بھی بے جان سے گود میں پڑے تھے اور جسم ہولے ہولے کانپ رہا تھا۔۔

کچھ دیر بعد ولی نے کمرے کا دروازہ کھولا تو قانتہ جھجھکتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی۔ زین بھی ان کے ساتھ ہی تھا۔ امل نے بی یقینی سے قانتہ کو دیکھا تھا۔۔

امل بی بی کے بال سنوار دیں قانتہ۔۔ ان کی کچھ طبیعت ٹھیک نہیں ہے، میں نیچے "انتظار کر رہا ہوں آپ دونوں کا۔۔"

اس نے کہا اور کمرے کا دروازہ بند کرتا باہر کی جانب بڑھ گیا۔۔ قانتہ پہلے اس کے قریب آئی۔۔ پھر اس کا مڑجھایا سا چہرہ دیکھ کر مسکرائی۔۔

آپ ایسے بالکل بھی اچھی نہیں لگتی ہو امل، وہ ہنستی مسکراتی، چمکتی ہوئی امل اچھی " "لگتی ہے۔۔۔ چلو۔۔۔ بیٹھو سنگھار میز کے آگے میں بال بناؤں تمہارے۔۔۔ اٹھو شاباش۔۔۔

اسے بازو سے پکڑ کر نرمی سے اٹھایا اور پھر اسے آئینے کے سامنے رکھی کرسی پر بٹھا دیا۔۔۔ وہ خالی خالی نظروں سے خود کو آئینے میں دیکھے گئی۔ قانتہ اب نرمی سے اس کے ریشمی سیاہ بالوں کو فرانسسیسی طرز کی چوٹی میں باندھ رہی تھی۔ اور وہ اسی طرح خالی دل لیئے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔۔۔

پتہ نہیں اس کے اتنے خوش کن سے موقعوں پر اکثر سب کچھ تلپٹ کیوں ہو جایا کرتا تھا۔۔۔

کچھ دیر بعد وہ قانتہ کے ساتھ ہی کمرے سے باہر نکل آئی۔ قانتہ نے ایک ہاتھ سے زین کو تھام رکھا تھا اور دوسرے ہاتھ سے اس کی کہنی پکڑ رکھی تھی۔ زینوں پر آکر اس نے پھیکا سا مسکرا کر ان سے اپنا بازو چھڑایا تو انہوں نے اسے ہلکا سا تھپکا اور زین کو لیئے نیچے اتر گئیں۔ اس نے بھی تھکے سے قدم زینوں پر رکھے۔ سنرا سا لچک دار فراک اب پھر سے زینوں کو چھوتا اس کے ساتھ ساتھ نیچے اتر رہا تھا۔ سیاہ بالوں کو فرنیچ میں گوندھنے کے بعد اب کے اس کا محض دھلا دھلایا سا چہرہ بھی دمک رہا تھا۔ ولی نے گردن گھما کر اسے زینوں سے اترتے دیکھا اور پھر اتنی ہی تیزی سے چہرہ واپس پھیر لیا۔ لاؤنج میں مہمانوں کا بہت رش ہو رہا تھا۔ کچھ گاڑیوں میں بیٹھ چکے تھے اور کچھ ابھی بہتے تھے۔ بی جان اب تک ارجمند کے ساتھ کھڑی باتیں کر رہی تھیں۔ اسے اترتا دیکھا تو پاس چلی آئیں۔۔

”کیا ہوا یہ بال کیوں باندھ لیئے۔۔؟ ابھی تک تو کھلے رکھنے کا ارادہ تھا تمہارا۔۔“

اس نے مشکل مسکرا کر انہیں دیکھا۔ پھر ایک نظر مڑ کر سیاہ قمیض شلوار میں ملبوس ولی کو جو قانتہ کے ساتھ کھڑا زین کی کسی بات پر مبہم سا مسکرا رہا تھا۔

”کسی نے کہا بی جان کہ مجھے اپنے بال باندھ لینے چاہیئے تو میں نے باندھ لیئے۔۔“

ان کی جانب چہرہ پھیر کر کہا تو بی جان نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔ پھر اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔۔

تم بال باندھو یا کھولو۔۔ ہر طرح پیاری لگتی ہو۔ اچھا اب چلو نکلنا ہے بس مہمان ”
سارے بیٹھ چکے ہیں گاڑیوں میں اور وقت بھی نکلا جا رہا ہے۔ میں ذرا فرید کو آواز دے
”دو کہ نکال لے گاڑی۔۔“

اسی وقت ولی ان کے پاس چلا آیا۔ ایک نظر اس پر ڈالے بغیر بی جان کی جانب متوجہ ہوا۔ اہل نے ہونٹ آپس میں مس کیئے اور پلکیں تیزی سے جھپکائیں۔ اس کی موجودگی اسے نروس کر رہی تھی۔۔

میں لے کر جاؤنگا آپ لوگوں کو بی جان۔ فرید کو ہسنے دیں۔ وہ مزید مہمانوں کو لے "جائے گا۔۔"

"اور تم نہیں چلو گے ہمارے ساتھ۔۔۔؟"

بی جان نے ابرو اکھٹے کر کے یکدم پوچھا تو ولی ہلکا سا مسکرایا۔ اس نے بھی ایک نظر اٹھا کر دیکھا تھا اسے۔۔

نہیں بی جان۔۔ میں واپس آجاؤنگا۔۔ پھر جب آپ لوگ فارغ ہو جائیں مجھے کال کر"
"کے بتا دیجیئے گا میں لینے آجاؤنگا۔ فرید کے ساتھ مت آئیے گا ٹھیک۔۔؟

اس کی نرم سی سنجیدگی کو بی جان نے سمجھ لیا تھا اسی لیے گہرا سانس لے کر سر ہلایا۔۔

"کھانا کھایا تم نے۔۔؟"

بی جان کے پوچھنے پر اس نے نفی میں سر ہلایا۔۔

"بھوک بالکل بھی نہیں ہے ابھی بی جان۔۔ چلیں اب دیر ہو رہی ہے۔۔"

کسی بات کا موقع پیسے بغیر اس نے قدم باہر کی جانب بڑھائے اور پھر مہمانوں کے درمیان سے راستہ بناتا داخلی دروازے سے گزر گیا۔ اس نے بھی ہاتھ میں پکڑی سفید بے داغ سی چادر اوڑھی اور پھر بی جان اور قانتہ سمیت باہر نکل آئی۔ ناجیہ اور ارجمند اسی وقت گاڑی میں بیٹھ کر ان کے سامنے سے گزر کر گئے تھے۔ اس نے آس پاس نفیس کو تلاش مگر وہ پھر اسے کہیں بھی نظر نہیں آیا۔۔ شاید وہ واپس حویلی چلا گیا تھا۔ زمان حسن صاحب کے ساتھ ہی نکل گئے تھے۔ اسی لیے بی جان ولی کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گئیں اور قانتہ، زین اور امل پیچھے۔۔

کچھ فاصلے بعد حویلی واقع تھی۔ اس نے رش کے باعث کار باہر ہی روک لی تھی۔ پھر جب بہت سی گاڑیاں پورچ میں داخل ہو گئیں تو اس نے بھی کار آگے بڑھا دی۔ بی جان فوراً اتر گئی تھیں۔ قانتہ اور زین بھی انہی کے ساتھ اتر آئے۔۔ مگر امل۔۔ وہ جیسے ہی باہر نکلنے لگی ولی کی آواز نے اسے روک لیا۔۔

خیال رکھیے گا اپنا۔ کوئی بھی مسئلہ ہو تو مجھے فوراً اطلاع کریں ٹھیک۔۔؟ اور اہل بی " بی۔۔ ایک بات ہمیشہ یاد رکھیے گا۔ ہر کسی سے بات نہیں کی جاتی۔ ہر کوئی باتوں سے سمجھنے والا نہیں ہوتا۔ کچھ لاتوں کے بھوت ہوتے ہیں گرم ہاتھ کھائے بغیر بات دماغ میں نہیں گھستی ان کے۔ اگر آئندہ کبھی بھی کوئی بھی انسان آپ کو پریشان کرے۔ یا پھر آپ کو کوئی کام ہو۔۔ کوئی سا بھی۔ قانونی۔ یا غیر قانونی۔۔ آپ میرے پاس آدنگی۔ مجھے کہیں گی سب کچھ۔۔ چاہے پھر علی الصبح ہو یا رات کا آخری پہر میرے یا پھر سردار بابا کے علاوہ کہیں بھی جانے کی ضرورت نہیں ہے آپ کو ٹھیک۔۔۔! اور ایک بات "اور۔۔

وہ جو دھیمی سی سرد آواز میں سلمنے لگے شیشے کے پار دیکھتا کہہ رہا تھا رک سا گیا۔۔

وہ تو سانس روکے اسے سُن رہی تھی۔ کوئی اور وقت ہوتا تو وہ ان سب باتوں پر ہنس دیتی یا پھر اس کی اتنی پرواہ کرنے پر اس کا دل پھڑپھڑا جاتا مگر ابھی۔۔ ابھی اس کے ساتھ بیٹھنے سے اس کا دم نکل رہا تھا۔۔

"یہ بال۔۔ انہیں ایسے ہی باندھ کر نکلا کریں گھر سے۔۔"

اس نے مشکل آنکھیں جھپکا کر آنسو پیچھے دھکیلے اور پھر گاڑی سے نکل آئی۔ وہ وہیں جا کھڑی ہوئی تھی جہاں سے چلی تھی۔ جتنی مشکلوں سے اس نے اپنے اور ولی کے درمیان کھڑی برف سی دیواروں کو گرایا تھا وہ اتنی ہی تیزی سے ان دونوں کے درمیان پھر سے آکھڑی ہوئی تھیں۔ اس کی بے پناہ جھجھک پھر سے عود آئی تھی اور اب اس کے سامنے بات کرنا بھی اس کے لیے پھر سے محال ہونے لگا تھا۔۔

ولی نے اسے پورچ سے اندر تک جاتے دیکھا اور پھر گاڑی وہاں سے نکال لایا۔ راستے اب تک ویسے ہی سنسان پڑے تھے۔۔

واپسی پر اپنی کار پورچ میں کھڑی کرنے کے بعد وہ سبزہ زار پر بنے درمیانی دروازے سے حسن احمد کی حویلی کے اندر بڑھا۔ اس کا چہرہ حد درجہ سپاٹ تھا اور نسواری آنکھیں غصے سے دہک رہی تھیں۔۔ گردن کے گرد لپیٹی شال کو اس نے ہاتھ سے کھینچ کر اتارا اور پھر لاؤنج میں آکر ایک صوفے پر شال ڈال دی۔ ساری حویلی سنسان پڑی تھی۔ تیخ۔۔ برف سی۔۔

اس نے حفظ کیئے ہوئے نقشے کے تحت زینے تیزی سے پھلانگے اور کسی بھی دقت کے بغیر نفیس کے کمرے کا دروازہ دھاڑ سے کھولا۔ وہ جو بیڈ پر بیٹھا اپنے گھٹنے پر آئے زخم کو پٹی سے لپیٹ رہا تھا بے یقینی سے سر اٹھا کر دروازے کی جانب دیکھا۔ سب گھر والے

تو جاچکے تھے پھر اب --- اور ولی کو دروازے میں ایستادہ دیکھ کر اس کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کلنیچے رہ گیا تھا۔

جب وہ دوبارہ اپنی طرف کے سبزہ زار کی طرف بڑھا تو بھوری شال اس کے ایک ہاتھ میں تھی اور دونوں ہاتھوں کی اوپری جلد پھٹی ہوئی تھی.. پھٹی جلد سے نکلا خون وہیں جم گیا تھا مگر وہاں درد کسے ہونا تھا۔

کمرے میں آکر اس نے شال ایک جانب ڈالی اور پھر واش روم کی جانب بڑھ گیا۔
اپنے کمرے میں موجود نفیس زمین پر کڑا ہتا ہوا لوٹ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر جان بچا تازہ زخموں کے نشان تھے اور پسلیوں پر پڑے زوردار مکے سے اسکی پسلیاں لگتا تھا اب درد سے ٹوٹ جائنگی۔

گرم پانی کا شاور لے کر اس کی طبیعت سے فرسٹیشن کافی حد تک چھٹ گئی تھی۔ نم بالوں کو اس نے سر ہلا کر جھٹکا۔ اور پھر دھلے بالوں کو تولیئے سے رگڑتا وہ شیشے کے سامنے آکھڑا ہوا۔ اسی پہر اس کا فون بجاتا تھا۔

نمبر دیکھ کر اس کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔۔ سخت سے چہرے پر یکدم نرمی
اُبھری تھی۔۔ فون کان سے لگا کر اس نے آگے والے کی بات سنی تو ایک پل کے لیے
سارا وجود سُن پڑ گیا۔۔

”کرم۔۔ کیا ہوا کرم کو۔۔؟“

اس کی خوفزدہ سی آواز نکلی تھی۔ اور پھر لمحوں ہی میں اس کے ذہن میں جھماکا سا
ہوا۔۔ آس پاس سیاہ تاریک سُرنگ پھیل گئی۔ سب کچھ دُھندلا گیا اور اگر کچھ باقی رہ گیا
تھا تو وہ کرم کی آواز تھی۔۔

”میری آپا کو انہوں نے مار کر ایک سُرنگ میں ڈال دیا تھا۔“

بے تحاشہ تیز ہوتے تنفس کی پرواہ کیے بغیر اس نے ڈریسنگ ٹیبل سے چابیاں جھپٹیں
اور باہر کی جانب بھاگا۔ اس کا دل خوف سے سکڑ رہا تھا۔ تیزی سے ڈرائیو کرتا وہ اسی
تاریک سرنگ کی جانب بڑھ رہا تھا جس میں کبھی اسے مار کر ڈالا گیا تھا۔

”نہیں اسباب نہیں۔۔“

اس کے لب مسلسل بڑبڑا رہے تھے۔ اوپر والے سے التجا کر رہے تھے کہ بس اب اور
نہیں۔۔ اب اس میں اور کسی کا قتل دیکھنے کی ہمت نہیں تھی۔۔ نہیں اب اور ظلم
نہیں۔۔

مگر ایک انجانا سا خوف تھا جس سے اس کا جسم سُن پڑتا جا رہا تھا۔ دل بند ہو رہا تھا اور
ہونٹ بے تحاشہ لرز رہے تھے۔۔ اس کی گاڑی ایک جھٹکے سے سرنگ کے پاس رُکی اور
وہ اس سے بھی زیادہ تیزی سے کار سے نکل کر اندر سرنگ کی جانب بھاگا۔ سرنگ

تاریک تھی۔۔ بے تحاشہ تاریک۔۔ سیاہ۔۔ اور یخ۔۔ مگر کسی کی ہچکیوں کی آواز سے اس کا دل پل بھر کو سکڑ کر پھیلا تھا۔۔

ہاں وہ کرم ہی تھا۔۔ خون میں لت پت ہاتھوں سے گہرے زخم کو دبا کر خون روکنے کی ناکام کوشش کرتا کرم۔۔

وہ بھاگ کر اس کے پاس پہنچا۔۔ کرم بری طرح کانپ رہا تھا۔ خون بہت زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے اس کی جان اب ختم ہونے کو تھی۔۔

"یہ۔۔ یہ کیسے ہوا کرم۔۔ چلو تمہیں اسپتال لے کر چلوں۔۔"

اسے آگے بڑھ کر اٹھانے لگا مگر اس نے اسے روک دیا۔

ن نہیں۔۔ و۔ ولی سرکار۔۔ م میرا وقت آ۔۔ آگیا ہے۔۔ اب۔۔ اب کوئی کچھ ن نہیں"

"کر سکتا۔۔ م میں ن نے۔۔ میں ن نے۔۔

پھولتی سانسوں کے درمیان اس نے کہا تھا۔۔ ولی نے اس کے زخم کو اپنے ہاتھوں سے
دبایا ہوا تھا جس کی وجہ سے اس کے اپنے ہاتھ بھی خون سے بھر گئے تھے۔۔

اپنی آآپا۔۔ ک کا۔ بدلہ لینے کی۔۔ کوشش ک کی۔۔ مگر۔۔ مگر می۔۔ میں ن۔۔ نہیں"

"کر سکا۔۔

وہ شاید رو رہا تھا۔ ولی کی آنکھیں تکلیف سے جلنے لگیں۔۔ گھٹنوں کے بل بیٹھا وہ تقریباً
اس پر جھکا ہوا تھا اور اس کی بات سننے کی کوشش کر رہا تھا۔۔

"سر۔۔ سرکار۔۔ می۔۔ میرا ب۔۔ بدلہ ان س۔۔ سے۔۔ ضرور۔۔ لج۔۔"

اور بس۔۔ اس کا کانپتا وجود یکدم سے رُک گیا۔۔ ولی کی آنکھیں ساکت ہو گئی تھیں۔ اس نے اسے خوف زدہ ہو کر ہلایا۔۔

"کرم۔۔۔ کرم۔۔ اُٹھو کرم۔۔ بات کرو مجھ سے کرم۔۔"

وہ آخر میں چیخا تھا۔ آنسو بے تحاشہ اس کے گالوں پر لڑھک رہے تھے اور دل۔۔ دل اتنا زخمی ہو گیا تھا کہ حد نہیں۔ آسمان سے یکدم ایک بوند گری اور پھر تڑا تڑبو چھاڑ شروع ہو گئی۔ سارا گاؤں سردی کی بے تحاشہ تیخ بوچھاڑ میں نہا گیا۔۔

"کرم اُٹھو۔۔ اُٹھو کرم۔۔ میری بات سنو۔۔ کرم۔۔"

خون میں لت پت ہاتھوں سے اس نے اس کا چہرہ تھتھپایا مگر کرم اگر اُٹھ سکتا تو پھر
آخر غم ہی کس بات کا تھا۔۔

وہ بے ساختہ اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر اس نے
پیشانی پر اس کا ہاتھ رکھا اور پھر انچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔۔
اس کے اندر تکلیف کا ایک سمندر تھا جو بے قابو ہونے لگا تھا۔

میں جب مرجائونگا ناں سرکار۔ تو اوپر والے سے ضرور پوچھونگا کہ وہ اتنے ظلم پر
"خاموش کیوں رہا۔۔؟ میں پوچھونگا اس سے۔۔ مجھے بڑے شکوے ہیں۔۔"

سیاہ سرنگ میں اس کی آواز گونجنے لگی تھی۔ ولی اب تک اس کے پاس بیٹھا رو رہا تھا۔
اس نے دیر کر دی۔۔ اگر وہ وقت پر پہنچ جاتا تو اسے بچا لیتا۔۔ ایک پورے خاندان کی
! زندگی تباہ ہو گئی۔۔

ابھی تو۔۔ ابھی تو اس کی آیا نے اپنا پھولوں سا گھر بسانا تھا۔۔ ابھی تو کرم کو اپنے والدین
کا سہارا بننا تھا۔۔ ابھی تو اسے بوڑھے باپ کی عمر بھر کی کمائی اسے لوٹانی تھی مگر ختم۔۔
ایک جھٹکے میں ہاشم نے سب کچھ ختم کر دیا۔ تاریک سرنگ میں اب صرف ولی کی
سسکیاں سنائی دے رہی تھیں۔۔ اس کے آنسو کرم کے چہرے پر لڑھک رہے تھے مگر
اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔۔ اس ظلم پر تو آسمان بھی رو رہا تھا اور زمین کے مردوں کی
دہائی دور تک سنائی دیتی تھی۔۔ مگر ہاں جس نے ظلم کیا تھا وہ۔۔

ہاشم نے جوس کا گلاس حسن شاہ کے گلاس سے ٹکرایا اور پھر اطمینان سے گلاس لبوں
کو لگا لیا۔ اس کے وجود میں آج کل عجیب سی سرشاری پھیلی ہوئی تھی۔۔ کیونکہ اس

کے راستے کے سارے پتھر۔۔ اب ایک ایک کر کے ہٹتے جا رہے تھے۔۔ پہلے ولی اور اب یہ کرم۔۔ اس نے ہنس کر سر جھٹکا اور پھر سے خالی گلاس سلیب پر رکھا۔۔

دوسری جانب ولی اب تک سر جھٹکائے رو رہا تھا۔۔ اس کے ہاتھ سے سب کچھ ریت کی طرح پھسلتا جا رہا تھا۔۔ سب کچھ۔۔

امل سارا وقت قانتہ کے ساتھ تھی۔

نہ اس نے آگے بڑھ کر دُلوں کی رسم کی اور نہ ہی کسی اور کام میں دلچسپی لی۔ وہ ایک جانب خاموشی سے قانتہ کے ساتھ بیٹھی رہی تھی۔۔

قانتہ نے اس کا دمکتا چہرہ دیکھا اور پھر صوفے پر ذرا آگے ہو کر بیٹھی۔۔ پھر اس کے گود میں رکھے ہاتھوں میں سے ایک ہاتھ پکڑ کر اپنے نرم سے ہاتھ میں قید کیا تو امل چونکی۔۔

"جو ہو گیا اسے بھول جاؤ۔۔"

قانتہ نے بہت نرمی سے کہا تھا۔ اسکا گلا دکھنے لگا۔ آنسو بہت دیر سے روک رکھے تھے جس کی وجہ سے درد اب اندر ہی اندر گھل رہا تھا۔ اس کی آنکھیں گلابی پڑنے لگیں۔۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔"

اس نے کمزور سی آواز میں کہا ضرور، مگر قانتہ کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نہیں نکالا۔ اس کے لمس سے پتہ نہیں کیوں اسے ولی کے احساس کی خوشبو آیا کرتی تھی۔۔ شاید ہم جس انسان کے بھی قریب ہوتے ہیں اسی کی خوشبو، اس کے لمس کا احساس، اسکا انداز سب کچھ ہمارے اندر غیر محسوس طریقے سے اترتا جاتا ہے۔۔ قانتہ کو بھی اندازہ نہیں تھا

کہ اہل کو اسے دیکھ کر ولی کی موجودگی کا احساس ہوتا تھا۔ وہ بنا کسی تعلق کے اس سے دو ہی ملاقاتوں میں قریب ہو گئی تھی۔۔

"لیکن مجھے تو ٹھیک نہیں لگ رہیں۔۔"

انہوں نرمی سے مسکرا کر اس کے جواب کی نفی کی تو اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ بالکل ولی کا سا انداز تھا۔۔ آہستہ سے اس کی آنکھیں پڑھ کر اس کے جملوں کا انکار کرنے والا انداز۔۔

"میں ڈر گئی تھی۔۔"

اس نے جھکا چہرہ اٹھا کر قانتہ کو براہِ راست دیکھنے سے پرہیز کیا۔ لاؤنج کے اس طرف صوفوں پر خواتین کا رش خاصہ کم تھا کیونکہ رسم کا اہتمام باہر سبزہ زار پر کیا گیا تھا۔ یہاں لاؤنج تک بھی مہمانوں کے شور کی دبی دبی سی آواز آرہی تھی۔۔

میں نے ہمیشہ خود کو عام لڑکیوں سے اونچا سمجھا، ہمیشہ خود کی عزت کی اور دوسروں سے کروائی۔ میں عام لڑکیوں کی طرح نہیں، میں غلط جگہ پر کھی گئی غلط بات کو اور غلط بات کرنے والے کو روک سکتی ہوں تو میں کچھ بھی کر سکتی ہوں۔ اگر مجھے لفظوں کی ٹھوکروں سے سب کچھ اڑانا آتا ہے تو میں ایک عام دبو اور اندھی، بھری لڑکی سے ہوں۔ قابلِ عزت۔۔ کسی کو بھی میری بے dignified قدرے مختلف ہوں۔ میں عزتی کرنے کا کوئی حق نہیں اور یقین کریں قانتہ۔۔ میں نے کبھی بھی کسی کو خود پر بولنے نہیں دیا۔ لوگ اگر کوئی نازیبا بات کر بھی جاتے ہیں تو میں انہیں اسی وقت روک دیتی ہوں مگر آج۔۔

اس نے گیلی سانس اندر کو کھینچی۔ قانتہ نرمی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔۔

آج اس نے مجھ سے کہا کہ ہر کسی سے بات نہیں کی جاتی۔ ہر کوئی بات سے سمجھنے "والا نہیں ہوتا۔ وہ اتنی جلدی سمجھ گیا اور میں۔۔ میں ساری زندگی سے اسی زعم میں ہوں کہ میں اپنے لفظوں سے کچھ بھی کر سکتی ہوں۔ کسی کو بھی روک سکتی ہوں، کسی کو بھی انجام تک پہنچا سکتی ہوں، مگر میں غلط تھی قانتہ۔ میں تو ایک کمزور سی لڑکی ہوں۔ آج جب نفیس نے مجھ سے بد تمیزی کی تو میں اسے روک نہیں پائی اور اگر ولی نہیں آتا "تو پتہ نہیں۔۔

اس کی آواز آخر میں خوف سے کانپی تو قانتہ نے نرمی سے اس کا ہاتھ دبایا۔

وہ کبھی تنہا نہیں کرے گا تمہیں۔ ڈرو نہیں، خوفزدہ مت ہو، تم اب بھی ایک بہادر اور"

حق بات کرنے والی لڑکی ہو۔ تم نے جو اس وقت اس لڑکے سے کہا تو یہ بھی ہمت

تھی تمہاری۔ بعض لڑکیاں تو اتنا بھی کہنے کی ہمت نہیں کر پاتیں۔ تم نے اس کی آنکھوں

میں آنکھیں ڈال کر اس کی باتوں کا جواب دیا بہت اچھا کیا۔ ہم عورتیں۔۔ ہمارے پاس

ان لفظوں کے علاوہ اور ہے کیا امل۔۔؟ ہمارے پاس ہماری آواز ہے، ہمارے الفاظ

ہیں، ہمارا وقار ہے۔۔ ہم اگر ہاتھ سے مقابلہ نہیں کر سکتیں تو کیا ہوا۔۔۔؟ یہ ہمارے

مرد کس لیے ہیں۔۔؟ یہ مقابلہ کرینگے ہمارے لیے ہاتھوں سے مگر ہم۔۔ ہم اپنی زبانوں

سے مقابلہ کرتیں ہیں، اپنے دلائل سے، اپنے طریقہ کار سے۔۔ تم اسے ہلکا مت لو امل۔

عدالتوں میں لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر جب ہم جیسی عورتیں مضبوط دلائل دیتی

ہیں تو بڑے بڑے مجرم صرف ہماری آواز کی وجہ سے سولی چڑھتے ہیں۔ جانتی ہو ابن

"!سفی کہا کرتے تھے کہ عورت طاقتور ہوتی ہے۔۔ اتنی طاقتور کہ مرد پیدا کرتی ہے۔۔"

قانتہ کے نرم مگر مضبوط لفظوں نے بکھرتی سی اہل کی ڈھارس بندھائی تھی۔ اس کا دل جو خوف سے سکڑ رہا تھا یکدم ہی شانت ہو گیا۔

"ولی۔۔ مجھ سے بہت ناراض ہوگا قانتہ۔۔"

کچھ دیر بعد اس نے پھر کہا تو وہ مسکرائی۔۔

تمہاری کوئی غلطی نہیں پھر کیوں ناراض ہوگا وہ تم سے۔۔؟ وہ ایسے بلاوجہ ناراض "

"نہیں ہوتا تم پریشان مت ہو۔۔"

مگر پھر بھی۔۔ مجھے پتہ نہیں کیوں وہ بہت عجیب سا لگ رہا ہے کچھ دنوں سے۔"

عجیب سا خاموش، بہت بھیانک سی خاموشی ہے اس کی۔۔ جیسے۔۔ جیسے بس ہر پل

دماغ میں جمع تفریق کر رہا ہو، ہر وقت اپنے اہداف طے کر رہا ہو، بس ہر وقت بے سکونی کی حالت میں ہو۔ یونیورسٹی سے آنے کے بعد وہ ٹھیک ہو گیا تھا مگر اب۔۔ اب پھر سے "وہ ویسا ہی بنتا جا رہا ہے جیسا پہلے تھا۔ مجھے اب خوف آرہا ہے اس سے۔۔"

قانتہ نے اس کی بات پر آہستہ سے سر ہلایا۔ یہ سب تو اسے بھی بہت وقت سے محسوس ہو رہا تھا۔۔

مجھے بھی ٹھیک نہیں لگ رہا وہ کافی دنوں سے۔۔ خیر ہم کیا کر سکتے ہیں سوائے دعا" کے۔ پوچھو تو کچھ بتاتا بھی نہیں ہے، سب کچھ اندر ہی اندر پال کر رکھا ہوا ہے۔۔ اللہ "بس حفاظت کرے اس کی۔۔"

قانتہ نے کہہ کر اس کا ہاتھ تھتھپایا اور پھر نرمی سے چھوڑ دیا۔۔

"پریشان مت ہو سب بہتر کرنے والا ہے۔۔"

ان کی تسلی پر اس نے گہرا سانس لیا اور پھر ساتھ بیٹھے زین کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔۔
اسی پل باہر سے عجیب افراتفری کی سی آوازیں آئیں تو دونوں نے بیک وقت پلٹ کر
باہر کی جانب دیکھا۔ باہر تیزی سے بوچھاڑ برسنے لگی تھی اور لوگ اب اندر کی جانب
بھاگتے آرہے تھے۔۔

ساری رات اس نے کس طرح گزاری کچھ یاد نہ پڑتا تھا۔ پہلے وہ اسے اسپتال لے کر
گیا پھر اس نے پولیس کو کال کی۔۔ سرنگ کے آس پاس اب بہت سے اہلکار کھڑے
پر پولیس کے علاوہ کسی کو بھی داخلے کی crime scene جانچ پڑتال کر رہے تھے۔۔

اجازت نہیں تھی۔ پہلے کرم کی لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے بھیجا گیا اور پھر ساری کارروائی کے بعد اسے اس کے گھر بھیج دیا گیا۔ ولی جانتا تھا کہ اس ساری تگ دو کا کوئی فائدہ نہیں۔ ہاشم کی ایک کال پر پولیس کو پیچھے ہٹنا پڑے گا اور پھر کرم کا کیس فائلوں میں بند کر کے شیف کے سب سے پیچھے حصے میں رکھ دیا جائے گا۔

دو تین دن بعد کرم کسی کو یاد بھی نہیں ہوگا اور دنیا ایک بار پھر سے اپنا کارواں جاری رکھے گی۔

دو دنوں کی مسلسل بے خوابی اور پھر اپنی آنکھوں کے سامنے کرم کے گرم سے وجود کو ٹھنڈا پڑتا دیکھنا اسے پھر سے وہیں دھکیل گیا تھا جہاں سے اس نے اپنا سفر شروع کیا تھا۔ سب کچھ وہیں چلا گیا تھا۔۔ اسی تاریک کباڑ خانے کے آس پاس۔۔

سردار بابا کو اس نے فون کر کے کہہ دیا تھا کہ وہ دو دن تک گھر نہیں آپائے گا۔ کسی ضروری کام کی وجہ سے۔ اور اس کے لہجے میں ایسا کچھ تھا کہ زمان نے مزید اسے کریدنا مناسب نہ سمجھا۔

کرم کو جب غسل دے کر صحن میں نکھی چارپائی پر لا کر ڈالا گیا تو سارا گاؤں اس کے
ماں باپ کی دلدوز چیخوں سے گونج اٹھا۔ ہر ایک کی آنکھ اشکبار تھی اور ہر ایک کے دل
سے آہیں نکل رہی تھیں۔ سب ایسے انجام سے پناہ طلب کر رہے تھے، مگر ولی۔۔ وہ ان
سب کو خالی خالی نظروں سے دیکھے گیا۔۔ دل اتنا ویران تھا کہ حد نہیں، کچھ بھی محسوس
نہیں ہو رہا تھا۔۔ سب کچھ ایک بار پھر راکھ کا ڈھیر بنتا جا رہا تھا۔۔

جنازہ اٹھانے کا وقت آیا تو اس نے کندھا دیا اور پھر مسلسل قبرستان تک اس نے
کسی کو بھی اپنی جگہ پر کندھا نہیں دینے دیا۔ کرم کا باپ پیچھے پیچھے روتا ہوا آ رہا تھا، اس میں
اتنی سکت نہیں تھی کہ اپنے جوان بیٹے کا جنازہ ان ناتواں کندھوں پر اٹھا سکتا۔ سارے
راستے لوگ اس کی آہ و بکا سے لرزتے رہے تھے۔ مگر کسی نے اسے رونے سے نہیں
روکا۔ کیونکہ نہ تو کسی کے پاس وہ لفظ تھے جن سے اسے تسلی دی جاتی اور نہ ہی ایسا
دل۔۔ کہ اس بوڑھے باپ کے آنسو برداشت کیئے جاتے۔۔

قبرستان پہنچ کر اسے لحد میں اتارتے اس نے ایک آخری بار اس کا نو عمر پُرکشش سا
چہرہ دیکھا اور پھر اسے اندر اتار دیا۔ قبر پر مٹی ڈالنے کے بعد لوگ آہستہ آہستہ چھٹنے لگے۔

وہ خاموشی سے اسکی قبر کو دیکھے گیا۔ اس کی آنکھیں گلابی تھیں اور چہرہ۔۔ چہرہ سپاٹ۔۔
سرد سا۔۔

چند پل وہ اس دن چڑھی دھوپ میں اس کی تازہ قبر کو دیکھے گیا اور پھر اس سے ایک
وعدہ لیتا پلٹ آیا۔۔

"تم دیکھنا کرم میں ان کا کیا حال کرتا ہوں۔۔"

گاڑی حویلی کی جانب دوڑاتے ہوئے وہ مستقل ایک ہی بات دہرائے جا رہا تھا۔۔ ولی
احمد کہیں سے بھی نارمل نہیں لگ رہا تھا۔۔ ہرگز بھی نہیں۔

وہ حویلی میں داخل ہوا تو دوپہر کی مخصوص چہل پہل تھی۔ دو دن وہ گھر سے باہر رہا تو اسے اندازہ نہیں ہوا کہ جتنے وقت وہ باہر رہا انہیں دنوں مہندی اور بارات تھی جو اس کی غیر موجودگی میں گزر چکی تھی اور اب ایک دن کے وقفے کے بعد شاید ولیمہ رکھا گیا تھا۔

اس کا دماغ اتنا تھکا ہوا تھا اور سر اتنا دکھ رہا تھا کہ کچھ بھی یاد نہیں آ رہا تھا کہ تاریخ کیا تھی، کس دن کی تھی۔۔

سب سے پہلے بی جان کی نظر اس پر پڑی تو وہ اس طرف آئیں۔۔

"کام ہو گیا تمہارا۔۔؟"

"جی بی جان۔۔"

اس نے مشکل کہا تو آواز بیٹھی ہوئی تھی۔ دو دن کی مسلسل خاموشی سے اس کا گلا عجیب سا ہو رہا تھا۔

مگر کچھ تھا جو بی جان کو ٹھکایا تھا۔ انہوں نے اس کی چہرے پر ہاتھ پھیرا اور پھر بے یقینی سے اسے دیکھا۔۔

اتنا تیز بخار ولی۔۔!! تمہاری طبیعت اتنی خراب ہے اور تم باہر کام کر رہے تھے۔۔"

"خدا یا۔۔ بیٹھو ادھر آکر۔۔ آؤ ادھر۔۔

وہ منع کرنا چاہ رہا تھا مگر پھر بھی بی جان اسے ہاتھ سے پکڑ کر لاؤنج میں لے آئیں۔ اسی پل زمان زینوں سے اترتے نظر آئے۔ امل بھی ان کے ساتھ ہی تھی۔ ولی کو دیکھ کر چونک گئی۔۔

زمانہ۔۔ ذرا دیکھیں اسے کتنا شدید بخار ہو رہا ہے، اپنا جو ذرا خیال کر لے یہ لڑکا۔"
نوراں۔۔ نوراں۔۔ جاولی کے لیے کھانا لگا پتہ نہیں کب سے کھانا نہیں کھایا ہے اس
نے۔۔

زمانہ بھی پریشانی سے اس کے ساتھ آ بیٹھے تھے۔ اور اب بار بار اس کی پریشانی پر اپنے
ہاتھ کی پشت رکھ کر دیکھ رہے تھے۔۔

"اتنا بخار کیسے ہو گیا ولی۔۔؟ کہاں تھے تم۔۔؟"

ان کی پریشان سی آواز پر اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"ٹھیک ہوں سردار بابا۔ بس ہلکا سا بخار ہے۔۔"

"!!ہلکا سا۔۔۔"

بی جان نے خفگی سے اسے ٹوکا تو اب کے وہ بالکل خاموش سا ہو کر بیٹھ گیا۔ اہل کا دل بھی ایک دم سے بہت پریشان ہو گیا تھا مگر ابھی اس کے سامنے ایسے جانا۔۔ اس نے دھڑکتے دل سے زینے عبور کیئے اور پھر لاؤنج میں چلی آئی۔ ایک نظر اسے دیکھا اور پھر کچن کی جانب مڑ گئی۔ دہانوں کے گھر سے آیا ڈھیروں ڈھیر ناشتہ اب تک ویسے ہی پڑا تھا۔ مگر نوراں ولی کے لیئے تازہ کھانا نکال رہی تھی۔۔ اس نے بھی آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ بٹایا۔۔

کھانا کھاؤ اور دوائی لے کر اپنے کمرے میں آرام کرو جا کر۔ خبردار جو اب کسی بھی کام " کے لیئے باہر نکلے تم تو۔۔

سردار بابا اس پر برہم نہیں ہوتے تھے مگر ابھی اس کی ایسی لاپرواہی پر ان کا غصہ سوا
نیزے پر جا پہنچا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں سردار بابا بس یہ۔۔"

"ولی احمد جو میں نے کہہ دیا وہ تم نے سُن لیا۔۔"

اور پھر ولی نے آگے سے کچھ بھی نہیں کہا۔۔ خاموشی سے ہاتھ دھوئے کھانا زہر مار کیا
اور پھر اپنے کمرے میں آکر بستر پر چت لیٹ گیا۔ آنکھیں موندیں مگر پھر گھبرا کر کھول
دیں۔ ہر جانب کرم کی آواز گونج رہی تھی، ہر طرف اسکے رونے کی آوازیں تھیں، اس کا
خون میں لت پت جسم، برستی بارش، ٹھنڈے گوشت کی بُ۔۔

وہ بے اختیار بستر پر اُٹھ بیٹھا۔ اس کا سانس اوپر نیچے تھا اور دل کروٹیں بدل رہا تھا۔ اس نے سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا۔ چند پل ویسے ہی بیٹھا رہا پھر گہرا سانس لے کر بستر پر لیٹ گیا۔ سُرخ نسواری آنکھیں اب پھر سے چھت کو تک رہی تھیں۔۔

اے امل گم صم سی بی جان کو تک رہی تھی۔ اچانک اسے احساس ہوا کہ بی جان اسے پکار رہی ہیں۔

"امل۔۔۔"

اب کے انہوں نے اس کے آگے اپنا ہاتھ لہرایا تو وہ یکدم جاگی۔ ان کا چہرہ دیکھا۔ وہ اسکی غائب دماغی پر بغور اسے دیکھ رہی تھیں۔۔ اس نے نجل ہو کر شانوں پر دھرا دوپٹہ خواہ مخواہ ٹھیک کیا تھا۔۔

"جی بی جان۔۔"

تم کہاں گم ہو ہاں۔۔؟ کب سے آوازیں دے رہی ہوں تمہیں۔ حد ہوگئی ہے۔۔ اتنی "سی عمر میں اتنا گم صم بیٹھنا مجھے تو سمجھ نہیں آرہا۔۔"

وہ اب کے اسے ڈانٹ رہی تھیں مگر اس کا دماغ اب بھی یہاں نہیں تھا اور دل۔۔
دل تو عرصے سے ولی کا ہو کر رہ گیا تھا۔

"سوری بی جان۔۔"

اس نے آہستہ سے کہا۔۔

اچھا اب چھوڑو یہ سب۔ جاؤ جا کر دیکھو کہیں شازیہ اور امینہ کو کسی چیز کی ضرورت تو" نہیں۔ ابھی ابھی آئیں ہیں وہ ماں کے گھر سے تو تم جا کر ان سے بات چیت کرو۔۔

حال احوال لو ان کا۔ میں دیکھ رہی ہوں کہ جب سے وہ دونوں رخصت ہو کر آئی ہیں تم نے ایک دفعہ بھی ان کے ساتھ ٹھیک سے بات نہیں کی۔ یہ طریقہ بہت غلط ہے بیٹے۔۔ وہ دونوں اپنا گھر چھوڑ کر یہاں آئی ہیں۔۔ ان کو بالکل بھی ایسا محسوس نہیں ہونا

"چاہیئے کہ وہ غیروں کے گھر آئی ہوں۔۔ جاؤ اب اُٹھو۔۔"

اس کا دل چاہ رہا تھا کہ بس اپنے کمرے میں سر منہ لپیٹے لیٹی رہے۔ کسی سے کوئی بات نہ کرے اور نہ کوئی اس سے بات برائے بات کرے مگر نہیں۔۔ پاکستان میں ابھی نام کی کوئی چیز ایجاد نہیں ہوئی۔ انسان کسی بھی حال میں ہو personal space! خواہ مخواہ سب سے ہنس کر بات کرنا لازمی ہے۔۔

اس نے بوجھل ہوتے دل کے ساتھ کُشن صوفے پر رکھا اور پھر دوپٹہ کندھوں پر درست کرتی اُٹھ کھڑی ہوئی۔

نثار اور بختیار دونوں کا کمرہ زینوں کے اس پار تھا۔ اس نے گہرا سانس لیا اور پھر خود کو بلاوجہ مسکرانے کے لیے تیار کرنے لگی۔ اسے پتہ تھا کہ نہ تو شازیہ اسے پسند کرتی ہے اور نہ ہی امینہ۔۔ دونوں کا کھنچا سا رویہ اسے ہمیشہ سے ان دونوں سے ایک فاصلے پر لے آیا تھا۔ اور یہ تو طے ہی تھا کہ وہ ان سے کبھی بے تکلف نہیں ہو پائے گی۔۔ کیونکہ وہ دونوں تھیں نگار بیگم کی بیٹیاں۔۔ تیکھے طرار جملے بولنے والیں۔۔ اور ایسے لوگوں سے تو اس کی ویسے بھی نہیں بنتی تھی۔۔

اس نے دروازے کے پار رُک کر ایک پل کو رُخ ولی کے کمرے کی جانب پھیرا۔ دروازہ بند تھا، اور وہ شاید سو رہا ہو اندر۔۔

کیا وہ زیادہ غصہ ہوگا مجھ پر۔۔؟ لیکن میں نے تو کچھ نہیں کیا۔۔ پتہ نہیں پھر کیوں "عجیب سا ڈر لگ رہا ہے۔۔ وہ خود بات کیوں نہیں کرتا آخر۔۔؟؟ اور دو دنوں سے کہاں "اتھا وہ۔۔؟

افوہ امل۔۔ ابھی ان باتوں کو چھوڑو۔۔ اس نے سر جھٹک کر پہلے گہرا سانس لیا اور چہرے پر زبردستی کی مسکراہٹ سجائی۔۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔۔ اور پھر اندر داخل ہوئی۔۔ شازیہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی بالوں میں برش چلا رہی تھی اور بختیار واش روم میں تھا۔ اسے اندر آنا دیکھ کر اس کے چلتے ہاتھ رُکے تھے۔

"اسلام علیکم بھابھی۔۔"

اس نے مسکرا کر سلام کیا تو شازیہ بھی مسکرا دی۔۔۔ پھر یونہی بالوں کو چٹیا میں گوندھنے لگی۔۔۔

وعلیکم اسلام۔۔۔ آؤ ناں وہاں کیوں کھڑی ہو۔۔۔؟ ویسے خیال آگیا تمہیں اتنے دنوں میں "مجھے سلام کرنے کا۔۔۔؟"

حسبِ عادت اس کا طنز شروع ہو چکا تھا مگر امل نے کمالِ ضبط سے مسکرا کر اس کے لہجے کو نظر انداز کیا۔۔۔

سوری بھابھی دراصل ان دنوں میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں رہی تھی اسی لیے میں "سلام نہیں کر سکی آپ سے اور نہ حال چال پوچھا۔۔ آپ بتائیں کیسی ہیں۔۔؟ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں آپکو۔۔؟"

اس نے بہت سہولت سے کہہ کر اس کا عکس آئینے میں دیکھا۔۔ وہ اب چٹیا کے چھوٹے ہوئے بالوں پر برش پھیر کر انہیں پیچھے پھینک رہی تھی اور ہاتھوں میں بھری بھری چوڑیاں ہر پل اس کی جنبش پر بج بج جاتی تھیں۔۔ بلاشبہ وہ نئی دِلن ہی لگ رہی تھی۔۔

نہیں کسی چیز کی ضرورت ہوگی تو میں خود ہی کہہ دوں گی۔ اور ہاں ظاہر ہے نیا گھر ہے، "اپنے گھر سے خاصہ مختلف تو کچھ وقت لگے گا ہی مجھے یہاں ٹھیک طرح سے رہنے میں۔۔"

"خیر تم بتاؤ طبیعت کو کیا ہوا تھا۔۔؟؟"

وہ اب کے اس کی جانب مڑی تو امل مسکرائی۔۔

"کچھ نہیں بھا بھی بس تھوڑا بخار تھا اور سر پر بوجھ۔۔ اب ٹھیک ہوں۔۔"

وہ اب تک وہیں دروازے میں کھڑی تھی۔ کچھ تھا جو اسے ان کمفرٹیبل کر رہا تھا مگر ابھی یوں اس طرح سے جانا درست نہیں تھا سو وہ بھی جم کر کھڑی رہی۔۔

خیر۔۔ اب شادی کی جھنجھٹوں میں تو طبیعت اکثر خراب ہو ہی جاتی ہے اس میں ایسی "کوئی بات نہیں۔ ویسے یہ ولی کہاں ہے۔۔؟ جب سے میں آئی ہوں تب سے نظر ہی "نہیں آرہا۔۔"

وہ اب بیڈ پر بیٹھی اپنے سوٹ کا دوپٹہ اٹھا کر شانوں پر پھیلا رہی تھی۔ امل گڑبڑائی۔۔

جی۔۔۔؟ پتہ نہیں وہ سارا دن باہر ہی ہوتا ہے بھابھی اور اس کی مصروفیات کو تو" صرف بی جان یا پھر بابا ہی جلتے ہیں۔ اگر کہیں شہر وغیرہ جانا ہوتا ہے تو وہ بابا کو بتا دیتا ہے۔۔ مجھے اس بارے میں کوئی علم نہیں۔۔

"اچھا۔۔"

ایک ذو معنی مسکراہٹ نے چھوا تھا شازیہ کے لبوں کو۔ امل نے بے چین سی سانس خارج کی۔۔ یہ عورت اسے مسلسل غیر آرام دہ کر رہی تھی۔۔

میں نے تو سنا تھا کہ تم ولی سے خاصی بے تکلف ہو۔۔! اسی لیے مجھے لگا کہ تمہیں کچھ "
"نہ کچھ تو خبر ہوگی ہی۔۔"

اہل کو اپنا چہرہ سفید پڑتا لگا۔۔ اس نے گلا کھنکھار کر بمشکل چند لفظ کہے تھے۔۔

"کہاں سے سنا ہے آپ نے۔۔؟"

مجھے تو امی نے بتایا تھا۔ انہیں شاید ارجمند پتھی نے بتایا ہو۔۔ اور ارجمند پتھی کو شاید "
"ناجیہ نے۔۔ کیوں۔۔؟ کیا تم اس سے بے تکلف نہیں ہو۔۔۔؟"

اسی وقت بالوں کو تولیئے سے رگڑتا بختیار واش روم سے باہر نکلا تو اسے لگا اب تو اس سے کوئی بات نہیں کی جائے گی۔۔ مگر پھر بھی اس نے کمزور سی آواز میں خود کو کہتے سنا۔۔

ای۔۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے بھابھی۔ جس نے بھی کہا ہے اسے شاید کوئی غلط "فہمی ہوئی ہو۔۔ اچھا میں چلتی ہوں۔۔ آپ آرام کریں۔۔"

اور اگلے ہی پل وہ کمرے سے باہر تھی۔ شازیہ نے ذو معنی انداز میں دوپٹے کا پلو لے کر سر پر ڈالا اور اور پھر مسکرا کر سنگھار آئینے کے سامنے کھڑے بختیار کو دیکھا۔۔

چلو کچھ تو اس کے بھی ہاتھ لگا امل کے خلاف۔ اور شوہر تو پہلے ہی اس کی مٹھی میں تھا۔۔ ادھر وہ اس کے معاملات میں اپنی ناک اڑائے اور ادھر وہ اس کو ناکوں چنے چبوا دے۔۔ گہری ہوتی شام میں عجیب سا حبس تھا جو محسوس ہوتا تھا۔۔

وہ اس کے کمرے سے باہر نکلی تو قدم لڑکھڑاہے تھے اور دل خوف سے سکڑ کر پھیل رہا تھا۔ ناجیہ نے اتنے سب لوگوں کو اپنی طرف سے الٹی سیدھی باتیں بتادیں اور وہ ادھر مزے سے بیٹھی رہی۔ اگر جو یہ بات بی جان، بابا یا پھر بختیار بھاجی کو پتہ چلیں تو وہ تو اس کا قتل ہی کر دینگے۔۔ بے اختیار اسے رونا آیا تھا۔۔

دل سنبھال کر اس نے جیسے قدم آگے بڑھائے ولی اپنے کمرے سے نکلا۔ صبح کے برعکس خاصہ بہتر، دھلے بالوں کو پیچھے جمائے۔۔ وہ شاید ابھی ابھی شاور لے کر آیا تھا۔

دروازہ آہستہ سے بند کیا اور پھر جیسے ہی آگے بڑھنے لگا اس کی نظر اہل پر پڑی۔ کچھ تھا کہ وہ ٹھٹھک کر رک گیا۔ ایک پل کو آنکھیں سکیڑ کر اس کا سفید پڑتا چہرہ دیکھا۔ اہل اس کے ایسے دیکھنے پر گر بڑائی تھی اور اس سے پہلے وہ پوچھ لیتا کہ مسئلہ کیا ہے وہ یہاں سے بھاگ جانا چاہتی تھی۔ اس نے فوراً اپنے قدم زینوں کی جانب پھیرے اور پھر پیچھے دیکھے بغیر اوپر بھاگتی گئی۔ ولی بغور اسے جانا دیکھ رہا تھا۔

اس نے اپنے پیچھے کمرے کا دروازہ جلدی سے بند کیا اور چند پل وہیں دروازے سے لگی کھڑی رہی۔ اس کی ہمت جواب دینے لگی تھی۔ کیا ناجیہ کم تھی جواب اسے یوں اس طرح بلیک میل کرنے کے لیے شازیہ بھی آگئی تھی۔۔ اور اگر یہ بات شازیہ کو پتہ ہے تو ظاہر ہے امینہ کو بھی پتہ ہوگی۔۔

آہ۔۔ اس کے دل پر بوجھ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

مغرب کی اذانیں گونجی۔ تو اس نے اپنا رخ واش روم کی جانب پھیرا۔ ایک ہی حل نظر آ رہا تھا ابھی تو۔۔

ولی نے چند پل اس کے کمرے کے بند دروازے کو دیکھا اور پھر سوچتی نظریں دوسری سمت پھیریں۔ اب کے اس کی نظریں بختیار کے کمرے کے دروازے پر ٹک گئی تھیں۔۔۔ پھر وہ سر جھٹکتا آگے بڑھ گیا۔

وہ وضو بنا کر آستینیں کلائیوں پر برابر کرتی سنگھار آئینے تک آئی۔۔۔

ایک نظر خود کو آئینے میں دیکھا۔۔۔ اس کی چٹیا سے نکلی گیلی لٹیں مومی چہرے پر چمکی ہوئی تھیں اور شہد رنگ آنکھیں اداسی کی زد میں لگتی تھیں۔ صوفے سے دوپٹہ اٹھا کر اس نے چہرے کے گرد باندھا۔۔۔ پھر کچھ یاد آنے پر ایک لمحے کو مڑی۔۔۔

"ٹھیک ہیں ناں آپ۔۔۔؟"

کسی کی آواز گونجی تھی اس کے کانوں میں۔۔۔ دو آنسو لڑھک کر اس کے گالوں پر پھسلے،
ہونٹ لرزنے لگے اور تیرتی سانسیں کانپنے لگیں۔۔۔

ہماری کہانی اتنی مشکل کیوں ہے ولی۔۔۔؟ میں نے تو محبت کی ہے آپ سے۔۔۔ کیا یہ "
"اتنا بڑا جرم ہے۔۔۔؟ اور آپ۔۔۔"

اس نے اپنے آنسو رگڑے تھے۔ گیلی سانس اندر کو کھینچی۔۔۔

آپ کو تو میری کوئی پرواہ ہی نہیں۔ دیکھیں لوگوں کے کیسے کیسے سوالوں کے جواب "
دے رہی ہوں میں۔ کیوں مجھے تنہا کر دیتے ہیں آپ ہمیشہ۔۔۔؟ کیوں کرتے ہیں آپ
"میرے ساتھ ایسے۔۔۔؟"

آنسو اب متواتر بہنے لگے تھے۔ دل زخمی ہونے لگا تھا اور یاد کے پردے پر اس کا چہرہ پھر سے چمکنے لگا تھا۔ اس نے آنکھیں چند پل بند کیں۔ گرم گرم آنسو رخسار پر پھسلنے لگے مگر اسے پرواہ نہیں تھی۔ وہ دوسری جانب نظر آتے اس کے چہرے کو محو ہو کر دیکھ رہی تھی۔ اسے محسوس کر رہی تھی۔۔۔! وہ دور تھا تو دور کیوں نہیں لگتا تھا۔۔؟ کیوں دور! ہوتے ہوئے بھی اس کی قربت محسوس ہوتی تھی۔۔

اس نے آنکھیں کھول دیں۔ جائے نماز پچھا کر نماز کے لیئے کھڑی ہو گئی۔ مغرب کی نماز اول وقت میں ادا کرنے والے نفاق سے محفوظ بستے ہیں۔۔ اس نے بھی اپنا ایمان بچانے کی ادنیٰ سی کوشش کی تھی۔۔

شام کی سیاہی میں عشاء کی سیاہی گھلنے لگی تو حویلی کے سنہرے قمقمے بھی روشن کر دیئے گئے۔ ساری حویلی ان کی روشنی میں نہا گئی تھی۔۔

شازیہ، امینہ اپنے شوہروں کے ساتھ لاؤنج میں بیٹھی تھیں اور سربراہی صوفے پر آغا جان مسکرا کر شازیہ کی بات سن رہے تھے۔ بی جان بھی مقابل صوفے پر براجمان نثار کی کسی بات پر ہنس رہی تھیں۔۔ اسی پل سامیہ حویلی میں داخل ہوئی تھی۔ خوش و خرم، خوبصورت سا کڑھائی والا جوڑا زیب تن کیئے، ہاتھوں میں چوڑیاں پہنے وہ خاصی بھری بھری سی لگتی تھی۔ نئی نویلی دُہن۔۔! شازیہ اور امینہ کے چہروں سے کہیں زیادہ بابرکت چہرہ لیئے۔۔

"اسلام علیکم خالہ۔۔ اسلام علیکم آغا جان۔۔"

وہ ایسی ہی تھی ہنس نکھ۔۔ گھلنے ملنے والی۔۔

گھر میں داخل کیا ہوئی ساری حویلی کو پر رونق کر دیا۔۔

بی جان اب کے آگے بڑھ کر اس سے گلے مل رہی تھیں اور ساتھ ساتھ شاید اسے باقی
مواقعوں کی غیر موجودگی پر ڈانٹ بھی رہی تھیں۔۔ جس پر وہ کھلکھلا کر معذرت کرتی ان
سے الگ ہوئی۔ شازیہ اور امینہ سے گلے ملی۔ ان کو شادی کی مبارک بادوں سے نوازا۔۔

"داماد کہاں ہے میرا۔۔؟"

آغا جان کے استفسار پر وہ بے اختیار ہنسی تھی۔

آپ کے داماد جی کہہ رہے تھے کہ وہ نہیں آسکتے اندر۔۔ دراصل کسی کام سے جانا تھا"
"آغا جان انہیں اسی لیے اندر نہیں آئے۔ کل ولیمے میں ضرور آئنگے۔۔"

آغا جان نے مسکرا کر سر ہلایا۔ بی جان بار بار اس کے چہرے کی بلائیں لیتی تھیں۔
شازیہ اور امینہ سے چند ایک باتوں کے بعد اس نے آس پاس نظر دوڑائی۔۔

نہ امل تھی اور نہ ہی ولی۔۔

"خالہ امل کہاں ہے۔۔؟"

"امل کمرے میں ہے اپنے۔۔"

ان سب سے معذرت کرتی وہ اوپر اس کے کمرے کی جانب بڑھی۔ اس کے کمرے کا
دروازہ کھولا تو اندر اندھیرا پھیلا تھا اور وہ چادر سر تک تانے سو رہی تھی۔ اس نے ہاتھ مار
کمرے کی بتیاں روشن کیں تو چادر کے اندر سے آواز آئی۔۔

"بی جان پلینز مجھے دُسٹرب نہ کریں۔۔"

"بی جان کی بچی۔۔"

اس نے آگے بڑھ کر اس کی چادر کھینچی تو وہ ایک جھٹکے سے اُٹھی۔۔

"سامی۔۔"

نعرہ لگا کر وہ بیڈ سے اتری اور اس کے گلے لگ گئی۔ سامیہ ہنس رہی تھی۔ پھر اسے خود سے الگ کیا۔

سب نیچے بیٹھے ہیں اور آپ محترمہ کمرے میں بند کیا مراقبہ کر رہی ہیں۔۔؟ شادی کا گھر"
ہے مگر تم باز نہ آنا اپنی حرکتوں سے۔۔ اور یہ حال دیکھو اپنا کیا کر رکھا ہے تم نے۔۔
"سدھر جاؤ امل۔۔"

اسے گھرک کر وہ آگے بڑھی اور پھر اس کے بیڈ پر بکھری چادر کو لپیٹا۔ تکیے درست
کیئے۔۔ امل مسکرا کر پیچھے سے اس کے گلے لگ گئی تھی۔ اسے دیکھ کر اتنی خوشی ہوئی
تھی کہ حد نہیں۔۔ ایک ڈھارس سی بندھی تھی اس کے دل کو۔۔

"ارے۔۔ اچھا چھوڑو تو مجھے۔۔"

اس کے ہاتھ کھولے۔۔

"ماشاء اللہ بہت خوبصورت ہو گئی ہو سامی۔ اسفر بھائی کیسے ہیں۔۔؟"

اس کے کھلتے چہرے کو دیکھ کر امل نے بے ساختہ کہا تو وہ ہنس دی۔ وہی بات بات پر ہنسنے کی عادت۔۔

ٹھیک ہیں تمہارے اسفر بھائی بھی۔ مگر تمہیں کیا ہوا ہے ہاں۔۔؟ کیا حال بنا رکھا ہے "خود کا تم نے۔۔؟ تم تو کبھی بھی خود سے لا پرواہی نہیں برتتیں۔۔ پھر اب کیا ہوا ہے۔۔؟"

اس کی ڈھیلی چٹیا سے نکلیں چھوٹی چھوٹی لٹیں جا بجا اس کے چہرے کے اطراف میں
بکھری ہوئی تھیں۔ آنکھیں رونے کی وجہ سے عجیب تھکی تھکی لگ رہی تھیں اور چہرہ
سُتا ہوا۔۔

"ٹھیک تو ہوں کیا ہوا ہے مجھے۔۔؟"

اس نے پلٹ کر اپنا چہرہ آئینے میں دیکھا اور دھک سے رہ گئی۔ یہ تو اس کا چہرہ ہرگز
بھی نہیں تھا۔۔ اتنا سُتا ہوا اور تھکا تھکا سا۔۔

"دیکھ لیا کتنا ٹھیک ہے تمہارا حال۔۔"

سامیہ اب آگے بڑھ کر اس کی وارداب میں لٹکے کپڑے اُلٹ پلٹ کر رہی تھی۔ پھر ایک کاسنی رنگ کی فراک ہاتھ میں لیئے واپس آئی۔

"جاؤ شاور لو جا کر اور فریش ہو جاؤ۔۔ کچھ کھایا ہے تم نے۔۔؟"

اس کا سر خود بخود نفی میں ہل گیا تو سامیہ نے اس پر ایک "حد ہو گئی ہے" والی نظر ڈالی اور باہر کی جانب بڑھ گئی۔ اس نے مسکراتے ہوئے بیڈ پر پڑی فراک اٹھائی اور واش روم میں گھس گئی۔ اس کا بوجھل دل ایک دم ہی سامیہ کے آنے سے ہلکا پھلکا ہو گیا تھا۔ کسی کا پرواہ کرنا انسان کو کتنا ہلکا پھلکا کر دیتا ہے نا۔۔ کاش آپ بھی یہ بات جان سکتے ولی احمد۔۔

گہرا سانس لیتی وہ آگے بڑھ گئی۔۔

صبح حویلی میں بہت چہل پہل ہو رہی تھی۔ قانتہ بی جان کے اصرار پر آج صبح سے ہی آگئی تھی اور اب لاؤنج میں بیٹھی۔ بی جان سے باتیں کر رہی تھی۔ زین گھر میں آئے مہمانوں کے بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔

اسی پل زینوں سے اہل اور سامیہ اترتی ہوئی نظر آئیں۔ اہل نے وہی کاسنی فراک جو پیروں تک گرتی تھی پہن رکھی تھی۔ سیاہ ریشمی بالوں کو ہاف باندھا ہوا تھا اور کانوں میں موجود چھوٹے سے ٹاپس اسے مزید حسین بنا رہے تھے۔ اس کے ساتھ اترتی سامیہ بھی بہت لبشاش سی، کاٹن کے ایبرائڈری والے جوڑے میں ملبوس کھلی کھلی سی لگ رہی تھی۔

اہل کی نظر قانتہ پر پڑی تو اس کے لب بے ساختہ مسکراہٹ میں ڈھل گئے۔ قانتہ اور سامیہ اس کے لوگ تھے جن کے ساتھ وہ بہت کمفرٹیبل ہوتی تھی۔

"اسلام علیکم قانتہ"

اس کی چہکار پر قانتہ مسکرا کر اُٹھی اسے گلے لگایا اور پھر الگ ہو کر اس کا چمکتا چہرہ دیکھا۔۔

"وعلیکم سلام۔۔ ماشاء اللہ آج بڑی کھلی کھلی لگ رہی ہو۔۔"

وہ ہنس دی پھر سامیہ کی جانب مڑی جو بی جان کے ساتھ بیٹھی۔ ان دونوں کو مسکرا کر دیکھ رہی تھی۔

یہ سب سامیہ کا کمال ہے قانتہ۔ آپ اس کے ساتھ بیٹھیں گی ناں تو بہت انجوائے"

"اکرینگی اس کی کمپنی کو۔ بہت بہت اچھی بندی ہے یہ۔۔ میری بیسٹ فرینڈ۔۔"

سامیہ بھی سلام کرتی قانتہ سے گلے ملی اور پھر اگلے چند ہی لمحات میں لاؤنج سے ہنسنے بولنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ پر خلوص سی باتوں سے امل کا دل جو کل شازیہ کی باتوں پر بوجھل ہو گیا تھا کھل سا گیا۔۔

"چلو لڑکیوں ناشتہ کر لو آکر۔۔"

بی جان نے انہیں کچن سے آواز دی تو وہ تینوں اُٹھ کر کچن میں چلی آئیں۔ قانتہ تو ناشتہ کر چکی تھی اسی لیے صرف چائے پر اکتفا کیا مگر امل اور سامیہ نے ناشتہ نہیں کیا تھا۔ سامیہ کی کسی بات پر ہنستی امل کی مسکراہٹ سمٹی جب اس نے ولی کو کچن میں داخل ہوتے دیکھا۔

وہ ہلکے کتھئی سے رنگ کے شلوار قمیص میں ملبوس دھلے بالوں کو پیچھے جمائے ہوئے اندر داخل ہو رہا تھا۔ شال جو گردن کے گرد ہمیشہ لپیٹی رہتی تھی ابھی نہیں تھی۔ وہ ان تنیوں کو دیکھ کر ٹھٹک کر رکا۔۔ پھر سلام کرتا اندر چلا آیا۔۔

"وعلیکم سلام۔۔ جناب کہاں تھے اتنے دنوں سے آپ۔۔؟"

قانتہ نے سب سے پہلے اس کے کان کھینچے تھے۔ اہل نے تو سر پورا جھکا رکھا تھا اور سامیہ اس کے برعکس مسکرا کر ولی کو دیکھ رہی تھی جو قانتہ کی کھنچائی پر گڑبڑایا تھا۔۔

"میں یہیں تھا۔۔"

"یہاں کہاں۔۔۔؟"

قانتہ کی بات پر امل نے ادڈتی مسکراہٹ روکی تھی۔ ولی کی نظر اس پر پھسلی تو ایک پل کو اس کا دل ڈول سا گیا۔ جھکے سر کے ساتھ مسکراتی ہوئی وہ اس سمے دل میں اتر رہی تھی۔۔

"کام تھا کچھ بس اسی لیئے نہیں آپایا گھر۔۔"

اس نے کہا اور پھر پلٹ کر نوراں کو چائے کا کہنے لگا۔

کام کرو ٹھیک ہے۔۔ مگر یہ جو بے جا سزائیں دیتے ہوناں تم اس پر بس کردو اب۔۔
"نہیں تو اچھا نہیں ہوگا۔۔"

قانتہ کہاں باز آرہی تھیں۔ سامیہ نے بمشکل اپنی ہنسی روکی۔ اہل نے قانتہ کو گھبرا کر دیکھا تھا مگر وہاں پرواہ کسے تھی۔

"میں نے کسے سزا دی ہے۔۔۔؟"

وہ حیران ہوا تھا۔۔ قانتہ نے تنبیہی نظروں سے اس اونچے سے لڑکے کو دیکھا۔۔

انسان بن جاؤ۔۔ اب اگر تم نے ہماری پیاری سی لڑکی کو رُلا یا تو دیکھنا ہم کیا کریں گے "

"تمہارے ساتھ۔

وہ بے ساختہ مسکرایا تھا۔۔

غلط فہمی ہوئی ہے آپ کو قانتہ جی۔۔ سزائیں دینا میرا کام ہے ہی نہیں۔۔ بھلا کسی " اور کا کام میں کیسے کر سکتا ہوں۔ آپ ان سے پوچھ لیں کہ کیا میں نے کبھی سزا دی " ہے انہیں۔۔؟

اس کی ذو معنی بات کو کچن میں بیٹھی تینوں لڑکیوں نے سمجھ لیا تھا اسی لیے وہ تینوں ایک ساتھ ہنس پڑیں تھیں۔

اسی پل شازیہ اور امینہ کچن میں داخل ہوئیں۔۔۔ ولی جو مسکرا کر ابھی کچھ اور بھی کہنے لگا تھا یکدم رُک گیا اور پھر رخ پھیر لیا۔ اہل کے چہرے پر رقصاں مسکراہٹ غائب ہوئی اور خوشگوار سے ماحول میں تناؤ در آیا۔۔

کس بات پر ہنسا جا رہا ہے بھئی ذرا ہمیں بھی تو پتہ چلے۔۔ اور اہل۔۔ ہمارے ساتھ تو"

"بیٹھ کر تم اب تک ایسے نہیں ہنسیں اور یہاں تو دیکھو کیسے ٹھٹھے اڑائے جا رہے ہیں۔۔"

شازیہ کی طنزیہ ٹون پر ولی کا چہرہ بے حد سپاٹ ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی چائے لی اور پھر دروازے میں کھڑی دونوں بہنوں کو بھرپور طریقے سے نظر انداز کرتا آگے بڑھ گیا۔ شازیہ اور امینہ۔۔ دونوں نے گردن موڑ کر ولی کو دیکھا تھا۔

اس میں کس بات کا غرور ہے بھئی۔۔؟ نہ سلام نہ دعا۔۔ سارے ایک ہی جیسے ہیں"

"!کیا اس گھر میں۔۔"

ولی کے انداز پر تلملاتی شازیہ اندر آئی اور امینہ سامیہ کے ساتھ والی کرسی پر آ بیٹھی۔ اہل نے خشک پڑتے لبوں پر زبان پھیری۔ تھی۔

"یہ سامیہ اور یہ قانتہ ہیں بھابھی۔۔ دونوں میری بیسٹ فرینڈز ہیں۔۔"

اس نے دونوں کی جانب اشارہ کر کے تعارف کروایا۔۔ تو شازیہ کے ابرو حیرت سے اوپر کو اٹھے۔۔

"یہ بھی فرینڈ ہیں تمہاری۔۔؟"

قانتہ کی جانب اشارہ کر کے پوچھا تو امل کی مسکراہٹ پھیلنے لگی۔۔ مگر قانتہ بہت پر سکون تھیں۔۔

"جی یہ بھی فرینڈ ہیں۔۔"

"اچھا بھئی۔۔ تم کب سے اتنی بڑی لڑکیوں سے دوستیاں کرنے لگ گئیں۔۔"

اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر چائے پنے کپ میں اُنڈیلی تھی۔ امینہ نے بھی مسکرا کر امل کا پھیکا پڑتا چہرہ دیکھا۔۔

کیا فرق پڑتا ہے بھابھی۔۔ دوست تو دوست ہوتے ہیں ناں بھلے چھوٹے ہوں یا"
بڑے۔ اور ویسے بھی قانتہ بہت سمجھدار ہیں مجھے ہمیشہ بڑی بہنوں کی طرح گائیڈ کرتی
"ہیں۔۔"

اس نے مسکرا کر قانتہ کو دیکھا تو وہ بھی جواباً مسکرائی۔ سامیہ البتہ اپنی چائے گھونٹ گھونٹ پی رہی تھی۔ کچن میں ایک بار پھر سے خاموشی پھیل گئی تھی۔ اسی وقت ولی کچن کے دروازے میں پھر سے نمودار ہوا تھا۔

"قانتہ ایک منٹ بات سنیئے گا میری۔"

اس نے وہیں سے کھڑے ہو کر قانتہ کو پکارا تو وہ اٹھ کر باہر کی جانب بڑھ گئیں۔ سامیہ اپنا ناشتہ کر چکی تھی اور اہل کی بھوک مر گئی تھی۔ اسی لیے ان دونوں کا انتظار کیئے بغیر وہ دونوں بھی اٹھ کر باہر کی جانب بڑھیں تو اب کے شازیہ کا غصہ سونیزے پر جا پہنچا۔ کوئی ان کے ساتھ بیٹھ ہی نہیں رہا تھا۔ دوسرے لفظوں میں کوئی انہیں نئی نوپلی دھنوں کی طرح لفٹ ہی نہیں کروا رہا تھا۔

اے تو جیسے بہت مجبوری کے تحت اس سے بات کر رہی تھی اور گھر کے باقی افراد۔۔
ہاں باقی سب ٹھیک تھے اس کے ساتھ۔

ولی کا انداز بہت کھنچا کھنچا سا تھا۔۔ سپاٹ، محتاط۔۔

مگر ابھی ان کے آنے سے قبل کیسے وہ ان سب کے ساتھ ہلکے پھلکے انداز میں بات
کر رہا تھا۔ تب تو اس کے چہرے پر ایسا کوئی تاثر ہرگز بھی نہیں تھا۔
بس شاید باہر والوں کو دیکھ کر تیوری چڑھ جایا کرتی تھی اس کی۔۔
اس نے "ہونہہ" سر جھٹکا۔۔

دیکھا تم نے ان سب کو۔۔ ہمیں تو ایسے نظر انداز کیا ہے جیسے ہم ہیں ہی نہیں "
"یہاں۔۔

امینہ نے کہہ کر ایک کینہ پرور نگاہ کچن کے دروازے پر ڈالی۔

اور یہ اہل۔۔ ہونہ بہت غرور ہے اسے اپنی خوبصورتی پر۔ ابھی بھی دیکھا کیسی سچی "سنوری ہوئی تھی اور ولی کھڑا تھا مگر مجال ہے جو اس نے اپنے لہراتے بالوں پر دوپٹے کا "ایک پلو بھی ڈالا ہو۔ اور لوگ مثالیں دیتے ہیں اس کی۔۔

وہ دونوں بھی ناجیہ سے کم نہیں تھیں۔ اپنی قابلِ قبول صورتوں کو بہت تراش خراش کے بعد سجایا تھا مگر پھر بھی اہل کے سامنے دونوں کہیں پسِ منظر میں چلی جایا کرتی تھیں۔ اس کا سامنے بھلا کوئی ٹک ہی کیسے سکتا تھا۔۔ وہ تو دھلی چاندنی تھی۔۔

بے داغ اور خوبصورت۔۔

کچن سے باہر سامیہ نے ایک پل کو اسے ہاتھ سے پکڑ کر روکا تو وہ چونک کر اس کی جانب دیکھنے لگی۔۔

"تمہاری دونوں بھابھیوں کے تیور ٹھیک نہیں لگ رہے مجھے اہل۔ احتیاط کرنا"

اہل نے گہرا سانس لیا تھا۔۔

تمہیں اب ٹھیک نہیں لگ رہے۔ میں تو، جب سے آئیں ہیں یہ دونوں تب سے "بھگت رہی ہوں انہیں۔ عجیب طنز کرتی رہتی ہیں چوبیس گھنٹے۔ مجھے تو سمجھ نہیں آتا کہ میں نے کیا بگاڑا ہے ان کا۔۔؟ میں نے تو کبھی بھی کوئی سخت بات نہیں کی ان سے۔" ہمیشہ عزت کی ہے ان کی۔۔ اور پتہ ہے کل کیا کہا تھا مجھے شازیہ بھابھی نے۔۔

کہتے کہتے اس کی آنکھیں بھرنے لگیں تو سامیہ چونکی۔۔

"کیا کہا۔۔؟"

وہ اسے گیسٹ روم میں لے آئی تھی ہاتھ سے پکڑ کر۔۔

کہہ رہی تھیں کہ انہیں بڑی تائی نے بتایا ہے کہ میں ولی سے بہت بے تکلف "
"ہوں۔۔

ایک آنسو ٹپکا تھا اس کی آنکھ سے۔۔

سامیہ تو اس کی بات سن کر بھونچکی رہ گئی تھی۔

"کیا۔۔۔!! انہوں نے کیوں کہی ایسی بات۔۔؟؟"

ناجیہ۔۔ ناجیہ ولی کو پسند کرتی ہے سامی اسی لیے اس نے ایک کی چار لگا کر میرے " بارے میں پتہ نہیں کیا کیا اپنی ماں کو کہا ہے۔ ارجمند تائی تو جب تک ہر بات نگار تائی سے نہ کر لیں انہیں چین نہیں پڑتا۔ انہوں نے نگار تائی کو بتادیا اور انہوں نے اپنی بیٹیوں کو۔۔ اب یہ بات سارے خاندان میں پھیلے گی اور پھر بی جان تک بھی پہنچے گی۔۔ "سوچو ان کو کتنا دکھ ہوگا۔۔"

اس نے بوجھل سی سانس خارج کر کے اپنی آنکھیں رگڑیں۔ سب کچھ بگڑتا جا رہا تھا۔۔

"تو چننا پھر تم نے مجھے یہ سب پہلے کیوں نہیں بتایا۔۔؟؟؟"

کیا بتاتی تمہیں میں۔۔ اُلٹا تم پریشان ہو جاتیں۔۔ اور ایک تو ارجمند تائی کے بیٹے نفیس "

" نے زندگی عذاب کر دی ہے میری۔

سامیہ اس کی بات پر پھر سے چونکی۔۔

"کیوں۔۔۔؟؟ کیا کیا ہے اس نے۔۔؟؟"

"اس دن وہ میرے کمرے میں آگیا تھا۔۔"

بہت آہستہ آواز میں اس نے کہہ کر گیلی سانس اندر کھینچی تو سامیہ کو لگا اس نے کچھ غلط سن لیا ہے۔۔

"لیکن کیوں ---؟؟"

"بد تمیزی کی اس نے میرے ساتھ۔۔"

"!!کیا۔۔۔"

سامیہ نے بے یقینی سے اس کا چہرہ ہاتھوں میں لے کر تھاما۔۔ اس کی روئی روئی سی
شہد رنگ آنکھوں کا راز اب کھلا تھا اس پر۔۔

ہم سب رسم کرنے جا رہے تھے تائی کے گھر۔ میں اپنے کمرے میں بال بنانے آئی تو وہ "بھی میرے پیچھے کمرے میں آگیا۔ نیچے گھر میں اتنا رش تھا سامی کہ کسی نے اسے آتے دیکھا ہی نہیں مگر ولی۔"

اس نے گہرا سانس لیا۔۔ سامیہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔

"ولی نے اسے دیکھ لیا تھا میرے کمرے میں آتے ہوئے۔۔"

ایک پل کو وہ رکی تو سامیہ نے اس کے تیخ پڑتے ہاتھوں کو تھاما۔

"پھر کیا ہوا۔۔؟"

پھر اس نے میرے کمرے میں آکر اسے مارا۔۔ اس کے گھٹنے سے خون آنے لگ گیا۔
تھا۔۔ میں بہت ڈر گئی تھی سامی، مجھے لگا وہ اسے جان سے مار دے گا مگر اس نے
نہیں مارا۔۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ میری طبیعت خراب ہو جاتی ہے جسمانی تشدد دیکھ
کر۔۔ اس نے اسے کچھ بھی نہیں کہا مگر مجھے یقین ہے کہ واپس آکر اس نے نفیس کو
نہیں چھوڑا ہوگا۔۔ پتہ ہے دونوں دن وہ تقریب میں شریک نہیں ہوا۔ بابا نے حسن تایا
سے پوچھا تو وہ بتانے لگے کہ نفیس سیڑھیوں سے گر گیا تھا کافی چوٹیں آئی ہیں۔۔ مگر میں
"اسی وقت سمجھ گئی کہ اس کو چوٹیں کیسے آئی ہونگی۔۔"

اس نے ایک بار پھر گہرا سانس لیا۔۔ سامیہ کو بے اختیار اس پر ترس آیا تھا۔

"!اور تم کب سے یہ سب اپنے اندر لے کر بیٹھی ہو ہاں۔۔"

میں اور کیا کرتی۔۔؟ ولی پھر سے اپنے سرد مہر سے نول میں سمٹ گیا ہے سامی۔ اور"

میں۔۔ میں نے جتنی محنت سے اس کے اور اپنے درمیان کی دیواروں کو گرایا تھا وہ اب

پھر سے ہمارے درمیان آکھڑی ہوئی ہیں اور اب۔۔ ان دیواروں کو گرانے کا کوئی راستہ

"نہیں ہے۔۔"

"پریشان مت ہو۔۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔"

اس نے نفی میں سر ہلایا۔۔

اب کچھ کبھی بھی ٹھیک نہیں ہوگا سامیہ۔ کبھی بھی نہیں۔ مجھے پتہ نہیں کیوں ایسا"

لگ رہا ہے جیسے بہت بڑی بدنامی میرا انتظار کر رہی ہے۔ جیسے۔۔ جیسے کچھ بہت غلط

ہونے والا ہے۔ میرا دل بہت بوجھتلے ہے لگتا ہے پھٹ جائے گا۔۔ میں کیا کروں
"سامیہ۔۔؟"

اس کے بے ساختہ ہچکی اُبھری تھی۔۔ سامیہ نے آگے بڑھ کر اسے خود سے لگایا تو وہ
اس کے کندھے سے لگی مزید رونے لگ گئی۔ اتنے دنوں بعد اسے کندھا میسر آیا تھا بھلا
وہ کیسے نہ اپنا دل ہلکا کرتی۔

"قانتہ۔۔ اہل کا خیال رکھیے گا۔۔ مجھے پتہ نہیں کیوں وہ کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی۔"

قانتہ نے ایک پل کے لیے اسکا چہرہ دیکھا۔ تھوڑی دیر قبل کے سپاٹ سے ولی کے
برعکس۔

قدرے مختلف --- پریشان سا۔۔

”اور تمہیں کیوں ہونے لگی اس کی اتنی فکر۔۔۔؟“

ایک دم قانتہ نے بہت سختی سے کہا تو ولی نے اس کی جانب نا سمجھی سے دیکھا۔ وہ دونوں سبزہ زار پر کھڑے تھے اور صبح کی نرم سی دھوپ ترچھی ہو کر گر رہی تھی۔۔

”کیا مطلب میں سمجھا نہیں۔۔“

کیا نہیں سمجھے تم۔۔؟ وہ پچھلے تین دنوں سے بلکتی رہی تمہاری غیر موجودگی میں ولی۔۔“
”پچھلے پورے تین دن۔۔“

انہوں نے اپنے لفظوں پر زور دیا۔۔

تین دنوں سے وہ مستقل عذاب میں ہے، تمہاری راہ تک رہی ہے، تم سے بات " کرنے کی ہمت نہیں کر پارہی اور انتظار کی سُولی پر لٹکی ہوئی ہے کہ کب تم اس سے خود بات کرو گے۔ تمہیں لگتا ہے کہ وہ ٹھیک ہے۔۔ وہ ٹھیک رہے گی۔۔! اس سارے عرصے میں وہ خود کے ساتھ اُلجھی ہوئی تھی۔ مگر تمہیں اس سے کیا ولی احمد۔۔ تم کرو جو کر رہے ہو۔۔ کرتے رہو۔۔ تمہیں کیا فکر اس کی۔ وہ کیسے بھی رہے جیئے یا مرے۔۔ لوگوں کی بکو اس سنتی رہے اس سے تمہیں کیا۔۔! تم تو کبھی اتنی ہمت نہیں کرو گے کہ آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام لو۔ اس کے سب سے کمزور لمحات میں اس کا سہارا بنو۔ دنیا اگر تمہارے اور اس کے درمیان آرہی ہے تو تم بھی آگے بڑھ کر دنیا سے اسے چھین لو ولی۔ مگر تم ایسا کیوں کرو گے۔ اس سے محبت نہیں کرتے تم۔۔ تمہیں صرف

خود سے محبت ہے۔ صرف خود کی پرواہ ہے تمہیں۔ اس کے ساتھ کچھ بھی ہوتا رہے کیا
”فرق پڑتا ہے۔۔ کیوں ٹھیک کہہ رہی ہوناں میں۔۔“

آخر میں رک کر بہت بے رحمی سے پوچھا تو ولی کا دل ایک پل کو کانپ گیا۔ آنکھوں میں
تکلیف ابھری اور ضبط سے دانت جھم گئے۔۔

میں اس سے صرف اس لیے دور ہوں کیونکہ میں اس کی بربادی نہیں چاہتا۔ آپ“
ہوں۔ منہوس ہوں میں۔ جہاں جاتا cursed لوگ سمجھتے کیوں نہیں ہیں کہ میں
ہوں زندگیاں نگل جاتا ہوں لوگوں کی اور آپ چاہتی ہیں کہ میں اسے اپنے ساتھ اس مٹی
ہوتی ذلیل زندگی میں رول دوں۔۔؟ وہ جسے میں اپنے سائے سے بھی دُور رکھنا چاہتا ہوں
اسے اپنی زندگی میں جگہ دے کر تباہ کر دوں۔۔! میں کسی دشمن کے ساتھ بھی ایسا
”نہیں کر سکتا اور آپ۔۔“

اسکی آواز کانپی تھی۔۔

آپ مجھے اس لڑکی کے ساتھ ایسا کرنے کے لیے کہہ رہی ہیں کہ جس کی زندگی کے
"!لیئے ولی سو دفعہ اپنی زندگی قربان کر سکتا ہے۔۔"

قانتہ چند لمحے کچھ بھی نہ بول سکی۔۔

"جلنتے ہو کیا ولی۔۔ تم خوفزدہ ہو۔۔ ڈرتے ہو تم۔۔"

ایک بار پھر قانتہ نے بہت ہمت کر کے اس پر چوٹ کی تو ولی کی آنکھیں جلنے لگیں۔۔

ہاں ڈرتا ہوں میں۔۔ خوفزدہ ہوں میں قانتہ۔۔ بہت بہت خوفزدہ ہوں۔۔ اسے ایک " سانس کی بھی اذیت ہوئی اور اس اذیت کی وجہ میں بنا تو میں کہیں کا نہیں رہونگا۔۔ میری زندگی کی آخری خواہش یہی ہے کہ اسے اس کی زندگی میں خوش دیکھ سکوں۔ مطمئن دیکھ سکوں۔ اور اس سب کو سوچتے ہوئے میری ذہن کی تصویر میں، میرا وجود کہیں پر بھی نہیں جچتا۔ وہ ریشم ہے اور میں ٹاٹ۔۔! وہ آسمان ہے اور میں۔۔ میں "! زمین پر پڑی خاک بھی نہیں ہوں۔۔ مگر وہ بیوقوف لڑکی۔۔

اس نے رک کر چہرہ اُونچا کیا اور اس کے کمرے کی کھڑکی پر نظر ڈالی۔۔

وہ بیوقوف لڑکی سمجھتی ہی نہیں ہے کچھ بھی۔ جتنا بھی اپنے رویے سے سمجھا لو، سختی " کمر لو، ڈانٹ دو مگر اس سب کا تو اس پر کوئی اثر ہی نہیں ہوتا۔ جب بھی میری طرف

دیکھتی ہے تو اس کی آنکھیں محبت کے احساس سے اس قدر جگمگاتی ہیں قانتہ کہ میں ڈر جاتا ہوں۔ مجھے لگتا ہے میں خود کو روک نہیں پاؤں گا۔۔ اور جب بھی مجھے ایسا لگتا ہے تو "مجھے خود سے نفرت ہو جاتی ہے۔ گھن آتی ہے خود سے۔۔"

تم ظلم کر رہے ہو ولی۔ خود کے ساتھ بھی اور اس کے ساتھ بھی۔ ایک دفعہ شادی کر کے تم اسے اس حویلی کی سیاستوں سے دور لے جاؤ تو وہ سب بھول جائے گی۔ تم "کیوں اپنی اور اس کی زندگی کو عذاب بنا رہے ہو۔۔؟؟"

ولی نے جلتی آنکھیں چند لمحوں کے لیے موند لیں۔ جلن اب اس کی کنپٹیوں سے سرایت کرتی سر کے پچھلے حصے میں اتر رہی تھی۔۔

ظلم ہو چکا قانتہ۔ اب بس انتقام کے لُٹے چکر باقی ہیں۔ ظالموں کو ان کے انجام تک "پہنچانے کے لیے قدرت اپنے لُٹے چکر شروع کر چکی ہے جس میں میری زندگی کی کوئی گارنٹی نہیں۔ میری دشمنیاں ہیں، میرا اُٹھنا بیٹھنا بد معاش لوگوں میں ہے، بہت سے لوگ گھات لگائے بیٹھے ہیں۔۔۔ آج میں آپ کو بتاتا ہوں کہ میری زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کسی کو انجام تک پہنچاتے پہنچاتے میں خود بھی کہیں مر کھپ جاؤں۔ کوئی جنازہ بھی نہ پڑھے نہ ہی کسی کو میں یاد رہوں۔ ایسا ہوگا قانتہ۔۔۔ جلد یا بدیر مگر ہوگا ضرور۔۔۔ اور ایسے میں آپ چاہتی ہیں میں اس کو خود کے ساتھ باندھ لوں۔

"نہیں قانتہ۔۔۔ میں یہ نہیں کر سکتا۔۔۔ یہ ظلم ہے۔۔۔ بہت بڑا ظلم ہے۔۔۔"

گھبرا کر اس نے نفی میں سر ہلایا تو قانتہ کا دل ایک پل کو لرز کر رہ گیا۔ کتنی خوفناک باتیں کرتا تھا یہ لڑکا۔۔۔

"تم ایسی باتیں مت کیا کرو لی۔۔"

پرانی والی قانتہ نے دکھی ہوتے دل سے کہا تو وہ بدقت مسکرایا۔۔ پھر اس کی جانب دیکھا۔۔ اسکی خشک مگر گلابی آنکھیں دیکھ کر قانتہ ڈر گئی تھی۔۔

ٹھیک ہے میں نہیں کرونگا آئندہ ایسی باتیں مگر پلیز۔۔ اس کا خیال رکھئے گا۔۔ اس کی "تکلیف نہیں دیکھی جاتی مجھ سے۔۔ اسے سمجھائیں۔۔ اگر کوئی مسئلہ ہے تو مجھے بتائے" وہ، مگر اس طرح اندر ہی اندر نہ گھلے۔۔ میں چلتا ہوں اب دیر ہو رہی ہے۔۔

مزید کوئی بھی بات کیئے بغیر وہ آگے بڑھ گیا تو قانتہ دکھی دل سے اسے جاتے دیکھے گئی۔۔

وہ دونوں ان کے دل سے بہت قریب تھے مگر اب دونوں ہی تکلیف میں تھے جس کے باعث ان کا اپنا دل بھی زخمی ہونے لگا تھا

ہاشم نے چھوٹی سیاہ آنکھوں کو مزید چھوٹا کر کے سامنے کھڑے شخص کو بغور دیکھا۔

”!! تو تم کہہ رہے ہو کہ ولی کرم کی موت کے وقت وہاں موجود تھا۔؟“

اسکی آواز میں کوئی الارم سا تھا جو بج رہا تھا۔

”جی سرکار۔۔“

آگے ولے نے گردن مزید جھکاتے ہوئے کہا تو پر سکون بیٹھا ہاشم یکدم دھاڑا۔

”!اور تم مجھے اب بتا رہے ہو۔۔“

وہ۔۔۔ وہ سرکار آپ اپنی بہنوں کی شادی میں مصروف تھے اسی لیے میں نے آپ کو ”پریشان نہیں کیا۔۔“

جلدی سے گھبرا کر وضاحت دی تو ہاشم کو اپنا سارا وجود آگ میں جلتا ہوا محسوس ہوا۔۔

”میں مصروف تھا۔۔ مر تو نہیں گیا تھا ناں۔۔“

ٹیبل پر ہاتھ مار کر اس نے چند لمحے گرمی سانسیں لے کر خود کو پرسکون کیا۔۔

"جب تم نے اسے وہاں مار کر پھینکا تھا تو کیا کرم س وقت زندہ تھا۔۔؟؟"

"ج۔۔ جی سرکار زندہ تھا۔۔ پندرہ منٹ بعد موت ہوئی تھی اس کی۔۔"

"!!پندرہ منٹ۔۔۔"

وہ پھر سے دھاڑا اور پھر اٹھ کر سامنے کھڑے شخص کو ایک زوردار سا مکا مارا۔۔ وہ پیچھے
کو لڑکھڑا کر گرا تھا۔۔

پندرہ منٹ تک وہ (گالی) زندہ رہا اور تم مجھے اب بتا رہے ہو۔۔۔ اب بتا رہے ہو تم مجھے "

"!!ہاں۔۔"

اس نے ٹیبل پر رکھی ساری چیزوں کو ہاتھ مار کر گردایا تھا۔۔۔ پھر لمبے بالوں میں ہاتھ پھیر کر غصے کو قابو کیا۔۔۔

پندرہ منٹ تک وہ زندہ رہا تو اس نے ولی کے سامنے کچھ نہ کچھ تو ضرور بکا ہوگا۔۔۔ اور "

اگر ایسا ہے تو پھر ولی اب تک کیوں خاموش ہے۔۔۔؟ وہ تو خاموش رہنے والا بندہ ہے ہی نہیں۔ پھر کیا چیز روک رہی ہے اسے۔۔۔؟ وہ کیوں چپ کر کے بیٹھا ہوا ہے اب

"سک۔؟

اب کے وہ بالوں میں ہاتھ پھنسائے خود سے بڑبڑا رہا تھا۔۔ پزل کا کوئی ٹکڑا کہیں سے غائب تھا اور اس کی ٹکڑے کی غیر موجودگی اسے اب بے سکون کر رہی تھی۔۔

ولی نے اپنی آنکھوں پر چڑھا سیاہ چشمہ اتارا اور پھر ایک ہوٹل میں داخل ہوا۔ شہر کا بڑا سا ٹائلز سے چمچماتا ہوٹل وسیع رقبے پر پھیلا ہوا تھا۔ وہ لابی سے گزرتا مخصوص کمرے کی جانب بڑھا اور پھر لفٹ کے ذریعے اوپر چڑھتا گیا۔۔

لفٹ سے باہر نکلا تو پھر ٹائلز سے چمکتے ہال کو پار کرنے کے بعد طویل راہداری میں چلا آیا۔۔ راہداری کے دونوں اطراف میں دور دور تک کتھی رنگ کے دروازے لگے تھے جو کہ اس وقت بند تھے۔

کبھی کوئی ایک شخص کسی دروازے کو کھول کر باہر نکل رہا ہوتا تو اس کی نظر آگے بڑھتے
ولی پر پڑ جاتی۔ وہ ایک بہت مہنگا سکس سٹار ہوٹل تھا۔

اس نے دروازے کے باہر پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا اور پھر آہستگی سے دروازہ کھولتا کمرے
کے اندر داخل ہوا۔

نرم سے جہازی سائز بیڈ پر سُرمئی چادر بچھی تھی، کھڑکیوں پر گرے بھاری پردے بھی
گرے سُرمئی رنگ کے تھے اور تو اور پیروں تلے بچھا قالین بھی اسی رنگ کا تھا۔ وہ
سُرمئی شیدز سے ڈھکا بلاشبہ بہت خوبصورت کمرہ تھا مگر ولی کو اس سب میں کوئی دلچسپی
نہیں تھی سو رُخ صوفے کی جانب پھیرا۔ اس پر کوئی ادھیڑ عمر شخص بیٹھا تھا جس کا
چہرہ مخالف سمت میں تھا۔

”اُو ولی اُو۔۔ میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔۔“

"جی سر۔ انتظار کے لیے معذرت۔۔"

اس نے آگے قدم بڑھائے اور جیسے ہی اس کا مسکراتا چہرہ دیکھا تو اس کے اپنے چہرے پر بھی نرمی بکھر گئی۔

وہ چہرہ حسن شاہ کا چہرہ تھا۔۔

!دشمن کے دوست کا چہرہ۔۔

وہ قدم قدم چلتا عین ان کے سامنے آرکا تھا۔ پھر ان کا نرم مسکراتا چہرہ دیکھ کر اس کا اپنا چہرہ بھی انتہائی نرم پڑ گیا۔

"بیٹھو۔۔"

ہاتھ سے اسے صوفے کی جانب اشارہ کیا اور پھر آگے بڑھ کر سامنے رکھے ٹیبل پر پڑی چائے بنانے لگے۔ ولی خاموشی سے بیٹھ گیا۔۔

کیسے ہو۔؟ اصغر بتا رہا تھا کہ پچھلے کئی دنوں سے کافی پریشان تھے تم۔۔ خیریت ہے "

"ناں سب۔۔؟"

انہوں نے کپ اس کے آگے رکھا تو اس نے سنجیدگی سے انہیں دیکھا۔۔

"آپ چائے بہت اچھی بناتے ہیں سر، بالکل اصغر جیسی۔۔"

اس کی بات پر حسن مسکرائے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ ولی اتنی آسانی سے کچھ بھی یوں بتانے نہیں بیٹھ جاتا تھا۔۔

جانتا ہوں۔۔ اب جیسا باپ ہوگا بیٹا بھی تو ویسا ہی ہوگا ناں۔۔ خیر تم کہو کیسے ہو۔۔؟"

"کام۔۔ حویلی۔۔ سب ٹھیک ہے ناں۔۔؟؟"

وہ بہت ہلکے پھلکے انداز میں پوچھ رہے تھے پھر بھی ان کے انداز کی احتیاط بخوبی محسوس کی جاسکتی تھی۔ اس نے چائے سے ایک گھونٹ لیا پھر کپ سلمنے ٹیبل پر رکھ کر انہیں دیکھا۔۔

سب ٹھیک ہے سر، لیکن آپ نے مجھے یہاں کیوں بٹوایا ہے۔۔؟ ہم ایسی جگہوں پر "
"ایسے ہی نہیں ملتے۔ یقیناً کچھ ایسا ہے جو ہلکا پھلکا نہیں ہے۔۔"

حسن کی مسکراتی نظریں جو اس کے چہرے پر جمی تھیں ان میں ہلکی۔۔ بہت ہلکی سی
چمک اتری۔۔

"اہل زمان کون ہے ولی۔۔؟؟"

"کیا پوچھا آپ نے۔۔؟؟"

اسے لگا اس نے غلط سن لیا ہے۔ بے یقینی سے آنکھیں کھولے وہ حسن کا اب کے
انتہائی خوفناک حد تک سنجیدہ چہرہ دیکھ رہا تھا۔۔

”میں نے پوچھا اہل زمان کون ہے۔۔؟“

”آپ کو کس نے بتایا ہے۔۔؟“

اس کی آواز کسی کنویں سے آرہی تھی۔۔ اپنے راز کا کھل جانا۔۔! اسکا وجود پل میں سنسننا
اُٹھا تھا۔۔

”ہاشم نے۔۔“

اس کے سر پر گویا دھماکہ ہوا تھا۔۔ پھٹی پھٹی نگاہوں سے حسن کا چہرہ تکتا وہ سفید پڑتا
جارہا تھا۔۔

مجھے ہاشم نے بتایا ہے کہ تم کسی لڑکی سے محبت کرتے ہو اور اس لڑکی کا نام ہے "ا
مل زمان۔۔ شیخ زمان نظر کی بیٹی۔۔ اب بولو۔۔ کیا سچ ہے۔۔؟ کیا واقعی وہ لڑکی تمہاری
"زندگی میں ہے یا پھر یہ بھی کوئی ٹریپ ہے ہاشم کو پھنسانے کا۔۔؟؟"

وہ بہت سکون سے بولتے اس کا خوف سے سفید پڑتا چہرہ دیکھ رہے تھے۔ انہیں اب کسی
جواب کا انتظار نہیں تھا۔۔

ٹھیک ہے اگر تم سے ایک غلطی ہوگئی ہے تو کوئی بات نہیں۔ اس غلطی کو سُدھارو"
"اور جو تمہارے دشمن کے ہاتھ لگ گیا ہے اسے واپس لو۔۔"

"اسے کیسے۔۔؟؟"

وہ اب تک بے یقینی سے شل سا بیٹھا ہوا تھا۔۔

میں نے تمہیں بہت پہلے سمجھایا تھا ولی کہ انتقام کے سفر پر جب نکلتے ہیں ناں تو کسی"
کو اپنی قربت نہیں دیا کرتے۔۔ کسی کو اپنا عادی نہیں بناتے۔۔ کسی کے ساتھ محبت
نہیں کرتے۔ کیونکہ پھر موت کی صورت میں صرف آپ نہیں مرو گے بلکہ آپ کے
ساتھ وہ بھی مر جائے گا جسے آپ نے خود کا عادی بنایا ہوگا۔۔ جانتے بھی ہو عادتیں کتنی
"جان لیوا ہوتی ہے۔۔؟"

آخر میں انہوں نے ترحم سے اس کا چہرہ دیکھا تھا۔۔

مگر خیر۔۔ جو ہو گیا سو ہو گیا۔ ہاشم کو میں سنبھال لوں گا۔۔ تم اب جا کر اس سارے "مسئلے کو سنبھالو اور ایک بات میری یاد رکھنا۔۔

وہ رکے تو اس کا سارا وجود بھی ٹھہر گیا۔ ساکت سی سواری آنکھیں حسن پر جمی تھیں۔۔

اب اس لڑکی سے کوسوں بلکہ میلوں دور رہو گے تم۔۔ اسے تکلیف دو گے۔۔ اسے "جھڑ کو گے۔۔ اس کے ساتھ بہت بے رحمی سے پیش آؤ گے۔۔ کوئی نرمی بہتے کی ضرورت نہیں ہے اس معاملے میں۔ کیونکہ ذرا سی نرمی بہت سی زندگیوں کو عذاب کا

گڑھا بنا سکتی ہے۔۔ چاہے پھر وہ اس لڑکی کی زندگی ہو یا تمہاری۔۔ سب راکھ کا ڈھیر بن
”کر ختم ہو جائے گا۔۔

وہ اب بہت آہستہ سی سرد آواز میں اسے سمجھا رہے تھے۔۔ اور ولی۔۔ ریت کی مانند پل
پل ختم ہو رہا تھا۔

واپسی کا سارا راستہ اس کا وجود ساکت تھا۔ یوں لگتا تھا گویا اس کا سانس اب تک رکا ہوا
ہو۔ چہرہ حد درجہ سفید پڑ رہا تھا اور ملتھے پر پریشانی کی بہت سی لکیریں پھیلی ہوئی
معلوم ہو رہی تھیں۔ اب تک سارے کام اس کے طے کردہ تھے۔ زرعی زمین کا مسئلہ،
ہاشم کی حسن شاہ سے دوستی، ہاشم اور حسین کا انجام۔۔! اس نے سب طے کر رکھا
تھا۔۔ سب کچھ طے شدہ تھا۔۔ مگر۔۔ پھر اس سے غلطی کہاں ہوئی۔۔؟ کہاں چوکا وہ جو
ہاشم اس کے حلق تک پہنچ گیا اور اسے اس بات کی خبر تک نہ ہوئی۔۔

اسے نقصان پہنچانے کے لیے تو وہ کسی بھی حد تک جاسکتا تھا۔۔ ہر حد پار کر سکتا تھا
۔۔۔ وہ

اس نے عہد کیا تھا کہ اس جنگ میں کسی بھی اپنے کو کبھی حصّے دار نہیں بنائے گا۔۔
کسی کو بھی اس سب میں نہیں گھسیٹے گا وہ۔۔ کسی کو اس کی وجہ سے بے جا تکلیف
نہیں ہوگی۔۔ مگر وہ غلط تھا۔۔ سب غلط ہو رہا تھا۔۔ سب بگڑ رہا تھا۔۔

! اہل۔۔

!! یا خدا اہل۔۔۔

اس کا وجود ایک بار پھر زلزلوں کی زد میں آ رہا تھا۔ سٹیئرنگ تھامے ہاتھوں کی سختی اور
خوف سے سکڑتی سانسیں۔۔ اس کی حالت غیر ہونے لگی تھی۔۔

!وہ کیا کرے گا اب۔۔

اے کو کبھی تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔۔ اس کی وجہ سے تو کبھی بھی نہیں۔۔۔ ہرگز نہیں۔۔ اگر ایسا ہوا تو وہ کبھی سکون سے نہیں مر سکے گا۔۔ کبھی اپنی آنکھیں اس دنیا سے آسانی کے ساتھ بند نہیں کر سکے گا۔۔ لوگ جینے کا سوچا کرتے تھے مگر اس کی ہر سوچ، ہر خیال اور ہر تخیل میں اگر کوئی شے مشترکہ تھی تو وہ اس کی موت تھی۔۔ اس کی ہر سوچ موت سے شروع ہو کر اسی پر ختم ہو جایا کرتی تھی۔ وہ مرے گا۔۔ اسے مرنا ہوگا۔۔ یہی اس کا انجام ہے۔۔ یہی اس کا اختتام ہوگا۔۔ اگر وانگ سو تنہا رہ گیا تھا تو ملے گی اے بھی نہیں۔۔

وہ جلد یا بدیر کسی تاریک قبر کا حصہ ہوگا لیکن۔۔ لیکن اس سے پہلے اسے اے کی زندگی کو معمول پر لانا ہوگا۔۔ اس کی زندگی اس کی وجہ سے تکلیف دہ بنی ہے۔ اس کی وجہ سے وہ اس ساری مصیبت کا حصہ بنی ہے۔۔ کیسے وہ اتنی بڑی غلطی کر سکتا ہے۔۔

اس نے زور سے ہاتھ سٹرینگ پر مارا۔۔ پریشانی اب غصے میں بدل ہی تھی۔ فرسٹریشن کا لاوہ اب اندر بہت تیزی کے ساتھ ابلنے لگا تھا۔۔ اس کا دشمن اس کی سب سے بڑی کمزوری سے واقف تھا۔۔ اس کی کمزوری۔۔

ہاں وہ اس کی کمزوری تھی۔۔ اسے اگر کسی نے اب تک انسان رکھا ہوا تھا تو وہ اہل تھی۔۔ نہیں تو۔۔ نہیں تو ہاں۔۔ وہ بھی کب کا جانور بن جاتا۔۔ وہ بھی ہاشم بن جاتا۔۔ کیونکہ وہ دونوں ایک ہی تصویر کے دو رخ تھے۔۔

ولی اور ہاشم۔۔ ایک ہی کتاب کے دو صفحے تھے۔ اگر وہ جانور تھا تو صرف اسی لیے کیونکہ اسے کوئی ملا ہی نہیں جو اس کے اندر کے انسان کو انسان رکھ سکتا۔۔ مگر اس کے پاس اہل تھی۔۔

وہ جو پاکیزہ صبح کی مانند روشن سی تھی۔۔ بہتی ہوا جیسی نرمی سے اس کے وجود کو
طمانیت بخشی تھی۔۔ اس کے اندر جمی برف کو پگھلا دیا کرتی تھی۔۔ ہاں وہ وہی تو
تھی۔۔ اس کے علاوہ اور ہو بھی کون سکتا تھا بھلا۔۔؟

اور اس نے اس کی زندگی کو مشکلات میں پھنسا دیا۔۔! اس کو بھڑکتی آگ کے دہانے پر
لاکھڑا کیا۔۔ ہاشم کی دشمنی سے تو بڑے بڑے ظالم لوگ بھی پناہ طلب کیا کرتے تھے۔۔
اگر جو اس نے اہل کو کوئی نقصان پہنچایا تو۔۔

اس کی کنپٹیا ابل پڑیں۔۔ دانت سختی سے جم گئے اور سانس بہت تیز ہو گیا۔۔ گاڑی کی
رفتار ہر گزرتے پل کے ساتھ بڑھتی جا رہی تھی۔۔

نہیں وہ ایسا کچھ بھی نہیں ہونے دے گا۔۔ وہ کبھی اس کو کوئی نقصان نہیں ہونے
دے گا۔۔ وہ کبھی اس تک کچھ بھی آنے نہیں دے گا۔۔ وہ سب تباہ کر دے گا۔۔
تس نہس کر دے گا اگر اس کی اہل کو کسی نے چھوا بھی تو۔۔

سارے راستے اس کے اندر ایک شدید جنگ چھڑی رہی تھی۔ تیزی سے دوڑتی گاڑی رات کی سیاہی میں اب ڈیرے کی جانب سفر کر رہی تھی۔ ڈیرے کے باہر پہنچ کر اس نے تیز تیز قدموں سے روش کو عبور کیا اور پھر اندر کی جانب بھاگتا گیا۔ اسے ابھی کچھ کام کرنے تھے۔۔

اندر پہنچ اس نے جلدی جلدی کچھ نمبرز ڈائل کیئے اور تیزی کے ساتھ ہدایات دینے لگا۔ اس کی پیشانی پر چمکتا پسینہ اس سارے عرصے میں کہیں سے بھی نارمل نہیں لگ رہا تھا۔۔ چند ایک ہدایات دینے کے بعد اس نے بہت سے فولڈرز اٹھا کر سامنے ٹیبل پر رکھے۔۔ اسی پہر اس کا موبائل بجا تو وہ یکدم چونکا۔۔

سکرین پر زمان کا نام جگمگا رہا تھا۔۔ آج ولیمہ تھا اور وہ یقیناً اس کو بلارہے ہونگے مگر اس نے فون آف کر کے ایک طرف کو ڈال دیا۔ ابھی وہ کسی کو بھی کوئی بھی جواب دینے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔۔ ابھی اسے کچھ کام نپٹانے تھے۔۔ کچھ چلتے چکروں کو الٹا گھمانا تھا۔۔ ہاں ابھی اسے بہت کچھ کرنا تھا۔۔

رات کی سیاہی میں ڈوبا ڈیرہ عجیب سی وحشت کا شکار لگتا تھا۔۔

امل نے اپنے سیاہ ریشمی بالوں کو کان کے پیچھے اڑسا اور پھر بے اختیار بی جان کی آواز پر پلٹی۔۔

وہ اس وقت سبزہ زار پر کیئے گئے ولیمے کے انتظامات کو دیکھ رہی تھی۔ مہمانوں کی آمد و رفت شروع ہو چکی تھی اور دروازے میں ایستادہ ملازمین مہمانوں کی ضیافت کا سامان کر رہے تھے۔۔

”امل تمہیں سامیہ بلارہی تھی اندر۔۔“

"جی بی جان بس جا ہی رہی ہوں۔۔ ویسے بھا بھیاں تیار ہو گئیں۔۔؟"

جاتے جاتے اس نے رک کر پوچھا تو بی جان نے اثبات میں سر ہلایا اور کسی خاتون سے مسکرا کر گلے ملنے لگیں۔ اس نے گہرا سانس لیا اور اندر کی جانب بڑھی۔۔

آج اس نے مکمل آف وائٹ رنگ کا لباس زیب تن کر رکھا تھا۔ ٹخنوں سے ذرا اونچی قمیض کے دامن پر باریک موتیوں کا کام چمک رہا تھا۔ باقی کا کام اس کی گردن تک بند گلے پر جگمگا رہا تھا۔ نیچے چوڑی دار سادہ سا پجامہ تھا اور آستینیں ہتھیلیوں تک چوڑیوں کی صورت تک آتی تھیں۔۔ دوپٹہ ایک جانب کندھے پر ڈالا تھا اور سیاہ ریشمی سے بال کمر پر جھول رہے تھے۔ جب کبھی وہ کسی لٹ کو کان کے پیچھے اڑستی تو اس کے کانوں میں لٹکے بھاری سی آویزے ہلکورے لیتے نظر آتے۔۔

بھا بھیا کے کمرے کی جانب بڑھتے ہوئے اس نے ایک پل کو رک کر خود کو زینوں کے اس پار لگے بڑے سے آئینے میں دیکھا تھا۔۔

سیاہ بالوں کے ہالے میں قید اس کا چہرہ دمک رہا تھا۔ شہد رنگ آنکھوں کی پلکیں بہت خوبصورتی کے ساتھ مڑی ہوئی تھیں اور چہرہ تو موم کا بنا لگتا تھا۔۔

ہاں مگر اس سب کے باوجود بھی وہ خوش نہیں تھی۔ عجیب سی اداسی تھی جس نے اس کا حصار کر رکھا تھا۔ وہ یونہی چند لمحے خود کو شیشے میں دیکھے گئی۔

کہاں ہے وہ۔۔؟ آیا کیوں نہیں اب تک۔۔؟ کیوں ہمیشہ ایسے کرتا ہے وہ۔۔؟ اتنے برے انسان سے محبت کیوں کی تم نے اہل۔۔؟ جسے تمہاری ذرا سی بھی پرواہ نہیں تم نے اس کے لیے خود کو کیا بنا لیا ہے۔۔

اس نے آنسوؤں سے چمکتی آنکھوں کو اداسی سے سامنے نظر آتے عکس میں دیکھا۔۔

یہ اداسی۔۔! یہ بے وجہ کا بوجھ۔۔ یہ کثافت۔۔ یہ سب کیا ہے۔۔؟ میں تو ایک بہت خوش و خرم سی لڑکی تھی۔ ہر لمحے کو خوش ہو کر گزارنے والی۔ پھر اب۔۔ اب یہ مجھے کیا ہوتا جا رہا ہے۔۔؟ کیوں اس کی غیر موجودگی میں دل تڑپنے لگتا ہے۔۔؟ کیوں وہ نظروں سے اوجھل ہو تو سانس تک لینے میں دشواری ہونے لگتی ہے۔۔؟

اس کی اداسی سوا ہونے لگی تھی۔ کچھ تھا جو اسے بے پناہ غم زدہ کر رہا تھا۔۔ کیا۔۔ اسے خود بھی نہیں پتہ تھا۔۔

"بہت برے ہو تم ولی احمد۔۔ بہت برے۔۔ اہل زمان کو تم بالکل نہیں پسند۔۔"

آئینے میں خود کو دیکھتے اس نے ولی کو مخاطب کیا اور پھر اس کی ایسی بات پر اس کا کیا جواب ہوتا۔۔؟ اس نے پل بھر کو رک کر سوچا۔۔

مسکرا کر سر جھٹکتا۔۔

درد کی ایک ٹیس سی اُٹھی تھی دل میں اسے یاد کر کے۔۔ گہرا سانس لے کر اس نے
قدم بجا بھی کے کمرے کی جانب پھیرے۔۔ اندر بیوٹیشن دونوں کو تیار کر رہی تھیں۔
امینہ اور شازیہ کا جوڑا ایک ہی طرز کا تھا البتہ دونوں کے رنگوں میں فرق تھا۔ اس نے
سلام کیا اور پھر پاس چلی آئی۔۔

"سنیاری ہو گئی مکمل۔۔؟"

آئینے کے سامنے لگی کرسیوں پر وہ دونوں بیٹھی تھیں اور بیوٹیشن پیچھے کھڑیں بس ان کے
سنگھار کو آخری ٹچ دے رہی تھیں۔۔

جی تیاری ہو چکی ہے تقریباً۔۔ آپ وہ چادر لے آئیں جو انہیں پہنانی ہے تاکہ ہم دوپٹے " کے ساتھ اسے بھی لٹکا دیں۔۔

اس نے اثبات میں سر ہلا کر رخ پھیرا اور پھر کمرے سے باہر چلی آئی۔ بی جان کے کمرے کی جانب قدم بڑھائے۔ وہاں سامنے صوفوں پر ہی دونوں چادریں تھیلی میں پیک ہوئی پڑی تھیں۔ اس نے جھک کر دونوں کو اٹھایا اور پھر دروازہ بند کرتی باہر نکل آئی۔ سامیہ قانتہ کے ساتھ زینوں کے پاس تیار سی کھڑی تھی۔

اس نے ایک پل کو رک کر ان دونوں کو دیکھا۔۔

قانتہ سامیہ پلیز میری ہیلپ کریں مجھے دونوں بھابھیوں کو لے کر لان کے اسٹیج تک " جانا ہے۔ ایک تو ان کے ڈریسز کا اتنا بھاری کام اوپر سے پھر وہ دو دو ہیں۔۔ اکیلے " نہیں کر پاؤں گی میں۔۔

سامیہ اور قانتہ نے مسکرا کر اس کے ساتھ قدم بڑھائے تھے۔ پھر وہ دونوں دلہنوں کو لے کر گیندے کے پھولوں سے سجے اسٹیج تک لائے۔۔ لڑکی والے بھی آگئے تھے۔۔ اور اب سبزہ زار خاصہ بھرا بھرا سا لگ رہا تھا۔۔ خاندان والے اب اسٹیج پر گردن اکڑائے بیٹھی لڑکیوں کی رسم کر رہے تھے۔۔ کچھ ہی دیر بعد بختیار اور نثار کو لا کر بٹھایا گیا تو اسٹیج پر گویا چاندنی اتر آئی۔ سب دور سے بہت مکمل۔۔ بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔۔

دور کھڑی امل نے ایک پل کو پھر سے اپنی نظریں اسٹیج سے ہٹا کر گیٹ کی جانب پھیریں مگر وہ آتا تو نظر آتا ناں۔۔ وہ تو کہیں تھا ہی نہیں۔۔

کچھ ہی دیر میں اسے ارجمند اور ناجیہ اسٹیج پر چڑھتی نظر آئیں۔ جب سے ولی نے ناجیہ کی طبیعت صاف کی تھی تب سے ناجیہ نے دوبارہ رخ اس حویلی کی جانب کرنے کی ہمت ہی نہ کی اور نفیس۔۔ وہ تو اسے اس دن کے بعد دکھا ہی نہیں تھا۔۔ نہ جانے ولی نے کیا کیا ہو اس کے ساتھ۔۔؟

سوچ کر اس نے بے ساختہ جھر جھری لی تھی۔

”کیسی ہوا مل۔۔؟“

کوئی جانی پہچانی سی آواز تھی جس پر اس نے سرعت سے چہرہ گھما کر پیچھے کھڑے شخص کو دیکھا۔۔ اونچا سا ہاشم سیاہ آنکھوں سے مسکراتا ہوا اسے دیکھ رہا تھا۔۔ تیل لگے کندھوں تک آتے بالوں کو اس نے دونوں طرف سے کانوں کے پیچھے اڑس رکھا تھا اور

اپنے مخصوص حلّیے کے برعکس وہ آج خاصہ بہتر لگ رہا تھا۔۔ سفید کرتے پر بادامی شال
کندھے پر ڈالے۔۔

”میں ٹھیک۔۔ ہاشم بھائی آپ کیسے ہیں۔۔؟“

”میں بھی ٹھیک دیکھو سامنے ہوں تمہارے۔ پیپرز ہو گئے تمہارے بی ایس سی کے۔۔؟“

اس نے مشکل مسکرا کر سر اثبات میں ہلایا تھا۔ اس کا ہاشم سے تعلق کبھی بھی بے
تکلفی والا نہیں رہا تھا۔ اس کے ساتھ عجیب غیر آرام دہ سا احساس امل کو ہمیشہ گھیرتا
تھا۔۔ ابھی بھی وہ ان کمفر ٹیبل ہوئی تھی۔۔

”جی ہاشم بھائی۔۔ ہو گئے۔۔“

"ہوووں۔۔ آگے کیا کرنے کا ارادہ ہے تمہارا۔۔؟"

"آگے تو۔۔ کچھ بھی نہیں۔۔ بابا اس سے زیادہ اجازت نہیں دیں گے پڑھنے کی۔۔"

وہ اس کی بات پر مسکرایا تھا۔۔

میں نے تو سن رکھا ہے کہ تم باتیں منوانے کے فن میں تاک ہو۔۔ پھر منا لو اپنے بابا"
"کو۔۔"

امل نے مسکرا کر سر ہلایا۔۔

جی ایسا ہی ہے مگر مجھے آگے پڑھنے کا کوئی خاص شوق نہیں ہے اسی لیے وہ اگر "
"اجازت دیتے بھی تب بھی شاید میں آگے نہیں پڑھتی۔"

"ہاں۔۔ اب لگ رہی ہوا مل۔۔"

کچھ دیر بعد اس نے بغور اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔۔

"ویسے تمہیں نہیں لگتا کہ تقریب کچھ سنسان سی ہے۔۔ خالی خالی۔۔"

اس نے آس پاس گردن گھما کر جیسے کسی کو تلاشا تو اہل بے طرح چونکی۔۔ ہاشم نے
اس کا چونکنا محسوس کر لیا تھا اسی لیے مسکراتا ہوا ذرا قریب آیا۔۔

کیوں۔۔! کیا وہ ہمیشہ تمہاری خوشیوں کو اسی طرح بے مول نہیں کر دیا کرتا۔۔ اسی "
طرح غیر حاضر رہ کر تمہارے مان کو ٹھیس نہیں پہنچایا کرتا۔۔ ابھی ابھی دیکھو۔۔ اپنے کسی
کام میں لگا ہوا ہوگا۔۔ تمہیں نہیں لگتا کہ ایسے انسان کے خواب آخر میں تکلیف کے سوا
"کچھ نہیں لاتے۔۔

اہل جو پتھر ہوئی اس کی باتیں سن رہی تھی آخر میں گڑ بڑائی۔۔ اسے سمجھ نہیں آیا کہ کیا
کرنا چاہیے۔ ہاشم کو اس سب کا علم کیسے ہوا۔! اسکا ماؤف ذہن کچھ بھی سوچ نہیں
پارہا تھا۔۔

ولی احمد کسی کا نہیں ہے امل۔ تم بھی خیال رکھو اپنا۔ وہ رنگ بدلتا سانپ ہے۔۔!"

"ایک انتہائی خوبصورت سانپ۔۔ جو موقع ملتے ہی تمہیں ڈس لے گا۔"

ساکت کھڑی امل پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس کا چہرہ تک رہی تھی۔۔

اور ابھی تو وہ تمہیں تکلیف دینے والے بہت سے کام کرے گا۔ ابھی تو تم اس سب کا"

آغاز سمجھو۔۔ وہ کبھی بھی اپنے مقرر کیئے اہداف سے پیچھے نہیں ہٹا کرتا۔ اور وہ ابھی بھی

"ایسا نہیں کرے گا۔۔ وہ ابھی بھی وہ ہی کرے گا جو عرصے سے کرتا آ رہا ہے۔۔"

"لیکن آپ یہ سب مجھے کیوں بتا رہے ہیں۔۔؟"

اس نے سنبھل کر اپنے ہاتھ سینے پر باندھے تھے۔۔ ہاں اب وہ کچھ کچھ پہلے والی اہل لگ رہی تھی۔۔ تنے نقوش لیئے آگے والے کو سرد نگاہوں سے دیکھتی۔۔

کیا مطلب۔۔ او کم آن تم ایک سمجھدار لڑکی ہو۔۔ کیا تمہیں نہیں پتہ کہ میں یہ باتیں "کس پسِ منظر میں کر رہا ہوں۔۔

نہیں مجھے نہیں پتہ کہ آپ یہ سب باتیں کس پسِ منظر میں کر رہے ہیں۔۔ ذرا ان "ساری ذو معنی باتوں کو درست سیاق و سباق کے ساتھ پیش کریں تاکہ میں سمجھ سکوں کہ آپ کیا کہنا چاہ رہے ہیں۔۔

ہاشم اس کے براہِ راست سے انداز پر ایک پل کو ٹھہر گیا تھا۔۔ ہاں تو اس نے صرف سن رکھا تھا کہ اہل غصے میں آگے والے کو سیدھا کر دیا کرتی تھی۔۔ آج اس کا عملی انداز بھی دیکھ لیا تھا اس نے۔۔ لوگ سچ کہتے تھے اس کے بارے میں۔۔

”کیا تم اسے پسند نہیں کرتیں۔۔؟“

ہاشم نے بھی بہت واضح لفظوں میں اس سے پوچھا مگر وہ ویسے ہی کھڑی رہی۔۔ ہاتھ باندھ کر۔۔

”کیا میں نے آپ سے کہا کہ میں اسے پسند کرتی ہوں۔۔؟“

”لیکن اس کا مطلب۔۔“

"کیا میں نے آپ سے کہا ایسا۔۔؟"

اس نے درشتی سے اس کی بات کاٹ کر وہی سوال دہرایا تو ہاشم یکدم رکا۔۔

"نہیں۔۔"

"پھر کہاں سے سنا ہے آپ نے یہ سب۔۔؟ لیکن ایک منٹ۔۔"

اس کی سنجیدگی میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔۔

یقیناً اس طرح کی خرافات یا تو آپ نے اپنی ماں صاحبہ سے سنی ہونگی یا پھر اپنی بہت " عزیز از جان بہنوں سے۔۔ لیکن وہ کیا ہے ناں ہاشم بھائی۔۔ کہ آپ اپنے تئیں بہت زبردست ہیں۔۔ ایک بہت باخبر شخص۔۔ مگر ابھی آپ ہماری خاندانی سیاستوں کو نہیں جانتے۔۔ ابھی آپ ان عورتوں کی چالوں کو نہیں سمجھتے۔۔ کچھ نہیں پتہ ہے آپ کو "ہمارے بارے میں۔۔"

ایک لمحے کو مسکرا کر اس کا ہونق چہرہ دیکھا۔۔

ہم عورتوں کو ناں ایک دوسرے سے جلنے کی بیماری ہوتی ہے ہاشم بھائی۔۔ ہم اوپر " سے جتنا بھی ایک دوسرے سے گلے مل لیں، ہنس ہنس کر باتیں کر لیں یا پھر ایک دوسرے کے لئے جان تک چھڑک دیں۔۔ لیکن ہمارے دل۔۔ ہمارے دلوں سے باتیں نہیں نکلتی۔۔ ہم ہزاروں گلے شکوں کو سمیٹ کر اپنے اندر رکھتی ہیں اور جب کبھی موقع

ملتا ہے ہم ایک دوسرے کو ڈس لیتی ہیں۔ آپ کی ماں جی یا پھر بہنوں کو بھی مجھ سے کوئی پرانی خار ہوگی جس کو لے کر انہوں نے میرے کردار کو جیسے چاہا پینٹ کر دیا۔۔ مگر "اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہاشم بھائی۔۔"

اس نے گویا ناک سے مکھی اڑائی تھی۔۔

اگر وہ ایسی کوئی بات میرے بارے میں کر رہی ہیں تو یقیناً ان کی بھی کوئی ایسی " کمزوری میرے ہاتھ میں ضرور ہوگی جسے اگر میں چاہوں تو ایک سیکنڈ میں یہاں سے لے کر وہاں تک۔۔"

دور اسٹیج کی جانب انگلی سے اشارہ کیا۔۔

پھیلا دوں۔۔ کیونکہ جس خاندان سے وہ ہیں۔۔ اہل بھی اسی خاندان کی پیداوار ہے۔۔"

"کیوں۔۔ کیا ایسا نہیں ہے۔۔؟؟"

آخر میں مزے سے بھنویں اچکا کر پوچھا تو ہاشم نے دانت جما لیے۔۔ یہ ذرا جتنی لڑکی۔۔

مگر وہ کیا ہے ناں کہ مجھے کوئی شوق نہیں ہے زمین میں فساد پھیلانے کا۔ یہ کام آپ"

"کی گھر کی خواتین کو ہی مبارک ہوں۔۔"

ہاشم کا چہرہ ہتک سے سرخ ہوا تھا۔۔

تمہیں ابھی اندازہ نہیں ہے لڑکی کہ میں تمہارے ساتھ کیا کیا کر سکتا ہوں۔۔ ابھی جانتی"

"نہیں ہو تم مجھے۔"

"آپ کو کون نہیں جانتا ہاشم بھائی۔۔"

وہ ایک لمحے کو مسکرائی تھی۔۔

مگر شاید ابھی آپ ولی کو نہیں جانتے۔۔ اگر بابا کو کسی بھی قسم کی تکلیف آپ نے "میرے ذبیعے یا پھر کسی کے بھی ذبیعے پہنچانے کی کوشش کی تو جو حال ابھی نفیس کا ہے۔۔ کل کو آپکا بھی ہوگا۔۔ یہاں انگلی اٹھانے سے پہلے اپنے بارے میں سو دفعہ سوچ لیجیئے گا کیونکہ ولی احمد کا تو پھر آپ کو پتہ ہی ہے۔۔ آئندہ اگر آپ نے کسی بھی طرح سے مجھے ہراساں کرنے کی کوشش کی تو میں اتنی نرم سی تنبیہ آگے سے ہرگز بھی "نہیں کرونگی سمجھے آپ۔۔"

بہت برہمی سے کہہ کر اس نے اپنا سراپا پھیرا تھا۔۔ ہاشم ساکت سا اس کی پشت کو دیکھے گیا۔۔ اسے آج اندازہ ہوا تھا کہ اہل زمان کس شے کا نام تھا۔۔

کئی دن کے غیر حاضری کے بعد ولی آج حویلی آیا تھا۔۔ مگر اس کا لباس کہیں سے بھی تھکا تھکایا نہیں لگ رہا تھا۔۔ بہت نکھرا نکھرا سا سفید لباس میں ملبوس وہ لان کی نرم سی دھوپ میں چلتا حویلی کے داخلی دروازے کی جانب بڑھ رہا تھا۔۔ زمان اور بی جان لان میں صبح کی دھوپ سے لطف اندوز ہو رہے تھے وہ اپنے قدم پھیر کر ادھر ہی چلا آیا۔۔

”اسلام علیکم۔۔“

اس نے سلام کرتے ہی زمان کے ساتھ والی کرسی سنبھالی تھی۔۔

”وعلیکم سلام۔۔ کام ہو گیا تمہارا۔۔؟“

زمان نے آرام سے پوچھا۔۔ وہ انہیں پہلے ہی مطمئن کر چکا تھا۔۔ بی جان اس کے لیے
چائے بنانے لگی تھیں۔۔

جی سردار بابا کام ہو گیا ہے۔ سوری آپ کو پہلے نہیں بتا سکا۔۔ دراصل اتنی اچانک کام
”آپڑا کہ مجھے موقع ہی نہیں ملا آپ کو آگاہ کرنے کا۔۔

اس نے مسکرا کر چائے کا کپ بی جان کے ہاتھ سے لیا۔۔

اس لڑکے کو آپ نے بگاڑا ہے زمان۔۔ دیکھیں اسے ذرا۔۔ چوبیس میں سے پچیس " گھنٹے کام کرتا رہتا ہے۔ خود کا کوئی ہوش نہیں ہے اسے۔ نہ میں پوچھتی ہوں کہ ساری "زندگی کیا بس اس کام کے سہارے ہی گزارنی ہے تم نے۔۔؟؟

ان کی نرم سی خفگی پر زمان مسکرا رہے تھے اور ولی ایک بار پھر سے انہیں سمجھانے میں ہلکان ہونے لگا تھا۔۔

"بی جان میں رکھتا ہوں اپنا خیال، دیکھیں بالکل ٹھیک ٹھاک تو لگ رہا ہوں۔۔"

ایک نظر خود کی جانب اشارہ کر کے کہا تو بی جان کہ خفگی ذرا سمٹی۔۔

میں تمہارے اس خیال کی بات نہیں کر رہی ولی، شادی کب کرو گے۔۔؟ دیکھو بختیار۔"

اور نثار خوش ہیں اپنی اپنی زندگیوں میں۔ کل کو ان کی اولادیں ہو جائیگی تو کسی کو کسی کی پرواہ نہیں ہوگی۔ سب اپنی زندگیوں میں خوش ہونگے اور تم۔۔ تم تنہا رہ جاؤ گے۔۔

"شادی کر لو نیچے۔۔ کیوں ظلم کرتے ہو خود کے ساتھ؟

وہ ایک پل کو خاموش سا ہو گیا۔ بختیار اور نثار کی زندگیوں کا بھلا اس کی زندگی سے کیا مقابلہ تھا۔۔؟ وہ دونوں باعزت طریقے سے اس معاشرے میں پیدا ہوئے تھے۔ بچپن سے لیکر آج تک جس عزت سے دنیا ان دونوں کو دیکھتی تھی ولی کتنی بھی کوششیں کر لیتا وہ یہ عزت کبھی نہیں پاسکتا تھا۔۔ کبھی بھی نہیں۔۔

اس نے ہلکا سا مسکرا کر بی جان کو دیکھا۔۔

کیا فرق پڑتا ہے بی جان۔۔!! وہ دونوں خوش ہیں اپنی زندگیوں میں، خوش ہی رہیں۔۔"

لیکن میں شادی نہیں کر سکتا۔ کوئی مسئلہ نہیں ہے بی جان لیکن میں کسی اور کی زندگی کو عذاب میں نہیں ڈالنا چاہتا۔۔ وہ آئے گی، میرے ساتھ رہ لے گی مگر میری زندگی میں کھڑے مسئلوں سے شاید جلد اکتا کر بھاگ جائے۔۔ ایسے میں بہتر نہیں ہے کہ میں اس سارے قصے کو شروع ہی نہ کروں۔۔

اس کی بات پر زمان سنجیدگی سے سیدھے ہو بیٹھے تھے۔۔

دیکھو ولی۔۔ نہ تو تم وہ ہو اب اور نہ ہی یہاں کے لوگ اب ویسے ہیں۔ تم بھی بدل گئے ہو اور یہ لوگ بھی۔ اب ویسی سوچ کسی کی بھی نہیں رہی۔ تم کہو۔۔ کسی کو پسند کرتے ہو؟ کوئی ہے جو تمہیں لگتا ہے کہ تمہارے ساتھ رہ کر سارے مسئلوں کو سلجھا لے گی۔۔ تمہیں سنوار دے گی۔۔ کوئی نہ کوئی تو ہوگی ولی۔

نسواری آنکھوں کے کانچ میں ہلکی سی سرخی ابھرنے لگی تھی۔ ایسے سلنچے پر تو بس ایک ہی پری یاد آتی تھی۔۔ مگر نہیں۔۔ وہ اس کی زندگی کو عذاب نہیں بنائے گا۔۔ کبھی بھی نہیں۔۔

ایسی کوئی نہیں ہے سردار بابا۔ مجھے نہیں کرنی شادی۔ آپ دونوں کے ساتھ رہونگا۔۔
"آپ دونوں کا خیال رکھونگا میں۔۔ مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔۔"

اس نے مسکرا کر کہا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔۔

آپ دونوں کا ساتھ میرے لیئے ہر ساتھ سے زیادہ عزیز ہے۔ بس اب آپ دونوں
"پریشان نہیں ہوں۔ میں چلتا ہوں۔۔"

اور پھر آگے بڑھ گیا۔۔

زمان اور بی جان پیچھے تنہا رہ گئے۔۔

وہ ایسا کیوں کرتا ہے ہمیشہ زمان۔۔! کیوں اپنے حصے کی خوشیاں لینے کی کوشش نہیں "کرتا وہ۔۔؟

بی جان کی آنکھوں میں پانی چمک رہا تھا۔۔ زمان نے گہرا سانس لیا۔۔

مجھے نہیں پتہ زمانی۔۔ کبھی کبھی تو مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میں ولی کو بالکل بھی نہیں "جانتا۔ وہ کیا سوچتا ہے۔۔ کیا کرتا رہتا ہے۔۔ معاملات کو کیسے ہینڈل کرتا ہے۔۔ کبھی "کبھی وہ مجھے واقعی اجنبی سا لگتا ہے۔۔

دور جاتے ولی کو دیکھتے زمان نے بہت آہستہ سے کہا تھا۔۔ بی جان نے ٹھنڈی سی آہ
بھری تھی۔ اب وہ دونوں دور جاتے ولی کو یاسیت سے دیکھ رہے تھے۔۔

وہ حویلی کے اندر داخل ہوا تو چہرہ جو کچھ دیر پہلے بہت نرم گرم سے تاثرات سے سجا تھا
یکدم ہی سپاٹ ہو گیا۔۔ پتھر جیسا سخت۔۔

اس نے کمرے میں داخل ہو کر سب سے پہلے ڈریسنگ ٹیبل پر رکھی پرفیوم کی شیشی
اٹھائی اور پھر باہر آکر کچن کے باہر پڑے ڈسٹ بن میں پھینک دی۔۔ دوبارہ کمرے
میں آکر کی چین کو اس نے ایک پل کے لیئے ہاتھ میں لے کر دیکھا تھا۔۔ پھر اسے مٹھی
میں قید کر کے اپنی جیب میں ڈال لیا۔۔ اس کی کوئی ایک چیز تو پاس ہونی چاہیے۔
نہیں تو وہ سانس کیسے لے گا۔۔؟

خیالات سے بچنے کے لیے اس نے قدم واش روم کی جانب بڑھائے۔۔ واش بیسن سے
ٹھنڈے تیخ پانی کے چھینٹے منہ پر مارے۔۔ پھر جھک کر بیسن کے کناروں کو تھاما۔ ایک
پل کو چہرہ اٹھا کر خود کو آئینے میں دیکھا۔

ہلکے سے گیلے بال ملتھے پر پڑے تھے اور نسواری آنکھیں ہلکی سی سرخی کے زیر اثر چمک
رہی تھیں۔۔ اس نے چند لمحوں کو آنکھیں موند کر جلتی روح کو سہارا دیا۔۔ پھر اسٹینڈ
سے تولیہ کھینچتا باہر کی جانب بڑھ آیا۔۔

اگل اسی پل اپنے کمرے سے باہر نکل کر زینے اتر رہی تھی۔۔ اس نے سادہ سی قمیض
شلوار پر شال خود کے گرد لپیٹ رکھی تھی۔ ڈھیلے سے بندھے بال کمر پر بکھرے تھے اور
انداز ایسا تھا کہ ابھی ابھی سو کر اٹھی ہو۔۔ کچن کی اٹھا پٹخ دیکھ کر وہ ادھر ہی چلی آئی۔۔

نوراں اور شکلیلا دونوں کام میں مصروف تھیں۔ اسے دیکھ کر نوراں اس کے پاس چلی آئی۔۔

”بی بی ناشتہ کرینگے۔۔؟؟“

ہاں بس چائے دے دو ابھی۔ ناشتہ کرنے کا دل نہیں چاہ رہا۔۔“ اس نے کہا اور پھر ”ایک طرف لگی کرسیوں پر جا بیٹھی۔۔

بی بی جی کو چائے میں دے دوںگی نوراں تو جا کر باہر رکھا ڈسٹ بن خالی کر آ باہر۔۔ پھر ”کچرا اٹھانے والا چلا جائے گا اور کل کی طرح کچرا آج بھی یہیں پڑا رہ جائے گا۔۔

”ہاں تم جاؤ نوراں پہلے یہ کام کر لو۔۔“

اس نے سر ہلا کر اجازت دی تو وہ باہر کی جانب بڑھ گئی۔۔ شکیلانے جلدی جلدی چائے بنا کر اس کے سامنے رکھی تو اس کی سوچتی نظروں نے چائے کو دیکھا۔۔

"بی بی۔۔ یہ کسی نے کچرے میں پھینک دی تھی۔۔ شاید غلطی سے"

کچھ دیر بعد نوراں ہاتھ میں کچھ لیئے اندر آئی تو اس نے ایسے ہی رخ پھیر کر دیکھ لیا اور۔۔
! اور وہ پتھر کی ہو گئی۔۔ کاسنی رنگ کے سیال سے بھری شیشی۔۔

کچھ دیر وہ ویسے ہی سکتے میں بیٹھی رہی اور پھر ایک دم اُٹھی۔۔ نوراں کے ہاتھ سے شیشی جھپٹی اور بھاگتی ہوئی باہر آئی۔۔ شال ایک جانب سے ڈھلک کر پیچھے کو گر رہی تھی۔۔ بال کمر پر کسی آبشار کی طرح بہتے جارہے تھے۔۔ اس نے اس کے کمرے کا

دروازہ دھاڑ سے کھولا تھا۔۔ وہ جو اپنے اسٹڈی ٹیبل پر رکھی کسی فائل جھک کو کر دیکھ رہا تھا یکدم سیدھا ہوا۔۔

وہ وہیں چند پل دروازے میں ایستادہ رہی اور پھر ایک دم آگے بڑھ کر زوردار تھپڑ اس کے منہ پر مارا۔۔

وہ جو اسکے آنا فنا آنے سے اب تک نہیں سنبھلا تھا ساکت رہ گیا۔۔

اگل تیز ہوتے تنفس کے ساتھ دانت پر دانت جمائے اسے دیکھ رہی تھی۔۔

”نفرت کرتی ہوں میں آپ سے ولی احمد۔۔“

اس کی آنکھوں میں جما ہوتے آنسو ایک دم ہی اس کے چہرے پر لڑھکے تھے۔۔ گلا مزید
آنسو روکنے کی وجہ سے دکھنے لگا تھا اور دل۔۔ دل تو گویا اندر تک کی نے برچھی سے زخمی
کر دیا تھا۔۔

ولی نے اپنا چہرہ اس کی جانب گھمایا۔۔ وہ زور سے ایک ہاتھ میں شیشی کو قید کیئے ہوئے
تھی اور دوسرے ہاتھ کو مسٹھی میں بند کر رکھا تھا۔۔ جو ولی کو تھپڑ مارنے کے باعث
سرخ پڑ رہا تھا۔۔

میں آپ سے نفرت کرتی ہوں ولی۔۔ بہت نفرت کرتی ہوں میں آپ سے۔۔ سنا آپ "
نے۔۔

آخر میں چلا کر کہا تو ولی نے اس کی شہد رنگ آنکھوں کو بے رحمی سے دیکھا۔۔

کریں۔۔ شوق سے کریں نفرت۔۔ محبت کرنے کو میں نے آپ سے کبھی کہا بھی " "نہیں تھا۔۔

اس کی دھیمی سے آواز بہت سرد تھی۔ اہل کی ہڈیوں تک کو جما دینے والی۔۔

آپ کسی چیز کے قابل ہی نہیں تھے ولی۔۔ آپ کسی چیز کے لائق ہی نہیں تھے۔ میں " "نے غلطی کر دی۔۔ میں نے غلطی کی آپ کو سب سے الگ سمجھ کر۔۔ آپ بھی سب جیسے ہی ہیں ولی۔۔ آپ بھی اتنے ہی پتھر اور بے رحم ہیں جیسے اس خاندان کا ہر مرد ہے۔۔ مگر اب بس۔۔

اس نے بہتے آنسوؤں کو بے دردی سے رگڑا تھا۔۔ ولی ویسے ہی ساکت سا اسے دیکھے گیا۔۔

اب بہت ہو گیا۔۔ اہل نے خود کو بہت گرا لیا مگر اب بس۔۔ اب اہل کسی کے لیے " "بھی نہیں جھکے گی۔ اب میں کبھی کسی کے لیے نہیں روؤں گی۔۔ کبھی بھی نہیں۔۔

اس کی آواز آخر میں لرز کر رہ گئی تھی۔۔ آنکھوں سے بہتے آنسو اب تک تیزی کے ساتھ گردن میں لڑھک رہے تھے۔۔

اور اگر آئندہ آپ میرے لیے کبھی بھی فکر مند ہوئے تو میں آپ کی جان لے لوں گی " "ولی۔۔ آج سے اہل زمان آپ کے لیے مر گئی ہے۔۔ مر گئی ہوں میں آپ کے لیے "آج سے۔۔

یہ صرف ایک تحفے کا دکھ نہیں تھا جو اسے اتنا رلا رہا تھا۔۔ یہ تو کئی سالوں کے جملے زخم تھے جو اب ولی کی بے اعتنائی کی حدت سے پگھل پگھل کر اسکی آنکھوں کے راستے باہر کو گر رہے تھے۔۔ مگر دوسری جانب کھڑا ولی۔۔ ویسے ہی کھڑا رہا۔۔ بنا کسی تاثر کے۔۔ بنا کسی شناسائی کے۔۔ اجنبی سا چہرہ لیئے۔۔ آج سے اس نے خود کو امل کے لیئے اجنبی کر لیا تھا۔۔

وہ نفرت سے اسے دیکھتی آنسو رگڑتی باہر کو بھاگی۔۔ شال اب کے پوری ڈھلکی زمین کو چھو رہی تھی۔۔ اس نے باہر نکل کر شیشی کو ڈسٹ بن میں پھینکا اور اوپر بھاگتی گئی۔۔ نوراں اور شکیلہ کچن کے دروازے میں کھڑیں بے یقینی سے اسے اوپر جاتا دیکھ رہی تھیں۔۔

اس نے آرام سے آگے بڑھ کر دروازہ بند کیا اور پھر اسٹڈی ٹیبل تک چلا آیا۔۔ وہ اس سب کے لیئے پہلے سے تیار تھا۔۔ اسے اہل کو خود سے بدزن کرنا تھا اور وہ اس نے کر دیا! تھا۔۔ گڈ۔۔

خود کو شاباشی دیتا وہ اب پھر سے اسٹڈی ٹیبل پر رکھی فائل کو جھک کر دیکھ رہا تھا۔۔

دوسری جانب اہل اب تک دروازے سے لگی رو رہی تھی۔۔ اس کا دل جو بہت سی باتوں پر پہلے ہی زخمی تھا اب درد سے پھٹنے لگا۔۔ پھر وہ دروازے سے لگ کر بیٹھتی چلی گئی۔ آنسو بہت تیزی سے گر رہے تھے اور ہلکی ہلکی سسکیوں کی آواز سارے کمرے میں سنائی دے رہی تھی۔۔

تین راتیں قبل۔۔

اس لڑکی کی یہ مجال کے میرے سامنے زبان چلا سکے۔۔ اور وہ بھی اس (گالی) ولی کے "لیئے۔۔ بڑا ناز ہے ناں اسے ولی پر۔۔ دیکھتے ہیں کہ یہ ناز اور کتنے دنوں تک قائم رہتا "!" ہے۔۔ اور وہ (گالی) ولی۔۔

اس نے سلگتے وجود کو سیاہی میں ڈوبی کھڑکی کی جانب پھیرا۔۔ باہر دور دور تک پھیلے سبزہ زار پر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔۔

اسے تو میں دیکھ لونگا۔۔ ایسی جگہ ضرب لگاؤنگا کہ ساری زندگی اپنے زخم سہلاتا رہے گا "مگر سکون۔۔۔ اسے کبھی سکون نہیں آئے گا۔۔

ایک سگریٹ سلگا کر اس نے لبوں سے لگائی پھر ہوا میں غائب ہوتے دھوئیں کو سوچتی نگاہوں سے دیکھے گیا۔۔

دیکھ لونگا میں ہر ایک کو۔۔ ذرا سے تعلقات کیا آگئے ہیں یہ لوگ دشمنی کے مقابلے پر "مجھے اپنے برابر سمجھنے لگے ہیں۔۔ ابھی جلتے نہیں ہاشم حسین کو یہ لوگ۔۔ خاک نہ کر دیا" تو نام ہاشم نہیں۔۔

اس نے سر جھٹکا تھا۔ پھر دو انگلیوں میں سگریٹ پھنسا کر قمیض کی جیب سے موبائل فون نکالا۔۔ چند بٹن دبائے اور فون کو کان سے لگا کر وہ سبزہ زار کی مہیب تاریکی کو دیکھتا رہا۔۔

حسن شاہ۔۔ تمہاری تاخیر میری سمجھ میں ہرگز نہیں آرہی ہے۔۔ لیکن اب بہت " ہوگیا۔۔ اب ہاشم اپنے معاملات خود طے کرے گا۔۔ تمہاری کسی بھی قسم کی مدد کی "ضرورت نہیں ہے مجھے۔۔

کہہ کر اس نے آگے والے کی بات سنے بغیر ٹھک سے فون رکھ دیا۔۔ اور پھر کچھ سوچ کر اس نے ایک اور نمبر ڈائل کیا۔۔

راجا۔۔ سردار پور والے کباڑ خانے کو تیار رکھو۔۔ کچھ دنوں میں ایک لڑکی کو وہاں لا کر " ڈالنا ہے۔۔ اور ہاں۔۔۔ ظفر سے کہو کہ تیار رہے۔۔ مال بالکل اس کے حساب کا "ہے۔۔

آگے والے کی چند پل سننے کے بعد اس نے فون کان سے ہٹایا اور پھر سگریٹ کا ایک
بھر پور کش لیتا دھواں فضا میں چھوڑنے لگا۔۔ زہر قطرہ قطرہ اس کے اندر اترتا جا رہا
تھا۔۔

دوسری جانب اس سارے قصے سے بے خبر ولی ڈیرے پر رات کی تاریکی میں کام کر رہا
تھا۔۔ جب سے اسے پتہ چلا تھا کہ ہاشم اس کی کمزوری جانتا ہے تب سے اسے ایک پل
کا چین میسر نہیں آیا تھا۔۔ پھر بھی اپنے تمام تر خدشات کو بار بار جھٹکتا وہ بس کام پر
توجہ دے رہا تھا۔۔ ہاں بس کام پر۔۔

اپنی اور حویلی والوں کی زندگیاں ہاشم اور حسین جیسے ناسوروں سے پاک کرنے والے کام
پر۔ یکایک اس کا فون بجاتا تو اس نے ٹیبل پر دھری بہت سی فائلز کے اوپر ہاتھ مارا۔۔
اس کا فون کسی فائل کے نیچے دبا ہوا تھا۔۔

ایک فائل کو ہٹا کر اس نے دیکھا تو جلتی بجھتی اسکرین پر حسن شاہ کا نام وہ بھی رات کے اس پہر دیکھ کر اس کے ماتھے کے بلوں میں اضافہ ہوا۔۔

”کہیں سر۔۔“

بہت آہستگی سے کہہ کر اس نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگایا۔۔

”ہاشم نے مجھ سے رابطہ منقطع کر دیا ہے ولی۔۔“

اگلی بات سننے کے بعد وہ ایک دم سیدھا ہو بیٹھا تھا۔ ایک ہی تو سکون تھا اسے کہ ہاشم جو بھی کرے گا کم از کم اس کا علم اسے حسن کے ذریعے ہوتا رہے گا مگر جو اس وقت حسن کہہ رہے تھے وہ بہت الارمنگ تھا۔۔

"کیا مطلب۔۔؟؟ کیا اسے شک ہو گیا ہے۔۔؟؟"

شاید۔۔ کیونکہ میری تاخیر کے باعث ظاہر ہے اس نے کچھ نہ کچھ تو اخذ کیا ہی ہوگا۔۔"
مگر خیر۔۔ اب تمہیں بہت بہت محتاط رہنا ہے ولی۔ کیونکہ اب میں درمیان میں نہیں
ہوں۔ اب ہاشم پر تم نے براہِ راست چیک رکھنا ہوگا اور اگر۔۔ اگر اسے بھنک بھی پڑ
"گئی تمہارے اس چیک کی تو بہت برا ہوگا۔۔"

اسکی پریشانیاں سوا ہوتی جارہی تھیں۔۔

میں خیال رکھونگا سر۔۔ مگر آپ۔۔ آپ بھی اپنا خیال رکھیں اور اصغر سے بھی کہیں کہ "
"وہ محتاط رہے کیونکہ ہاشم سے کسی بھی چیز کی توقع کی جاسکتی ہے۔۔"

میری فکر چھوڑ دو تم۔ بس اپنا اور حویلی والوں کا خیال رکھو۔ اور ہاں وہ جو لڑکا محسن " ہے۔۔ جو ڈبل ایجنٹ کے طور پر کام کر رہا ہے۔۔ اسے کہو کہ کچھ ٹائم کے لیے انڈر گراؤنڈ ہو جائے کیونکہ ہاشم ابھی تمہارے آس پاس کام کرتے ہر ہر بندے کا تعلق خود " سے جوڑے گا اور غداری کو سونگھنا اس کے لیے کبھی مشکل نہیں رہا۔۔

اس نے چند پل کے لیے آنکھیں بند کیں۔۔ سب کچھ الٹا ہوتا جا رہا تھا۔۔

ٹھیک ہے میں دیکھتا ہوں سب کچھ۔۔ لیکن سر۔۔ کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ ہاشم نے " جس چیز کا ارادہ کیا ہو اسے پانہ سکا ہو۔۔؟

اس کا سوال بہت عجیب سا تھا مگر حسن شاہ نے دوسری جانب گہرا سانس بھرا تھا۔۔

نہیں۔۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ ہاشم نے کوئی منصوبہ بندی کی ہو اور وہ منصوبہ اس پر "الٹا پڑ گیا ہو۔ وہ ایک بہت گھاک اور باریک بین سا آدمی ہے۔ کبھی بھی کسی چھوٹی سے چھوٹی بات کو بھی نظر انداز نہیں کرتا وہ۔۔ اور میری ایک بات کبھی مت بھولنا کہ تم ہاشم کے مقابلے پر ہو۔۔ کبھی بھی نہیں۔۔ اسے ہلکا لینے والوں نے ہمیشہ نقصان اٹھایا " ہے ولی۔۔

ان کی آواز میں ایسی سرد مہری تھی کہ اس کی ہڈیوں میں برف سی برف پھیلنے لگی۔۔ تنفس تیز ہو گیا۔۔

"کیا ہاشم کی کوئی ایسی کمزوری نہیں ہے حسن سر کہ میں اسے دبوچ سکوں۔۔؟"

اس تھک کر ایک بار پھر سے کرسی کی پشت سے ٹیک لگایا تھا۔۔

کمزوری ہوتی ہے ولی۔۔ اور ہر ایک کی ہوتی ہے۔۔ جانتے ہو بڑے بڑے خدائی کا دعویٰ "کرنے والوں کو کیسے زوال آیا تھا۔۔؟؟"

رات کی سیاہی میں حسن کی آواز گھلنے لگی تھی۔۔

ان کی اپنی غلط کاریوں کی وجہ سے۔۔ ان کے اپنے تکبر اور گھمنڈ نے انہیں تخت سے "تختے تک پہنچایا تھا۔۔ جو جتنا غلط ہوتا ہے اور جتنا بڑا ظالم ہوتا ہے ناں ولی۔۔ خدا اسے اتنی ہی حقیر شے سے موت دیا کرتا ہے۔۔ یہ خدا کی زمین ہے اور اس کی نظریں نہ ظالم سے ہٹتی ہیں اور ناں مظلوم سے۔۔ تم اس کہانی کے سب سے مظلوم کردار ہو ولی۔۔ اور ہاشم کے سامنے ایک انتہائی کمزور سے دشمن بھی۔۔ مگر اپنی طاقت مت بھولنا۔۔ اگر

تم مسجد کے باہر ٹہلتے کتوں سے بچ گئے تھے۔۔ اگر تم کباڑ خانے میں ساری رات ایک جانور سے مقابلے پر جیت گئے تھے اور اگر۔۔ اگر تم نے وہ سیاہ سرنگ سروائیو کر لی تھی تو تم سے بڑا سخت جان اور تم سے بڑا سروائیور اس زمین پر کوئی نہیں ہو سکتا۔۔ تمہیں "ہاشم سے جیتنا ہوگا۔۔ ہر قیمت پر۔۔ ہر حال میں۔۔

ان کے چند جملوں نے جیسے اس کے اندر پھیلی بے چینی کو یکدم سے سلب کر لیا تھا۔۔ خاموش۔۔ ایک لمحے کو ساری کائنات خاموش ہو گئی۔۔ اس نے آہستہ سے فون کان سے ہٹایا اور پھر سامنے ٹیبل پر رکھ دیا۔۔

!ہاں وہ یہ کیسے بھول گیا کہ وہ اس کہانی کا سب سے بڑا سروائیور ہے۔۔
وہ بچ گیا تھا۔۔

اور اسے یہاں بھی بچنا ہی ہوگا۔۔

رات کی سیاہی میں ایک بار پھر کافور کی بو تحلیل ہونے لگی تھی۔۔

آج

دروازے کے ساتھ لگ کر بے خبری کی نیند سوتی امل ایک جھٹکے سے اُٹھی۔۔ سیدھی ہوئی تو لگا کر اکڑ گئی ہے۔ کڑھتے ہوئے اس نے ہاتھ پاؤں سیدھے کیئے پھر جیسے ہی باہر گرتی شام کی نیلگوں روشنی پر نگاہ پڑی وہ جھٹکا کھا کر اُٹھی۔۔

جلدی سے آگے بڑھ کر سائیڈ ٹیبل پر رکھی کلاک میں ٹائم دیکھا تو ایک پل کو گڑبڑا سی

گئی۔۔

شام ہوگئی تھی۔۔

”!! میں اتنی دیر سوتی رہی۔۔ اوہ خدا۔۔“

اس نے کسل مندی سے قدم ڈریسنگ روم کی جانب بڑھائے اور پھر اگلے ہی لمحے وہ
الماری کا پٹ کھولے کھڑی تھی۔۔ استری شدہ لٹکتے کپڑوں کو دیکھتے ایک پل کو اس کی
سوچ بھٹکی تھی۔۔

تھپڑ وہ بھی ولی کو۔۔ اف ہے امل تم پر۔! کیا ضرورت تھی اتنا جذباتی ہونے کی۔۔ مگر
ایک منٹ۔۔ ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا اس کے ساتھ۔۔ جو تحفوں کی بے قدری کریں
”انہیں تو الٹا لٹکا کر دے مارنے چاہیئیں۔۔“

اس نے دکھتے سر کو دو انگلیوں سے دبایا۔۔

پہلے شازیہ، ابینہ پھر وہ جاہل ہاشم اور اب ولی۔۔ اس کی ہمت جواب دے گئی تھی اتنا سب کچھ سہنے کے بعد، اسی لیے ہمیشہ کا جما ہوا غبار ولی پر نکلا تھا۔

اپنے تحفے کی بے قدری یاد آئی تو اس کی آنکھیں پھر سے بھر گئیں۔۔ ولی پر اتنا غصے چڑھا تھا کہ اگر وہ سامنے ہوتا تو وہ ایک گملا اٹھا کر اس کے سر پر دے مارتی۔۔

کسی کی ایسے بے قدری کرتے ہیں۔ تم نے ہمیشہ مجھے تکلیف دی ہے ولی مگر اب "بس بہت ہو گیا۔۔"

ایک سوٹ نکال کر اس نے زور سے الماری کا پٹ بند کیا۔۔

"آج سے تمہارا تذکرہ اہل کی زندگی میں بند ہو گیا۔۔"

اور پھر واش روم کی جانب بڑھ گئی۔۔ مغرب کی نماز کا وقت تنگ ہو رہا تھا اور باہر پھیلتا نیلگوں اندھیرا وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔۔

شاہ لے کر کمرے سے باہر نکلی تو اس کی پھیکی سی زندگی کے برعکس حویلی میں خوب رونق لگی تھی۔ اس نے بھنویں سکیر کر کمرے کا دروازہ بند کیا اور پھر ریلنگ تک آئی۔ نیچے جھانک کر دیکھا تو لاؤنج میں سب ہی براجمان تھے۔ سامنے کے صوفوں پر نگار بیگم کے ساتھ ارجمند تائی تھیں اور برابر صوفے پر بیٹھیں بی جان سے خوشگوار انداز میں باتیں کر رہی تھیں۔۔

اسے اچھنبا ہوا۔۔

یہ نگارتائی اور ارجمندتائی کو ایک دم کیا ہوا ہے۔۔؟؟

اس کی نظریں پھسل کر ذرا آگے بڑھی تھی۔۔

دوسرے صوفوں پر امینہ، شازیہ، ناجیہ مزے سے باتیں کرنے میں مصروف تھیں۔۔

ان کی تو آپس میں بنتی نہیں تھی۔۔ پھر اب یہ کیا ہو رہا ہے۔۔؟

اسے کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یکایک اس کی نظر داخلی دروازے سے اندر آتے
مردوں پر پڑی تھی۔۔

حسن تایا کے ساتھ ان کے دونوں بیٹے تھے۔۔

نذیر اور ارشد۔۔ ہاں نفیس ان کے ساتھ نہیں تھا۔۔ انہی کے پیچھے بختیار اور نثار بھی اندر داخل ہوئے تھے۔۔

اسکی پیشانی شکن آلود ہوئی۔۔ کچھ تھا جو اسے کھٹک گیا تھا۔۔

جلدی سے ہونٹوں کو آپس میں مس کر کے اس نے اندر جمع ہوتی بے چینی کو دبایا اور پھر دوبارہ کمرے کے اندر آگئی۔۔ ایک پل کو رک کر سنگھار آئینے میں دیکھا خود کو۔۔

اس نے وہی سبز لباس زیب تن کر رکھا تھا جس کے شفون کا دوپٹہ اسے ہمیشہ تنگ کیا کرتا تھا۔ اس نے ہاف بندھے بالوں سے پھسل کر گرتی لٹ کو کان کے پیچھے اڑسا۔۔

اس کا دل عجیب سے واہموں کا شکار ہونے لگا تھا۔ اس نے خود کو کمپوز کیا اور پھر سے باہر جانے کے لیے بڑھی مگر پھر ٹھہر گئی۔۔ جانے کیوں اس کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی۔۔ کچھ تھا جو اسے روک رہا تھا۔۔

اسی پل بی جان نے اس کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر جھانکا تھا۔ پھر وہ مسکرا کر اندر چلی آئیں۔ قریب آکر اس کے چہرے پر جھولتی لٹ کو پیار سے کان کے پیچھے اڑسا۔۔ پھر اس کے دہکتے چہرے پر مسکرا کر ہاتھ پھیرا۔۔

"پتہ ہے تمہارا رشتہ آیا ہے نفیس کے لیے۔۔"

اس کا دل ایک دم سے دھڑکنا بھول گیا تھا۔ اس نے بے یقینی سے بی جان کا نرم مطمئن چہرہ دیکھا۔۔

تم بہت پسند ہو نفیس کو، ارجمند بھابھی کو اور ناجیہ سے تو ویسے بھی بہت دوستی ہے " تمہاری۔۔ میں بہت خوش ہوں کہ میری بیٹی مجھ سے دور نہیں جا رہی۔۔ یہیں رہے گی "میری نظروں کے سامنے۔۔

اس کے حلق میں کچھ اٹکا تھا۔۔ دل اتنی تیزی سے دھڑک رہا تھا کہ اس سے سانس لینا مشکل ہوا۔۔

"کیا آغا جان راضی ہیں اس رشتے کے لیے۔۔؟"

اس کی آواز کسی گہری کھائی سے آرہی تھی۔۔ سہمی ہوئی۔۔ خوفزدہ۔۔

لو۔۔ وہ کیوں راضی نہیں ہوں گے بھلا اس رشتے پر۔ ان کے تو بھائی کا بیٹا ہے۔"

"ہمیشہ سے عزیز تھا انہیں تمہاری وجہ سے۔۔"

انہوں نے اس کا کندھے پر جھولتا دوپٹہ لے کر سر پر ڈالا تو وہ ایک پل کو رک سی گئی۔۔

"مطلب۔۔۔؟"

مطلب یہ کہ تمہارا رشتہ بہت بچپن میں طے کر دیا تھا گھر کے بڑوں نے نفیس کے "

ساتھ۔۔ اب تو بس رسمی سی کارروائی ہے بیٹا۔۔ سب اس رشتے کے لیئے دل و جان

"سے راضی ہیں۔۔"

!! اس کی کوئی سانسیں ضبط کر رہا تھا۔ بچپن سے طے رشتہ۔۔

اسے پتہ تھا کہ جب تک لڑکے والے خود رشتہ نہ لیں تب تک ان کے یہاں بچپن کے رشتے ختم نہیں ہوا کرتے تھے۔۔ اسے بے ساختہ چکر آئے تھے۔۔

مجھے کبھی کیوں نہیں بتایا گیا کہ میرا رشتہ نفیس سے طے ہے۔؟ اتنی بڑی بات آپ "

"! لوگ مجھ سے کیسے چھپا سکتے ہیں بی جان۔۔

اس کی آواز میں بے پناہ صدمہ تھا۔۔ اسے اتنے سال اندھیرے میں رکھا گیا۔۔ اور اب جب وہ حقیقت کی روشنی میں لا کر کھڑی کی جارہی تھی تو یہ جان لینے کی اذیت۔۔ یہ ! جان لینے کی اذیت کتنی زیادہ تھی۔۔

ہمارے یہاں پہلے سے لڑکی کو نہیں بتایا جاتا بیٹے۔۔ معیوب سمجھا جاتا ہے۔۔ اچھا اب "تم زیادہ باتیں مت کرو۔ سب بڑے نیچے انتظار کر رہے ہیں تمہارا۔ انگوٹھی پہنانے آئے ہیں تمہیں۔ میں تو خود حیران ہوں کہ مجھے کوئی اطلاع چیتے بغیر بھابھی والے اپنے طے شدہ وقت کے مطابق ہی آئے ہیں۔ آؤ چلو۔۔ سب انتظار کر رہے ہیں بیٹے۔۔ بڑوں کو "انتظار نہیں کروایا کرتے اتنا۔۔"

اس کا ڈھلکتا دوپٹہ دوبارہ سے اس کے سر پر ڈالا اور اسے ہاتھ سے پکڑے باہر لے آئیں۔۔ اہل تو گویا ریت کا مجسمہ بن گئی تھی۔۔ اسے لگا کوئی اسے ہاتھ لگائے گا تو وہ ڈھے جائے گی۔ زینوں سے اترتے اس نے بہت لوگوں کی نظریں خود پر محسوس کی تھیں مگر آج اس کی ہمت نہیں تھی کسی کو بھی نظر اٹھا کر دیکھنے کی۔۔

وہ خاموشی سے دھیمے دھیمے قدم اٹھاتی ٹھنڈے زینوں پر چل رہی تھی۔۔ وہ ٹھنڈے
پینے نہیں برف کے تودے تھے۔۔ جن کی ٹھنڈک اس کے رگ و پے میں اتر کر اس کی
ہڈیوں تک کو جما رہی تھی۔۔

بی جان آگے تھیں اور وہ ان کے پیچھے۔۔ اس کا سفید پڑتا چہرہ اور ہولے ہولے لرزتا
دل۔۔ اس کا دل چاہا یہاں سے بھاگ جائے۔۔ مگر آغا جان کے مسکراتے چہرے پر
اس کی اٹھی نگاہ گویا ٹک سی گئی۔۔

وہ کتنے مطمئن اور خوش تھے۔۔ تو کیا اب کوئی گنجائش رہ گئی تھی انکار کرنے کی۔۔؟؟

کیا اس کے پاس انکار کرنے کا حق رہ گیا تھا۔۔؟ یہ جو حق ہم لڑکیوں کو جتائے نہیں
جاتے تو اتنی خاموشی سلب کیوں کر لیئے جاتے ہیں۔۔؟؟

اس نے لالونج میں آکر سب کو سلام کیا اور پھر ارجمند اور نگارتائی کے درمیان جا بیٹھی۔۔ وہی مصنوعی سے پیار اور کھوکھلی مسکراہٹیں۔ اس کا دم گھٹنے لگا۔۔ کوئی لے جائے اسے یہاں سے۔۔ وہ نہیں کرنا چاہتی نفیس سے شادی۔۔

کوئی تو اسے سن لے۔۔ مگر کوئی کیسے اسے سن سکتا تھا۔۔ یہ کام تو صرف ایک ہی بندے کو آتا تھا۔۔ یہ تو صرف ایک ولی ہی تھا جو اس کی گرتی اٹھتی پلکوں کی زبان کو سمجھتا تھا۔۔ ہاں یہ وہی تو تھا جو ان لفظوں کو بھی سن لیا کرتا تھا جو وہ کہتی ہی نہیں تھی۔۔ مگر۔۔ وہ تو کہیں تھا ہی نہیں۔

اس نے آس پاس گردن گھما کر اس بے رحم سے انسان کو تلاش مگر وہ ہوتا تو نظر آتا! ناں۔۔

اس کے اندر پھیلی خاموشی بڑھنے لگی تھی۔ لاؤنج میں سب ایک بار پھر سے اس کی باتیں کر رہے تھے مگر عجیب بات تھی کہ اسے کسی کی بھی باتیں سمجھ نہیں آرہی تھیں۔۔

اب ارجمند تائی اسے دونوں گالوں پر پیار کر رہی تھیں۔۔ اس نے ایک نظر پھر سے لاؤنج میں بیٹھے ہر شخص پر ڈالی۔۔ مگر اس کے برعکس سب بہت خوش تھے۔ ارجمند تائی نے اس کا دودھیا ہاتھ تھاما تو سب ایک ساتھ مسکرائے سوائے اس کے۔۔ وہ جیسے بہت بری طرح چونکی تھی۔۔

آج سے اہل ہماری بیٹی ہے زمانی۔ اب یہ ہماری امانت ہے۔ اس کا بہت بہت "

"خیال رکھنا ہاں۔۔"

انہوں نے انگوٹھی اسکی انگلی میں پہنا کر ایک بار پھر اس کے ریشمی بالوں کو چوما تھا۔۔
وہ موم کا مجسمہ بنی خاموشی سے اپنی انگلی میں قید انگوٹھی کو دیکھے گئی۔۔

"جی بھابھی بے فکر ہو جائیے۔۔ یہ آپ کی ہی بیٹی ہے۔۔"

بی جان اور ارجمند گلے مل رہی تھیں۔۔

"آؤ زمان۔۔ ہم بھی اب سے نئے رشتے میں بندھ گئے ہیں۔۔"

حسن اٹھ کر زمان کے گلے لگے۔۔ پھر ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس کے بھائی حسن کے بیٹوں سے بغلیں ہونے لگے۔ سارے لاؤنج میں خوش گپیوں کی عجیب سی لہر اُٹھی تھی۔۔ قہقہے، آنے والے دنوں کے خیالات اور نئے جڑنے والے رشتے نے گویا سب کو

ہی ایک نیا موقع دیا تھا خوشی کا۔۔ نوراں اور شکیلا دونوں جلدی جلدی درمیانے ٹیبل پر
مٹھائیاں سجانے لگیں۔۔ اہل خالی خالی نظروں سے ان سوغاتوں کو دیکھے گئی۔ اسی پل
ولی اندر داخل ہوا تھا اور ایک لمحے کو لاؤنج کا خوشگوار سامان ہول دیکھ کر بے ساختہ ٹھہر بھی
گیا تھا۔۔ اس کی نسواری نظریں اہل پر پھسلی تھیں۔۔ جو سر اٹھائے بے تاثر نگاہوں
سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔

!وہ اس کی نگاہوں سے ساکت ہوا تھا۔۔

مجھے یہاں سے لے جائیں ولی۔۔ یہاں کسی کو میری پرواہ نہیں۔۔ مجھے یہاں سے لے
"جائیں ولی۔۔"

خاموش کلام تھا جس نے ولی احمد کو ساکت و جامد کر دیا تھا۔۔۔ دل ایک پل کو سکڑ کر پھیلا تھا۔۔۔

وہ کسی اور کی ہونے جارہی تھی۔۔۔ ہاں وہ اس کے ہاتھوں سے پھسل رہی تھی۔۔۔ مگر۔۔۔ نہیں۔۔۔ وہ کچھ نہیں کرے گا۔۔۔ وہ اس کی خوشیوں کے درمیان میں کبھی نہیں آئے گا۔۔۔ ہرگز بھی نہیں۔۔۔

اٹل کو لگا وہ ابھی آگے آئے گا۔ ابھی وہ اسے ہاتھ سے پکڑ کر ان سب کے درمیان سے نکال لے جائے گا۔ ہاں ٹھیک ہے وہ اس سے ناراض تھی مگر وہ کبھی اسے نفیس کے ساتھ شادی نہیں کرنے دے گا۔۔۔ بس وہ آگیا تو اب غم کس بات کا۔۔۔؟

اس کے دل سے بے ساختہ ہی بوجھ سرکنے لگے تھے۔

مگر پھر اگلے ہی لمحے وہ ساکت ہو گئی۔۔

سامنے کھڑے ولی کی گردن میں گلیٹی ابھر کر معدوم ہوئی اور اس نے اپنا رخ کمرے کی جانب پھیر لیا۔۔ اہل کی شد رنگ آنکھیں پھیل گئیں۔۔

وہ اسے چھوڑ کر جا رہا تھا۔۔ نہیں ولی۔۔ رک جائیں۔۔

وہ اسے روکنا چاہتی تھی مگر آج وہ نہیں سن رہا تھا۔۔

اس کی نظریں اب تک اس کی پشت پر جمی تھیں۔۔ وہ ان کی حدت بخوبی محسوس کر سکتا تھا مگر وہ اسے پلٹ کر نہیں دیکھے گا۔۔

کیونکہ اسے پتہ تھا کہ اگر اس نے اسے پلٹ کر دیکھا تو کسی کے حق میں بھی بہتر نہیں ہوگا۔۔

اور اتنے عرصے میں پہلی بار اہل کی آنکھ سے آنسو پھسلا تھا۔۔ درد کا آنسو۔۔ اپنی جان سے پیاری محبت کو کھوپنے کا آنسو۔۔

آج دو نفوس کے اندر صرف سانسیں باقی رہ گئی تھیں اور زندگی۔۔ ہاں زندگی ختم ہو چکی تھی۔۔

زندگی رہ گئی کہیں پیچھے۔۔

صرف سانسوں کا کارواں ہے یہ۔۔

اس نے دور جاتے ولی کو تب تک دیکھا جب تک اس کی ساکت پتلیاں درد نہ کرنے لگ گئیں۔ اس نے آنکھیں جھپکیں تو دھندلاتے منظر کے پار وہ گم ہو چکا تھا۔ آس پاس اب تک سب ہنس بول رہے تھے۔ اس نے بمشکل مسکرا کر آغا جان کو دیکھا جو بہت غور سے اس کا چہرہ دیکھ رہے تھے۔ ان کے ایسے دیکھنے پر اب کے اس نے بھرپور

مسکراہٹ چہرے پر سجائی تھی۔ پلکیں البتہ نم نم سی لگتی تھیں اور دل بے تحاشہ درد کر رہا تھا۔۔

خود دور جانا آسان ہوتا ہے، اپنوں کو دور جانا دیکھنا مشکل ہوتا ہے۔ اس نے ایک کڑا وقت گزارا تھا چند ساعتوں پہلے مگر پھر بھی وہ مسکرا رہی تھی۔۔ مسکرانے کی کوشش میں ہلکان ہو رہی تھی۔۔

"اپنا خیال رکھنا، اب تم ہمارے گھر کی بھابھی بننے جا رہی ہو ہاں۔۔"

ناجیہ نے معنی خیزی سے اس کا کومل رخسار چھو کر کہا تو اس نے اسے نظریں اٹھا کر دیکھا۔ ہاں اب اس کا ہاتھ نیچا ہو گیا تھا اور ناجیہ کا اونچا۔۔ بھلا وہ کیوں ناں اس سب سے لطف اندوز ہوتی۔۔ ولی کی سرد مہری اس نے بھی تو دیکھی تھی اور جو خوشی اس کے اس انداز پر اسے ہوئی تھی وہ اہل با آسانی اس کے چہرے پر دیکھ سکتی تھی۔۔

جانتی ہوں۔۔ تم بھی اپنا خیال رکھا کرو ناجیہ۔۔ ایک ناں ایک دن تو کسی کے گھر کی تم " بھی بھا بھی بنو گی۔۔ اور وہ کوئی بھی ہوگا مگر وہ نہیں ہوگا جس کے خواب تمہاری آنکھوں " نے ہمیشہ سجائے ہیں۔۔

مسکرا کر کیا جواب دیا تھا اس نے۔۔ ناجیہ تو گویا پل میں جل کر بھسم ہو گئی تھی۔۔

میری فکر چھوڑو بس اپنی فکر کرو تم۔۔ ویسے تمہارے ساتھ بھی تو وہی ہو رہا ہے جو تم " "میرے لیئے سوچے بیٹھی ہو۔۔

اس نے زور سے گود میں پڑی مٹھی بھینچی۔۔

میرے ساتھ جو بھی ہو رہا ہے طے شدہ ہے۔۔ اور ویسے بھی قسمتیں پلٹتے وقت ہی " "ا کہاں لگتا ہے بھلا۔

اور کبھی کبھی ان قسمتوں کو پلٹنے میں ساری ساری زندگیاں بھی لگ جاتی ہیں اہل " جانی۔ مگر میں تمہارے لیے دعا کرونگی کہ تم ہمیشہ خوش رہو اور ہمیشہ میری بھابھی رہو۔ "کیونکہ ہماری تو بہت دوستی ہے نا۔۔

ناجیہ کی باتوں سے اسکی بہتی سانسوں تک میں کڑوا س پھیل گئی تھی مگر وہ پھر بھی جم کر بیٹھی رہی۔ وہ لمحات کڑے ضبط کے لمحات تھے۔ ان میں صبر نہیں ہارنا تھا۔۔

جن فیصلوں پر ہم سر نہ اٹھا سکیں ان پر سر جھکانا ہی عقل مندی ہوتی ہے ناجیہ۔ " اور میں بھی اسی عقل مندی کا مظاہرہ کرونگی۔ میں بھی سر جھکا دوں گی کیونکہ جو سر

اُٹھایا کرتے ہیں ناں۔۔ ان کو اپنا سر کٹوانا پڑتا ہے۔ امید ہے تمہیں سمجھ آگئی ہوگی
"میری بات۔۔"

آخر میں بھرپور طریقے سے مسکراتی وہ ناجیہ کو گویا خاکستر کر گئی تھی۔

جب کچھ بھی کرنے کے لیے ہوگا ہی نہیں تو ظاہر ہے تم سر ہی جھکاؤ گی۔۔ کیا"
"تمہارے پاس اس کے علاوہ کوئی چوائس ہے۔۔؟

ایک جتناتی نظر اس پر ڈالی تو امل کے گلابی سے لبوں پر رینگتی مسکراہٹ گہری

انسان کے پاس چوائس ہمیشہ ہوتی ہے ناجیہ۔۔ اور اس کے پاس کچھ ہونا یہ ہو مگر"
اس کے پاس اس کی جان ہوتی ہے۔ جسے وہ جب چاہے، جدھر چاہے اور جیسے چاہے

ختم کر سکتا ہے۔ اگر تم اپنے بھائی کی زندگی چاہتی ہو تو مجھے مت آکسائو۔۔ کیونکہ جس کے پاس جان کے علاوہ کچھ نہ ہو اسے کسی سے ڈر نہیں لگتا۔۔

اس کے بے خوف سے ارتکاز نے ناجیہ کو دم بخود کر دیا تھا۔ وہ جو ہر جواب پر اس کی سانسوں تک کو کڑوا کر پینے کی صلاحیت رکھتی تھی ایک پل کو لاجواب ہوئی تھی۔ اسی اثنا میں بی جان نے اہل کو آواز دی تو وہ دونوں اس طرف متوجہ ہوئے۔

بی جان اسے اٹھا کر اب حسن کے پاس لے جا رہی تھیں۔ وہ چپ چاپ کسی بھی پس و پیش کے بغیر سلام کر کے ان کے ساتھ جا بیٹھی۔ وہ اب اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر بہت سے پیسے وارتے ملازموں کو دے رہے تھے۔ وہ اسی طرح سکون سے بیٹھی رہی۔ اس کے چہرے کے تاثرات بہت پر سکون ہو گئے تھے۔ ایک دم ٹھنڈے اور خاموش

سے۔۔

وہ بہت زیادہ مسکرا نہیں رہی تھی مگر اس کے انداز کی پہلے والی بوکھلاہٹ اب کے غائب تھی۔ اسے بی جان اور آغا جان دونوں کو مطمئن کرنا تھا کہ وہ خوش تھی۔ بھلے ساری زندگی خود کو وہ یہ یقین نہ دلا پائے مگر اسے اس کے والدین کو مطمئن کرنا تھا۔

کچھ دیر بعد محفل برخاست ہو گئی تو اس نے بھی اپنا رخ زینوں کی جانب پھیرا۔ ابھی کسی سے کوئی بھی بات کرنے کی ہمت نہیں تھی۔ ابھی کمرہ بند کر کے اپنے آنسوؤں کو خود صاف کرنا تھا۔۔ ابھی اسے خود کو سمیٹنا تھا۔۔

شازیہ اسی وقت کچن سے باہر نکلی تو اسے اوپر بڑھتا دیکھ کر اس کے لبوں کی تراش میں ایک طنزیہ سا تبسم ابھرا۔ امل نے ایک بے تاثر نگاہ اس پر ڈالی اور پھر آگے بڑھنے لگی مگر پھر اس کے اگلے لفظوں نے گویا اسے ساکت کر دیا۔۔

چچ۔۔ اگر کسی اچھے بندے کو پسند کرتیں تو ہم اس بارے میں سوچ بھی لیتے مگر "ولی۔۔ اوں ہوں۔۔ ہر حال میں مکروہ اور قابلِ نفرت سا انسان ہے وہ تو۔ اب تمہاری

بھابھی ہونے کی حیثیت سے تمہیں ایک نصیحت کر رہی ہوں کہ جس کے نام کی انگوٹھی تم نے انگلی میں ڈالی ہے اسی کے خواب بھی دیکھنا۔۔ نہیں تو شادی کسی اور کے ساتھ اور یارانہ کسی اور کے ساتھ۔۔ یہ سب ہمارے یہاں نہیں چلتا۔۔

اے اے اس سے ایک قدم آگے منجمد ہوئی کھڑی تھی پل بھر میں اس کی جانب گھومی۔ اس کا مومی سا سفید چہرہ لالوچ کی روشن روشنیوں میں چمک رہا تھا۔ دوپٹہ اب تک سر پر ڈلا تھا اور ہاتھ اپنے مخصوص انداز میں سینے پر باندھتی وہ وہی اے اے لگ رہی تھی۔۔ آگے والوں کو لفظوں کی ٹھوکروں سے اڑا دینے والی اے۔۔

جب کوئی آپ سے نصیحت طلب کرے تب ہی اسے اپنے بیش قیمت اقوالِ زریں سے "نوازا کریں آپ۔۔ کیونکہ مجھے آپ کی کسی بھی قسم کی کھوکھلی سی اپنائیت میں دلچسپی

نہیں ہے بھابھی۔ آئندہ کبھی مجھ سے اس قسم کی گھٹیا بات مت کیجیے گا لیکن۔۔۔
"اوہ۔۔۔"

اسے جیسے افسوس ہوا تھا۔ شازیہ کے بگڑتے تاثرات کو سرد مسکراتی نگاہوں سے دیکھتی
وہ چند قدم چل کر اس کے قریب آئی تھی۔۔۔ اس سے ذرا فاصلے پر رک کر اسکی آنکھوں
میں جھانکی۔۔۔

آپ نے تو ساری زندگی سے سیکھا ہی یہی ہے ناں بھابھی۔۔۔ ماشاء اللہ سے نگارتائی نے "
بہترین تربیت کی ہے آپ کی، ساری زندگی آپ کو انہوں نے یہی تو سکھایا ہے کہ کسی
پر بھی طنز کرنے کا۔۔۔ کسی کو بھی ذلیل کرنے کا۔۔۔ کسی پر بھی الزام لگانے کا موقع
ہاتھ سے نہیں جانے دینا۔۔۔ آپ کریں۔۔۔ کرتی رہیں۔۔۔ لیکن مجھ سے دور رہیں سمجھیں
"آپ۔۔۔"

اس کی مسکراتا سا انداز ایک دم سے درشت ہو گیا تھا۔۔ شازیہ تو بے یقینی سے اسکی چلتی زبان کو دیکھ رہی تھی۔۔ آج سے پہلے امل نے کبھی بھی اس سے ایسے بات نہیں کی تھی۔۔

کیونکہ میں ابھی تک رستم نامی لڑکے کی کہانی نہیں بھولی ہوں بھابھی۔۔ کیوں۔۔ کیا"

"آپ کو یاد نہیں کہ رستم کون تھا۔۔؟؟

اس نے گویا اس کے سر پر دھماکا کیا تھا۔۔ شازیہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس کا دمکتا چہرہ دیکھے گئی۔۔

گندم سے بھرے کمرے میں اس ماہِ کامل کی رات کیا ہوا تھا کیا میں آپ کو یاد دلاؤں "

"بھابھی۔۔؟

اسی پل امینہ کچن سے نکلی تھی۔۔ شازیہ کا سفید پڑتا چہرہ دیکھ کر وہ وہیں ٹھہر گئی۔۔

وہ کیا ہے ناں کہ مجھے چیزیں نہیں بھولتی۔۔ اور کہانیاں تو بالکل بھی نہیں۔۔ آپ "

نے بھی کوئی اچھا سا پسند کیا ہوتا تو ہم اس بارے میں سوچتے بھابھی۔۔ مگر خیر اب جو

اس کی مرضی۔۔ خیال رکھیں اپنا اور اپنے گھر کا کیونکہ بھابھی کو رستم نامی لڑکے کو

ڈھونڈنے میں ایک دن سے بھی کم کا عرصہ لگے گا۔۔ آپ کیا چاہتی ہیں یہ اب آپ طے

"کرینگی۔۔ میری تو اتنی مجال ہی نہیں۔۔

ایک اچھٹی نگاہ اس پر ڈالی اور ملتھے پر ناگواری کے ڈھیروں بل لیئے نینے چڑھتی اوپر
غائب ہو گئی۔۔ شازیہ اب تک لاؤنج کے وسط میں مجسمہ بنی کھڑی تھی۔۔ امینہ اس
سے پوچھ رہی تھی کہ اسے کیا ہوا ہے مگر وہ خالی خالی نظروں سے زینوں کو دیکھے جا رہی
تھی۔۔

!تم کون ہو اہل۔۔! کون ہو تم۔۔

"جس کام کا میں نے کہا تھا وہ کام ہوا یا نہیں نواز۔۔؟"

تولیئے سے بالوں کو رگڑتا وہ فون کان سے لگائے نواز سے پوچھ رہا تھا۔۔ پھر چند لمحے آگے
والے کو سنتا گیا۔۔

ٹھیک ہے کل کا وقت طے کرو اور مجھے وہ اس وقت اسی جگہ پر چاہیے نواز۔۔ کسی بھی "
"قسم کی کوئی غیر ذمے داری برداشت نہیں کرونگا میں۔۔"

اس نے کہہ کر موبائل بیڈ پر ڈالا اور بالوں کو تیزی کے ساتھ رگڑنے لگا۔ پھر ایک پل کو
اس کا چلتا ہاتھ رک سا گیا۔ کچھ تھا جو اس کی نگاہوں کے سامنے جگمگایا تھا۔۔ بہت آس
! سے اسے دیکھتیں دو شہد رنگ آنکھیں۔۔۔

آنکھیں بند کر کے اس نے سر جھٹکا اور پھر سے بالوں کو رگڑنے لگا، جتنا وہ اسے جھٹک
رہا تھا اتنا ہی وہ نظروں کے سامنے آرہی تھی۔ اس کی سانسوں میں بے چینی تحلیل
ہونے لگی تو وہ اکتا کر شال کو گردن کے گرد لپیٹا کمرے سے باہر نکل آیا۔ سردار بابا
داخلی دروازے میں کھڑے دور آسمان کو تک رہے تھے۔۔

وہ انہیں اس پہر ایسے کھڑا دیکھ کر چونکا تھا۔ انہوں نے گردن پھیر کر اسے دیکھا پھر مسکرا پئے۔۔ وہ آہستہ سے قدم اٹھاتا ان تک آیا۔۔

"رات کے اس وقت یہاں ایسے۔۔؟"

اس کے ادھورے سوالات کو وہ بخوبی سمجھتے تھے۔۔ گہرا سانس لے کر نظریں اس سے دور آسمان کی جانب پھیرتے وہ گویا ہوئے تھے۔۔

آج اہل کی بات طے ہو گئی ہے ولی۔ اگرچہ وہ مجھ سے بہت دور نہیں جا رہی مگر پھر "بھی۔۔ ایک دل جو اس کے اچھے گھرانے میں ہونے والے رشتے پر مطمئن ہے تو دوسری جانب ایک عجیب سا خالی پن بھی ہے جو دل کے اندر اتر رہا ہے۔۔ مجھے تو اسے

اس گھر میں دیکھنے کی عادت ہو گئی ہے ولی۔۔ بس یہی سوچ رہا ہوں کہ جب وہ کسی اور
"گھر جائے گی تو میں کیسے رہونگا اس کے بغیر۔۔"

اس کی بے تاثر سی نظریں بکھرے سبزہ زار پر جمی تھیں۔ ہاں وہ کبھی بھی امل کے
لیئے ایک اچھا آپشن نہیں تھا اگر اچھا ہوتا تو سردار بابا کبھی اسے اس معاملے میں نظر انداز
نہیں کرتے۔ وہ ان کی تو کیا کسی کی بھی بیٹی کے قابل نہیں تھا۔ جو کوئی آخری خوش
فہمی رہ گئی تھی اسے وہ بھی اس لمحے دور ہو گئی۔

وہ خوش رہینگے تو آپ بھی خوش رہیں گے پھر اس سے فرق نہیں پڑتا کہ وہ کہاں رہتی "
"ہیں۔۔"

اندر چھائی ویرانی کے برعکس اس نے بہت پرسکون انداز میں کہہ کر ان کی جانب دیکھا۔ آسمان پر سچی مسمم روشنی میں ان کا چہرہ نیم واضح سا تھا۔۔

"تم باپ نہیں ہونا اسی لیے نہیں جان سکتے کہ بیٹی کی محبت کیا ہوتی ہے۔"

انہوں نے گہرا سانس لیا۔

بیٹی کی محبت اس کائنات کی سب سے پاکیزہ محبت ہوتی ہے ولی اور انسان، خاص کر "باپ اس الفت کا اس قدر عادی ہو جاتا ہے کہ پھر اپنے گھر کے کھلتے گلاب کو کسی اور کے باغ کا پھول بنتے دیکھنا بھی تکلیف دیتا ہے۔ لیکن اگر پھولوں کا ماحول ان کی "فطرت کے مطابق نہ بدلا جائے تو جلنتے ہو کیا ہوتا ہے ولی۔۔؟

ایک نظر آسمان سے ہٹا کر اسے دیکھا۔ وہ ہاتھ پیچھے باندھے انہیں ہی دیکھ رہا تھا۔ دور سے اگر کوئی اسے دیکھتا تو لگتا کوئی بلند قامت یونانی دیوتا حویلی کے داخلی دروازے میں! ایستادہ ہے۔۔۔ ٹھہرا ہوا۔۔۔ گہرا اور خاموش سا۔۔۔ ہاں وہ اتنا ہی خوبصورت تھا۔۔۔

"وہ پھول مر جاتا ہے۔۔۔"

ان کی بات پر اس نے گہرا سانس لے کر ایک بار پھر سے نگاہ سبزہ زار کی جانب پھیری۔۔۔

"آپ اداس کیوں ہوتے ہیں۔۔۔؟ یہیں پاس ہی میں۔۔۔ تو جا رہی ہیں وہ۔۔۔"

یہ الفاظ کہنا بھی تکلیف دیتا تھا کہ وہ جارہی تھی۔۔ کسی اور کی ہونے۔۔ اس سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دور۔۔ اس نے پیچھے بندھے ہاتھ کی مٹھی ضبط سے بند کی۔۔

یہی تو ایک دلاسہ ہے کہ وہ نظروں سے کہیں بہت دور نہیں جارہی۔ میں جب چاہوں گا " مل کر آجاؤں گا یا پھر اسے یہاں بلا لوں گا۔۔ ہاں اس معاملے میں، میں بہت خوش قسمت ہوں ولی۔۔ جلتے ہو میں نے ہمیشہ تم دونوں کے حق میں دعائیں ایک ساتھ مانگی ہیں۔۔

یونانی مجسمے نے چونک کر زمان کی جانب دیکھا تھا۔۔

ایسا نہیں ہے کہ مجھے اپنی باقی دو اولادیں عزیز نہیں۔۔ لیکن جو اہل اور تم میرے " لیے ہو، یہ سچ ہے کہ اس کی جگہ بختیار اور نثار کبھی نہیں لے سکتے۔ میں جب بھی اس

کی خوشیوں کی، اس کے نصیب کی دعائیں مانگتا ہوں تب تب تمہارے لیے بھی بیک وقت میرے دل سے دعائیں نکلتی ہیں۔۔ شاید اسی لیے کہ تم دونوں مجھے ایک ہی طرح سے عزیز ہو۔۔

مجھ سے روشنی میں اس کے چہرے پر پھیلتی مسکراہٹ بہت افسردہ تھی۔۔ بے حد اداس اور بے بس۔۔

"آپ کی محبت ہے سردار بابا یہ۔۔ نہیں تو کہاں بی بی اور کہاں میں۔۔"

زمان نے اس کی جانب اب کے اپنا سراپا پھیرا تو وہ انہیں مسکرا کر نا سمجھی سے دیکھنے لگا۔۔

جلتے ہو۔۔ جب تم یونیورسٹی میں داخلے کے بعد شہر چلے گئے تھے ناں۔۔ تب اہل مجھ"
"سے اکثر ایک بڑا عجیب سا سوال پوچھا کرتی تھی۔

ان کے چہرے کی معصوم سی شوخی پر ولی نے انہیں مسکراتی نگاہوں سے دیکھا۔۔
سردار بابا میں جان تھی اس کی۔

وہ مجھ سے پوچھتی تھی کہ یہ جن سے رشتے نہ ہوں اکثر وہ ہی کیوں اپنے لگتے ہیں"
"بابا۔۔؟

ولی کے چہرے پر رقصاں مسکراہٹ ایک پل میں غائب ہوئی تھی۔۔

اسے تم ہمیشہ سے اپنے لگتے تھے ولی۔۔ وہ بختیار اور نثار سے کبھی ویسے نہیں جڑ پائی۔
جیسے تم سے جڑ گئی تھی۔ تمہارا ساتھ خوشی دیتا تھا اسے۔۔ یاد ہے تمہیں جب کوئی
تمہیں غلط بات کہا کرتا تھا تو کتنا لڑتی تھی تمہارے لیے وہ سب سے۔ ایسا اس لیے تھا کہ
تم اس کے لیے بہت اہم تھے۔۔ تم نے کبھی اسے غیر آرام دہ نہیں ہونے دیا۔۔ اور
"جو لوگ اہل کو ان کمفرٹیبل نہ کریں وہ ان کے لیے اپنی جان تک دے سکتی ہے۔۔"

سردار بابا اسکی حالت کے برعکس دھیمے لہجے میں بولتے جارہے تھے۔۔

لیکن جب تم یونی سے واپس لوٹے تو وہ اپنے خول میں سمٹ گئی۔ میں اس سے اکثر "
پوچھتا بھی تھا کہ اب تو ولی آگیا تم کیوں اس کے ساتھ پہلے کی طرح باتیں نہیں کرتی تو
"جلتے ہو کیا کہا کرتی تھی مجھے۔۔"

وہ بنا پلکیں جھپکے ان کا نیم واضح سا چہرہ دیکھے گیا۔۔ اس پر بہت کچھ آشکار ہو رہا تھا۔ اور اسے اندازہ بھی ہو رہا تھا کہ محبت چھپائے نہیں چھپتی۔۔ اسے جتنا دبانے کی، جتنا پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے یہ اتنی ہی تیزی کے ساتھ فضا میں کسی دلفریب خوشبو کی طرح تحلیل ہو کر بکھر جاتی ہے۔۔ محبت نہیں چھپ سکتی۔۔ کبھی بھی نہیں۔۔

گو کہ سردار بابا کو اس کی محبت کا اندازہ نہیں تھا مگر پھر بھی کچھ تو تھا جو انہیں بھی محسوس ہوا تھا لیکن وہ اس احساس کو دوستی کے رشتے کے ساتھ جوڑ رہے تھے۔۔ اور پھر اتنا احترام تو قدرت بھی کرتی ہے کہ دل کے اندر پلتے جذبوں کو اتنی آسانی سے آشکار نہ ہونے دے۔۔

مجھے کہتی تھی کہ بابا میں اب ویسے آرام دہ نہیں ہوتی ولی کے ساتھ بات کرتے " وقت۔۔ اور کوئی بات نہیں مگر مجھے ایسا لگتا ہے بابا کہ فاصلے انسانوں کے درمیان

صدیوں کی مسافت کھڑی کریتے ہیں۔۔ وہ بھی دور گیا تو اب وہ نہیں رہا جو تھا اور شاید وقت کے چلتے دھاروں میں بہہ کر میں بھی کچھ بدل گئی ہوں۔۔ تب مجھے سمجھ آگیا تھا ولی کے وہ تم سے پہلے کی طرح کیوں بات نہیں کرتی۔۔ اور مجھے اس وقت اس پر فخر بھی ہوا تھا۔۔ کہ میرے اس طرح سے پوچھنے پر بغیر کسی ہچکچاہٹ، بغیر کسی تردد کے وہ آرام سے میرے سامنے تمہاری بات کر رہی تھی۔۔ اس کا اندر باہر یونہی شیشے کی طرح ہے، صاف، اجلا اور شفاف سا۔۔ تو پھر اب بتاؤ۔۔ اگر ایسی بیٹی دور جائے گی تو کون "باپ پھر اداس نہیں ہوگا۔۔۔؟"

ایک پل کو رک کر اس کی جانب مسکراتے ہوئے دیکھا مگر وہ اب تک ساکت تھا۔۔ اسے لگا اگر اس نے پلک بھی جھپکی تو آس پاس تحلیل ہوئی رات کہیں غائب ہو جائے گی۔۔ صدیوں کا سحر لمحوں میں قید ہو کر اڑ جائے گا۔۔ وہ آگے نہیں بڑھنا چاہتا تھا۔۔ کیونکہ آگے اس لڑکی کو اسے اپنے ہاتھوں سے کسی اور کو سونپنا تھا اور یہ سوچ کر اس کی چلتی سانسیں تک رکنے لگتی تھیں۔

"بابا۔۔"

کسی آواز پر اس کا سکتہ ٹوٹا تھا۔ وہ اور زمان بیک وقت آواز کی سمت گھومے۔۔ وہ سبز لباس میں ملبوس کوئی اپسرا تھی کہ جس کا سراپا اس مدھم ہوئی رات میں بھی جگمگا رہا تھا۔۔

اس نے لاؤنج کی بتیاں روشن کیں اور پھر وہ جو اندھیرے میں صرف زمان کی توقع کر رہی تھی اسے دیکھ کر ایک پل کو ٹھہر سی گئی۔۔

"ارے اہل۔۔ تم سوئی نہیں اب تک۔۔؟"

وہ زمان کو دیکھتی قدم قدم چلتی ان تک آرکی۔۔ ایک گھاٹیل ہوئی نگاہ اس پر ڈالی اور پھر
زمان کے بازو کو اپنے نازک ہاتھوں سے تھاما۔۔

یہ سوال مجھے آپ سے کرنا ہے بابا۔۔ آپ اس وقت یہاں کیا کر رہے ہیں اور سوئے"
"کیوں نہیں اب تک۔۔؟؟

اسے بھرپور نظر انداز کر کے وہ زمان کا بازو پکڑے بہت لاڈ سے بولی تو زمان اس کی فکر
پر ہنس پئے۔۔ وہ نہیں ہنس سکا۔۔ آہستہ سے اپنا رخ سبزہ زار کی جانب موڑ گیا۔۔

مجھے نیند نہیں آرہی تھی بچے اسی لیے یہاں آکھڑا ہوا۔۔ پھر ولی بھی آگیا تو میری چاندی"
ہی ہو گئی۔ جانتی ہو میں ولی سے ابھی کہہ رہا تھا کہ امل بچپن میں کتنا لڑتی تھی تمہارے
"لینے۔۔

وہ جو مسکرا کر ان کی جانب دیکھ رہی تھی ایک پل کو سُن سی ہو گئی۔۔ ولی نے اب کے
رخ پورا سبزہ زار کی جانب پھیر لیا تھا۔۔ وہ اس کی حیرت بخوبی محسوس کر سکتا تھا۔۔

میں کسی کے لیے نہیں لڑتی تھی بابا تصحیح کریں، بس مجھے کبھی کبھی بہت غصہ آجایا"
کرتا تھا اسی لیے جو بھی سامنے آتا تھا میرا سارا طیش اس پر اتر جاتا۔۔ میں کبھی کسی کے
"لیے نہیں لڑی۔۔ آپ کو لگتا ہے میں کسی سے لڑ سکتی ہوں۔۔

فوراً چہرے پر مسکینیت طاری کر لی تو زمان نے اسے شرارتی نظروں سے دیکھا۔۔

"واقعی تم لڑتی تھوڑی تھیں۔۔ جنگیں کیا کرتی تھیں تم تو۔۔"

دوسری جانب رخ کیئے ولی کے لب مسکرائے تھے۔۔ مگر امل نے انہیں اتنی ہی خفگی سے دیکھا تھا۔۔

بابا۔۔ اچھا اب بس۔۔ میرا فی الحال لڑنے کا کوئی موڈ نہیں ہے۔۔ چلیں آپ چل کر" سوئیں۔۔ نیند کے وقت پر نیند لینا ہی درست ہوتا ہے نہیں تو پھر آپ کی طبیعت "خراب ہو جائیگی۔۔

انہوں نے مسکرا کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور پھر دوسری جانب رخ کر کے کھڑے ولی کو دیکھا۔۔

بچے اب سو جاؤ جا کر تم بھی۔۔ سنا نہیں تم نے ابھی کہ نیند کے وقت پر نیند لینا ہی "درست ہوتا ہے۔۔

وہ بمشکل چہرے پر مسکراہٹ لا کر ان کی جانب پلٹا تھا مگر لاکھ حفاظتی بندھ باندھنے کے بعد بھی نسواری نگاہوں نے شہد رنگ نگاہوں کو چھو لیا تھا۔۔ اور ایک لمحہ۔۔۔ اس ایک لمحے کے تصادم نے دونوں نفوس کی سانسوں کو اپنے شکنجے میں جکڑ لیا تھا۔۔ لگے ہی پل اس نے اپنی آنکھیں اس کی شہد رنگ آنکھوں سے چھڑائیں تو لگتا تھا گویا درمیان سے صدیاں گزر گئی ہوں۔۔

"جی سردار بابا بس میں بھی سونے ہی جا رہا ہوں"

"آپ چلیں بابا کوئی اور سوئے نہ سوئے یہ اس کا مسئلہ ہے۔۔ آپ چلیں"

ایک نگاہ اس پر ڈالے بغیر اس نے لا پرواہی سے کہا اور زمان کو کوئی اور موقع چئے بنا انہیں ہاتھ سے پکڑے آگے بڑھ گئی۔۔۔ ولی ہمیشہ کی طرح تنہا کھڑا رہ گیا۔ دل جو پہلے ہی بہت بوجھ تلے دبا تھا اب درد کرنے لگا۔

لیکن کیوں۔۔۔ کیوں تکلیف ہو رہی تھی اسے اب۔۔۔؟ یہی تو چاہا تھا اس نے۔۔۔ یہی تو اس کی خواہش تھی کہ اہل اس سے نفرت کرے۔۔۔ اسے ہر ایک کی طرح جھڑک دے۔۔۔ اس سے بھی ویسے ہی ظالم طریقے سے پیش آئے جیسے ہر ایک کے ساتھ پیش آتی ہے۔۔۔ اور اب وہ سچ میں ایسا کرنے لگی تھی تو پھر یہ تکلیف۔۔۔ یہ اذیت۔۔۔ یہ!! سب کیا تھا آخر۔۔۔

اس نے اپنے قدموں کو باہر کی جانب بڑھایا۔ ابھی وہ صرف اور صرف ان سنسان پگڈنڈیوں پر چلنا چاہتا تھا کہ جن پر رات کے اس تنہا سے پہر میں کوئی بھی نہ ہوتا۔۔۔

اپنے بستر پر لیٹی اہل نے کب کے رے آنسوؤں کو بہنے دیا۔۔ وہ اس کی کنپٹی سے
پھسلے بالوں میں جذب ہو رہے تھے۔۔

"نفرت کرتی ہوں میں تم سے ولی۔۔ شدید نفرت کرتی ہوں میں تم سے۔۔"

دل میں اٹھتی تکلیف کے باعث لرزتے لبوں کو اس نے زور سے دانتوں تلے دبایا۔ دل
سے رستا خون اب آنکھوں کے راستے پانی بن کر بہنے لگا تھا۔ سب کچھ جیسے ختم ہوتا جا رہا
تھا۔۔ ریت کی طرح پھسلتا جا رہا تھا۔ ایک دم اس کی ہچکی ابھری تھی۔۔ اور پھر کمرہ دبی
دبی سسکیوں سے گونجنے لگا۔

ولی نے گہرا سانس لے کر اندر پلتے درد کو کم کرنا چاہا مگر وہ جانتا تھا کہ یہ اذیت اب کبھی
ختم نہیں ہونے والی تھی۔

آسمان پر سب سے تارے زمین پر موجود دو محبت کرنے والوں کو دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے تھے۔۔
!مگر۔۔ وقت۔۔ ہاں وقت نے دوسری جانب اداسی سے مسکرا کر سر جھکایا تھا۔۔

تمہیں کیوں اتنی جلدی پڑی ہے نفیس اور اہل کی شادی کی۔۔؟ میرا تو پورا ارادہ تھا یہ "رشتہ ختم کروانے کا۔۔ فرخندہ سے وعدہ کیا تھا میں نے کہ اس کی بیٹی کی شادی نفیس سے کروائو نگلی میں۔۔ لیکن تمہارے کہنے پر مجھے زبردستی ارجمند کو بھی راضی کرنا پڑا۔۔ ایسی بھی کیا مصیبت پڑ گئی تھی۔۔؟ اور اب یہ ایک مہینے کے اندر شادی کرنے کا جو شوشہ تم نے چھوڑا ہے بھئی میری تو سمجھ میں نہیں آ رہا کچھ بھی۔۔ آخر چاہتے کیا ہو "تم۔۔؟ اتنی جلدی کیوں ہے تمہیں ان دونوں کی شادی کی۔۔؟

نگار بیگم نے آخر میں بہت تپ کر اس سے پوچھا تو وہ جو صوفے پر آرام دہ سے انداز میں بیٹھا تھا سنجیدگی سے سیدھا ہوا۔۔

"ولی اور امل کے چکر کا پتہ ہے نہ آپ کو۔۔؟"

اس کے ایسے سوال پر نگار ایک پل کو گڑبڑا سی گئی تھیں۔۔

ہا۔۔ ہاں پتہ ہے۔۔ کسے پتہ نہیں ہوگا بھئی۔۔ کھلے عام یارا نہ کرتے اگر انہیں شرم"
نہیں آرہی تو پھر لوگوں کو بھلا کیا پرواہ۔۔ وہ تو وہی کہیں گے ناں جو دیکھیں گے۔۔
"لیکن۔۔ اس سب کا اس سے کیا لینا دینا۔۔؟

بہت الجھ کر اس سے پوچھا تو وہ مسکراتا ہوا بالوں میں ہاتھ چلانے لگا۔۔ دل کو نہ جانے
کیوں کمینی سی مسرت نے گھیرا تھا۔۔ ولی کی جو حالت آنے والے دنوں میں ہونے والی
تھی اسے سوچ کر ہی اس کی رگ رگ میں گویا مستی سی دوڑنے لگی تھی۔۔

"بس آپ سمجھیں کہ ولی کی بربادی شروع ہو چکی ہے۔۔"

نگار ایک پل کو اس کے انداز پر ٹھٹھکی تھیں۔۔

"کیا مطلب۔۔؟"

جس طرح جن کی جان طوطے میں ہوتی ہے ناں اسی طرح ولی کی جان اہل میں "
ہے۔۔ میں اہل کو اذیت دوں گا لیکن تڑپے گا ولی۔۔ میں اس ذرا جتنی لڑکی کو بدنامی کے

ایک نا ختم ہونے والے سیلاب کے حوالے کرونگا تو ولی خود کو کبھی معاف نہیں کرپائے گا۔۔ اور یہی چاہتا ہوں میں۔۔ کہ وہ زندہ رہے۔ زندہ رہے اور دیکھے کہ ہاشم سے الجھنے کا انجام کیا ہوتا ہے۔۔ آپ بس اس شادی کی تاریخ ایک مہینے کے اندر اندر کروائیں۔۔ میں "اس سے زیادہ صبر نہیں کر سکتا۔۔"

نگار جو سانس روکے اس کی ساری حکمتِ عملی سن رہی تھیں لمحوں میں جاگیں۔۔

"تم کیا کرنے والے ہو ہاشم۔۔؟"

ان کی خوفزدہ سی آواز میں بہت عجیب سی لرزش تھی۔۔

میں جو کرونگا ناں وہ ساری دنیا دیکھے گی۔۔ آپ انتظار کریں۔۔ ایک بہت دلچسپ سا۔
"کھیل شروع ہونے والا ہے۔۔ بس چند دن صبر کر لیں آپ۔۔"

وہ آدھی ادھوری کہانی سنانے کے بعد اُٹھ گیا تو نگار لاؤنج کی زرد روشنیوں میں بے یقینی
سے بیٹھی رہ گئیں۔۔ ہاشم نہ جانے کون سا موت کا کھیل شروع کرنے جا رہا تھا۔۔
رات کی سیاہی میں عجیب سی گھٹن گھلنے لگی تھی۔۔

وہ صبح صبح تیار ہو کر ڈیرے پر پہنچا تو نواز جو اسی کا انتظار کر رہا تھا یکدم اُٹھ کھڑا ہوا۔۔

"سر۔۔ آپ کا کام کر دیا گیا ہے۔۔"

"ٹھیک ہے۔۔"

اس کا سنجیدہ سا چہرہ پل بھر میں پتھر جیسا سخت سا ہو گیا تھا۔۔ نواز کی پیشانی پر بے اختیار پسینہ پھوٹا۔۔

"کوئی کوتاہی تو نہیں ہوئی اس سب میں۔۔؟"

اس نے ٹیبل کے پیچھے لگی کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا تو نواز جلدی جلدی بتانے لگا۔۔

جی سر۔۔ کوئی کوتاہی نہیں کی گئی ہے۔ سب ویسے ہی ہوا ہے جیسے آپ نے چاہا تھا۔
"لیکن۔۔ اگر اس سب کی بھنک بھی سردار بابا تک پہنچ گئی تو بہت برا ہوگا سر۔۔"

اس نے ایک پل کو سرد نگاہیں نواز پر جمائیں۔۔

"اگر یہ بات ان کے کان تک پہنچی تو پھر تم اپنی خیر منانا نواز سمجھ گئے۔۔؟"

اس نے جلدی سے تھوک نگل کر اثبات میں سر ہلایا تھا۔۔

"جی۔۔ جی میں سمجھ گیا سر۔۔ کچھ بھی نہیں ہوگا۔۔"

"اور کچھ ہونا بھی نہیں چاہیئے۔۔ باہر سے محسن کو اندر بھیجو۔۔ کام ہے مجھے اس سے۔۔"

اس نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے قدم باہر کی جانب بڑھائے تو ولی نے جھک کر ٹیبل کے دراز سے ایک خاکی لفافہ نکالا۔۔ نفیس احمد کی زندگی کا کچھا چھٹا۔۔ اس نے لفافے سے بہت سے پیپر نکال کر سامنے رکھے تو اسی وقت آفس میں محسن داخل ہوا۔۔

رف سی جینز اور ٹی شرٹ پر بھوری جیکٹ پہنے۔۔ اپنے مخصوص لاپرواہ سے حلیے میں۔۔

"کرتار پور والے سکھوں کی بیٹی کا کیس دیکھا تم نے محسن۔۔؟"

"جی دیکھا ہے میں نے۔۔"

اس نے پشت کر سی کے ساتھ ٹکائی اور پھر اسے دیکھا۔۔

"کیا لگتا ہے تمہیں ایک بڑی سی مچھلی اس جال میں پھنس جائے گی۔۔؟"

"! مچھلی۔۔"

محسن مسکرایا تھا۔۔

"اس جال میں تو مگر مجھ بھی پھنس سکتا ہے ولی سر۔۔"

"اگر۔۔"

اس نے اس کی محنت کو سراہا تھا۔۔

وہ لوگ اتنے طاقتور اور اتنے بارسوخ ہیں ناں ولی سرکہ ہمیں تو بس درمیان میں پل کا"
کام دینا ہے۔۔ باقی کی ساری کسر وہ لوگ خود ہی نکال لیں گے۔ ہم نے بس پزل کے
"سب ٹکڑوں کو جوڑنا ہے پھر انتقام کی تصویر خود بخود سامنے آجائے گی۔۔

"ایسا ہی ہونا چاہیئے۔۔"

"ایسا ہی ہوگا۔۔"

محسن نے اس کے بول پر مہر ثبت کی تھی۔۔

اچھا ایک بات اور۔۔ اپنا بہت خیال رکھنا کام کرتے ہوئے۔۔ ہاشم کو شک ہو گیا ہے " ہم پر۔۔ اور اگر شک کے پیچھے اسے ہم میں سے کسی کی بھی شکل نظر آئی تو ہم میں سے کوئی بھی نہیں بچے گا۔۔ ہمیں اس سب سے پہلے اسے تباہ کرنا ہے۔۔ اب سمجھ لگتے ناں۔۔

محسن نے مسکراتے ہوئے پلکیں جھپکا کر اس کی تسلی کروائی تو ولی نے بھی گہرا سانس لے کر سامنے لکھے پرچے الٹ کر دیکھے۔۔

زندگی کا ایک بہت بڑا امتحان تو ابھی رہتا ہی تھا۔۔

صبح میں سردی کی نمی گھلی ملی تھی مگر اب پہلے والا کمر نہیں تھا۔۔ ٹھنڈا آہستہ آہستہ اپنا
ٹھنڈا آنچل سمیٹنے لگی تھی اور موسم گرما کی تیخ سی تپش اب محسوس ہو رہی تھی۔۔

وہ بی جان کے ساتھ کچن میں بیٹھی ناشتہ زہر مار کر رہی تھی۔ سیاہ جوڑے میں ملبوس
اس کا پاکیزہ سا حسن بہت اداس، بہت خفا سا لگتا تھا۔۔ بی جان نے ایک سیکنڈ کو ہاتھ
روک کر اس کا اترا ہوا چہرہ دیکھا تو پوچھ ہی لیا۔۔

کیا ہوا ہے اہل۔۔؟ میں دیکھ رہی ہوں، جب سے رشتہ طے ہوا ہے تب سے تم بہت "
گم صم، بہت خاموش ہو۔۔ سب ٹھیک ہے ناں بیٹے۔۔؟ رشتے سے تو کوئی مسئلہ نہیں
"ہاں۔۔؟

کچھ تھا اہل کے انداز میں جو بی جان کو چونکا گیا تھا اور ان کے اس طرح کے استفسار پر
وہ بھی یکدم گویا جاگی تھی۔۔

نہیں۔۔۔ یہ رشتہ اگرچہ اس کی مرضی سے نہیں ہوا مگر پھر بھی وہ اپنے بابا کی دی گئی "زبان کا پاس رکھے گی۔۔۔ یہی تو ایک عہد لیا تھا اس نے خود سے۔۔۔ کہ چاہے جو بھی ہو جائے۔۔۔ وہ کبھی بھی زمان کو مایوس نہیں کرے گی۔۔۔ زندگی کے کسی پل۔۔۔ کسی پہر۔۔۔ کسی ساعت میں بھی نہیں۔۔۔

تو اب۔۔۔ پھر یہ اداسی کی گہری چھاپ۔۔۔ یہ لمحہ بہ لمحہ وجود پر پڑتی گرد۔۔۔ خوفزدہ کینے والی سوچوں کا ایک لامتناہی سلسلہ۔۔۔

یہ سب کیا تھا۔۔۔؟

نہیں۔۔۔ اسے اپنے آپ کو کھڑا کرنا ہوگا۔۔۔ اٹھانا ہوگا۔۔۔ جمع کرنا ہوگا۔۔۔ وہ بکھرنے لگی ہے تو خود کو سمیٹے گی بھی۔۔۔ ہاں۔۔۔ وہ یہ کرے گی۔۔۔ یہ اسے ہی کرنا ہوگا۔۔۔

ایک ساتھ صدیوں کے فیصلے لمحوں میں کرتی وہ جیسے ایک دم ہی بہت کچھ کر لینا چاہتی تھی۔۔ زندگی ختم نہیں ہوئی ابھی۔۔ اس زندگی کو محنت سے سنوارا جاسکتا ہے۔۔ اور جو کیا جاسکتا ہے۔۔ وہ اسے کرنا چاہیئے۔

لگے ہی پل اب وہ مسکرا کر بی جان کو دیکھ رہی تھی۔۔

کچھ نہیں بی جان۔۔ آپ تو بس خواہ مخواہ پریشان ہو جاتی ہیں۔ دیکھیں ٹھیک ٹھاک تو "ہوں میں بالکل۔۔ کہیں سے لگ رہا ہے کہ میں ٹھیک نہیں۔۔؟"

مگر اس نے اس سوال کے لگے پل ہی جان لیا تھا کہ جو بھی ہوگا۔۔ وہ حقیقی خوشی سے کوسوں دور ہوگا۔۔ اسے اداکاری کرنی پڑے گی۔۔ ایک لمبی تھکا پنے والی اداکاری۔۔

"ہوں۔۔ اب ٹھیک لگ رہی ہو۔۔ پتہ ہے۔۔"

انہوں نے ہاتھ بڑھا کر اپنے کپ میں گرم گرم چائے انڈیلی۔۔ پھر نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔۔

جب کوئی بہت باتیں کرنے والا انسان خاموش ہو جائے ناں تو بہت عجیب سا لگتا ہے۔ اس انسان کو خود بھلے کچھ بھی بدلا ہوا نہ لگے مگر جو اس کے ساتھ ایک زندگی گزار چکے ہوں وہ ضرور ان کے اس بدلاؤ سے بیزار ہونے لگتے ہیں۔۔ اسی لیے تم بھی جب تک بولتی رہتی ہو۔۔ پٹر پٹر جب تک تمہاری زبان چلتی رہتی ہے میں مطمئن رہتی ہوں کہ امل ٹھیک ہے۔۔ لیکن جیسے ہی کوئی بات، کوئی جملہ یا پھر ایک چھوٹا سا کوئی سانحہ

بھی تمہیں ناگوار گزر جائے تو تم ایک دم سے بالکل خاموش ہو جاتی ہو۔۔ ایک طرف۔۔
"سب سے الگ تھلگ۔۔"

وہ لبوں کو کاٹتی سر جھکائے ان کی باتیں سنتی رہی۔ اس کے نازک سے وجود کے
شفاف آئینوں میں گہری دراڑیں پڑنے لگی تھیں۔۔

اکیسے وہ سب کو مطمئن کر پائے گی کہ وہ ٹھیک ہے۔۔ یا اسی۔۔

اس کا دل بہت بوجھتلے بنے لگا تھا۔۔ سانس لیتے یوں لگتا تھا گویا کوئی سینے کو شکنجے میں
لے کر گھونٹ رہا ہو۔۔

"اچھا۔۔۔ ایسا ہے۔۔"

اندر مچتی توڑ پھوڑ کے برعکس مسکراتا چہرہ اٹھایا تو آنکھیں خواہ مخواہ ہی بھیک گڈیں۔۔

پھر دیکھیے گا میں کتنی باتیں کرتی ہوں۔۔ اتنی باتیں کرونگی، آپ کو اور بابا کو اتنے قصے " کہانیاں سناؤنگی کہ آپ لوگ مجھ سے تنگ آجائیں گے اور جواباً میری جلد از جلد شادی "کی دعا مانگیں گے۔۔

وہ کہہ کر ہنسی تو دل کچھ اور ہی زخمی ہو گیا۔۔ کیوں ہوتا تھا ایسا کہ انسان بہت تکلیف میں ہنسنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کا اندر گہرے نشانوں سے بھرنے لگتا ہے۔۔ اس کے دل پر بھی نشان لگنے لگے تھے۔۔ جو جتنے زیادہ ہوتے اتنی ہی اذیت دیتے۔۔

بھلا یہ کیا بات ہوئی۔۔ ماں، باپ کبھی بیزار نہیں ہوتے اولاد سے۔۔ کبھی تنگ نہیں " "ہوتے۔۔

"بھلے اولاد کتنی ہی نافرمان کیوں نہ ہو۔۔۔؟"

چائے کا کپ لبوں سے لگاتے اس نے شہد رنگ آنکھیں ان پر جمائی تھیں۔۔

ہاں بھلے ہی اولاد کتنی ہی نافرمان کیوں نہ ہو۔۔ والدین کبھی اس سے تنگ نہیں " ہو سکتے۔ کیا تمہیں یاد نہیں کہ نوح علیہ اسلام عذاب آنے کے بالکل آخری وقت میں بھی اپنے بیٹے کو دوسری پہاڑی سے بلارہے تھے۔ آخری وقت تک ان کا دل اپنی اولاد کے ساتھ اٹکا ہوا تھا۔۔ اگرچہ وہ نافرمان تھا، اللہ کا انکار کرنے والا تھا۔۔ اتنے بڑے جرم

کے باوجود بھی وہ اسے بلارہے تھے۔۔ پناگاہ کی جانب۔۔ اللہ کے عذاب سے اللہ کی
"رحمت کی جانب۔۔ مگر امل۔۔

ان کی اداس سی آواز پر اس کا دل کروٹیں لینے لگا تھا۔۔

کچھ لوگ نہیں ملتے۔۔ کبھی بھی نہیں ملتے۔۔ مگر میں ایک ماں ہوں۔۔ میں سمجھ "سکتی ہوں نوح علیہ اسلام کی تکلیف۔۔ والدین تو ایسے ہوتے ہیں امل۔۔ نافرمان سے
"نافرمان اولاد کو بھی گلے لگا لیتے ہیں۔۔

مگر کچھ اولادیں اچھی بھی ہوتی ہیں بی جان۔۔ میں آپ کی اچھی اولاد بنوں گی۔ میں "آپ کو اور آغا جان کو کبھی مایوس نہیں کرونگی بی جان۔۔ کیونکہ کچھ اولادیں حضرت

ابراہیم علیہ اسلام کی پیروی کرتی ہیں اور وہ بھی آخری وقت تک اپنے والدین کے لیے
"دعائیں مانگتی ہیں بی جان۔۔"

اس نے ان کی جانب محبت سے دیکھتے کہا تو بی جان نے بے ساختہ اپنا ہاتھ اس کے
چہرے پر پھیر کر اسے سُکھی ہسنے کی دعاؤں سے نوازا۔۔

"بڑی بی بی۔۔ وہ باہر آپ کو کوئی بلا رہا ہے۔۔"

نوراں کی بات پر بی جان نے اس کا سر تھپکا اور پھر اُٹھ کر باہر کی جانب بڑھ گئیں۔۔
وہ خالی خالی سی بیٹھی رہ گئی۔۔

باہر سبزہ زار پر قمیض شلوار میں ملبوس ایک درمیانی عمر کا آدمی بی جان کے سامنے کھڑا
ان سے کچھ کہہ رہا تھا۔۔

"تو فرید کہاں ہے۔۔؟"

بڑی بی بی۔۔ میں بتا تو رہا ہوں آپ کو کہ وہ ایک مہینہ کام پر نہیں آسکے گا اس کی "بیوی کی طبیعت اب پہلے سے خاصی خراب رہنے لگی ہے۔۔ لیکن وہ اس عزت کی روزی کو چھوڑنا نہیں چاہتا اسی لیے مجھے ایک مہینے کے لیے اپنی جگہ کام کرنے بھیج دیا۔۔ بڑی بی بی۔۔ ہم غریب لوگ ہیں۔۔ ہم پر رحم کریں بڑی بی بی۔۔ فرید کا کوئی "بھی ذریعہ آمدن نہیں ہے۔۔"

بی جان کو بے طرح اس دیہاتی کی بے بسی پر ترس آیا تھا۔۔

اچھا ٹھیک ہے۔۔ تم کر لو اس کی جگہ کام۔۔ لیکن پھر ایک مہینے کے اندر اندر فرید"
"یہاں پر چاہیئے مجھے۔۔ ٹھیک۔۔؟

"جی۔۔ جی بی بی جی۔۔ بالکل ایسا ہی ہوگا۔۔"

اس نے جلدی سے اثبات میں سر ہلایا تو بی جان نے اسے ہاتھ سے جانے کا اشارہ کیا۔ اسی پل اہل داخلی دروازے سے نکل کر باہر سبزہ زار کی جانب بڑھی۔۔ دور کیاریوں میں لگے بیشتر رنگ برنگے پودے اس کا شوق تھے۔۔ بہت زیادہ خوشی یا پھر بہت زیادہ تکلیف دہ لمحات میں وہ ان کے پاس ضرور آتی تھی۔۔

اس کا سیاہ فراک ہوا کے باعث پیچھے کی جانب پھڑپھڑا رہا تھا اور جھک کر کسی گلاب کی خوشبو کو محسوس کرتے سمے اس کے بالوں کی لٹیں اسکے چہرے پر جھولنے لگی تھیں۔ دور اپنے کمرے کی کھڑکی سے اسے دیکھتی شازیہ کا حلق تک کڑوا ہو چلا تھا۔۔ دل میں نفرت

کے وہ غبار پکنے لگے تھے جو سب کچھ تباہ کرینے کی طاقت رکھتے تھے۔۔ اپنی سیاہ کاریوں کو
ایسے کسی کے منہ سے سن کر جو ذلت اس نے اٹھائی تھی وہ اس ذلت کو کبھی بھی
نہیں بھول سکتی تھی۔۔

"تم دیکھنا امل کہ میں تمہارے ساتھ کیا کرتی ہوں۔۔"

اس نے کھڑکی کا پردہ برابر کیا اور پھر شکلیا کو اپنے کمرے سے آواز دی۔۔ اگلے ہی پل
شکیلا اس کے گھٹنے سے لگی بیٹھی تھی۔۔

"تمہاری چھوٹی بھابھی کے کیا حال چال ہیں۔۔؟"

شکیلا نے بے طرح حیران ہو کر اسے دیکھا تھا۔ شازیہ نامی لڑکی اس کے گھر والوں کا
پوچھ رہی تھی۔۔۔ ہاں وہ ہی۔۔۔ جس نے کبھی ملازمین کو ایک ذلیل مخلوق سے زیادہ
اہمیت نہیں دی تھی۔۔۔

"ج۔۔۔ جی بی بی ٹھیک ہے وہ تو۔۔۔"

ہوں۔۔۔ ویسے اتنے کام کرتی ہو تم۔ انسان سے اپنے گھر کا کام نہیں ہوتا اور تم یہ پوری
حویلی سنبھالتی ہو ہاں۔۔۔! اوپر سے اس غربت نے مت ماری ہوئی ہے آدھی دنیا کی
"تو۔۔۔"

شکیلا کے چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگی تھیں۔ اسے سمجھ نہیں آیا کہ کیا کہنا چاہیئے اسی
لیئے زور زور سے سر ہلانے لگی۔۔۔

میں تمہاری تنخواہ سے زیادہ دونگی تمہیں شکلیا۔۔ لیکن پھر اس کے بدلے تمہیں میرا"
ایک کام کرنا ہوگا۔۔ بولو۔۔ کروگی ناں کام۔۔ دیکھو میں نوراں کو بھی کہہ سکتی تھی لیکن
"تم زیادہ قابلِ بھروسہ ہو میرے لیئے۔۔"

"جی بی بی آپ کہیں کام۔۔"

اس نے بے ساختہ اس کے گھٹنے دبائے تھے۔۔

"کیا تم جانتی ہو کہ تمہاری اہل بی بی، ولی سرکار کو پسند کرتی ہیں۔۔؟"

شکیلا کی آنکھیں گویا پھٹ کر بارگرنے کو ہو گئی تھیں مگر پھر بھی وہ سوکھتے گلے کے ساتھ بیٹھی رہی۔۔ شازیہ اب رازداری سے جھک کر اسے کچھ کام سمجھا رہی تھی۔۔

سبزہ زار پر کھڑی، کومل ہاتھوں سے پھولوں کی نرمی کو محسوس کرتی اہل اس سب سے بے خبر اپنے دل کے کانٹے نکال نکال کر پھولوں کی پہلوؤں میں رکھتی جا رہی تھی۔۔

پھر ایک لمحے کو ٹھٹک کر سیدھی ہوئی۔۔ کسی کی نظریں اسے اپنے پشت پر محسوس ہوئی تھیں۔۔ ریشمی چٹیا سے نکلی لٹوں کو دھڑکتے دل کے ساتھ چہرے سے ہٹاتی وہ جیسے ہی پلٹی۔۔ دور کھڑے ولی سے نظریں جا ملیں۔۔

آس پاس اہلہاتی ہوا پل بھر کو گویا ٹھہر سی گئی تھی، جھولتے پھولوں نے سبزہ زار پر پینتے معطر سے جذبے کو محسوس کر کے سر اٹھایا۔۔ لمحے ساکت ہو گئے تھے۔۔ دھڑکن تمہم گئی تھی۔۔

چلتا پھر ٹھہر جائے تو محبت ہو جایا کرتی ہے۔۔

زندگی میں کوئی ایسا تو ہوتا ہی ہے کہ جس کی موجودگی میں بھگتے لمحے تھم جاتے ہیں،
سانسیں رکنے لگتی ہیں اور محبت۔۔ محبت کسی روشنی کی طرح ہر زاویے سے گر کر چمک
رہی ہوتی ہے۔۔

یاد رکھیے کہ ٹھہرے لمحے محبت کو زندگی دیا کرتے ہیں۔۔ انہیں روک لیا کریں۔۔
وہ دونوں بھی رک گئے تھے۔۔

اور پھر اس نے دیکھا کہ ولی قدم قدم چلتا اس تک آرہا ہے۔۔ اس سے پلکیں جھپکنا
مشکل ہوا۔۔ اونچا سا ولی اسی کی طرف آرہا تھا۔ اہل بغیر کسی جنبش کے ساکت کھڑی
رہی۔۔ اسے لگا وہ ہلی تو سارے لمحے بہتی ہوا میں تحلیل ہو جائیگے۔۔

چند قدموں کے فاصلے پر وہ رک گیا تھا۔۔ سواری آنکھیں جواب ہر دم بہت سپاٹ
رہنے لگی تھیں اس سے کسی جذبے کے سحر میں قید لگتی تھیں۔۔ کیا مجھے بتانا چاہیے کہ
وہ جذبہ کونسا جذبہ ہوتا ہے۔۔؟

"کیسی ہیں آپ۔۔؟"

دھیمے لہجے کا استفسار۔۔ نرم نظروں کا ارتکاز۔۔ اہل ٹوٹنے لگی تھی۔۔

"ٹھیک ہوں۔۔ زندہ ہوں۔۔ دیکھیں۔۔"

ہر ہر لفظ گویا ولی کے دل میں کھب گیا تھا۔۔

"کیوں کرتی ہیں ایسی باتیں آپ۔۔؟"

اس نے جیسے تھک کر اس سے پوچھا تھا۔

"کیسی باتیں کرتی ہوں میں۔۔؟"

"ایسی تکلیف دینے والی۔۔"

اچھا۔۔ سہی۔۔ آپ یہ سب کریں تو وہ جسٹیفائیڈ لیکن اگر میں ایسی باتیں کروں تو یہ
"درست نہیں۔۔ زبردست قسم کی جھمینٹ ہے ویسے آپ کی ولی۔۔"

"میں یہ نہیں کہہ رہا بی بی۔۔"

آپ جو بھی کہیں مجھے اس سے کوئی لینا دینا نہیں سمجھے آپ۔۔!! میں نے کہا تمہاناں "
آپ سے کہ میں مر چکی ہوں آپ کے لیئے۔ پھر کیا چیز ہے جو آپ کو ایک بار پھر سے
"یہاں تک کھینچ لائی ہے۔۔؟

اس کی آواز پھٹنے لگی تھی مگر وہ روئی نہیں۔۔ ضبط سے شہد رنگ آنکھوں میں گلابی سا
پانی چمکنے لگا۔۔

"ایک بات کہنی تھی آپ سے۔۔"

اس کے تیز لہجے کے برعکس اس کا لہجہ بہت دھیمہ تھا۔

"سن رہی ہوں۔۔"

اس نے بے رخی سے کہہ کر چہرہ دوسری جانب پھیر لیا تھا۔۔ ولی اسے چند پل دیکھے گیا۔۔

میں آپ کو پروٹیکٹ کرونگا امل بی بی۔ اپنی زندگی کی آخری سانس تک حفاظت کرونگا" آپ کی۔۔ اسی لیے آپ بے فکر ہو کر اپنی نئی زندگی کو شروع کریں۔ کسی چیز کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے آپ کو۔ کسی غم کسی تکلیف کو نہیں آنے دوںگا میں آپ تک۔۔ یہ وعدہ ہے ولی احمد کا آپ سے۔۔

ایک جھٹکے سے اس نے اپنا چہرہ اس کی جانب پھیرا تھا۔۔

لیکن مجھے آپ کی اس ساری جھوٹی سچی کہانیوں میں کوئی دلچسپی نہیں ہے ولی۔۔ کیا"

آپ نے سنا میں نے کیا کہا۔ مجھے سمجھ نہیں آتی آپ کی۔۔ ایک طرف کہتے ہیں کہ

نفرت کرو مجھ سے، میرے پیٹے گئے تحفے کو کچرے کے ڈبے میں پھینکتے ایک پل کو رحم

نہیں کھاتے آپ۔ لوگوں کو بے اعتنائی کے ان عذابوں سے گزارتے ہیں کہ جن سے

روح تک بلبلا اٹھے مگر پھر آپ ایسی باتیں کیوں کرتے ہیں کہ جس کی وجہ سے آپ سے

محبت ہو جاتی ہے۔۔!! کیوں کرتے ہیں آپ ایسی باتیں کہ جس سے نہ چلتے ہوئے بھی

دل آپ کی جانب ہمکنے لگتا ہے۔۔! سب آپ کو آپ کے اس ظلم پر معاف کر سکتے

"ہیں ولی لیکن میں۔۔ میں آپ کو کبھی معاف نہیں کرونگی۔۔ کبھی بھی نہیں۔۔"

خراش زدہ سی آواز میں تیزی سے بول کر اب وہ ہانپنے لگی تھی۔۔ گہرے گہرے سانس

لیتی اسے نفرت سے دیکھنے لگی تھی کہ جس نے اسے اس حالت تک پہنچا دیا تھا۔

"اگر میں معافی مانگوں۔۔ کیا تب بھی آپ مجھے معاف نہیں کریں گی۔۔؟"

نہیں۔۔ کبھی بھی۔۔ کبھی بھی معاف نہیں کرونگی آپ کو میں۔۔ ساری زندگی بھی "معافی مانگتے رہیں گے ناں تب بھی معاف نہیں کرونگی آپ کو۔۔ کبھی معاف نہیں "کرونگی آپ کو۔۔

اسے لگا اس کا دل درد سے پھٹ جائے گا۔۔ ولی کی کی نسواری آنکھوں میں تکلیف سوا ہونے لگی تھی۔۔

چلیں۔۔ خیر ہوگئی۔۔ جہاں ساری دنیا معاف نہیں کر رہی وہاں آپ بھی معاف نہ "کریں۔۔ ویسے میں قابل بھی اسی کے ہوں۔۔ آپ ٹھیک کرینگے بالکل۔۔ ایسا ہی کرنا "چاہیئے آپ کو۔۔

اسے دیکھتے دیکھتے وہ آہستہ سے پیچھے جانے لگا تھا۔۔ امل کی آنکھ سے آنسو پھسلا۔۔ پھر وہ
مڑ کر لمبے لمبے قدم بھرتا گاڑی میں جا بیٹھا۔۔ لگے پل پورچ سنسان پڑا تھا اور اس کی
دھول اڑاتی گاڑی گاؤں کے کچے راستوں پر دوڑ رہی تھی۔۔
امل نے بے اختیار ساتھ رکھی کرسی تھامی تھی۔۔ اس کے قدموں سے جان لمحہ بہ لمحہ
ختم ہونے لگی تھی۔۔

"ماں جی۔۔ یہ بابا کہاں ہیں۔۔؟ صبح سے نظر نہیں آرہے مجھے۔۔"

ہاشم نے ان کے کمرے میں جھانکتے ہوئے پوچھا تو نگار نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔۔

پتہ نہیں۔۔ جاتے وقت کہہ کر گئے تھے کہ کسی دوست سے ملنے جا رہا ہوں شہر۔۔ تمہیں"

"نہیں بتا کر گئے۔۔؟

نہیں مجھ سے تو کوئی بات نہیں کی انہوں نے۔ خیر میں فون کرتا ہوں انہیں پھر بتاتا"

"ہوں آپ کو۔۔"

وہ الجھ کر جیب سے فون نکالتا واپس مڑا اور پھر نمبر ڈائل کرتا تیزی سے پینے اترنے لگا۔ دوسری جانب ولی کی دھول اڑاتی گاڑی اس وقت ایک سنسان سے ڈیرے کے پاس رکی تھی۔ سیاہی میں ڈوبا ڈیرہ ہر جانب سے اجنبی سا تھا۔ یہ گاؤں سے قدرے فاصلے پر ایک ویران جگہ پر بنا قدیم طرز کا ہیڈ کوارٹر تھا جسے پچھلے وقتوں میں ٹارچر سیل کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔۔

اس نے ایک پل کو تاریکی میں ڈوبے ڈیرے کو دیکھا اور پھر کرخت سا چہرہ لیئے گاڑی
سے اتر آیا۔۔ اندھیرے میں جانے پہچانے راستوں پر قدم اٹھاتے اسے کوئی دقت نہیں
ہو رہی تھی، شاید وہ ان سب راستوں کا عادی تھا۔۔

"بابا، ولی کیا کرنے والا ہے۔۔؟"

اصغر نے چائے کا کپ حسن کے سامنے رکھتے ہوئے فکر مندی سے پوچھا تو وہ دور کسی
غیر مرئی نقطے کو دیکھتے مسکرا دیئے۔۔

"ولی ان سب کی چمڑیاں ادھیڑ نے والا ہے اصغر۔۔"

اس نے لوہے کے زنگ آلود دروازے کو دھکیل کر کھولا تو وہ عجیب سی آواز کے ساتھ
کھلتا چلا گیا۔ اوپر سے گرتی روشنی نے نیچے تہہ خانے کو جاتے زینوں کو آدھا منور کر رکھا
تھا۔۔ ایسے کے شروع کی سیڑھیاں دکھائی دیتی تھیں اور باقی کی اندھیرے میں ڈوبی لگ
رہی تھیں۔۔

"!ہاشم بہت خطرناک ہے بابا۔۔ ولی کو ٹھیک سے سمجھا دیا تھا ناں آپ نے۔۔"

اس کی پریشانی سوا ہونے لگی تھی۔۔ حسن نے گہرا سانس لے کر اسے دیکھا۔

"کیا تمہیں لگتا ہے اصغر کہ مجھے ولی کو یہ بتانے کی ضرورت ہے۔۔؟"

اصغر ان کی بات پر چند لمحوں کو خاموش سا ہو گیا۔۔

اس نے آہستہ قدموں سے تاریکی میں ڈوبے اپنے عبور کیئے اور پھر ایک طویل سحر زدہ سی راہداری میں آگے ہی آگے بڑھتا گیا۔۔

کبھی کبھی میں سوچتا ہوں کہ ہمارے یہاں ولی جیسے کتنے ہی بچے ہوتے ہیں جو ناکردہ "گناہوں کی سزائیں کٹتے انسان سے جانور بن جاتے ہیں۔ اس میں قصور ان بچوں کا نہیں ہوتا اصغر جو ناجائز طریقے سے پیدا ہوئے ہوں بلکہ اس سارے کھیل میں ہماری پوری سوسائٹی قصور وار ہوتی ہے۔ ہم ایک کے گناہ کی سزا دوسرے کو پینے کے اتنے عادی ہو چکے ہیں کہ پھر چاہے کچھ بھی ہو۔۔۔ اپنے سے عزیز لوگوں کی جھوٹی ساکھ کو قائم رکھنے کے لیے ہم ایسے چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کو بھڑکتی آگ میں پھینک دیتے ہیں۔۔"

طویل راہداری کے آخری سرے پر کوئی روشنی سی تھی جو جگمگا رہی تھی۔ عجیب مدہم
سی زرد روشنی۔۔

اپنی غلطی ملنے کے بجائے، سماج میں حیا کا پرچار کرنے کے بجائے، نکاح کو عام اور "
سادہ بنانے کے بجائے ہم اسے اور مشکل بناتے جا رہے ہیں۔ جلتے ہو اس وقت اس
معاشرے میں سب سے مشکل کام کیا ہے۔۔؟ نکاح کرنا۔۔!! نکاح کرنا اتنا مشکل، اتنا
مہنگا اور اتنا پہنچ سے دور کر دیا گیا ہے کہ اس کے برعکس زنا سستا اور سہل لگنے لگا
ہے۔ ہم اپنے گرمیوں میں جھانکنے کے بجائے ان برائیوں سے جنم لینے والے معصوم
بچوں کو سزائیں دے کر خود کو تسکین دیا کرتے ہیں۔ اس بات کا ادراک کیئے بغیر کہ اس
"سب کے ذمے دار ہم ہی لوگ ہیں۔۔"

راہداری کے آگے ایک بڑا سا کمرہ تھا جس میں درمیان میں لگی کرسی پر کسی کا وجود
مبہم سی مدہم روشنیوں میں نیم واضح سا تھا۔ اس انسان کے دونوں ہاتھ پیچھے کو بندھے
تھے اور گردن ایک ہی زاویے پر رکھنے کے باعث اب کے جھکا رکھی تھی۔۔

اس معاملے میں ہم سے اچھے گورے ہیں جو اپنی غلطیوں کا ٹوکرا کسی اور کے سر مارنے "
کے بجائے اپنا سب کیا دھرا اون کرتے ہیں۔ ہم سے اخلاقی، مذہبی اور سماجی اقدار میں
وہ کہیں پیچھے سی مگر انسانیت کی قدر میں وہ ہم سے کہیں آگے ہیں۔ وہ کسی کے ناجائز
بچے کو دیکھ کر یہ نہیں کہتے کہ یہ گند کا ڈھیر ہیں یا کسی کے گناہوں کی سزا۔۔ بلکہ وہ
آگے بڑھ کر گرے پڑے انسانوں کو اٹھا کر ان کو سنوارنے کی اہلیت، ہمت اور طاقت
رکھتے ہیں۔ ہمارے اندر سے تو اب تک یہی بیماری ختم نہیں ہوئی کہ ہم ان سے زیادہ
پاکیزہ ہیں اور وہ ہم سے تپے اور مقام میں پیچھے۔۔ اس بے جا کی بڑھتی چاہ ہی نے
ہمارے اندر سے ہمارے غلطیوں کو تسلیم کرنے کا خمیر نکال باہر کیا ہے۔ ہم میں سے

ہر ایک خود کو پرفیکٹ دیکھنا چاہتا ہے۔ بے داغ، اجلا اور شفاف۔۔۔ مگر میں تمہیں ایک
"بات بتاؤں اصغر۔۔"

انہوں نے ایک پل کو رک اپنے بیٹے کی جانب دیکھا تھا۔۔

انسان سب کچھ ہو سکتا ہے مگر بے داغ، پاک اور پرفیکٹ کبھی نہیں ہو سکتا اور نہ ہم"
سے اس چیز کی ڈیمانڈ کی گئی ہے کہ ہم پرفیکٹ بنیں۔ کیونکہ ہم پیدا ہی ایسے نہیں کیئے
گئے۔ ہم کوشش کر سکتے ہیں، دن بہ دن کی محنت سے خود کو سمیٹ کر ایک اچھے سلپے
میں ڈال سکتے ہیں مگر ہم اس سلپے کے ہر شکاف کو نہیں بھر سکتے۔ اگر ہم اس غلط
فہمی سے نکل آئیں تو ہو سکتا ہے کہ پھر کوئی ولی اس سفاک معاشرے کا نشانہ نہ

ان کے لہجے میں بے حد افسوس در آیا تھا۔۔ اصغر نے گہرا سانس لیا۔ اس معاشرے کی بے حسی پر تو اسے بھی بہت سے اعتراض تھے مگر کیا کیا جاتا۔۔ جو نہیں بدلنا چاہتے وہ کبھی نہیں بدل سکتے۔

ولی نے ایک قدم ایک جانب کوبنے چھوٹے سے تاریک کمرے کی جانب پھیرے۔ دروازہ کھول کر دیکھا تو اندر روشن مدہم روشنی میں سامنے بیٹھے جانور کے بال ایک لمحے کو چمکے تھے۔ اپنے مالک کو دیکھتے ہی کتا ایک دم اُٹھ کر خوشی سے دُم ہلانے لگا تھا۔ بھونک کر اس نے اس کو شاید خوش آمدید بھی کہا تھا۔۔ ولی قدم قدم چلتا اس تک آیا۔۔ پھر جھک کر اس کا گلپٹے سے آزاد کیا اور اسے اپنے ساتھ لگایا۔۔ کتاب اس کے چہرے پر پیار کر رہا تھا۔۔ اس نے مسکراتے ہوئے اس کے بال سہلائے اور پھر اس کا پٹا ہاتھ میں پکڑے اسے باہر لے آیا۔۔

ایک جانب اسے باندھ کر اس نے آگے بڑھ کر درمیان میں جھولتے بلب کو روشن کیا تو ایک پل کو گردن جھکائے شخص نے بے اختیار چہرہ اٹھایا اور پھر تکلیف سے آنکھیں چندھیا دیں۔

ولی نے اس کے عین سامنے کرسی رکھی اور پھر ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھا۔۔ وہ اب آنکھوں پر پڑتی تیز روشنی کو بمشکل سہا کر آگے والے کو دیکھ رہا تھا اور جیسے ہی اس پر ولی کا چہرہ واضح ہوا اسکا کسی نے سانس تک روک دیا۔۔ آج سب کچھ ویسا ہی تھا۔۔ بس ولی نے جگہیں بدل دی تھیں۔۔ کل جس جگہ پر ولی تھا آج اسی جگہ پر حسین تھا۔۔ تو کیا قدرت کے انتقام کا الٹا چکر شروع ہو چکا تھا۔!! کیا اعمال واقعی پلٹ آتے ہیں۔!! کیا اتنی جلدی پلٹ آتے ہیں۔؟

!! اس سے بھی جلدی پلٹ آتے ہیں۔۔

”اکیا تم جلتے ہو حسین کہ کتے کبھی بھی کچھ نہیں بھولتے۔۔“

اور ایک پل کو حسین کی نظروں نے اس کے پیچھے بندھے بھونکتے کتے کی جانب سفر کیا تو اس کی رگوں میں گردش کرتا سارا کا سارا خون جم گیا۔۔

تم بھول گئے حسین۔۔ لیکن میں نہیں بھولا۔۔ اور نہ ہی میں تمہیں وہ سب بھولنے ”
”دونگا۔۔ اب تم بھی دیکھو گے کہ۔۔ ولی کیا بن چکا ہے۔۔“

اس نے اُٹھ کر کتے کو پٹے سے آزاد کیا اور پھر حسین کو بے یقینی سے مرتا ہوا چھوڑ کر دروازہ بند کرتا باہر کی جانب بڑھ گیا۔۔ سیاہ پڑتی سیاہ رات میں۔۔ آج حسین کا باب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہونے والا تھا۔۔۔

ہاشم بے چینی سے پورچ میں ٹہلتا بار بار حسین کا نمبر ڈائل کر رہا تھا مگر ہر دفعہ کی، کی گئی کالز لمحہ بہ لمحہ پلٹ کر آرہی تھیں۔ اس نے بالوں میں ہاتھ چلا کر حسین کے ڈرائیور! کا نمبر ڈائل کیا مگر وہاں سے بھی جواب ندارد۔۔

اس کی بے چینی اب پریشانی میں بدل کر سوا ہونے لگی تھی۔ پھر کسی خیال کے تحت وہ لاؤنج میں تیزی سے چلتا آیا اور درمیانے ٹیبل پر رکھی چابیاں اٹھاتا باہر کی جانب بڑھنے لگا۔۔

نگار اس کے پیچھے آرہی تھیں۔۔

"!کیا ہوا کچھ پتہ چلا۔۔؟ آدھی رات سے بھی زیادہ وقت ہو چکا ہے ہاشم اب تو۔"

انگلیاں مروڑتی اب وہ دروازے میں کھڑی تھی۔۔

جی کرتا ہوں کچھ ماں جی تم تو اندر جاؤ۔ جیسے ہی کچھ پتہ چلے گا بتاؤنگا تمہیں۔۔ ابھی"

"اندر جا کر بس دعا کرو کہ بابا مجھے مل جائیں خیریت سے۔۔

الٹھ کر کہتا اب وہ جلدی جلدی گاڑی کی طرف جا رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اس کی گاڑی سڑک پر تیزی کے ساتھ دوڑ رہی تھی۔۔ پیشانی پر ڈھیروں بل اور سردی میں کنپٹی سے پھوٹتا پسینہ۔۔

یوں لگتا تھا گویا اب وہ سہی معنوں میں پہاڑ کے نیچے آگیا ہو۔ پھر اسٹیرنگ سے ہاتھ ہٹا کر موبائل میں پرچند نمبر ملائے اور لب کٹتے موبائل کان پر جمایا۔۔

شہیر۔۔ تین چار بندوں کو بابا کو ڈھونڈنے کے لیے کہہ دو۔۔ کیونکہ اب مجھے لگتا ہے کہ "وہ ٹھیک نہیں ہیں۔۔ کچھ گڑبڑ ہے۔۔ فٹافٹ۔۔ ذرا سی بھی دیر نہیں ہونی چاہیئے۔۔"

اس نے فون کان سے ہٹا کر سامنے بنے ڈیش بورڈ پر ڈالا اور پھر پیشانی مسلتا اندر ابلتی پریشانی کو کم کرنے لگا۔ کچے راستے اب تک ویسے ہی سنسان پڑے تھے۔۔

اسی پہرولی کی گاڑی سفید حویلی کے پورچ میں آکر رکی تھی۔ اس کا چہرہ حد درجہ سپاٹ ہو رہا تھا اور نقوش اس قدر سخت تھے کہ کوئی دیکھتا تو ڈر جاتا۔۔ انتقام خوشی نہیں دیا کرتا۔۔ اتنا اندازہ اسے اب تک ہو گیا تھا۔ گاڑی کا دروازہ بند کرتا وہ اندر کی جانب بڑھا۔۔ حویلی خاموش پڑی تھی۔۔ سب اپنے اپنے کمروں میں سونے جا چکے تھے۔۔

بغیر کسی تردد کے اس نے اپنے قدم کمرے کے جانب پھیرے۔ اور چلتے چلتے وہ ایک پل کو رک سا گیا۔ زینوں کے اس پار کوئی دکھا تھا اسے۔ کون ہو سکتا ہے۔۔! اس کی آنکھیں سکر گئیں۔۔ پھر محتاط قدم اٹھاتا وہ زینوں کے قریب آکر ایک پل کو ٹھہر گیا۔۔

"کون ہے۔۔؟۔"

کوئی جواب نہ آنے کے باعث اس کے اعصاب یکدم الٹ ہوئے تھے۔ دو قدم مزید چل کر اس نے جیسے ہی اپنے کے اس پار قدم رکھا تو ٹھٹھک کر رک گیا۔

"شکیلا تم۔۔! رات کے اس وقت یہاں کیا کر رہی ہو۔۔؟"

شکیلا اسے دیکھ کر گویا پر سکون ہوئی تھی۔

”میں آپکا ہی انتظار کر رہی تھی ولی سرکار۔۔“

وہ دو قدم چل کر اس کے قریب آئی اور پھر رازداری سے اسے کچھ بتانے لگی۔۔ چند لمحوں بعد ولی اپنے کمرے میں تھا۔ شال کو کندھے سے اتار کر صوفے پر ڈالا اور پھر شاور لینے واش روم کی جانب بڑھا۔۔ جب واپس پلٹا تو بال حسبِ عادت ملتھے پر گر رہے تھے اور چہرہ ہر قسم کے جذبات سے عاری ہو رہا تھا۔۔ خاموش، ٹھنڈا، سپاٹ۔۔

ہاتھ سے بال پیچھے کر کے اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھے موبائل میں وقت دیکھا اور پھر کچھ سوچ کر شاہ نواز کو فون کرنے لگا۔

ایک گھنٹے بعد اسے اس تہہ خانے سے نکال کر باہر سڑک پر پھینک دینا۔ اور کسی کو " بھی تمہارے قدموں کے نشان نہیں ملنے چاہیئے نواز۔۔ یوں غائب ہو جانا گویا کوئی سایہ ہو "تم۔۔ مجھے تمہیں دوبارہ ہدایات چنے کی ضرورت نہ پڑے۔

چند لمحے آگے والے کی بات سنی اور پھر فون کان سے ہٹا کر سائیڈ ٹیبل پر ڈال دیا۔ ایک نظر اٹھا کر ٹک ٹک کرتی گھڑی پر ڈالی۔۔ جو گزرتے ہر لمحے حسین کی زندگی کو خود میں سپینچ رہی تھی۔۔ اس نے گھنٹن زدہ سی رات میں لان کی جانب کھلتی کھڑکی کے پٹ کھولے مگر باہر تاریک پڑے سبزہ زار پر بھی ویسی ہی گھنٹن تھی۔۔ عجیب سانس کو روکنے والی گھنٹن۔۔

ہاشم اور اس کے آدمی نیلی سی پھیلتی فجر میں پاگلوں کی طرح حسین کو تلاش کر رہے تھے۔ گاؤں کا ہر گھر صبح صبح ایسی افراتفری پر جاگ چکا تھا اور لوگ اب اپنے کچے گھروں کے دروازوں سے جھانکتے باہر گزرتے ایک پیلے کو دیکھ رہے تھے جن میں ہاشم پیش پیش تھا۔۔ بکھرے بال اور بگڑے حلیے کی پرواہ کیئے بغیر وہ ہر گھر کے آگے پیچھے ہو کر اپنے آدمیوں کو ہر ہدایت پر دوڑا رہا تھا۔۔ پوری رات کی ان تکھ محنت کے بعد بھی حسین کا کوئی سراغ نہیں تھا۔۔ یوں لگتا تھا گویا اسے یا تو آسمان کھا گیا ہو یا پھر زمین نگل گئی ہو۔ ہر طرف سے مایوسی کا منہ دیکھ کر اس کے اندر جمع ہوتی فرسٹریشن کی کوئی حد نہیں تھی۔ یوں لگتا تھا کہ کسی نے اس کے وجود پر ایک زوردار ضرب لگائی ہو۔ ایسی! ضرب کہ جس کے زخم سے کسی پرانے بدلے کی بو آتی ہو۔۔

بھاگتا ہاشم یکدم چونکا تھا۔۔

ساری رات اسے کیوں خیال نہ آیا کہ۔۔۔ کہ ہاں۔۔۔ وہی تو تھا ان کا ایک دشمن۔ ایک
!! ایسا دشمن جو ان کو تباہ کرنے کی اہلیت رکھتا تھا۔۔۔ تو کیا وہ تباہ ہو چکا تھا۔۔۔

اس کے اندر کوئی گھنٹی سی تھی جو بج رہی تھی۔۔۔ ولی احمد۔۔۔ ولی احمد۔۔۔ اگر اس سب
کے پیچھے تمہارا ہاتھ ہوا تو میں تم سے زندگی جینے کی آخری امید بھی چھین لوں گا ولی۔۔۔
!! میں تباہ کر دوں گا تمہیں۔

"گاڑیاں موڑو ہمیں واپس جانا ہے اپنے گاؤں۔۔۔ گاڑیاں موڑو۔۔۔"

بلند آواز سے ہدایات دیتا وہ اب کے اپنی گاڑی کی جانب بھاگ رہا تھا۔ اس کی پیشانی
شکن آلود ہو گئی تھی اور دل بے تحاشہ گھبرا رہا تھا۔ اس کی تیس سالہ زندگی میں یہ اس
کی پہلی ایسی بساط تھی جو اس پر الٹ رہی تھی۔ سب اس کی موجودگی اور اس کی بھرپور

ملازمین کی فوج کے درمیان ہوا تھا۔ وہ تو گویا اس کے منہ کے اندر ہاتھ ڈال کر حسین کو لے گیا تھا۔۔۔ اتنے قریب سے۔۔۔ اس کی ناک کے نیچے سے۔۔۔

!! ولی احمد۔۔۔

غصے میں بگڑتے چہرے کے ساتھ اس نے دانت پیسے تھے۔۔۔ تم نے غلط آدمی کے ساتھ کھلواڑ کیا ہے ولی۔۔۔ تم نے بہت غلط کیا۔۔۔ تمہیں یہ نہیں کرنا تھا۔۔۔ اب تم دیکھو گے کہ میں تمہارے ساتھ کیا کرتا ہوں۔۔۔ ہاں اب تم دیکھنا۔۔۔

منہ ہی منہ میں دانت پیس کر بڑبڑاتا وہ عجیب سا لگ رہا تھا۔۔۔ آگے بیٹھے ڈرائیور نے ایک نظر اسے بیک ویو مرر میں دیکھا تو اس کے جسم پر ایک پل کو چیونٹیا رہینگ لگائیں۔ ہاشم جس کا بھی انجام طے کر رہا تھا وہ نہایت بھیانک ہونے والا تھا۔۔۔ اس نے جھر جھری لے کر نظریں سامنے کے شیشے پر جمائیں۔۔۔

اترتی فجر اب ابھرتے سورج میں بھاپ بن کر فضا میں تحلیل ہو گئی تھی۔ وہ سبزہ زار کے پچھلے حصے میں کسرت کر رہا تھا۔ پسینے کی بوندیں اس کے کسرتی بازو سے پھسل کر گر رہی تھیں اور آنکھیں۔۔ آنکھیں اب تک سپاٹ تھیں۔

نیلے رنگ کے ٹریک سوٹ میں ملبوس اس کا بے حد فٹ سراپا مزید دراز لگ رہا تھا۔ پھر جھک کر جوتوں کے تسمے باندھتا وہ سیدھا ہوا اور پھیلے سبزہ زار پر جاگنگ کرنے لگا۔ ابھی اس کی ورزش آدھی بھی نہیں ہوئی تھی کہ اس کا موبائل بج اٹھا۔۔ کان میں لگے نازک سے آلے کو اس نے ہلکا سا دبایا تو کال کنٹیکٹ ہو گئی۔۔ مجھے تو لگا تھا کہ تم رات ہی میں رابطہ کرو گے مجھے۔۔ مگر چلو خیر ہو گئی۔

”بابا کہاں ہیں ولی۔۔؟“

”کس کے بابا۔۔۔؟“

انجان مت بنو۔۔ عزت سے پوچھ رہا ہوں تو عزت سے جواب دے دو۔۔ بتاؤ کدھر
"ہیں بابا۔۔؟"

دوسری جانب اس کی غراہٹ سے ولی گویا محفوظ ہوا تھا۔۔

یہ مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو۔۔ جاؤ دیکھو جا کر کسی طوائف کے کوٹھے پر۔۔ یقیناً
"ایسی ہی جگہوں پر پایا جاتا ہے وہ۔۔"

"ولی اب تم حد سے بڑھ رہے ہو۔۔"

ہاشم کی گویا دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا اس نے۔ جس کے باعث وہ بلبلا اُٹھا تھا۔۔

کون حد سے بڑھ رہا ہے اور کون حد میں ہے۔۔ کیا مجھے ضرورت ہے تمہیں یہ سب "

"بتانے کی۔۔

اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔۔ برف سی مسکراہٹ۔۔

جو پوچھ رہا ہوں اس بات کا جواب دو۔۔ کہاں ہیں بابا۔۔ بتاؤ مجھے نہیں تو ایک لمحے میں "

"تمس نہس کر دوں گا تمہیں میں۔۔

اوکے۔۔ کم آن۔۔ گو اہیڈ۔۔ تمس نمس کردو مجھے ہاشم۔ چلو شاباش تباہ کردو مجھے۔۔"

یہی تو کرتے آرہے ہو تم ایک عرصے سے۔۔ اور جانتا ہوں کہ آگے بھی تم یہی کرتے

"رہو گے۔ لیکن میں نے تمہارے باپ کو نہیں اٹھایا سمجھے۔

"کیا تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہاری اس بکو اس پر یقین کرونگا۔۔"

"!تو مت کرو یقین۔۔ کیا میں نے تمہیں کہا یقین کرنے کو۔۔۔"

اس کا چہرہ ایک پل میں جم سا گیا تھا۔۔

"یہ تم اچھا نہیں کر رہے ولی۔۔ یہ تمہیں بہت بہت مہنگا پڑے گا۔ یاد رکھنا۔۔"

سستے میں تو کبھی میں نیٹا بھی نہیں ہوں ہاشم۔۔ آئندہ مجھے اس بکو اس کے لیے فون "

"مت کرنا۔۔ اپنے باپ کو ڈھونڈو جا کر۔۔ زیادہ میرا دماغ نہ خراب کرو۔۔

سر جھٹک کر کال کاٹی۔۔ پھر کچھ سوچ کر نواز کو کال لگائی۔۔

"کیا وہ زندہ ہے۔۔۔؟"

"جی سرکار۔۔ زندہ ہے۔۔"

گڈ زندہ ہی رہنا چاہیئے اسے۔۔ موت اگر اس کے قریب بھی پھٹکی تو تمہاری خیر نہیں " "ہوگی۔۔"

کان سے آلہ نکال کر اس نے کرسی پر پڑے تولیئے سے گردن خشک کی اور پھر موبائل سلمے میز پر ڈالتا کرسی پر بیٹھا۔۔ جاگنگ کرنے کے باعث سانس اب تک پھولا ہوا تھا اور چہرے کی رنگت متغیر تھی۔۔

دور سوچتی نگاہوں کو سکیرے وہ ایک رات پہلے گزرے منظر کو سوچ رہا تھا۔۔

اس نے حسین کو موت نہیں دی تھی۔۔ اس نے اسے زندگی دی تھی۔۔ کیونکہ جب اس نے مرنا چاہا تھا تو اس نے اسے زندگی کا حکم سنایا تھا۔۔ کل جب اس نے موت طلب کی ہوگی تو اس نے بھی اسے زندگی دی تھی۔۔ ایک طویل نہ ختم ہونے والی۔۔ ! تھکا چنے والی زندگی۔۔

اس نے کتے کو ایک خاص زاویے پر باندھا تھا۔۔۔ ایسے کہ وہ حسین کے جسم کے قریب تک تو پہنچ سکتا مگر وہ اسے آگے بڑھ کر کاٹ نہیں سکتا تھا۔۔۔ وہ اس نے اس کو صرف موت کی حد تک خوفزدہ کرنے کے لیے باندھا تھا۔۔۔ اس کی تباہی کی اصل وجہ تو کچھ اور تھی۔۔۔

غیر مرئی نکلتے سے نگاہ ہٹا کر اس نے سامنے رکھا موبائل اٹھایا اور پھر چند نمبر ڈائل کرنے کے بعد فون کان سے لگایا۔

"کام ہو گیا تھا محسن۔۔۔؟"

"جی سر کام ہو گیا۔۔۔"

"تمہیں یقین ہے کہ کوئی دوائی اس پر اثر انداز نہیں ہوگی۔۔۔؟"

"ارے سر۔۔۔ کیا محسن پر بھروسہ نہیں آپ کو۔۔۔؟"

ہے بھروسہ۔۔۔ اچھا اب کچھ دنوں کے لیے منظر سے غائب ہو جاؤ۔۔۔ نظر نہ آنا مجھے "
"اب تم کچھ دنوں تک۔۔۔ خیال رکھنا۔"

"ولی سر۔۔۔"

وہ جو فون رکھنے ہی لگا تھا یکدم رک گیا۔

"ہاں کہو۔۔۔"

"آپ بھی اپنا خیال رکھیے گا سر۔۔ ہاشم بہت خطرناک آدمی ہے۔۔"

"ٹھیک رکھتا ہوں اب۔۔"

کوئی بھی تسلی بخش جواب دینے بغیر فون کان سے ہٹایا اور پھر اٹھ کر موبائل ہاتھ میں لیتے سبزہ زار سے دوسرے حصے کی جانب بڑھنے لگا۔۔

جس کا انجام موت ہونا محسن اسے کوئی چیز نہیں ڈرایا کرتی۔۔ ولی اپنی قبر کھود کر اس سفر پر نکلا تھا۔۔ اور جب کوئی قبر کھودی جاتی ہے تو اس میں مردہ دفنانا ہی ہوتا ہے۔۔ ہاں بالکل ایسا ہی کرنا ہوتا ہے۔

شاہر لینے کے بعد وہ جیسے ہی چابیاں اور موبائل لیتے کمرے سے باہر نکلا تو زمان کو پریشانی کے ساتھ یہاں وہاں ٹھلتے پایا۔۔ اس نے گہرا سانس لیا۔۔

آغاز ہو چکا تھا۔۔

لاؤنج میں صرف بی جان بیٹھی تھیں۔۔ امینہ اور شازیہ بہت ہنگامی صورتحال میں ڈرائیور کے ساتھ اپنے گھر گئی تھیں۔ اور جب سے یہ خبر سفید حویلی میں پھیلی تھی کہ حسین کل رات سے غائب ہے تب سے ایک عجیب سی بے چینی کی لہر ہر وجود میں محسوس کی جاسکتی تھی۔۔ اس نے آگے بڑھ کر زمان کو کندھوں سے تھاما اور تسلی بخش نگاہوں سے ان کا شفیق سا چہرہ دیکھا جو اس وقت پریشانی کے باعث متغیر ہو رہا تھا۔۔

سردار بابا میں نے کہا ناں آپ سے کہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں لگاتا ہوں کچھ۔
"بندوں کو کام پر ایک گھنٹے میں ڈھونڈ لیں گے حسین سرکار کو۔۔ آپ فکر مت کریں۔۔"

لیکن ہاشم بھی تو رات بھر سے ڈھونڈ رہا ہے انہیں ولی۔۔ اسے کیوں اب تک بھاجی "
"نہیں ملے۔؟"

آپ مجھ پر بھروسہ رکھیں سردار بابا۔۔ میں کرتا ہوں کچھ۔۔ اب چلیں پہلے ٹھیک سے "ناشتہ کریں اور اپنی دوائیاں وقت پر لیں۔ یہ ایسے ٹھیک نہیں ہے۔۔ خیال رکھیں میں "ڈھونڈتا ہوں انہیں۔۔"

تسلی کروا کر وہ جیسے ہی مڑا تو سامنے سے آتی امل کو دیکھ کر ایک۔۔ بس ایک پل کے لیے ٹھہرا۔۔ پھر بنا کوئی تاثر دیتے تیزی سے باہر کی جانب بڑھ گیا۔۔ وہ اسے گردن موڑے جاتا ہوا دیکھ رہی تھی۔۔ کچھ چیزیں کرنے سے انسان خود کو کبھی نہیں روک سکتا۔۔ وہ بھی اسے مڑ کر دیکھنے سے خود کو روک نہیں پاتی تھی۔۔ جانتی تھی کہ سب کچھ تکلیف دیا کرتا تھا مگر پھر بھی۔۔ پھر بھی اسے دیکھنے کی عادت بہت جان لیوا تھی۔۔ ذرا دیر وہ دکھائی نہ دیتا تو لگتا تھا کوئی سانس روک رہا ہے۔۔

ولی گاڑی میں آکر چند پل سٹیئرنگ کو تھامے بیٹھا رہا۔۔ گہرے سمندر میں ڈولتی کشتی کی مانند اس کا دل ڈول رہا تھا۔۔ جو وعدہ اس نے اہل سے کر رکھا تھا کیا وہ اس کو نبھانے کا اہل ہو سکتا تھا۔۔؟ اگر جو وہ بھی ان چکروں میں کہیں مر کھپ گیا تو پھر کون ہوگا جو اس کی حفاظت کرے گا۔۔ چند پل وہ یونہی اسٹیئرنگ تھامے شیشے سے پار دیکھے گیا۔۔ لیکن پھر اگر وہ ہی نہیں رہا تو اہل کو کون تنگ کرے گا۔۔؟ لوگ اہل کو تکلیف اس لیے دے رہے تھے کیونکہ اس کے پیچھے ولی کو تکلیف ہوا کرتی تھی۔ ان کا مقصد ولی کو تکلیف پہنچانا تھا اہل کو نہیں۔۔ ایک طرح سے اچھا ہی ہوگا بی بی اگر میں آپ کی زندگی سے نکل جاؤں تو۔۔

ایک لمحے کو اس کے چہرے پر زخمی سی مسکراہٹ ابھری تھی۔۔

ویسے بھی کب آپ میری تھیں بی بی۔۔! آپ تو ہمیشہ سے مجھ سے بہت دور تھیں۔۔۔ بہت دور ہیں۔ اور یہ دور رہنا آپ کے لیے بہت بہتر ہے۔۔ میں اگر مر بھی گیا تو ایک

وعدہ تو وفا کر ہی جاؤنگا۔۔ آپ کی زندگی سے دور جانے کا وعدہ۔۔ آپ کو کبھی اذیت نہ
چینے کا وعدہ۔۔

چہرہ پھیر کر سفید حویلی کے قد آور سے گیٹ کی جانب دیکھا۔۔

جانتا ہوں کہ آپ اب تک میری راہ دیکھ رہی ہوں گی۔ جانتا ہوں آپ کو بہت اچھے سے۔
اتنے اچھے سے جتنا آپ خود کو بھی نہیں جانتیں۔۔

چہرہ اندر کی جانب پھیرا اور پھر ایک بوجھل سی سانس خارج کرتا گاڑی اسٹارٹ کرنے
لگا۔۔ جو لکیروں میں نہ ہوتا تھوں میں تمہام رکھا ہو تب بھی آپ کو نہیں ہوسکتا۔۔

اس کی گاڑی اب تیزی کے ساتھ کچے راستوں پر دوڑتی آگے ہی آگے بڑھ رہی تھی۔۔
اس لڑکے کو اندازہ ہی نہیں تھا کہ وہ اپنی موت کو بھی طے کیے بیٹھا تھا۔۔ ایک رونگٹے
کھڑے کرچنے والے احساس نے ساری پگڈنڈیوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔۔

ہاشم کے سارے بندے اب کے راستوں کو چھان رہے تھے۔ گاؤں کی طرف کو جاتے راستے، گاؤں سے باہر کو جاتے راستوں کو۔۔ وہ بہت پریشانی کے ساتھ ایک ایک کو ہدایات دیتا ہلکان ہونے لگا تھا۔۔ ہر بڑھتے لمحے اس کا دل خوف کے ایک خوفناک سے شکنجے میں جکڑنے لگا تھا۔۔ اوپر سے گھر والوں کی بار بار کی کالز نے اس کا دماغ گھما دیا تھا۔ ابھی ابھی نگار کا نمبر موبائل پر جگمگاتا دیکھ کر اس کا چڑھتا پارہ سوا نیزے پر جا پہنچا تھا۔۔

آنے والی کال کو یس کرتے اس نے موبائل سختی سے کان پر جمایا۔۔

ماجی میں نے کہا ناں کہ مجھے بار بار فون کر کے تنگ نہ کرو، کر تو رہا ہوں، ڈھونڈ تو رہا" ہوں انہیں۔۔ اور کیا چاہتی ہو تم۔۔؟ میرا فی الحال دماغ بہت زیادہ گھوما ہوا ہے۔ مجھے

کام کرنے دے ابھی۔۔ دوبارہ فون نہ کرنا۔۔ کچھ پتہ چلا تو فون کر کے سب سے پہلے
”تمہیں بتاؤنگا۔ رکھتا ہوں ابھی۔۔“

اس نے بات سنے بغیر اپنی کہہ کر کوفت سے فون کو کان سے ہٹایا اور پھر سامنے سے
آتے شہیر کی جانب متوجہ ہوا۔

سرکار مجھے لگتا ہے کہ وہ اس گاؤں میں نہیں ہیں بلکہ شاید وہ کسی اور جگہ لے
جائے گئے ہیں۔۔ اگر ہمارے گاؤں میں ہوتے تو ایسا ممکن ہی نہیں کہ ہمیں پتہ نہ
چلے۔ ہم اس گاؤں کے چپے چپے سے واقف ہیں۔۔ اور جس نے بھی ایسا کیا ہے، ظاہر
ہے یہاں اسی گاؤں میں رکھنے کی تجویز پر تو اس نے کبھی غور نہیں کیا ہوگا۔۔ وہ بھی
آپ کو اچھی طرح جانتا ہے کہ آپ کی پہنچ کہاں تک ہے۔۔ آپ مجھے اجازت دیں تو میں
”گاؤں سے باہر چھان پھٹک کروں۔“

ہاشم نے تھک کر سر اثبات میں ہلا کر گویا اسے اجازت دی تھی۔۔

"پولیس میں رپورٹ کر دی تھی ناں۔۔؟"

"جی کر دی تھی۔۔"

"کوئی چھان پھٹک شروع کی انہوں نے یا یونہی ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھی ہے۔"

وہ اپنی سی کوششیں کر رہے ہیں سرکار مگر یہ ان کے بس کا کام نہیں ہے۔ ہمیں "

"خود کوئی اسٹینڈ لینا ہوگا۔۔ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔۔"

اس نے سر کرسی کی پشت سے ٹکایا تو کنپٹی میں درد کی ٹیسیں ابھرنے لگیں۔ ہمیشہ جیتنے والوں کو ہار کا سامنہ کرنا پڑے تو وہ ہار کو سہار نہیں پاتے۔۔ انسان کو جیت سنبھالنے کے لیے ہار کا عادی ہونا ہی چاہیئے۔۔ نہیں تو وہ جیت کو سنبھالنے کا اہل نہیں ہوگا۔ اس کے ساتھ بھی یہی سب ہو رہا تھا۔ ایسی بے بسی تو اس نے ساری زندگی میں کبھی محسوس نہیں کی تھی جیسی آج محسوس کر رہا تھا۔۔

ٹھیک ہے۔۔ مجھے میرا باپ ڈھونڈ کر لا کر دو شہیر۔۔ پھر ہمیں ساتھ مل کر کچھ کاموں " کو بھی نپٹانا ہوگا۔۔ جاؤ اب۔۔

ڈھیلے ہاتھ سے اسے جانے کا اشارہ کیا تو وہ ادب سے گردن جھکاتا واپس پلٹ گیا۔۔ پیچھے تھکا سا ہاشم اب تک ویسے ہی آنکھیں موندے کرسی سے سر ٹکائے ہوئے بیٹھا تھا۔۔

بی جان اور امل دونوں نگار بیگم کے پاس آئی ہوئی تھیں۔ جب سے بی جان آئی تھیں
نگار بیگم کو خاموش کروانے کی کوشش میں ہلکان ہونے لگی تھیں۔ رات سے رو رو کر
نگار نے اپنے آپ کو ایک ہی رات میں بوڑھا کر لیا تھا۔۔ امل نے ان کی بکھرتی شخصیت کو
دیکھ کر افسوس سے سوچا تھا۔۔ لاؤنج میں بے حد خاموشی تھی صرف نگار اور کبھی کبھی
امینہ اور شازیہ کے رونے کی آواز آ جاتی۔ باقی گویا پوری حویلی سے جیسے کسی نے زندگی
کھینچ لی تھی۔۔ ایک جھٹکے میں۔۔

اسی اثنا میں داخلی دروازے سے ارجمند، ناجیہ اور نفیس داخل ہوئے۔ ارجمند تو آتے ہی
نگار بیگم کے گلے لگ کر بہت روئیں۔۔ بجائے کسی کو تسلی دینے کے یہ خاندان کی نام
! نہاد پر خلوص عورتیں بلاوجہ گلا پھاڑ پھاڑ کیوں روتی ہیں۔۔

اس نے انہیں اس طرح روتے دیکھا تو ان کے اس انداز پر بیزاری سے سر جھٹکا۔۔۔
یہ سب جتنا بھی اصلی ہو جانا اسے ہمیشہ نقلی ہی لگتا تھا۔۔ بے اختیار اس کی نگاہ نفیس
پر پڑی تو اس نے نفرت سے چہرہ ہی گھما لیا۔ اسے دیکھتے ہی گویا اندر تک کڑواں پھیل
گئی تھی۔۔ ناجیہ سے پچھلی تلخی کے بعد اس نے اس کی جانب دیکھا بھی نہیں۔۔ جو برا
لگتا ہے سو لگتا ہے۔۔ ابھی بھی وہ اسے زہر لگ رہی تھی تو اس نے بلاوجہ اس کے
سامنے شہد بننے کی کوشش کی بھی نہیں۔۔ یہ اس کا انداز تھا ہی نہیں۔۔ اہل جو نہیں
ہے وہ کبھی نہیں بن سکتی تھی۔۔

اچھی طرح رو دھو کر جب دونوں دیورانی جیٹھانی بیٹھیں تو دوپٹے سے آنسو صاف کر رہی
تھیں۔۔ پھر نگار ایک دم گہرا سانس لے کر بولیں۔۔

حسین نے تو کبھی کسی کے ساتھ برا نہیں کیا۔۔ کبھی کسی کا برا نہیں چاہا، ہمیشہ "لوگوں کی مدد کیا کرتے تھے وہ تو۔۔ کبھی کسی کو جھڑکانہ ہی گالی دی۔۔ میں نے تو کبھی "ان کو کسی کے خلاف بولتے نہیں سنا اور اب ایسے۔۔

وہ پھپھک کر رو پڑی تھیں۔۔ شازیہ نے ایک گہرا سانس لیا۔۔

بہت لوگ کہہ رہے ہیں کہ دشمنی میں کسی نے اٹھایا ہے بابا کو مگر یقین کریں چچی۔۔ "میرے بابا کی کسی سے کوئی دشمنی نہیں تھی۔۔ کبھی انہوں نے تو کسی کو تکلیف نہیں پہنچائی بھلا ان کی ایسی جان لیوا دشمنی کہاں سے آگئی۔۔! غلط کہہ رہے ہیں سب۔۔ "جھوٹ کہہ رہے ہیں۔"

اس نے آنکھوں سے گرتے آنسوؤں کو رگڑ کر صاف کیا تو ساتھ بیٹھی امینہ نے اسے خود سے لگاتے ہوئے حوصلہ دیا۔۔ ایک ہی جھٹکے میں سب کے سب گویا بکھر کر رہ گئے تھے۔

بس اس غارت کرے ایسے لوگوں کو جنہوں نے ہمارے بھائی صاحب کو اذیت میں رکھا" ہوا ہے۔۔ ایک دفعہ وہ ہاشم کے ہاتھ آجائے گردن مروڑ کر رکھ دیگا۔۔ لوگ پتہ نہیں "ایسے کام کر کے راتوں کو سو کیسے جاتے ہیں۔۔ تو بہ بھئی۔۔

گہرے افسوس سے سر ہلا کر کہا تو اہل کو ان کے بناوٹی انداز سے کوفت ہونے لگی۔۔ پتہ نہیں کیسے لوگ تھے یہ سب۔۔ کسی کے ساتھ نہ مخلص تھے اور نہ ہی کسی کے غم، کسی کی خوشیوں میں دل سے شریک ہونے والے تھے۔۔ بس جس کے منہ پر ہوتے اسی کی تعریف کر دیا کرتے۔۔ اور ان کے سامنے انہی کے دشمنوں کو برا بھلا کہہ کر اپنے نمبر بنا لیا کرتے۔۔ بھلا انہیں اور آتا ہی کیا تھا۔۔

اب اس سے اس ماحول میں بیٹھا نہیں جا رہا تھا۔۔ حسین تایا کے لیے پریشان وہ بھی
تھی مگر اس طرح کا واویلا اس سے نہیں ہو رہا تھا۔۔

پتہ نہیں کس کی منہوس نظر کھا گئی ہمارے گھر کو زامانی۔۔ خدا غرق کرے ایسے لوگوں "
"کو۔۔

نگار بیگم روتے روتے ایک ہی بددعا پیئے جا رہی تھیں۔۔ اسے بے اختیار ان کا ولی کے
ساتھ سخت سا رویہ یاد آیا۔۔ کیسے کیسے اذیت ناک لفظوں سے وہ اس کی ابھرتی جوانی کو
تار تار کر دیا کرتی تھیں۔۔ طنز اور کسی تیکھے جملے کا موقع ہاتھ سے جانے دینا تو انہوں نے
خود کی توہین تصور کر رکھا تھا۔۔

وہ انہیں دیکھتی سوچ رہی تھی۔۔

کیا ہمیشہ نظر بد ہی ہوتی ہے جو انسان کو ایسے حال تک پہنچا دیا کرتی ہے۔۔۔ نہیں۔۔۔
ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا۔۔۔ یہ تو ہمارے اعمال ہوتے ہیں جو ہمیں گہری، تاریک جہنم میں
دھکیل دیتے ہیں۔ یہ ہم ہی ہوتے ہیں جو خود کے دشمن ہوتے ہیں۔۔۔ ابھی اگر وہ
انہیں کہے کے اپنے اعمال سے توبہ کر لیں اور اللہ کی جانب رجوع کریں تو شاید کوئی راہ
نکل آئے۔ مگر ایسا کہہ کر اس نے خود کا یہاں تماشہ نہیں بنوانا تھا۔۔۔ کیونکہ یہ لوگ
انگلیاں اٹھانے والے تھے۔۔۔ خود کی جانب پلٹ کر آئی انگلیوں کو دیکھنا ان کے لیے
بہت مشکل تھا۔۔۔

گہرا سانس لے کر وہ جم کر بیٹھی رہی۔۔۔

اللہ بس حفاظت کرے میرے بابا کی۔۔۔ میرے بابا نے کبھی کسی کو تکلیف نہیں "
پہنچائی۔۔۔ وہ کبھی کسی کو تکلیف نہیں دیا کرتے تھے۔۔۔ وہ بہت اچھے اچھے انسان

امینہ بھی ایک دم سے رو پڑی تو اس نے ترحم سے ان سب کی حالتوں کو دیکھا۔ کچھ تو تھا جو یوں پلٹ آیا تھا۔۔ اسی وقت۔۔ محسن نے قبرستان کا دروازہ پار کیا تھا۔۔ سورج اب کے سر پر چڑھا محسوس ہو رہا تھا۔۔ اس نے ایک دستی بیگ کندھے پر ڈال رکھا تھا اور سر پر پی کیپ ذرا آگے چہرے پر جھکا رکھی تھی۔۔ قبرستان کی کچی زمین پر قدم قدم چلتا وہ سوکھے پتوں کو چرمراتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔۔ پھر تین قبروں کے عین سامنے رک سا گیا۔۔ ان تینوں قبروں پر ایک بڑا گھنا سا درخت تھا جس کا گہرا سا سایہ ہر لمحے دھوپ کی جھلستی تمازت سے ان قبروں کو ڈھانپے رکھتا تھا۔۔ وہ تھوک نکل کر گھٹنوں کے بل ان قبروں کے سامنے بیٹھا۔۔

وہ ظالم لوگ تھے بابا۔۔ میں نے ان کی ایک دیوار کو گرا دیا۔۔ میں آپ کو، ماں کو۔۔ اور" بھائی کو مزید اپنے خوابوں میں ترپتا ہوا نہیں دیکھ سکتا تھا بابا۔۔ مجھے نہیں پتہ میں نے گناہ کیا ہے یا یہ سب کر کے ثواب کمایا ہے۔۔ مگر میں نے وہ کیا جو مجھے ٹھیک لگا تھا

بابا۔۔ میں نے بھی ان کو اسی عذاب سے گزارہ جس سے پچھلے کئی سالوں سے میں
”گزرتا آ رہا تھا۔“

نو عمر سا جاذب نظر لڑکا سر جھکائے بڑبڑا رہا تھا۔۔ شاید اس کے آنکھوں میں گلابی سی
نی بھی تھی۔ ہاتھوں نے سختی سے دستی بیگ کو تھام رکھا تھا اور نظریں قبروں کی کچی
مٹی پر جمی تھیں۔

میرے بابا نے کبھی کسی کے ساتھ کوئی ظلم نہیں کیا ارجمند چچی۔ کسی کو بہت بڑی "
"غلط فہمی ہوئی ہے۔۔۔"

امینہ نے کہہ کر چہرہ آنسو صاف کرنے کو چہرہ جھکایا تو اسی پل محسن نے اپنا جھکا سر
اٹھایا۔

انہوں نے میرے خاندان کے ساتھ بہت بڑا ظلم کیا تھا بابا۔۔ میں انہیں ایسے معاف "

"نہیں کر سکتا تھا۔۔ جانتا ہوں کہ اگر آپ ابھی زندہ ہوتے۔۔

اس کی آواز بھرائی تھی۔۔ گلے میں جیسے بہت کچھ جما ہو گیا تھا۔۔ دل درد سے پھٹنے

لگا۔۔

اگر آپ زندہ ہوتے تو مجھے ایسا کوئی کام نہیں کرنے دیتے۔ انتقام کے کسی چکر کا حصہ "

"!نہیں بننے دیتے مجھے آپ۔۔ لیکن بابا اگر آپ ہوتے تو غم ہی کس بات کا تھا۔۔۔

"بس اب اللہ سے دعا کریں آپ سب کہ تایا جی خیر خیریت سے مل جائیں ہمیں "

نفیس نے کہا تو سب نے ہی ایک ساتھ گہرا سانس لیا۔۔

میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں بابا۔۔ کہ انتقام کے چکر میں کبھی بھی کوئی سروائیور معصوم " نہیں بچتا۔۔ اگر ظالموں کی صفوں میں داخل ہو کر ان کے خیموں کو جڑ سے نہیں اکھاڑا جائے تب تک کوئی طاقت ان کے ظلم کو اس زمین پر نہیں روک سکتی بابا۔۔ اور میں نے۔۔ میں نے ان کو مزید کسی کو تباہ کرنے سے روکا ہے۔۔ میں نے ٹھیک کیا ہے "بابا۔۔ اس کے لیے آپ مجھے نہیں ڈانٹ سکتے۔۔

وہ سر جھکائے اب تک بڑبڑا رہا تھا۔۔ ایک آنسو بھی لڑھک کر اس کی آنکھ سے پھسلا۔۔ پھر اس نے ہاتھ میں سختی سے پکڑے دستی بیگ سے ایک خشک سا سرخ گلاب نکالا۔۔ آگے بڑھ کر اسے بابا کی قبر پر رکھ دیا۔۔ چند پل گیلی آنکھوں سے تینوں قبروں کو

دیکھے گیا اور پھر آہستہ سے بیگ کندھے پر ڈالتا اٹھ گیا۔۔ ہوا سے زمین پر گرے زرد سے پتے ایک جھکڑ کی صورت اُڑ رہے تھے۔۔

میں ایک اچھا بیٹا نہیں بن سکا بابا۔۔ میں آپ کا بہت پاک صاف سا معصوم محسن "

"نہیں بن سکا۔۔

اس نے آستین سے آنکھیں رگڑی تھیں۔۔ مگر ایک بھی بار مڑ کر سوئی قبروں کو نہیں دیکھا۔۔ انہیں ایسے دیکھنا بہت اذیت دیا کرتا تھا۔

مجھے انتقام کے چکروں نے معصوم نہیں رہنے دیا بابا۔۔ آپ مجھے معاف کر دیجیئے گا۔۔ "

اور ماں کو کہیئے گا کہ میں ان کی نرم گرم سی آغوش کو اب بھی بہت شدت سے یاد کرتا ہوں۔۔

دور جانا لڑکا بار بار آنکھوں میں آئی نمی کو آستین سے رگڑ رہا تھا اور خود کو سنبھال بھی رہا
تھا مگر پھر بھی وہ تھا تو ایک نو عمر سا جوان۔۔! ایک بچہ۔۔

بھائی سے کہیے گا کہ ان کے چیمپ نے ان کا بدلہ لے لیا۔۔ وہ مجھے ہمیشہ بزدل کہا
”کرتے تھے مگر میں۔۔ بابا میں بہت بہادر ہوں۔۔ کیونکہ میں۔۔

اس نے ایک پل کو رک کر قبرستان کی جانب دیکھا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتا آگے ہی
آگے بڑھتا گیا۔۔

”میں زندہ ہوں۔۔“

دھوپ کی نرم سی گرمی سارے ماحول کو اپنی زردی میں لپیٹ چکی تھی۔۔ اور دور سے
دیکھنے پر بس یہی نظر آتا تھا کہ درختوں کی قطار کے نیچے سے ایک لڑکا دستی بیگ کندھے پر
ڈالے بار بار جیکٹ کی آستین سے بھگیٹی آنکھیں رگڑتا گزر رہا تھا۔۔ اور یہ منظر۔۔ یہ
منظر بہت تکلیف دہ تھا۔۔ دیکھنے والے کے دلوں پر کرب کے عظیم لمحات بن کر اترتا
! تھا یہ منظر۔۔

”ہاشم سرکار۔۔ حسین سرکار مل گئے ہیں۔۔“

شہیر نے پھولی سانسوں کے درمیان اسکے آفس میں داخل ہو کر بتایا تو وہ ایک جھٹکے سے
اٹھا۔۔ بے یقینی کے ساتھ خوشی اس قدر تھی کہ اسے فی الحال کچھ بھی سمجھائی نہیں
دے رہا تھا۔۔

”کس نے بتایا تمہیں بابا کا۔۔؟“

تیز تیز قدم اٹھاتا وہ شہیر کے ساتھ چلتا سبزہ زار عبور کر رہا تھا۔۔

ابھی ابھی مراد کا فون آیا میرے پاس۔۔ حسین سرکار مل گئے ہیں اور وہ انہیں ابھی ”اسپتال لے کر جارہے ہیں کیونکہ ان کی حالت ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔۔“

تیزی سے چلتا ہاشم گویا ایک سیکنڈ کو پتھر کا ہو گیا۔۔ شہیر جو اس سے آگے نکل گیا تھا اس کے رکنے پر رک کر اسے دیکھا۔۔

"کیا ہوا ہے بابا کو۔۔؟"

سرکار مجھے نہیں پتہ ہے اس بارے میں کچھ بھی۔۔ ابھی ہم شہر کے اسپتال جا کر
"دیکھیں گے تب ہی ساری صورتحال کا اندازہ ہوگا۔۔"

تھوڑی دیر پہلے والی سکون کی کیفیت یکلخت ہی عنقا ہو گئی تھی اور اب ایک جما دینے والا
خوف ہاشم کے رگ و پے میں سرایت کر رہا تھا۔۔ شہر کی جانب گاڑی کو تیزی سے
دوڑاتا وہ جیسے بس حسین کے پاس پہنچ جانا چاہتا تھا۔۔ کیونکہ اس کی چھٹی حس بتا رہی
تھی کہ کچھ غلط تھا۔۔ کہیں کچھ بہت بہت غلط تھا۔۔ پگڈنڈیوں پر پھیلا خوف کا آسیب
اب کے آہستہ آہستہ شام کی سیاہی میں ڈھلنے لگا تھا۔۔

اٹل نے مغرب کی نماز کا وضو کیا اور پھر دوپٹہ سر پر درست کرتی گیسٹ روم میں جائے نماز بچھا کر سیدھی ہوئی۔۔ بی جان، ارجمند تائی اور باقی سب لالوئج ہی میں نماز پڑھ رہے تھے لیکن وہ اس وقت سب سے الگ ہو کر اکیلے میں نماز پڑھنا چاہتی تھی۔۔ ایک جانب ہو کر اللہ کو پکارنا چاہتی تھی۔۔ اس سے بات کرنا چاہتی تھی۔۔

اس نے چہرے کے گرد زرد دوپٹے کو لپیٹا اور پھر نماز پڑھنے کھڑی ہو گئی۔ فارغ ہونے کے بعد سلام پھیر کر وہ چند لمحے جائے نماز کو دیکھے گئی۔۔ اس سے جلدی جلدی دعائیں مانگ کر نہیں اٹھا جاتا تھا۔۔ سلام پھیر کر چند پل تو وہ جائے نماز پر بنے نقش و نگار کو خاموشی سے دیکھے جاتی تھی۔۔ اس سب میں بھی اپنا ہی ایک سکون تھا۔۔ خاموشی تھی۔۔ گہرا سانس لے کر اس نے چہرہ اوپر کیا اور پھر دونوں کو مل ہاتھوں کو فضا میں بلند کیا۔۔

اسی پل کسی نے گیسٹ روم کا دروازہ بجایا تھا۔۔ وہ جو دعا مانگنے ہی لگی تھی چونک کر
آنکھیں کھولیں۔۔ نفس دروازے میں ایستادہ اسے بہت محویت سے تک رہا تھا۔۔ چہرے
کے زخم کافی حد تک مندمل ہو چکے تھے اور وہ پہلے سے کافی بہتر لگ رہا تھا۔۔

”اس دن کے لیے میں معافی مانگنا چاہتا ہوں۔۔۔“

اس نے گیسٹ روم میں آنے کی جسارت نہیں کی تھی۔۔ ولی کے پڑھائے گئے سبق
لوگوں کو اکثر یونہی یاد رہ جایا کرتے تھے۔۔ اسے بھی یاد تھے۔۔

”تمہیں مانگنی بھی چاہیئے۔۔“

اس کا روکھا سا انداز پلٹ آیا۔۔ یہ فضول سا انسان اس کی دعا میں مغل ہوا تھا۔۔ اور جو
دعاؤں میں مغل ہوں۔۔ ان سے اسے ویسے ہی چڑ تھی۔۔

مجھے وہ سب تمہیں نہیں کہنا چاہیے تھا۔۔ بعد میں مجھے بہت افسوس ہوا تھا اس سب
"پر امل۔۔"

سر جھکا کر کہا تو امل نے اسے دیکھا۔

"جو کہنا ہے صاف صاف کہو نفیس۔ میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں۔۔"

بیزاریت سے اسے ٹوکا تو وہ یکدم مدے پر آیا۔۔

میں چاہتا ہوں کہ جو بھی غلط فہمی ہمارے درمیان پھیل گئی ہے تم اسے اپنے دل سے نکال دو۔۔ ہمارا اب رشتہ ہو چکا ہے۔۔ میں تم سے کوئی بدلہ نہیں لینا چاہتا نہ ہی میرا تمہیں مزید تنگ کرنے کا کوئی ارادہ ہے۔۔ میں بس یہ چاہتا ہوں کہ تم میری طرف سے اپنا دل صاف کر لو۔۔

اس نے ایک پل کو زرد سے لباس میں بے داغ سے حسن والی لڑکی کو دیکھا تھا۔۔

تمہیں کیا لگتا ہے کہ باتیں اتنی آسانی سے دلوں سے نکل جاتی ہیں۔؟! یہ میرا دل ہے "نفیس۔۔۔ کوئی اسٹور روم نہیں کہ جس میں جو سامان فالتو لگے اسے بڑے آرام سے اٹھا کر باہر پھینک دیا جائے۔۔ تمہیں اندازہ بھی ہے کہ تمہاری حرکت کس قدر گھٹیا اور نیچ ہے! تمہی۔۔"

اس نے وہیں جائے نماز پر بیٹھے بیٹھے گردن اس کی جانب پھیر کر کہا تھا۔۔ ساتھ میں وہ اسے افسوس سے دیکھ بھی رہی تھی۔۔

میں جانتا ہوں اسی لیے تو معافی مانگ رہا ہوں تم سے۔۔ مجھے ایسے نہیں کرنا چاہیے "

"تھا۔۔

ٹھیک ہے۔۔ لیکن میں اتنی جلدی معاف نہیں کرتی نفیس۔ تمہاری معافی اسی شرط "

پر ہو سکتی ہے کہ جب تم مستقبل کے کسی بھی روہے سے یہ ثابت نہ کرو کہ تم ایک

"نہایت گھٹیا اور بدتمیز انسان ہو۔۔

نفیس نے بے یقینی سے ایک پل کو چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔۔

”میں تمہیں پسند کرتا ہوں امل۔۔“

امل کی کنپٹیوں تک میں جلن مچ گئی تھی۔۔ جس رشتے میں وہ اس کے ساتھ بندھ گئی
تھی کیا کوئی راستہ تھا اس سے نکلنے کا۔۔

پسند کرنے سے پہلے اگر تم عزت کرنا سیکھ جاتے تو یہ زیادہ بہتر ہوتا تمہارے لیے۔۔“
جلتے ہو تم اور تمہارے جیسے بہت سے لڑکے اپنی محبتوں میں ناکام کیوں ہو جاتے
”ہیں۔۔“

وہ دعا کا ارادہ ترک کر کے جائے نماز سمیٹتی اٹھی تھی۔۔ پھر ایک پل کو اس کے سامنے
رکی۔۔

وہ اس لیے نفیس احمد کیونکہ وہ محبت کرنا تو سیکھ جاتے ہیں جو کہ آسان ہے مگر وہ " کبھی بھی عزت کرنا نہیں سیکھتے جو کہ بہت مشکل ہے۔۔ لڑکیوں کو محبت نہ دو۔۔ انہیں عزت کے دو بول بھی بول دو گے ناں تو وہ کبھی تمہاری ناقدری نہیں کریں گی۔۔ لیکن اگر جہاں ذرا سا تم اپنی جنگلی فطرت پر اترے اور اسے بے عزتی سے اپنانا چاہا۔ تب تم۔۔ اور تم جیسا ہر لڑکا اس لڑکی کو کھو دیگا۔۔ عزت کرنا سیکھو۔۔۔ محبت عزت کے ساتھ بندھی ہوئی ہے کہ جس کا ذائقہ عزت ہی کے ساتھ سے آتا ہے۔۔ اور اگر صرف محبت کو لے کر تم اس کے دل پر حکمرانی کرنا چاہو گے تو بھول ہے یہ تمہاری۔۔ وہ تمہیں کبھی نہیں ملے گی۔۔ جسم مل بھی جائے۔۔ مگر روح تک تمہاری رسائی "عمر بھر ناممکن ہی رہے گی۔۔"

اس نے جائے نماز ایک صوفے پر ڈالا اور دوپٹے کی تمہیں چہرے کے گرد سے کھولتی باہر کی جانب بڑھ گئی۔۔ دروازے کے وسط میں ایستادہ نفیس نے گہرا سانس لے کر چہرہ جھکایا تھا۔۔

ڈیڑھ گھنٹے کی ڈرائیو پر اسپتال موجود تھا۔ لیکن یہ ڈیڑھ گھنٹہ زندگی کا سب سے طویل وقت ثابت ہو رہا تھا ہاشم کے لیے۔ اس کا دل ڈوب ڈوب کر ابھرنے لگا تھا۔ ولی سے کچھ بھی بعید نہیں تھا۔۔ وہ کچھ بھی کر سکتا تھا۔۔ اور اگر جو اس نے کچھ کیا تو۔۔

اس کے دانت جم گئے تھے۔۔ کنپٹی کو جاتی رگ غصے سے پھڑکنے لگی تھی۔ قریباً ڈیڑھ گھنٹے کی ڈرائیو کو مشکل ایک گھنٹے میں پار کر کے وہ اسپتال پہنچا تھا۔ گاڑی کا دروازہ تیزی کے ساتھ بند کرتا اندر کی جانب بھاگا۔۔ شہیر اس کی رفتار سے بلنے کی کوشش کر رہا تھا مگر ہاشم پر تو گویا کوئی طاقت سی وارد ہو رہی تھی۔۔ اس کے قدموں میں بجلی سی بھر گئی

تھی۔۔ شہیر کو ساتھ لیئے بغیر وہ تیز تیز آگے بھاگ رہا تھا۔۔ بڑے سے چمکتے ٹائلز کے
ہال میں ریسپین کے پاس ہی اسے مراد اور اس کے آدمی مل گئے تھے۔۔ اب کے مراد
اس کے آگے آگے اس کی رہنمائی کرتا کمرے کی جانب بڑھ رہا تھا۔۔ نہ جانے کیوں
اس کے تیز قدموں کی رفتار دھیمی پڑتی جا رہی تھی۔۔ جیسے جیسے حسین کا کمرہ قریب آتا
جا رہا تھا اس کی ہمت جواب دینے لگی تھی۔۔ اتنے سالوں سے لوگوں کے والدین کو ناحق
مارتے اسے کبھی ان کی تکلیف کا اندازہ نہیں ہوا تھا۔۔ لیکن یہ افیت۔۔ یہ افیت
بہت زیادہ تھی۔۔ مراد کمرے کے باہر پہنچ کر ایک پل کو ہچکچا کر ٹھہر گیا۔۔ اس کی
ہچکچاہٹ ہاشم نے بخوبی محسوس کر لی تھی اور اس نے اسے پیچھے ہٹاتے کمرے کا دروازہ
واکیا اور پھر خود بھی ایک پل کو پتھر کا ہو گیا۔۔ ایک ڈاکٹر حسین کے بستر کے ساتھ کھڑا
جھک کر ان کی بند آنکھوں کو ایک ایک کر کے کھولتا ٹارچ مار کر دیکھ رہا تھا۔ ایک طرف
نرس بھی ڈرپ میں انجیکشن لگا رہی تھی۔۔ وہ جلدی سے آگے بڑھا۔۔

اس کا باپ ٹھیک تھا۔۔ ہاں وہ ٹھیک تھا۔۔

لیکن ایک منٹ۔۔ اس کی آنکھوں نے حسین کے قدموں پر ڈلی سفید چادر سے اس کے
چہرے کی جانب سفر کیا اور پھر۔۔ پھر اس پر گویا سارا آسمان گر پڑا تھا۔۔ حسین کے
چہرے کے زاویے بگڑ کر ایک ہی انداز پر رک چکے تھے۔

"انہیں۔۔ کیا ہوا ہے۔۔؟؟"

اسے پتہ تھا مگر پھر بھی اس نے پھنسی پھنسی سی آواز میں ڈاکٹر سے پوچھا تو اس نے
ایک نظر اسے دیکھا۔۔

"آپ مریض کے کیا لگتے ہیں۔۔؟"

"بیٹا ہوں ان کا۔۔"

سوری۔۔ یہ زندہ تو ہیں۔۔ مگر ان کے جسم کا بہت سا حصہ پیرالائز ہو چکا ہے۔ ہاتھ،
پیر اور جسم کے کسی حصے کو بھی حرکت نہیں دے سکتے یہ۔۔ ہاں صرف آنکھوں کو گھما
”کر دیکھ سکتے ہیں وہ بھی بس ایک ہی جانب۔۔۔“

ڈاکٹر نے اپنے پروفیشنل سے انداز میں بریفنگ دی اور پھر اپنا بے داغ سا سفید کوٹ
درست کرتا باہر کی جانب بڑھنے لگا مگر اس کی آواز پر رک گیا۔۔

”انہیں فلج کیسے ہوا۔۔؟“

”کسی شدید صدمے کی وجہ سے ہوا ہے انہیں فلج۔۔ اکثر ایسا ہو جاتا ہے۔۔“

"کیا یہ ٹھیک ہو جائیگے۔۔؟"

اس کی مرجھائی ہوئی آنکھیں حسین کے زرد پڑتے چہرے پر جمی تھیں۔۔ اس کا اپنا وجود بھی زرد پڑتا جا رہا تھا۔

"نہیں۔۔ ایسے مریضوں کے صحت یاب ہونے کے چانس بہت کم ہوتے ہیں۔۔"

ہاشم نے آنکھیں سختی سے میچ لیں۔۔ تکلیف کا ایک ریدہ گزرا تھا اس کے سر سے لیکر پیر تک۔۔ اچھا تو ایسا ہوتا ہے ظلم ہوا جانا۔۔ ایسا ہوتا مظلوم ہونا۔۔ اتنا بے بس۔۔ اتنا تکلیف دہ۔۔

اسے بے جان مجسمے کی طرح چھوڑ کر ڈاکٹر باہر کی جانب بڑھا اور پھر دروازہ بند کر کے ٹائلز سے چمکتی راہداری میں آگے ہی آگے بڑھنے لگا۔ ایک پل کو ٹھہر کر سفید کوٹ کی جیب سے موبائل نکالا اور پھر چند نمبر ڈائل کرتا پھر سے آگے بڑھنے لگا۔

وہ پہنچ گیا ہے یہاں تک ولی۔۔ اگر اس نے کسی سے تحقیق کروالی تو اسے پتہ چل "جائے گا کہ اس کے باپ کو فلج کیوں ہوا ہے۔۔"

ولی جو ڈیرے پر موجود فائلوں میں سرچے بیٹھا تھا۔ سنجیدگی سے پیچھے کو ہو کر بیٹھا۔۔

ہاشم کبھی تحقیق نہیں کروائے گا۔۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس سب کے پیچھے میں "ہوں۔۔ اور جلد یا بدیر وہ میرے پاس ضرور آئے گا۔۔ تمہاری مدد کا بہت بہت شکریہ "جاسم۔۔"

”کوئی بات نہیں۔۔ بس اپنا خیال رکھنا ولی۔۔“

”ہوں۔۔ رکھتا ہوں اب فون۔۔“

جاسم نے گہرا سانس لیا اور پھر فون سفید کوٹ کی جیب میں ڈالتا آگے بڑھ گیا۔۔

بیچھے ہاشم اب تک جما ہوا تھا۔۔ پھر اس نے آہستہ سے حسین کے ساتھ بیٹھ کر اس

کے بے جان جسم کو ہاتھ لگایا۔۔ وہ جسم کسی مردہ وجود کی طرح یخ ہو رہا تھا۔۔ بے

جان۔۔ ٹھنڈا۔۔

ایک دم فون کی گھنٹی بجی۔ تو اس نے بنا نمبر دیکھے فون اٹھا کر کان سے لگایا۔۔

”ماں جی بابا مل گئے ہیں مجھے۔۔ ابھی آرہے ہیں ہم گھر۔۔“

آگے شاید نگار کی بہت بے یقین سی خوشگوار اسے سنائی دی تھی مگر اس نے کوئی بھی اثر لیتے بغیر فون رکھا اور اور ویسے ہی حسین کے بے جان وجود کو دیکھے گیا۔۔ شکستہ حال ہاشم آج اپنی بے بسی کی انتہاؤں پر تھا۔۔

آدھی رات کے کسی پہر حسین احمد کی حویلی میں ایسمبولینس داخل ہوئی تھی۔ گھر والے جو چلتے پھرتے حسین کی توقع کر رہے تھے ایسے فلج زدہ وجود کو دیکھ کر گنگ کے گنگ رہ گئے۔۔ ایک پل کو تو کوئی کچھ بھی نہ بولا۔۔ یوں لگتا تھا سب کو سانپ سونگھ گیا ہو۔ سب سے پہلے زمان آگے بڑھے پھر حسن اور پھر سب جیسے تیسے کر کے اسے اندر کمرے میں

لٹانے میں کامیاب ہو ہی گئے تھے۔۔ نگار بیگم ہاشم کو زور زور سے ہلا کر استفسار کر رہی تھیں کہ کیا ہوا ہے۔۔ یہ سب کیسے ہوا۔۔۔ یہ سب کس نے کیا ہے۔۔

مگر ہاشم بت بن کر کھڑا رہا۔ اسکے پاس گھر والوں کو چنے کے لیے کوئی جواب نہیں تھا۔۔ پھر اس کی بے تاثر نظروں نے امل تک سفر کیا تو آنکھوں میں ایک پل کو شعلے سے لپکے۔۔ امل نے اس کے ایسے دیکھنے پر گھبرا کر اپنا سراپا پھیر لیا تھا۔۔

”میں ابھی اکیلا رہنا چاہتا ہوں اپنے کمرے میں۔۔ مجھے کوئی بھی آکر تنگ نہ کرے۔۔“

نہ جانے اس نے کس کو کہا تھا۔۔ لیکن جب وہ کمرے سے باہر کی جانب بڑھنے لگا تو زمان نے اسے بے ساختہ روکا۔۔

”پولیس میں رپورٹ کروائی تم نے ہاشم۔۔؟“

"جی کروائی ہے۔۔"

"پھر کچھ پتہ چلا کہ اس سب کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے۔۔؟ کیا کوئی خبر ملی۔۔؟"

یہ ان کے بس کا کام نہیں ہے ویسے بھی میں خود ڈھونڈ لوں گا جس کسی نے بھی یہ
"سب بابا کے ساتھ کیا ہے۔۔"

"کیا تمہیں اندازہ ہے کہ یہ سب کس نے کیا ہوگا۔۔؟"

نہیں۔۔ مجھے اس بارے میں کچھ نہیں پتہ ہے۔ ہو سکتا زینی مسئلے کی دشمنی نکالی ہو۔
"کسی نے۔۔ ابھی بنا تحقیق کے کچھ کہہ نہیں سکتے۔۔"

وہ ان کے سارے سوالوں کے جواب تحمل سے دے رہا تھا۔۔ پھر جب زمان خاموش
ہو گئے تو اس نے بھی قدم اپنے کمرے کی جانب بڑھا دیے۔ کمرے میں آکر اس نے
موبائل پر شبیر کا نمبر ڈائل کیا اور پھر دور جاتی گھنٹی کو سنے گیا۔

"ولی کہاں ہے اس وقت۔۔؟"

اور اس کی آواز میں ایسی سرسراہٹ تھی کہ جس سے انسانی ریڑھ سنسناتا اُٹھتی۔۔ سیاہ
رات میں ایک بار پھر سے گھٹن پھیلنے لگی تھی۔۔ اور شاید وہ کوئی بُو بھی تھی جو فضا

میں تحلیل ہو کر نتھنوں میں گھس رہی تھی۔۔ کیا میں تمہیں بتاؤں کہ وہ کس چیز کی بُ
تھی۔۔

وہ بُ کا فور کی تھی۔۔

رات کے آخری پہر وہ لوگ گھر آئے تھے۔ بختیار اور نثار تو دن بھر کے تھکے ہونے کے
باعث اپنے کمروں میں سونے چلے گئے تھے مگر امل۔۔ ہاں اس کی آنکھوں سے نیند کو سوں
دور تھی۔۔ ہاشم کی نفرت سے بھرپور سیاہ آنکھیں اسے کسی طور چین نہیں لینے دے رہی
تھیں۔۔

آخر کیا وجہ تھی کہ ہاشم اسے ایسے دیکھ رہا تھا۔۔؟

ایک بار پھر سے اسے یاد آیا تو اس نے جھر جھری لی۔۔ عجیب سی لہریں اس کے جسم میں گردش کرنے لگی تھیں۔۔ بی جان اور زمان اپنے کمرے کی جانب بڑھے تو اس نے بھی اپنے قدم زینوں کی جانب پھیر لیئے۔۔ ایک قدم ابھی ٹھنڈے نینے پر رکھا ہی تھا کہ بے اختیار پلٹ کر ولی کے کمرے کے بند دروازے کو دیکھا۔۔

کیا وہ اپنے کمرے میں تھا۔۔؟

اس کے قدم خود بخود اس کے کمرے کی جانب مڑ گئے۔۔ دروازے کے قریب پہنچ کر اس نے ہلکا سا دروازہ بجایا مگر جواب نہ راد۔۔ وہ ایک پل کو ٹھہر گئی۔۔ پھر آہستہ سے دروازہ کھولا۔۔ مگر صاف ستھرا سا کمرہ انتہائی خاموش لگ رہا تھا۔۔

رات کے اس وقت کہاں ہے وہ۔۔؟

اس نے اچھنبے سے دیوار پر ٹک ٹک کرتی گھڑی کو دیکھا۔۔ اور پھر یکدم پریشان ہوتے
!دل کے ساتھ باہر کی جانب بڑھ آئی۔ رات کے اس وقت کہاں تھا وہ۔

دھڑکتے دل کے ساتھ زینوں پر چڑھتی وہ اب کے مسلسل اسی کے بارے میں سوچے
جاری تھی۔

دوسری جانب زمان اپنے کمرے میں راکنگ چیئر پر جھولتے کسی گہری سوچ میں ڈوبے
ہوئے تھے۔ بی جان نے انہیں گرم دودھ کے ساتھ دوائیاں لا کر دیں تو انہوں نے گہرا
سانس لے کر دوائیاں تھام لیں۔۔

زمانی ان کے سامنے رکھے صوفے پر جا بیٹھی تھیں۔۔ یہ تو طے تھا کہ آج کی رات کسی کو
بھی نیند نہیں آئی تھی۔۔

”کیا سوچ رہے ہیں زمان۔۔؟“

ان کے ایسے پوچھنے پر انہوں نے نظریں کھڑکی سے باہر نظر آتے تاریک آسمان کی جانب پھیریں۔

سوچ رہا ہوں زمانی کہ قدرت کے چکر بھی کتنے عجیب ہوتے ہیں۔ انسان کیا سوچ رہا”
ہوتا ہے اور قدرت کیا سوچ رہی ہوتی ہے۔ ہماری منصوبہ بندی اور قدرت کی منصوبی
بندی میں کس قدر فرق ہوتا ہے ناں زمانی۔ جن مظالم کو کرتے بھاجی نے کبھی اپنے
زوال تک کا نہ سوچا۔۔ آج وہ زوال بنا بتائے ان پر وارد ہو گیا اور ہم میں سے کوئی کچھ
بھی نہ کر سکا۔ ہم جیسے بااثر لوگ بھی کچھ نہیں کر سکے زمانی۔۔ قدرت جو طے کرتی ہے
وہ ہو کر ہی رہتا ہے۔۔ بس سوچ رہا ہوں کہ کس بھیانک ظلم کا بدلہ تھا جو یوں پلٹ
”آیا۔۔ اتنی تکلیف اور اذیت کے ساتھ۔۔

وہ بولتے بولتے تھکنے لگے تو یکدم خاموش سے ہو گئے۔۔ زمانی نے بے اختیار گہرا سانس لیا
تھا۔۔

”انسان بھول جاتا ہے زمان، اللہ نہیں بھولتا۔۔“

اب کے زمان نے گہرا سانس لیا تھا۔۔

بے شک وہ نہیں بھولتا۔۔ کبھی نہیں بھولتا۔۔ جانتی ہو ہمارے بابا ہمیں ہمیشہ ”
نصیحت کیا کرتے تھے کہ ظلم سے خود کو ہمیشہ بچا کر رکھنا۔ کیونکہ باقی تمام گناہ معاف
ہو جاتے ہیں مگر کسی انسان کی ذات پر کیئے بے جا ظلم بڑی تباہیاں کیئے بغیر نہیں
ٹلتے۔ آج دیکھو ہم کتنی بڑی تباہی سے دوچار ہو گئے زمانی۔۔ سب پلٹ آیا۔۔ کچھ بھی نہ

بچا۔۔ لوگ پتہ نہیں خود کو خدا کیوں بنالیتے ہیں۔! حالانکہ خدا تو بس ایک ہی ہے۔۔ اس ساری چلتی کائنات کا بادشاہ۔۔ اللہ۔۔ کیوں نہ جانے یہ اس کے مقابلے پر آتے ایک پل کو نہیں سوچتے کہ انسان اور اللہ کا کوئی مقابلہ نہیں۔۔ جو بھی اس کے مقابلے پر آیا تباہ ہو گیا۔۔ اور جس نے اس کے آگے گردن جھکا دی۔۔ وہ سُرخرو ہو گیا۔۔ آج میرا بوجھ تلے دبا دل چاہ رہا ہے کہ میں دنیا کو چیخ چیخ کر بتاؤں کہ خدا را کسی پر ظلم نہیں کریں۔۔ "کیونکہ یہ کسی اور پر نہیں اپنی ذات پر کیا گیا ظلم ہے۔۔ اور ظلم۔۔"

وہ ایک پل کو خاموش ہوئے تھے۔۔

"ظلم پلٹ کر ضرور آیا کرتا ہے۔۔"

ان کا دکھ زمانی کو مزید دکھ میں مبتلا کر رہا تھا۔ سیاہ رات میں زمان کے خاموش ہوتے ہی ایک بار پھر سے خاموشی پھیل گئی تھی۔۔

اوپر اپنے کمرے میں بیٹھی اہل ہاتھ کی ہتھیلی پر ایک عجیب قسم کا گہرا جامنی سا داغ تھا جو بڑھتا جا رہا تھا۔۔ وہ اس داغ کو دیکھ کر خوفزدہ ہوتی تھی۔۔ کیونکہ یہ داغ۔۔ یہ داغ اکثر کسی اپنے کی موت سے چند لمحات پہلے اس کی ہتھیلی پر ابھرا کرتا تھا اور جیسے ہی وہ بندہ مرتا اس کا داغ غائب ہو جاتا۔۔ اسکی ہتھیلی پر ایک سکے جتنا جامنی سا داغ پھیلا ہوا تھا اور وہ آنکھیں خوف سے پھیلائے اس داغ کو دیکھ رہی تھی۔۔ کیا کوئی مرنے والا !! تھا۔۔ ! اور جیسے ہی اسے یہ خیال آیا۔۔ اس کی رگوں میں دوڑتا لہو جمنے لگا۔۔

اس نے اپنے آفس کا دروازہ بند کیا اور پھر کندھے پر ڈلی شال کو ہاتھ سے درست کرتا باہر کی جانب بڑھا۔ سبزہ زار پر روشن بتیوں میں اس کا سفید بے داغ سا لباس ایک پل کو نظر آیا تھا۔ کندھے پر ڈلی کتھی شال ایک جانب سے لٹک کر جھول رہی تھی اور دوسرا حصہ کندھے پر ڈلا تھا۔۔ اس نے جیسے ہی قدم آگے بڑھائے تو ٹھٹھک کر رک گیا۔۔ ہاشم اس کے عین سامنے کھڑا تھا۔۔ بالکل سامنے۔۔

ہوا سے اس کے ماتھے پر گرے بال اڑ رہے تھے اور ہاشم کے کندھوں پر گرتے بال۔۔

”!!کیا ایک دفعہ بھی وہ سب کرتے تمہیں رحم نہیں آیا ولی۔۔ وہ باپ تھا تمہارا۔۔“

اس سے فاصلے پر کھڑا لڑکا زخمی سا مسکرایا تھا۔۔

نہیں ہاشم۔۔ مجھے اس پر بالکل بھی رحم نہیں آیا۔۔ جیسے اسے مجھ پر کئی سال پہلے "
"رحم نہیں آیا تھا۔۔"

"!! وہ باپ تھا تمہارا۔۔"

ہاشم دھاڑا۔۔

اب کے اس کے چہرے پر جمی مسکراہٹ غائب ہو گئی تھی۔۔ جما دینے والے تاثرات
نے اسکے چہرے کا احاطہ کر رکھا تھا۔۔

میں اسے اپنا باپ نہیں مانتا۔ کیونکہ باپ ایسا ہرگز بھی نہیں ہوتا۔۔ اس نے باپ "
"! ہونے کا کوئی حق کبھی ادا نہیں کیا ہاشم۔۔ وہ صرف تمہارا باپ ہے۔۔ صرف تمہارا۔۔"

ہاشم چند پل اسے دیکھتا رہا پھر پیچھے بندھے ہاتھوں کو سامنے کیا تو ولی کو سبزہ زار پر روشن
بتیوں میں چمکتی ریوالور نظر آئی۔ اس نے اسی سکون سے اس کا چہرہ دیکھا۔۔

”تو آج وہی بیٹاپنے باپ کا بدلہ لینے آیا ہے ولی تم سے۔۔“

”کیا ماردو گے جان سے۔۔؟“

اس نے آرام سے پوچھا تھا۔۔ ہاشم نے اس پر تنہا ہاتھ مزید تانا اور خون آشام نظروں
سے اسے دیکھا۔۔

”بالکل۔۔ کیا تمہیں لگتا ہے کہ میں اس سے کسی کم پر راضی ہوں گا۔۔؟“

اسکی کنپٹی پر جمی پسینے کی بوندیں بہہ کر اس کی گردن میں لڑھکی تھیں۔۔ دیکھتے دیکھتے
اس کا سارا جسم پسینے میں نہا سا گیا مگر ولی ویسے ہی کھڑا رہا۔۔ اس نے کسی قسم کے
بچاؤ کی کوشش نہیں کی تھی۔۔

کئی سالوں بعد بھی وہ دونوں آج بھی اسی دائرے میں قید تھے۔۔ اسی موت اور زندگی
کے دائرے میں۔۔ اور آج کسی ایک کو مرجانا تھا۔۔ ہاں یہ چکر اسی طرح ختم ہونا تھا۔۔
یہ اسی طرح ختم ہو سکتا تھا۔۔

”میں نفرت کرتا ہوں تم سے ولی احمد۔۔ بہت نفرت کرتا ہوں میں تم سے۔۔“

اس نے ٹریگر دبایا تو ایک گولی ہوا میں تیرتی آئی اور ولی کے کندھے میں پیوست ہو گئی۔۔۔ خون کے چھینٹے دور تک اڑے تھے۔۔۔ اس کا وجود جھٹکا کھا کر پیچھے کو لڑھکا۔۔۔ کہانی اپنے اختتام کو پہنچ رہی تھی۔۔۔ مسجد کے باہر پھینکا گیا بچہ آج مرنے والا تھا۔۔۔ کیا کسی کی زندگی اور موت کے درمیان اتنا فاصلہ ہوگا۔۔۔ جتنا ولی کی زندگی اور موت کے درمیان تھا۔۔۔

ایک اور گولی فضا میں تیرتی اس تک آئی مگر تکلیف کے باعث گھٹنوں کے بل بیٹھنے کی وجہ سے وہ گولی اسے چھو کر گزر گئی۔۔۔ لیکن شاید ابھی ہاشم کا انتقام پورا نہیں ہوا تھا۔۔۔ اس نے ایک اور گولی چلائی اور وہ گولی ولی کے پیٹ کو چیرتی اندر جا گھسی۔۔۔ رگوں میں گویا جلن کا سا احساس برپا تھا۔۔۔ ایک نہ ختم ہونے والی جلن کا احساس۔۔۔ ابھی وہ تیسری گولی اس کے دل پر مارنے کا ارادہ رکھتا تھا کہ کسی کی گاڑی ڈیرے کے باہر کی تو وہ سرپٹ باہر کی جانب دوڑا۔۔۔ اپنی گاڑی کا دروازہ کھولا اور کانپتے وجود کے ساتھ گاڑی میں بیٹھتے ہی گاڑی بھگا لے گیا۔۔۔

ولی زمین پر گرا درد سے کراہ رہا تھا۔۔ خون ابل ابل کر اس کے سفید لباس کو داغدار کر گیا تھا۔۔

اچھا تو یہ انجام تھا اس کی کہانی کا۔۔

ٹھیک ہوا اس کے ساتھ۔۔

یہی تو وہ انجام تھا جو اس نے سوچ رکھا تھا۔۔

تکلیف سے اس کی آنکھیں بند بند ہونے لگیں۔۔

اگلے کھڑکی کا پٹ واکیا مگر رات کی گھنٹن کم نہیں ہوئی۔۔ اس کے ہاتھ پر پھیلا

جامنی سا نشان اب کے سمٹنے لگا تھا۔۔

اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کا نشان یکدم غائب ہوا تو ولی کی آنکھیں مکمل طور پر بند

ہو گئیں۔۔

کہانی ختم ہو گئی تھی۔۔

مگر پھر اس نے محسوس کیا کہ کوئی اسے اٹھا کر کندھے پر لا رہا ہے۔۔ کوئی تھا جو اسے لے کر دوڑ رہا تھا۔۔ اسکی بند بند آنکھوں نے اس شخص کو دیکھنے کی کوشش مگر اسے اسکا چہرہ سمجھ نہیں آیا۔۔

پھر اس نے اسٹریچر ٹھنڈے فرش پر گھسیٹے جانے کی آواز سنی، اسپتال کی ٹھنڈی راہداری میں کسی کے تیز قدموں کی آواز۔ ڈاکٹر ز اس کے آس پاس کھڑے بھنبھناہٹ میں بات کر رہے تھے۔ پھر سفید چادر جھٹک کر چہرے پر ڈالنے کی آواز۔۔ پھر کسی کے مردہ وجود پر سے تمام روشنیاں بند کر دینے کی آواز۔۔ پھر سرد سے مردہ خانے میں مردوں کے درمیان اسٹریچر لا کر رکھنے کی آواز۔۔

”اور اگر آپ کو ولی کبھی نہ ملے۔ تو سمجھ لیجئے گا کہ وہ کسی سرد مردہ خانے میں ہو گا۔۔“

اصغر کی گاڑی ڈیرے کی جانب بڑھ رہی تھی۔ ابھی وہ ڈیرے سے کچھ ہی فاصلے پر تھا کہ اسے گن فائر ہونے کی آواز آئی۔ ایک انتہائی بھیانک سی آواز۔۔ جو رات کی تاریکی کو چیرتی اس کی سماعت میں اتری تو اس کی پیشانی پر بل پڑے۔ گاڑی تیزی سے ڈیرے کے آگے روکی تو ٹائر چرچرا اٹھے۔ اور ابھی وہ گاڑی کا دروازہ تیزی کے ساتھ کھولتا باہر کی جانب بھاگا ہی تھا کہ لڑکھڑاتا ہاشم باہر نکلا اور ایک سیکنڈ کی بھی دیر کیئے بغیر گاڑی میں بیٹھ کر گاڑی بھگالے گیا۔ اس کا انداز اصغر کو بری طرح چونکا گیا تھا۔ ہاشم وہ بھی رات کے اس پہر۔۔ ولی کے ڈیرے پر۔۔! ولی کی اس سے آدھے گھنٹے پہلے ہی بات ہوئی تھی اور طے یہی پایا تھا کہ وہ اسے راستے سے اپنے ساتھ گھر لیتا جائے کیونکہ آج کی رات وہ کم از کم حویلی نہیں جانا چاہتا تھا۔

اس سے آگے کچھ سوچنے کا موقع اسے ملا ہی نہیں۔ رات کی خاموشی میں کسی کی کڑاہ سنائی دی تو وہ ڈیرے کا دروازہ کھولتا اندر دوڑا۔ اندر بھاگتے اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ اپنی زندگی کا انتہائی تکلیف دہ منظر دیکھنے والا ہے۔۔ ایک ایسا منظر جس سے اس کے سارے وجود پر پورا گلشیئر پگھل کر گرا تھا۔۔

سبزہ زار پر وہ سفید سے سرخ لباس میں اوندھے منہ گرا ولی ہی تھا جو ہولے ہولے تکلیف کے باعث کڑاہ رہا تھا۔۔

!ولی۔۔

اس کے لب بے آواز بے تھے۔ دل میں کوئی کلچ سا کھبا تھا۔

ایک لمحے کی بھی دیر کیئے بغیر وہ اس کے پاس بھاگتا آیا۔ دونوں کندھوں سے تھام کر اسے سیدھا کیا تو اس کے اپنے ہاتھ بھی ولی کے خون سے سرخ ہو گئے۔ ولی کی آنکھیں تکلیف کے باعث بند ہوتی جا رہی تھیں۔۔

"ولی۔۔ ولی۔ آنکھیں کھولو ولی۔۔! ولی۔۔"

اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں سے تھپتھپا کر اس نے اسے جگائے رکھنے کی کوشش کی تو تکلیف سے کانپتے ولی نے نیم بے ہوشی کی سی کیفیت میں سر ہلایا۔۔ یہ خون۔۔ خدایا !!! اتنا خون۔۔ وہ کیا کرے۔۔ یا اللہ وہ کیا کرے۔۔

اس نے بٹن والی شرٹ جلدی سے اتار کر ولی کے پیٹ پر آئے گھاؤ پر باندھی اور پھر آناً فاناً کچھ بھی سوچے بغیر اسے اپنے کندھے پر لاد لیا۔ اس کے پاس زیادہ وقت نہیں تھا۔۔ اگر وہ ایک گھنٹے میں اسپتال نہ پہنچا تو ولی کا پچنڈا بہت مشکل تھا۔۔ خون زیادہ بہہ

جانے کی صورت میں پھر کوئی کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔۔ اس نے اسے گاڑی کے
پچھلے حصے میں لٹایا اور پھر جتنی تیزی سے کچی سڑک پر وہ گاڑی دوڑا سکتا تھا اس نے
دوڑائی۔۔ پریشانی سے ایک آدھ بار وہ کمرہ بستہ ولی کو بھی دیکھ لیتا تھا جس کی بند آنکھوں
کے پار بہت سے آنسو چمک رہے تھے۔ اس نے ایک ہاتھ زور سے اسٹیرنگ پر مارا اور
پھر کار کی رفتار اس قدر بڑھادی کہ جتنی بڑھائی جاسکتی تھی۔ ڈیڑھ گھنٹے کے فاصلے کو
اس نے آدھے گھنٹے میں پار کر لیا تھا۔۔ اسپتال کے باہر پہنچ کر اس نے جلدی سے
گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا اور ولی کو اپنے کندھے پر ڈالتا اسپتال کے اندر دوڑا۔۔

"ایمر جنسی۔۔ ایمر جنسی۔۔"

بکھرے بالوں والے لڑکے نے اندر داخل ہوتے ہی چلا کر کہا تو کوئی اسٹریچر لینے دوڑا تو
کوئی اس کی جانب بڑھا۔ سارا اسپتال چہرہ موڑے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی سفید ٹی

شرٹ خون سے داغدار ہو گئی تھی اور رخسار پر بھی خون لگا تھا۔ ہاتھ بھی خشک ہوئے
خون سے ہنگے ہوئے تھے۔ اسٹریچر کے ساتھ دوڑتے اس نے ولی کا بے جان زرد سا
چہرہ دیکھا تو دل اندر کو ڈوب کر ابھرا۔ اسے ایمر جنسی وارڈ میں لے جایا گیا تو وہ ٹھنڈی
راہداری میں بے چینی سے چکر کلٹنے لگا۔۔ پورے جسم میں گویا کسی نے مرچیاں سی
بھردی تھیں۔ کسی پل۔۔ کسی پہلو پر چین نہ آتا تھا۔ کبھی وہ کمرے کے دروازے کے
باہر لگی کرسیوں پر بیٹھ جاتا اور کبھی تیخ پڑی راہداری میں لمبے لمبے چکر کلٹنے لگتا۔

وقت کاٹنا بہت مشکل ہوتا جا رہا تھا۔۔ اگر ولی کو کچھ ہوا تو۔۔ اور اس سوال کے آگے
اس کے اندر سے گویا کوئی جان سلب کر رہا تھا۔۔ قریباً کافی ٹائم بعد۔۔ اسے وقت نہیں
سمجھ آیا کہ کتنا وقت گزر چکا ہے۔۔ اسے بس اتنا اندازہ تھا کہ صبح کی پہلی اذان ہو چکی
ہے۔ ڈاکٹر جب باہر نکلا تو وہ جو راہداری میں چکر کاٹ رہا تھا بے اختیار ڈاکٹر کی جانب
بھاگا۔۔

ڈاکٹر نے چہرے سے ماسک ہٹا کر اسے دیکھا۔

اللہ کا بہت شکر ہے کہ آپ کا دوست اب خطرے سے باہر ہے۔ سرجری کامیاب " گئی ہے۔۔ اگر آپ اسے اسپتال لانے میں ذرا سی بھی دیر کرتے تو ہمارے لیے اسے "بچانا بہت مشکل ہو جاتا

وہ لفظ نہیں تھے۔۔ زندگی تھے۔۔ اسے خود پر سے منوں بوجھ اترتا محسوس ہوا۔۔ وہ ٹھیک تھا۔۔ خدایا وہ ٹھیک تھا۔۔

"کب تک ٹھیک ہو جائے گا وہ۔۔؟"

ہاں ریکور کرنے میں انہیں ایک مہینے یا پھر اس سے زیادہ کا عرصہ بھی لگ سکتا" ہے۔ دراصل یہ ان پر ڈسپینڈ کرتا ہے کہ وہ خود کتنے مضبوط ہیں۔ اگر ان کی قوت "مدافعت اچھی ہے تو وہ پندرہ دنوں میں بھی ریکور کر سکتے ہیں۔

"شکریہ۔۔ بہت شکریہ ڈاکٹر۔۔"

اس نے بہت شکرگزاری سے کہہ کر ڈاکٹر کا ہاتھ تھاما تو وہ رسمی سی مسکراہٹ کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ وہ ایک پل کو آگے ہوا اور ایمر جنسی وارڈ کے گول شیشے سے جھانک کر اندر دیکھا۔ بیڈ پر سفید پٹیوں میں جکڑے ولی کو دیکھ کر اسکی تکلیف یکدم سے سوا ہو گئی تھی۔۔ کچھ یاد آنے پر اس نے حسن کو کال کی تو وہ ولی کا سن کر دوڑے چلے آئے۔

کیا ہوا ہے ولی کو۔۔؟ کس نے۔۔ خیر اب کیسا ہے وہ۔۔؟ حالت زیادہ سیرئیں تو" "انہیں۔

حسن نے ایک ساتھ اس سے بہت سے سوال کیئے تو اس نے ان کی تسلی کروائی، ڈاکٹر کی بتائی گئی ساری پرسکون باتیں ان کے گوش گزار کیں تو حسن کی چڑھتی پریشانی کچھ کم ہوئی۔ آہستہ سے گہرا سانس لیتے وہ اس کے ساتھ آبیٹھے تھے۔

"شکر ہے مالک کا کہ تم درست وقت پر پہنچ گئے۔ شکر ہے پروردگار کا۔۔"

ان کے لبوں سے شکر کے بول نہیں ہٹ رہے تھے کہ یکدم لبوں پر مٹھی جمائے اصغر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اسے ایسے اُٹھتے دیکھ کر حسن نے بھنویں سکیرئی تھیں۔

"کہاں جا رہے ہو۔۔؟"

ایک کام ہے بابا۔۔ آپ یہاں ولی کے پاس رہیں میں ابھی ایک گھنٹے میں فارغ ہو کر"
"آتا ہوں۔۔ ابھی آتا ہوں کچھ دیر میں۔۔"

اس نے آدھی ادھوری بات کہہ کر باہر کی جانب دوڑ لگائی تو وہ اسے پیچھے سے آوازیں
دیتے ہی رہ گئے مگر اس نے پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔ کچھ فاصلے پر واقع گھر سے اس نے ایک
بٹن شرٹ اٹھائی اور ولی کے خون سے داغدار ہوئی سفید ٹی شرٹ کو تبدیل کیے بغیر
سیاہ شرٹ پہن لی۔۔ پھر گاڑی کے راستوں کی جانب ڈال دی۔ ابھی اسے ایک بندے
سے اپنا حساب چکنا کرنا تھا۔ رات کی پریشانی اب غصے میں تبدیل ہو کر اس کی پریشانی پر
چمک رہی تھی۔۔

ابھی فجر کی نیلی روشنی بالکل تازہ تھی۔ دور دور تک نیلی سی روشنی میں ڈوبے گاؤں کے کئی گھروں سے اٹھا پٹخ کی آتی آوازیں پتہ دیتی تھی کہ لوگ جاگ چکے ہیں۔ اس نے بغیر کسی دقت کے گاڑی ہاشم کے ڈیرے کے باہر روکی اور پھر زور سے دروازہ بند کرتا باہر نکل آیا۔ وہ حسبِ توقع ایک قتل کرنے کے بعد اپنے گھر جانے کے بجائے یہیں پر تھا۔ اس نے آفس کے اندر کی تاریکی کو نیم وا دروازے سے دیکھا اور پھر بنا کسی بات کی پرواہ کیئے بغیر آگے بڑھا اور ٹیبل کے پیچھے لگی کرسی پر آنکھیں موند کر بیٹھے بے خبر ہاشم کو گرمیابان سے پکڑ کر اٹھایا۔ اس سے پہلے کہ وہ سمجھتا کہ ہو کیا رہا ہے۔۔ اس نے ایک، دو، تین۔۔ یکے بعد دیگرے اس کے چہرے پر گھما گھما کر مکے مارے تو پہلے ہی بے حال ہوئے ہاشم کے چودہ طبق روشن ہو گئے۔ ہوش میں آتے ہی جیسے ہاشم کو سمجھ آیا کہ اس کے ساتھ ہو کیا رہا ہے۔۔ اس نے اسے پوری وقت سے دھکا دیا۔ مگر اصغر ریسلر تھا۔۔ جنوں بھوتوں کی سی طاقت تھی اس کے بازوؤں میں۔۔ ایک جھٹکے کے بعد وہ اتنی ہی قوت سے آگے بڑھا اور پانچ انگلیوں کا جمع مکا جب ہاشم کی پسلیوں پر مارا تو یکدم

پیچھے کی جانب گھسیٹتا ہوا گرا۔ اس نے بے رحمی سے اسکے گرمیابان سے پکڑ کر اسے اٹھایا اور اس کا سر دیوار میں دے مارا۔۔ ہاشم کا سر بری طرح چکرایا تھا۔۔ اس نے اسے اب کے پوری قوت سے دھکا دیا تھا۔۔ اصغر لمحے بھر کو لڑکھڑا کر پیچھے کو لڑھکا۔ ہاشم سر سے آتے خون کو ہاتھ سے دبانا ٹیبل کے پیچھے رکھی موٹی سی ہاکی اسٹک کی جانب لپکا۔۔ اصغر نے ایک جھٹکے سے آگے بڑھ کر اس سے پہلے ہاکی اسٹک جھپٹی اور پھر کسی بھوکے شیر کی طرح اس پر ابل پڑا۔ ہر دفعہ اتنی قوت سے اس کے جسم پر اسٹک ماری کہ ہاشم کے جسم میں طاقت کا آخری نکتہ بھی پگھل کر گرنے لگا۔۔ اسکی آنکھیں اس قدر تشدد پر بند ہونے لگی تھیں۔ وہ یکدم گھٹنوں کے بل گرا تو اس نے آگے بڑھ کر اس کا چہرہ بالوں سے جکڑ کر اوپر کو اٹھایا۔

میرے دوست کو اگر آئندہ ہاتھ لگایا نا سالے۔ تو کھڑے کھڑے زمین کے اندر زندہ درگور"

"!کر دوں گا۔۔"

ایک آخری بار اس نے ہاکی اسٹک گھما کر اس کے منہ پر ماری تو اب کے ہاشم بری طرح چکرا کر زمین پر گرا۔ اس نے چند لمحے اسے دیکھا اور ہاکی اسٹک اس کے گرے وجود پر نفرت سے پھینکی۔ ایک فیصد بھی اسے اپنے کیئے پر افسوس نہیں تھا۔۔ ایسا تھا تو پھر ایسے ہی سہی۔۔ ہاشم زمین پر کڑا ہتا ہوا لوٹ رہا تھا۔ آس پاس صاف ستھرے سے آفس کی حالت بکھر چکی تھی۔ الٹی پڑی میز، ہاتھ پائی کے دوران ادھر ادھر کو گریں کر سیاں، کاغذات، گلاس۔۔ سب کچھ زمین پر ہاشم سمیت اوندھا پڑا تھا۔

اس نے آستین سے پیشانی پر آیا پسینہ صاف کیا اور پھر باہر کی جانب قدم بڑھا دیئے۔۔ نیلی سی روشنی میں ایک دوست نے اپنے ایک دوست کا بدلہ لے لیا تھا۔۔ اور ایسا بدلہ لیا تھا کہ اگلے کئی دنوں تک تو ہاشم سے ایک نوالہ بھی نہیں چبایا جانا تھا۔۔ واپسی پر گاڑی ڈرائیو کرتے اصغر کی ہر پل کو جگمگاتی آنکھیں بے رحمی سے سپاٹ ہو رہی تھیں۔۔ ایک شریف انسان کو کبھی بھی اکسانا نہیں چاہیئے۔۔ کیونکہ وہ ایک سویا ہوا بھیریا ہوتا ہے۔۔ اگر جاگ گیا تو آپ کو چیر پھاڑ کر کھا بھی سکتا ہے۔!!۔۔

اور جلتے ہو سب سے زیادہ خوفناک کونسا انسان ہوتا ہے۔۔؟ وہ جو کسی اچھے انسان کی طرح ہنستا مسکراتا آپ کی غلطیوں کو اپنی برداشت کی آخری حدوں تک سہہ لیتا ہے مگر۔ ایک۔۔ ہاں ایک پوائنٹ ایسا آتا ہے کہ اس کی برداشت جواب دے جاتی اور پھر جو ہوتا ہے وہ بہت بھیانک ہوتا ہے۔۔! ہاشم کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی بھیانک ہوا تھا۔۔

نواز کو جب ولی کے بارے میں خبر ہوئی تو وہ اسپتال دوڑا چلا آیا۔ اس نے اسپتال کی راہداری دوڑتے ہوئے عبور کی لیکن راستہ تھا کہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ جس چیز کا دھڑکا اسے لگا رہتا تھا آخر کو وہ آج ہو ہی گیا تھا۔ ہاشم جیسے بد ذات انسان سے اس سب توقع کی جاسکتی تھی۔ اصغر جو ولی کو روم میں شفٹ کروانے کے بعد کمرے سے باہر نکل رہا

تھا نواز کو دیکھ کر ایک پل کو ٹھہر گیا۔ ملتھے پر بے ساختہ بل ابھر آئے اور بھنویں بھنچ گئیں۔

نواز اسے نہیں جانتا تھا سو نظر انداز کرتا اندر کمرے میں دروازہ کھولتا داخل ہوا تو اصغر بھی اسی کے ساتھ اندر آیا۔

ایک جانب بیڈ کے ساتھ لگے صوفے پر حسن شاہ بیٹھے تھے اور دوسری جانب صبح کی پرسکون سی روشنی میں اپنے بیڈ پر پیٹیوں میں جکڑا ولی دوائیوں کے زیر اثر بے خبری کی نیند سو رہا تھا۔

چند پل تو وہ جیسے اسے ایسے دیکھ کر ساکت ہو گیا تھا۔ پھر جیسے ہی اس کا ذہن جاگا۔ اس کی نگاہ ساتھ صوفے پر بیٹھے ایک معمر سے آدمی پر پڑی۔ جو اپنا باوقار مطمئن چہرہ اٹھائے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

یہ کب ہوا ہے۔۔؟ اور آپ لوگ کون ہیں۔۔؟ ولی سر کے تو کوئی رشتے دار"

اس نے کسی احساس کے تحت گردن ایک پل کو پھیر کر پیچھے کھڑے خبرو سے لڑکے کو دیکھا۔ جو رات والے رف سے لباس میں ملبوس چبھتی نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔

"رات کو ہوا ہے یہ سب نواز۔۔ تمہیں کس نے بتایا۔۔؟"

انہوں ایک گہری نگاہ اس پر ڈال کر پوچھا۔۔

ڈیرے کی گھاس پر بہت سا خون پڑا تھا اسی لیے میرا پہلا دھیان ولی سر کی طرف ہی گیا۔ اور جو سب سے قریب اسپتال تھا میں وہیں دوڑا چلا آیا۔۔ ان کی حالت کیسی ہے

"اب۔۔؟"

اس نے جان کر اصغر کو نظر انداز کر کے حسن سے پوچھا تو انہوں نے خفیف سا سر ہلایا۔۔ پھر ایک نظر ولی کو دیکھا۔۔

اس کی حالت ابھی خطرے سے باہر ہے اللہ کے احسان سے۔۔ تم فکر مت کرو۔۔"

"جلد ٹھیک ہو جائے گا ہمارا ولی۔۔"

ایک نظر اسے دیکھا۔۔ نواز نے بھی گہرا سانس لے کر ولی پر نگاہ ڈالی اور پھر کچھ یاد آنے پر ہاتھ میں پکڑا فون نگاہوں کے سامنے کیا تو اصغر نے ایک پل کی تاخیر کیئے بغیر آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے فون اچکا۔ نواز نے چونک کر سر اٹھایا تھا۔۔ حسن نے بھی اصغر کو انہی نگاہوں سے دیکھا تھا۔۔

"یقیناً حویلی میں خبر کرنے کے لیئے فون کر رہے ہوناں۔۔"

ایک ابرو اٹھا کر سختی سے پوچھا تو نواز نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔۔

"جی۔۔ لیکن میں آپ کی اس تفتیش کی وجہ نہیں سمجھا سہ۔۔"

"میں ابھی سمجھاتا ہوں تمہیں۔۔"

اس نے اس کا فون آف کر کے اسے تھمایا تو وہ حیران ہو کر اسے دیکھنے لگا۔۔

کسی کو بھی بتانے کی ضرورت نہیں ہے سمجھے۔۔! ان کی غفلتوں کی وجہ سے ہی ولی " آج اس حالت میں یہاں اس طرح سے بے بس لیٹا ہے۔ ان کی بے جا کی سیاستوں " نے زندگی برباد کر دی میرے دوست کی۔ لیکن اب بہت ہو گیا بس۔۔

"اصغر میری بات۔۔"

"بس بابا۔۔"

اس نے ہاتھ اٹھا کر انہیں بھی خاموش کروایا تو وہ اسے سمجھتے ہوئے چپ سے ہو گئے۔۔

تم کسی کو بھی اس بارے میں نہیں بتاؤ گے سمجھے۔ کوئی تم سے کچھ پوچھے بھی تو تم " اپنا منہ نہیں کھولو گے۔ ان حویلی والوں نے بہت من مانیاں کر لی ہیں اپنی۔ اب میں

انہیں کچھ نہیں کرنے دوں گا۔ اور تم۔۔ ابھی کہ ابھی جاؤ اور جا کر سارے ثبوت ڈیرے سے مٹاؤ۔ مجھے اگر کسی اور سے اس بات کی بھنک بھی مل گئی تو تم گئے نواز۔۔

اس نے کہہ کر اپنا رخ ولی کی جانب پھیرا تو وہ جو سنجیدگی سے اس کی بات سن رہا تھا ایک پل کو آگے کو ہوا۔۔ پھر اپنی زیرک آنکھیں اس کی آنکھوں میں گاڑیں۔

یہ فیصلہ ولی سر کا ہی تھا۔ انہیں کسی نے فورس نہیں کیا تھا، کہ خود کو کسی انتقامی کاروائی میں گھسیٹ کر یہاں تک پہنچ جائیں۔ کیا سردار بابا نے کبھی انہیں یہ سب کرنے کے لیے کہا؟ یا پھر وہ انہیں اس سب کے لیے تیار کرتے رہے۔؟ آپ کو کیا پتہ ہے سر۔! آپ کچھ نہیں جانتے اس بارے میں۔۔ اس جنگ کے بارے میں۔ یہ جنگ ہاشم نے شروع کی تھی اور اسے ختم ولی سر کرینگے۔۔ یہ بات انہیں سردار نے نہیں کہی تھی اور ناں ہی انہوں نے ان کی تربیت ایسی کی ہے۔۔ تو آئندہ اپنے منہ سے کچھ

بھی نکلنے سے پہلے سو دفعہ سوچیں گے۔۔ کیونکہ میں ولی سر اور سردار بابا۔۔ دونوں کا وفادار ملازم ہوں۔۔ آپ ولی سر کے کیا لگتے ہیں میں نہیں جانتا لیکن ولی سر جو سردار بابا کے لیے ہیں اس سے میں بخوبی واقف ہوں۔ تصویر کے کبھی بھی ایک رخ کو دیکھ کر کہانی نہیں سمجھی جاتی۔۔

ایک نگاہ غلط اس پر ڈالی اور فون آن کرتا باہر کی جانب بڑھا تو وہ غصے سے بیچ و تاب کھاتا اس کے پیچھے باہر کی جانب لپکا۔۔

سیکھو اس سے کچھ۔۔ کتنے سبھاؤ سے کتنی صاف اور سیدھی بات کر کے گیا ہے وہ۔۔ " اور ایک تم ہو اصغر۔۔! دماغ کے بجائے ہاتھوں سے سوچتے ہو۔

ان کی آواز پر اس کا دروازہ کھولتا ہاتھ ہوا ہی میں معلق رہ گیا تھا۔۔ پھر وہ اتنی ہی تیزی سے ان کی جانب گھوما۔۔ اسکے ہمیشہ سے پرسکون "بابا" آج بھی اسے اتنے ہی سکون سے دیکھ رہے تھے۔۔

"اور اس جنگلی کا کیا کروں۔۔؟"

بیڈ پر لیٹے ولی کی جانب ہاتھ سے اشارہ کیا۔۔ حسن اس کے طرزِ مخاطب پر مسکرائے تھے۔۔

چھوڑ دوں اسے ایک بار پھر ان کے درمیان۔۔! تاکہ یہ دوبارہ ہاشم سے باتیں کرنے "پہنچ جائے۔ اتنا بڑا مضبوط ہے سالہ لیکن ایک مکا نہیں مارا گیا اس سے ہاشم کو۔۔!"

وہاں کھڑا مزے سے گولیاں کھا کر آگیا۔ جیسے اسے تو گولیوں سے بچنا ہی نہیں آتا یا پھر
"آگے بڑھ کر لوگوں کے دانت توڑنا اسے ابھی سکھانا پڑے گا۔"

سر جھٹک کر بستر پر لیٹے ولی کو غصے سے کھول کر دیکھا۔

ابھی ٹھیک ہوتا ناں تو اسے اتنا مارتا کہ ساری طبیعت صاف ہو جاتی اس کی۔۔ زیادہ ہی "
"شریف بننے کا شوق ہے اسے۔"

دل چاہا ایک آدھ مکا تو اسے جڑ ہی دے مگر ابھی وہ ویسے بھی تکلیف میں تھا۔۔ اپنے
ارادہ کسی اور وقت کے لیے بچا کر رکھا اور سر جھٹک کر حسن کو دیکھا۔

یہ زندگی تمہارے کورین ڈراماز جیسی نہیں ہوتی اصغر۔ اسے جینے کے لیے بہت سے " کڑوے گھونٹ حلق میں اتارنے ہی پڑتے ہیں۔ تم اسے سمجھاؤ۔۔ ضرور سمجھاؤ کہ وہ ان انتقام کے نہ ختم ہونے والے دائروں سے باہر نکل آئے۔ تم دوست ہو اس کے۔۔ تمہارا پریشان ہونا بنتا ہے لیکن تم اسے اس کی زندگی بھر کی ریاضت پر لات مارنے کو نہیں کہہ سکتے۔ اس نے ایک طویل جنگ لڑی ہے یہاں تک پہنچنے کے لیے۔ اب تم کیا چاہتے ہو کہ اسکا بنا بنایا سارا جال چوہٹ کر کے اسی پر الٹ دو۔! کیا تم اسے "باقی کی زندگی کسی ہارے ہوئے انسان کی طرح گزارتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہو۔۔؟

ان کے پرسکون سے سوال نے اسے بے سکون کیا تھا۔۔

میں یہ نہیں کہہ رہا بابا۔۔ لیکن اب بس بہت ہو گیا ہے۔ اور آخر کتنی جنگ رہ گئی۔
ہے۔۔؟ اگر اس جنگ میں اس کی جان چلی جاتی تو آپ کے لیئے کون اہم ہوتا۔۔؟
"جنگ یا پھر ولی۔۔؟"

حسن اسکی سنجیدگی پر ایک پل کو لا جواب ہوئے تھے۔۔

انسان ہر جنگ، ہر جیت اور ہار سے زیادہ اہم ہوتے ہیں بابا۔۔ انہیں جنگوں میں،
بازیوں میں، اور کھیل کے میدانوں میں نہیں ہارا کرتے۔۔ نہ یہ کوئی پیمانہ ہے کسی
انسان کی کامیابی کا۔ وہ کر رہا ہے سالوں سے ان سب کا مقابلہ۔۔ اور کیا کر رہا ہے
وہ۔۔! لیکن بابا کبھی سفید تویلی والوں نے اسکے بارے میں سوچا۔۔؟ کیا کبھی ان سب
نے یہ جاننے کی کوشش کی کہ ولی کس اذیت میں رہتا ہے۔ اس کے اوپری اچھے سے
حال حلیے کو دیکھ کر جو مطمئن ہو جائیں کیا انہیں آپ اس کا مخلص ملتے ہیں۔۔؟ وہ ان

لوگوں کے درمیان رہتے رہتے تھکنے لگا تھا بابا۔۔ اس نے مجھے بارہا کہا کہ اصغر میں اس سب سے بھاگ جانا چاہتا ہوں۔۔ لیکن وہ ایسا نہیں کر سکا۔۔ وہ وہاں سے نہیں نکل سکا جہاں اس کا دم گھٹتا تھا۔۔ جلتے ہیں کیوں۔۔؟ اس کے سردار بابا کی وجہ سے۔۔ وہ ان کے احسانوں کے بوجھ تلے دبتا جا رہا تھا۔۔ وہ ان سب سے اسی لیے نہیں نکل سکا کہ احسان کا بدلہ احسان سے لوٹانے کے وقت میں وہ ان کو پیٹھ دکھا کر بھاگنا نہیں چاہتا "تھا۔۔ کیا اب بھی آپ کہیں گے کہ اسے ان سب کے درمیان بھیجنا چاہیئے۔۔؟

حسن نے چند پل اسے دیکھتے رہے پھر گہرا سانس لے کر گویا ہوئے۔۔

زمان کی اس سب میں کوئی غلطی نہیں ہے اصغر۔ وہ اپنی شفقت کا سایہ اس پر " نہیں پھیلاتا تو پھر ولی شاید واقعی یہاں نہیں ہوتا۔۔ کسی کی ساری زندگی کی نیکی کو خود غرضی کا نام نہیں دیا کرتے اصغر۔۔ بہت بڑی زیادتی ہے یہ۔ مجھے یقین ہے کہ اگر

ولی نے اسے وہاں سے نکل جانے کا کہا ہوتا تو وہ اسے کبھی نہیں روکتا۔۔ مگر یہ سب اس کا اپنا فیصلہ تھا۔۔ وہ اس سب کے لیئے تیار تھا۔۔ اس نے کافی سالوں سے طے کی ہوئی تھی اپنی موت۔۔ دیکھو۔۔ کیا اس کے چہرے پر کہیں تمہیں بے یقینی نظر آرہی ہے۔۔؟ نہیں اصغر۔۔ وہ پرسکون ہے۔۔ سچ پوچھو تو وہ مر ہی جانا چاہتا تھا۔۔ جب اسے گولیاں لگی تھیں تب وہ ایک فیصد بھی بے یقین نہیں تھا۔۔ مطمئن تھا کہ اب زندگی کا عذاب ختم ہو گیا۔۔ لیکن ابھی اس کی جنگ ختم نہیں ہوئی۔۔ ابھی اس کا کردار "پورا نہیں ہوا۔۔ تم اپنے دوست کا ساتھ دو، ناکہ یوں اس کی ہمت توڑو۔۔"

اس نے گہرا سانس لے کر بیڈ پر دراز ولی کو دیکھا تھا۔۔

کبھی کبھی تو آپ سب مجھے ایک ہی جیسے لگتے ہیں بابا۔۔ آپ، ولی اور وہ ہاشم۔۔ انتقام" کی جنگیں لڑتے کبھی تھکن نہیں ہوتی آپ لوگوں کو۔۔؟ مستقل موت کی جانب بڑھتی "زندگی کو آخر آپ کیسے یوں بے لگام چھوڑ سکتے ہیں۔۔؟ کیا یہ زندگی اتنی ارزاں ہے۔۔؟

اس کے لہجے کا افسوس حسن کو بخوبی سمجھ آ رہا تھا۔۔ وہ اٹھے پھر اس کے سامنے آکھڑے ہوئے۔۔ اس نے ولی سے اپنی نظریں پھیر کر انہیں دیکھا تھا۔۔

انتقام کی جنگوں سے زیادہ تھکا پینے والی اور کوئی جنگیں نہیں ہوا کرتیں اصغر۔۔ ہم" عظیم لوگ ہیں۔ میں، ولی اور وہ ہاشم بھی۔۔ جو اس سارے عرصے کی تھکن خود پر لا کر زندگی کو خوش اسلوبی سے گزار رہے ہوتے ہیں۔ ہم گناہ گار ہیں لیکن ہم جتنا بڑا سروائیور اس کائنات میں کہیں نہیں۔۔ تم نے کبھی انتقام کی چاہ کا بے چین سا سکون

نہیں محسوس کیا ناں اصغر۔۔ اسی لیے تم نہیں جانتے کہ یہ کیا چیز ہوتی ہے۔۔! خدا
”تمہیں انتقام کے چلتے ہر چکر سے محفوظ رکھے۔۔

ہلکا سا مسکرا کر اسے دیکھا اور پھر باہر کی جانب بڑھ گئے۔ وہ اب کھڑکی سے اندر کو جھانکتی
چمکتی روشنی میں ولی کی بند بند آنکھوں کو دیکھ رہا تھا۔۔ جن کے پار شاید موت کا وہی
رقص جاری تھا کہ جسے سوچ کر بھی ہڈیاں چٹخ جایا کرتی تھیں۔۔

حویلی میں یہ خبر کسی آگ کی طرح پھیل گئی تھی کہ وی کو گولیاں لگی ہیں اور وہ
اسپتال میں ہے۔ نواز کی بات سن کر بی جان بے دم سی صوفے پر گری تھیں۔ زمان
البتہ مضبوطی سے کھڑے رہے۔ اگرچہ اس خبر پر ان کا حوصلہ جواب دے گیا تھا مگر وہ
پھر بھی بغیر کوئی تاثر دینے نواز کو دیکھے گئے۔

"کون سے اسپتال میں ہے ولی۔۔؟"

دل لرز گیا تھا یہ سوال کرتے ہوئے لیکن یہ وقت کمزوری دکھانے کا نہیں تھا۔ پیچھے
زینوں سے اترتی امل کے قدم زنجیر ہوئے تھے۔۔ اس نے صرف یہی سنا تھا کہ ولی
اسپتال میں ہے۔۔ اس کا ریلنگ پر جما ہاتھ وہیں ساکت ہو گیا۔ صبح کی روشنی میں سفید
توبلی دم سادھے کھڑی تھی۔

"چلیے میں لے جاتا ہوں آپ کو سردار بابا۔۔"

نواز کے کہنے پر وہ یکدم ہی آگے بڑھے تو بی جان بھی انہی کے ساتھ اٹھیں۔۔

”میں بھی جاؤنگی زمان آپ کے ساتھ۔۔“

اور پھر کسی بھی جواب کا انتظار کیئے بغیر وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھی تو امل ان کے پیچھے گئی۔ وہ روتے ہوئے اپنی چادر الماری سے نکال رہی تھیں۔۔

”بی جان کیا ہوا ہے ولی کو۔۔؟“

اس کی آواز کسی کنویں سے آرہی تھی۔ بی جان نے آنکھیں رگڑتے ہوئے دوپٹہ اتار کر فوراً چادر اوڑھی۔ ہر آن ان کا دل لرز لرز جاتا تھا۔۔

ابھی نواز نے آکر بتایا ہے کہ اسے رات کو کسی نے گولیاں ماری ہیں۔ اسپتال میں " ہے ابھی۔ پتہ نہیں کس نے میرے بچے کو اس بے دردی سے مارا ہے۔ خدا ہاتھ توڑے " اس کے۔ میرے بچے کو اذیت دیتے پتہ نہیں کون سی تسکین ملتی ہے سب کو۔۔

وہ روتی جارہی تھیں اور بددعائیں دیتی جارہی تھیں۔ ان کا صبر تمام ہو گیا تھا ولی کی تکلیفیں دیکھ دیکھ کر۔ اہل تو گویا سن ہو گئی۔۔ پلکیں جھپکنا گویا یاد ہی نہیں رہا۔۔ وہ اسپتال میں تھا اور اسے گولیاں لگی تھیں۔۔! کیا بی جان نے یہی کہا تھا۔۔!! اس نے خالی خالی سا چہرہ اٹھا کر بی جان کو دیکھا جو عجلت میں کمرے سے باہر نکل گئی تھیں۔۔ وہ بھی ان کے پیچھے بھاگتی آئی۔۔ اسے بھی جانا تھا۔۔ اسے بھی دیکھنا تھا اسے۔۔ وہ اس کی ہر اذیت میں ساتھ ہوتا تھا تو اسے بھی اس کے ساتھ ہونا چاہیئے تھا مگر۔۔ مگر وہ ابھی زمان کو کیسے کہے کہ وہ بھی جائے گی۔۔ اس نے لب و اکیئے مگر آواز حلق ہی میں اٹک گئی۔ ان فاصلوں اور زنجیروں میں قید اپنے وجود پر اتنا غصہ آیا کہ دل کیا خود کو ختم کر لے۔۔ لیکن وہ کچھ نہیں کر سکی۔۔

"چلو زمانی دیر ہو رہی ہے۔۔"

زمان نے کہا اور تیزی سے باہر نکلتے چلے گئے۔ بی جان بھی اتنی ہی تیزی سے ان کے پیچھے نکلی تھیں۔۔ کسی کو بھی وہ یاد نہیں تھی۔ کتنی ہی دیر صوفے کی پشت پر وہ کھڑی رہی۔ نوراں کے ہلانے پر ہوش آیا تھا اسے۔

"بی بی یہاں کیوں کھڑی ہیں۔۔؟"

اس نے خالی خالی نظروں سے نوراں کو دیکھا اور پھر اس کی بات کا کوئی بھی جواب چسے بغیر اوپر بھاگتی گئی۔ ابھی وہ صرف اس کے لیئے دعا کرنا چاہتی تھی۔ بے تحاشہ بے حد اور بے حساب۔۔ وہ اس کے لیئے دعا کرتے وقت خود کو بھول جانا چاہتی تھی۔ ہاں وہ

ایسا ہی کرنا چاہتی تھی۔۔ اس نے کمرے میں آکر خود کو وضو کے پانی سے بھگوایا اور پھر دس بجے کے قریب جائے نماز بچھاتی وہ آنسوؤں سے رو پڑی۔ ضبط کی بھی حدود ہوا کرتی ہیں۔۔ لیکن قدرت اس کے ضبط کو بس اب آزمائے جارہی تھی۔ اس میں اتنی ہمت نہیں تھی۔۔ اس کی سکت اب آہستہ آہستہ سلب ہو رہی تھی۔ اپنے ٹوٹے وجود کو اس نے بمشکل سنبھال کر جائے نماز پر کھڑا کیا مگر آنسو بے تحاشہ بہتے جارہے تھے۔ مومی چہرہ آنسوؤں کے پانی سے بھیک گیا تھا اور چہرے کے گرد بندھے دوپٹے میں اس کا سرخ و سفید چہرہ تھکا تھکا سا لگتا تھا۔ کر تو لیا تھا اس نے نفیس کو قبول۔۔ پھر اب کیا ہو رہا تھا یہ سب کچھ۔۔ کیوں سب کچھ بگڑتا جا رہا تھا۔۔ ہاتھوں سے پھسلتا جا رہا تھا۔۔ اس نے لرزتے لبوں کو دانتوں تلے دبا کر آنسو روکے۔۔ مگر جو درد قسمت میں لکھ چئے! جائیں انہیں سہنے کے علاوہ انسان کے پاس بھلا اور چارہ ہی کیا ہوتا ہے۔۔

سفید سی دھندلی روشنی کے پار اسے کوئی ہیولہ سا دکھاتا تھا۔۔ کسی پری کا ہیولہ۔۔ آس پاس گردن گھما کر دیکھتا ولی جیسے اس جگہ کو پہچاننے کی سعی کر رہا تھا۔۔ آس پاس بکھری گھاس پر شبیخم کے تازہ قطرے اب تک محسوس ہوتے تھے اور آسمان دھواں دھواں ہو رہا تھا۔۔ اس نے بے اختیار جھرنے کے بہتے پانی کی آواز سنی تو اٹھ کر درختوں کی قطار کے آگے بہتے منہ زور سے پانی کی چٹیل جگہ پر آکھڑا ہوا۔

اسی پل سفید دھند میں لپٹے کسی وجود کی جھلک اسے پھر سے دکھائی دی تھی۔۔ اس نے اب کے چہرہ پورا موڑ کر دھند کی دبیز تہ کے پار دیکھنے کی کوشش کی مگر سوائے ایک ہیولے کے اس پر کچھ بھی واضح نہیں ہو رہا تھا۔ ایک پل کو کچھ سوچ کر اس نے شفاف پانی کے کناروں پر قدم آگے بڑھائے اور پھر دھند میں راستہ بناتا اس پار جا پہنچا۔۔

وہ وہی تھی۔۔ ہاں وہی کہ جس کے خواب دیکھنے سے اس کی آنکھیں خوفزدہ ہوتی تھیں۔ اس نے چہرہ ذرا جھکا کر اسے غور سے دیکھنا چاہا۔۔ وہ مکمل سفید سے لباس میں ملبوس تھی۔۔ آس پاس ہر شے کی طرح سفید سی دھند میں لپٹی۔۔ اس نے ایک نظر خود کے لباس پر ڈالی۔۔ وہ بھی سفید تھا۔۔ شفاف بے داغ سا سفید۔۔

پھر چہرہ اٹھا کر امل کو دیکھا۔ وہ آنکھیں بند کیئے، دونوں ہاتھوں کے پیالے فضا میں بلند کیئے، مچو ہو کر دعا مانگ رہی تھی۔ اس کے لبوں پر بے ساختہ ایک اداس سی مسکراہٹ آٹھری۔۔

میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے لیئے بھی کبھی اتنی ہی مچو ہو کر دعا مانگیں۔ میں آپ کی " زندگی کا حصہ نہیں بن سکتا۔۔ لیکن میں آپ کی دعاؤں کا حصہ رہنا چاہتا ہوں امل بی بی۔ میں کبھی بھی ان دعاؤں سے نہیں نکلنا چاہتا۔ میں نے آپ کو کبھی بتایا نہیں لیکن میں آپ سے بہت محبت کرتا ہوں۔ ہم کبھی کسی اور جہان میں دوبارہ پیدا کیئے جائیں گے تو میں وہاں آپ کا ساتھ طلب کرونگا امل۔۔ اتنی محبت کرتا ہوں میں آپ سے۔"

وہ اسے مٹو ہو کر دیکھتا سوچ رہا تھا۔ یکایک سفید پسرا نے اپنے کومل ہاتھوں کو چہرے پر پھیرا اور انتہائی سکون سے ولی کی جانب گردن موڑ کر دیکھا۔ وہ اس کے ایسے دیکھنے پر یکدم چونکا تھا۔۔

پھر نجل ہو کر سر کھجایا۔۔ وہ اس کے کھسیانہ ہونے پر مسکرائی تھی۔ اس نے بھی ایک نظر اسے دیکھا تو خود بھی مسکرا دیا۔

”آپ اس جگہ کیا کر رہی ہیں۔۔۔؟“

پتہ نہیں۔۔ مجھے لگتا ہے جہاں آپ ہوتے ہیں میں وہاں خود بخود پہنچ جاتی ہوں۔۔ اور”
ہاں آپ میری دعاؤں کا حصہ ہیں ولی۔۔ نہ صرف دعاؤں کا بلکہ میری زندگی کا بھی
”حصہ ہیں آپ تو۔۔

وہ وہیں بیٹھی بیٹھی اسے اس کی سوچ کا جواب دے رہی تھی۔ وہ اس کے ایسے جواب پر حیران ہوا تھا۔۔

"آپ کو کیسے پتہ کہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔۔؟"

"یہ خواب ہے ناں ولی۔۔ اور خواب میں تو سب کچھ ممکن ہوتا ہے۔"

ہاں یہ تو ہے۔۔ حقیقی زندگی میں تو ہمارا ساتھ ویسے بھی ممکن نہیں۔ خواب ہی میں "سی۔۔"

لیکن مجھے آپ پر بہت غصہ ہے ولی۔ میں پتہ نہیں آپ سے بات کیوں کر رہی ہوں "!" اور آپ کے لیے دعا کیوں کر رہی ہوں۔

"کیوں۔۔ میں نے کیا کیا ہے۔۔؟"

"کیا مطلب۔۔؟"

آپ جانتے تھے کہ ہاشم آپ کو مار دے گا۔ آپ کو اندازہ تھا کہ جو بندوق اس نے آپ پر "تانی ہے اس کو چلانا اس کے لیے مشکل نہیں۔ آپ یہ سب جانتے تھے ولی لیکن آپ پھر بھی اس کے سامنے سے نہیں ہٹے۔۔ آپ وہاں جم کر کھڑے رہے۔ کیونکہ آپ نے اپنا انجام طے کر لیا تھا۔ آپ نے اپنی موت ہاشم ہی کے ہاتھوں سے تصور کر لی تھی اور تخیل میں اتنی بار آپ اس منظر کو دیکھ چکے تھے کہ جب وہ آپ کے سامنے ہوا تو آپ کو کچھ بھی لب نارمل نہیں لگا۔ آپ کے لیے سب نارمل تھا۔۔ بتائیں۔۔ کیوں کیا آپ نے ایسے۔۔؟ کیوں اپنی جان لینے پر تلے ہیں آپ۔۔؟

اسے پتہ تھا کہ اہل کو ان سب باتوں کا کچھ علم نہیں پھر بھی وہ اس کے خواب میں اس کے سامنے کھڑی ان سب باتوں کا حساب مانگ رہی تھی۔ شاید یہ ساری منظر کشی اس کے لاشعور کا حصہ تھی۔ وہ یہی تو چاہتا تھا۔۔ کہ اہل اس کے دکھ درد، اس کی تکالیف کے بارے میں پوچھے۔۔ وہ اس سے پوچھے اور وہ بنا جھجھک سب بولتا جائے۔ اپنے اندر سالوں کے پلتے درد کو اس کے سامنے روئے۔۔ روتا چلا جائے۔ تب تک روئے کہ جب تک ہر اذیت آنسوؤں کے راستے باہر نہ بہہ جائے مگر وہ ایسا کبھی نہ کر سکا۔۔ وہ ایسا کبھی نہیں کر سکتا تھا۔۔ اہل کو اپنے اندر کے خالی خانوں کا بتا کر وہ اس کی اذیت کو سوا کرنا نہیں چاہتا تھا۔۔ لیکن آج۔۔ ابھی۔۔ ابھی وہ اس حقیقی دنیا سے کوسوں دور تھا۔۔ اور اس خواب کی دنیا میں وہ اسے سب کچھ بتا دینا چاہتا تھا۔۔

ایک پل کو اس نے گہرا سانس لے کر آس پاس گھلتی ٹھنڈک اپنے اندر اتاری پھر اہل کو دیکھا۔۔ اس کے سامنے درخت کے تنے سے لگ کر بیٹھی۔ وہ اس سمے اس سارے خوبصورت منظر کا ہی تو حصہ لگ رہی تھی۔۔ حسین، پرسکون اور بے داغ۔۔

اس نے بھی اپنے پیچھے کھڑے تناور سے درخت کا سہارا لیا اور پھر گردن ٹکا کر اسے دیکھا۔۔

"میں مرنا چاہتا تھا یہ سچ ہے۔"

ایک پل کے لیے کوئی کچھ نہ بولا۔۔

میں اب بھی مرجانا چاہتا ہوں۔ میرے پاس زندہ رہنے کی کوئی تحریک باقی نہیں ہے۔"
اے بی بی۔ اور شاید میں اسی لیے وہ گولیاں کھا کر بھی اتنا مطمئن اسی لیے تھا کیونکہ مجھے
اپنا انجام ویسا ہی مل رہا تھا جیسے میں نے سوچا تھا۔ میں ذلیل نہیں ہو رہا تھا۔۔ میں
کسی کو قتل نہیں کر رہا تھا۔۔ میں ہر اس سیاہی سے بچا ہوا تھا کہ جس کا مجھے ڈر تھا کہ
میں اپنی زندگی میں ایسا کوئی گناہ ضرور کرونگا۔۔ میں کوئی بھی ایسا عذاب اپنے سر پر

لادے بغیر جارہا تھا اس دنیا سے۔۔ اسی لیے مرجانا چاہتا تھا میں اسی جگہ۔۔ مگر اب ایسا لگتا ہے کہ زندہ رہنا ہی میرے لیے لکھا گیا۔۔ کیونکہ اتنی کوششوں کے بعد بھی اگر میں نہیں مر رہا تو اس کا صرف ایک ہی مطلب ہے کہ مجھے ابھی زندہ رہنا ہے۔۔ اور لمبے "عرصے تک رہنا ہے۔۔"

اور جس نے آپ کو اس حال تک پہنچایا ہے اسے سزا دیئے بغیر آپ اس دنیا سے "جانے کا فیصلہ کر رہے تھے۔۔ کیا یہ انجام ہے آپ کا ولی۔۔؟"

"میں اس کا انجام طے کر چکا ہوں اہل۔۔"

"اور وہ کیا انجام ہے۔۔؟"

کیا کرینگی جان کر۔۔ چھوڑیں۔۔ ایسی باتوں میں کوئی خیر نہیں ہوتی بی بی۔۔ ان باتوں " سے کوسوں دور رکھیں خود کو۔

آپ ان سب کو جھیلیں اور میں اس سب سے خود کو کوسوں دور رکھوں۔۔ کونسا " انصاف ہے یہ۔۔؟

سلمنے گھٹنوں کے گرد بازو لپیٹ کر بیٹھی لڑکی خفا ہوئی تھی۔۔ ولی اسکی خفگی پر مسکرا کر سیدھا۔۔ ابھی وہ اسے کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ یکایک امل کا سفید بے داغ سا لباس خون آلود دھبوں سے بھرنے لگا۔۔ اس نے چونک کر اپنے لباس کی جانب دیکھا۔۔ سفید لباس اس کے خون سے داغ دار ہو رہا تھا۔۔ اسے پھر سے وہی جلن ہونے لگی تھی جو اس رات گولی لگنے پر اس کی رگوں میں پھیل گئی تھی۔۔ وہ یکدم گھٹنوں کے بل بیٹھا۔ امل کا لباس خون کے دھبوں سے داغدار ہوتا جا رہا تھا۔۔ اس نے بے یقینی سے اس کے

خون آلود لباس کو دیکھا۔۔ مگر وہ اسی خفگی سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔ منظر بدلنے لگا۔۔ وہ
ڈیرے کی گھاس پر گرا درد سے لوٹ رہا تھا۔۔ تکلیف سے اس کی آنکھیں بند ہونے لگی
تھیں۔۔ سفید دھند ہر جانب پھیلنے لگی۔۔ ساری آوازیں کہیں پیچھے رہ گئیں۔۔ جھیل کا
بہتا شفاف پانی اور امل کی پاکیزہ سی مسکراہٹ۔۔ سب کچھ پیچھے رہ گیا تھا۔۔ بس کچھ
!! سامنے تھا تو وہ ولی کا خون آلود لباس اور رگوں کو چیرتی درد کی انتہا۔۔

اسپتال میں آنکھیں بند کر کے لیٹے ولی کے اس پار در کی لہریں اب تک بے قابو تھیں
اور وہ زرد چہرہ لیٹے خاموشی سے آنکھیں موندیں ساری دنیا سے بے خبر سو رہا تھا۔۔

نگار بیگم نے بمشکل حسین کے منہ میں ویلے کا چمچ ڈالا مگر منہ کا زاویہ بگڑنے کی وجہ سے
کوئی بھی غذا اندر کو نہیں جاتی تھی۔ ابھی بھی سارا دلیہ ہونٹ کے کنارے سے گر کر
سارے کپڑوں کو خراب کر رہا تھا۔۔ نگار نے غصے سے دلیے سے بھرا پیالہ سائیڈ ٹیبل پر
پٹخا اور پھر دوپٹے میں چہرہ چھپا کر پھپھک کر رو پڑیں۔

کتنی ہی کوششوں کے بعد بمشکل حسین نے تین چار دنوں میں ایک دو چمچ لیئے تھے اور باقی کا سارا تو کپڑوں پر گرتا رہتا تھا۔۔ اسی وقت شازیہ کمرے میں داخل ہوئی تو اس نے ماں کو ایسے روتے دیکھ کر گہرا سانس لیا تھا۔۔

اب رونے کا کیا فائدہ ماں جی۔۔! اب تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ اب بابا ساری زندگی " ایسی ہی محتاجی کی زندگی گزاریں گے۔ اگر تم بھی اس طرح ہمت ہار جاؤ گی تو کون ہمت کرے گا پھر۔۔؟ ادھر ہاشم کو دیکھو۔ پتہ نہیں کس سے لڑ کر آیا ہے۔۔ سارا چہرہ۔۔ سارا جسم زخمی ہوا ہے۔ اسپتال جانے کا بولو تو چیخنے چلانے لگتا ہے۔ اوپر سے تمہارا بھی چوبیس گھنٹے کا رونا بند نہیں ہوتا۔۔ بس کر دو اب۔۔ سمجھوتہ کرنا ہی پڑے گا تمہیں اس "سب کے ساتھ۔۔"

اس نے کمرہ سمیٹتے ہوئے اکتا کر کہا تو نگار نے آنسوؤں سے بھیگا چہرہ اٹھایا۔

"پتہ نہیں کس کی نظر کھا گئی میرے گھر کو۔۔ اللہ غرق کرے ان سب کو۔۔"

نگار بیگم کا اب یہ تکیہ کلام بن چکا تھا۔۔ کاش کہ کوئی انہیں بتا سکتا کہ بلا وجہ کی بددعائیں انسان پر پلٹ آتی ہیں۔۔ شاید ان کی بددعائیں بھی ان پر پلٹ رہی تھیں۔

جس نے بھی کیا ہے سکھ سے تو خیر وہ بھی نہیں رہے گا۔۔ ساری زندگی کا عذاب لیا"
"ہے اس نے اپنے سر۔۔ اللہ پوچھے گا اسے تو۔۔"

اپنے ہنستے بستے گھرانے کو یوں تنکوں کی طرح بکھرتے دیکھ کر اس کا ہاتھ دل پر پڑا تھا۔۔
ایک لمحے کو نگاہ حسین پر پڑی تو کلیجہ منہ کو آیا۔ دل پر بوجھ بڑھنے لگا۔۔

ہاشم کو کیا ہوا ہے۔۔؟ بھلا وہ کیوں ایسا کرنے لگا؟ کیا پہلے ہی اب زندگی میں "پریشانیاں کم ہیں جو وہ بھی میرے لیے پریشانی کا نیا گرہا کھود رہا ہے۔۔"

نگار بیگم نے گہرا سانس لے کر دوپٹے سے چہرہ رگڑا اور سائیڈ ٹیبل پر دھرا پیالہ پھر سے اٹھالیا۔۔ ان تین چار دنوں ہی میں وہ بہت بوڑھی اور تھکی تھکی سی لگنے لگی تھیں۔۔ وہ نگار جو ہر لمحہ کھلتا گلاب لگا کرتی تھیں اس وقت کسی بوجھل اور مضمل سی خاتون سے کم نہ لگیں۔۔

میں نہیں رہ سکتی اب اس ماحول میں اور۔۔ شام ہی، میں اور امینہ اپنے گھر جا رہے ہیں۔۔ فون کر دیا ہے میں نے بختیار کو۔ لینے آجائنگے وہ ہمیں۔۔ اور خدا کے لیے ماں "اجی۔۔"

اس نے ہاتھ جوڑ کر ماتھے پر رکھے تھے۔۔

مجھے مت روکنا گھر جانے سے۔۔ اکتا گئی ہوں میں اس ہر وقت کے قبرستان والے "
"ماحول سے۔۔

ایک بیزار نگاہ ماں باپ پر ڈال کر وہ کمرے سے باہر نکلی تو نگار بیگم کی ٹھنڈی آہ بہت
بے ساختہ تھی۔ زندگی ایک ہی رات میں کیا سے کیا ہو گئی تھی۔۔ تلپٹ۔۔ بے
رونق۔۔ تھکاپنے والی۔۔

دلہ ایک بار پھر سے بہہ کر لباس کو خراب کرنے لگا تو حسین کی دائیں آنکھ سے آنسو
پھسلا۔۔ اب اور بچا ہی کیا تھا سوائے ساری زندگی رونے کے۔۔

دوسری جانب بی جان نے اپنی مغرب کی نماز سے سلام پھیرا تھا۔ اہل بھی انہی کے
ساتھ انہی کے کمرے میں نماز پڑھ رہی تھی۔ انہوں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو ولی
کا چہرہ سامنے آتے ہی آنکھیں بھر گئیں۔۔

اس نے بھی سلام پھیر کر ان کی جانب دیکھا تو اس کی اپنی حالت عجیب ہونے لگی۔۔

”وہ ٹھیک ہو جائے گا بی جان۔۔ انشاء اللہ۔۔“

”انشاء اللہ۔۔“

اللہ کا شکر ہے کہ وہ فی الحال خطرے سے باہر ہے۔ ہوش بھی آجائے گا جلد اسے۔۔“
”آپ بس دعا کریں۔۔“

بی جان سے زیادہ بات نہیں کی جارہی تھی۔۔ حلق میں جما ہوتے آنسو بھلا کب کوئی بات کرنے پیتے ہیں۔۔ انہیں تسلی دے کر وہ بھی جائے نماز سمیٹتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ ابھی اسے پھر سے کئی گھنٹے اپنے کمرے میں بند ہو کر اس کے لیے دعائیں مانگنی تھیں۔۔ وہ دعائیں جو کبھی رد نہیں کی جاتیں۔۔

رات کے اندھیرے میں اس کی بوجھل سی آنکھوں کی بند پلکوں میں ہلکی سی جنبش ہوئی تھی۔ ہاتھ کی ایک دو انگلیوں میں بھی بہت دھیمی سی جنبش محسوس کی جاسکتی تھی۔ پھر اس نے آہستہ پلکوں کو جدا کیا۔۔ اسپتال کا نیم تاریک سا منظر واضح ہوا۔۔

ٹیالے رنگ کی اونچی دیواریں شفاف تھیں، اس نے نقاہت سے ایک دو بار آنکھیں بند

کر کے کھولیں۔۔ لیکن۔۔ پلکوں پر گرامنوں بوجھ جیسے ہر لمحے بڑھتا جا رہا تھا۔۔ اس نے ہولے سے ہاتھ کو اٹھا کر دیکھا تو اس میں با بجا سوئیاں لگی تھیں۔ بے اختیار ہی اس کی نگاہ ساتھ لگے ٹیبل سے پرے صوفے پر سوتے اصغر پر پڑی تو وہ چونک گیا۔۔ جلدی سے گردن آس پاس پھیر کر دیکھا۔۔ مگر کمرہ خالی تھا۔۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی تو کندھے سے پیچھے کمر تک ایک درد کی بے ساختہ سی لہر گزری۔۔ اس کی کمرہ نکلی تو اصغر یکدم جاگا۔۔ وہ اٹھنے کی کوشش میں شدید غیر آرام دہ ہو رہا تھا۔۔

پیٹ پر آئے گھاؤ تکلیف دینے لگے۔۔

اصغر جلدی سے آگے بڑھا پھر اس کے سر کے نیچے ہاتھ دے کر اسے تکیے پر درست کر کے لٹایا۔۔

درد کی شدت سے پھولتی سانسوں کی پرواہ کیئے بغیر اس نے اصغر کو چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھا تو وہ جو اس کی چادر درست کرتا سیدھا ہو رہا تھا یکدم چونکا۔۔

"تو وہ تم تھے اس رات۔۔؟"

اصغر کو اس کا انداز سمجھ نہیں آیا۔۔

"کس رات۔۔؟"

"اس رات جس رات مجھے ہاشم نے گولیاں ماری تھیں۔۔"

اس نے گہرا سانس لیا۔۔ پھر بہت آرام سے اسے دیکھا۔۔

"جب جانتے ہو تو پوچھ کیوں رہے ہو۔۔؟"

"ہاشم کیسا ہے۔۔؟"

اس کا اگلا سوال بہت بے ساختہ تھا۔۔ اصغر جو مسکرا کر اسے کچھ ہلکا پھلکا کہنے لگا تھا۔۔ رک گیا۔۔ اس کے ایسے پوچھنے کا مطلب وہ سمجھتا تھا۔۔

"مجھے کیا پتہ کیسا ہے وہ۔۔؟"

مزے سے کندھے اچکائے۔۔ ولی کی نظروں نے اس کے ہاتھوں تک سفر کیا۔۔ ان کی اوپری جلد پھٹی ہوئی تھی اور زخم پر کوئی مرہم نہ ہونے کی صورت میں زخم خشک ہو نے لگا تھا۔۔

”کیا کیا ہے اس کے ساتھ تم نے۔۔؟“

ولی کے ماتھے پر حسبِ عادت بل ابھرے۔ اصغر کو یکدم ہی طیش آیا تھا۔۔

”مارا ہے سالے کو۔۔! اور کچھ۔۔؟“

میرے معاملات سے دور رہو اصغر۔۔! میں نے تمہیں پہلے بھی سمجھایا تھا کہ اس سب میں اگر میں مر بھی رہا ہوں تو تم کبھی بھی درمیان میں نہیں آؤ گے۔۔ پھر کیا ہے یہ ”سب۔۔؟“

اگر وہ یوں اس طرح بستر پر نہ ہوتا تو اسے ایک آدھ تھپڑ تو جڑ ہی دیتا۔۔

اچھا۔۔ لیکن اب تو میں درمیان میں آگیا ہوں ولی۔۔ اب میں کیا کروں۔۔؟ او گاڈ ہاشم " کیا کرے گا میرے ساتھ۔۔ کہیں۔۔ کہیں وہ مجھے۔۔ اوہ گاڈ۔۔ کہیں وہ مجھے کڈنیپ تو "نہیں کرے گا ناں۔۔؟

اس نے منہ پر ہاتھ رکھ کر ڈرنے کی بھرپور اداکاری کی تو ولی کا غصہ سوانیزے پر جا پہنچا۔۔

"!میں مزاق نہیں کر رہا ہوں اصغر۔۔"

ہاں تو میں کب مزاق کرتا ہوں۔۔؟ میں واقعی بہت ڈر گیا ولی۔ تمہیں مجھے پہلے بتانا "چاہیئے تھا۔ دیکھو۔۔ اب تو کچھ نہیں ہو سکتا۔۔

نے بگاڑ رکھا تھا۔۔ kdramas اس کا قصور نہیں تھا۔۔ کمینے کو

اصغر۔۔۔!! میں سنجیدہ ہوں۔ اور تم بھی جانتے ہو کہ میں نے کتنی سختی سے منع کیا تھا" "تمہیں۔۔ لیکن کوئی بات کیسے سمجھ آئے گی۔۔؟ دماغ جو خراب ہے تمہارا۔۔۔

ولی کی اونچی آواز میں بے پناہ غصہ تھا مگر وہ اصغر ہی کیا جو اس کے غصے کا اثر لے لے۔ ساری دنیا ولی کے غصے سے کانپتی تھی مگر اصغر۔۔ وہ اپنی طرز کا آخری پیس رہ گیا تھا۔۔

"ایک بات میری غور سے سنو ولی سرکار۔۔"

وہ اس کی نسواری آنکھوں میں جھانکتا آہستہ سے اس کے بیڈ پر ہاتھ رکھتا جھکا۔۔ پہلے
والے اصغر سے یکدم مختلف سا۔۔ سنجیدہ اور گہرا۔۔

جب میں رنگ میں ریسلر کی حیثیت سے اترتا تھا ناں تو میرے کوچ مجھے ہمیشہ ایک بات
سمجھایا کرتے تھے۔۔ کہ اگر یہ طاقت کسی کمزور پر آزمانے کے لیے جما کر رہے ہو تو ابھی
کے ابھی اس رنگ سے باہر نکل آؤ۔ کیونکہ یہ اس رنگ کی توہین ہے۔۔ لیکن اگر یہی
طاقت کسی ظالم کے ہاتھ توڑنے کے لیے اکٹھی کر رہے ہو تو رنگ تمہارا میدان ہے۔۔ تباہ
کر ڈالو سب۔۔ میں نے اپنے ریسلنگ کیریئر میں سیکھا ہے ولی۔۔ کہ جو باتوں سے نہ
سمجھے ان کو کبھی باتوں سے سمجھانے کی کوشش کرنی بھی نہیں چاہیے۔۔ میں نے بھی
اسے ہاتھوں سے سمجھایا ہے۔ اور ایسا سمجھایا ہے کہ زندگی کے کئی سالوں تک وہ اس
”سبق بھول نہیں سکے گا۔۔“

پھر ہاتھوں کو مزے سے سینے پر باندھتا سیدھا ہوا۔ ولی کو مسکرا کر بھنویں اچکاتے
"ہوئے دیکھا۔۔ جیسے۔۔" اب کر لو جو کرنا ہے۔۔

"چلے جاؤ میرے سامنے سے ابھی۔"

اس نے ضبط سے بس یہی کہا تھا۔۔

میں کہیں نہیں جا رہا ولی۔۔ چپ کر کے لیٹے رہو تم یہاں۔ اور ایک بات تو بتاؤ۔ یہ "
جب ہاشم تمہیں گولیاں مار رہا تھا تب تم کوئی ڈرامہ شوٹ کروا رہے تھے کیا۔۔؟ آگے بڑھ
کر دانت نہیں توڑ سکتے تھے اس کے۔؟ یا یہ بھی اب سکھانا پڑے گا تمہیں۔۔؟ حقیقت
"میں تم خود بھی مرنا چاہتے تھے۔۔"

"لیکن تمہاری موجودگی کی وجہ سے میں ٹھیک سے مر بھی نہیں سکا۔۔ تھینکس ٹو یو۔۔"

اس نے اکتا کر چہرہ پھیر لیا تھا۔۔ اصغر ہنس دیا۔۔ پھر سر ہلاتا سامنے صوفے پر جا بیٹھا۔۔ جیکٹ اتار کر خود پر پھیلائی اور لیٹ گیا۔۔

ایک تو زندگی بچاؤ اوپر سے نخرے ہی ختم نہیں ہوتے۔ آئندہ بیٹا تو کر ایسے۔۔ لگے "

"بندے کو چھوڑ کر تجھے مارونگا۔

اسے وارن کرتا وہ صوفے پر دراز ہوا تو ولی نے تپ کر چہرہ اس کی جانب پھیرا۔۔

"کسی کو بتایا تو نہیں ہے اس سب کے بارے میں۔؟"

اس بے وقوف سے ہر چیز کی امید کی جاسکتی تھی۔۔

اونے۔۔ ایسا ویسا۔۔ آدھے گاؤں کو خبر ہے تمہارے اس ایکسیڈینٹ کی۔ اب چپ کر"
"کے سو جا۔ مجھے نیند آرہی ہے۔۔

اس نے کروٹ لی تو ولی کا دل کیا اپنے سر کے بال نوچ لے۔۔ ابھی وہ اٹھ سکتا تو اسے
شوٹ کر دیتا۔۔

"تم جیسے دوست ہوں تو انسان کیا کسی دشمن کی تمنا کرے۔۔"

"سو جایار۔۔"

اصغر کی بہت بیزار سی آواز سنائی دی تھی دوسری جانب سے۔۔

"!! اصغر کے بچے۔"

ولی نے دانت پیسے تھے۔۔

مجھے اٹھنے دو اس بیڈ سے پھر دیکھنا کیا کرتا ہوں میں تمہارے ساتھ۔ ایک راز نہیں "

"! سنبھالا گیا بے وقوف سے۔۔

ایک منٹ۔۔ میں نے منع کیا تھا تمہارے اس نواز کو۔۔ لیکن بھئی یہاں تو سب کو "تقریریں کرنے کا بہت شوق ہے۔ ایک میرے بابا کم تھے جو اور بھی لوگ شامل ہو گئے ہیں اس قافلے میں۔۔! میں نے جب اسے منع کیا کہ کسی کو نہ بتائے تو جناب کو تو اس وقت میں آپ کا سب سے بڑا دشمن لگ رہا تھا۔۔ بھگتو اب خود ہی جب ایسا بیکار ملازم "رکھا ہے تو۔۔"

جیکٹ کو غصے سے جھٹک کر دوبارہ اپنے اوپر ڈالتا اصغر جیسے یکدم ہی تپ گیا تھا۔۔ مگر ولی۔۔ اس کی تفتیش ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔۔

"کیا سردار بابا آئے تھے یہاں۔۔؟"

"ہاں آئے تھے۔۔"

وہ اب کے بالکل سیدھا ہو کر لیٹ گیا تھا۔۔ اسکی لمبی ٹانگیں صوفے پر پوری نہیں آرہی تھیں اور خود کو اس صوفے پر ایڈجسٹ کرنے میں وہ بیزار ہونے لگا تھا۔۔ ولی نے سر تکیے پر رکھا تو اس نے یوں ہی چہرہ ترچھا کر کے اسے دیکھا۔۔

"کیا ہوا۔۔؟ کوئی مسئلہ ہے کیا۔۔؟"

اس نے گہرا سانس لیا تھا۔۔

"نہیں۔۔"

"کوئی ایشو ہے تو بتاؤ۔۔"

سوچ رہا ہوں کہ ہاشم اب آگے کیا کرنے والا ہے۔ خیر یہ بتاؤ کہ مجھے یہاں سے نکلنے "
"میں کتنے دن لگیں گے۔۔؟

"پندرہ بیس دن تو لگ ہی جائیں گے۔۔ کیوں۔۔؟"

اس کے پوچھنے پر ولی نے ایک بار پھر گہرا سانس لیا اور اس کی جانب دیکھا۔۔

میں اس کا دماغ نہیں پڑھ پا رہا اصغر۔ وہ کیا کرنا چاہتا ہے مجھے سمجھنے میں دقت ہو رہی "
"ہے۔۔"

ابھی تم آرام کرو۔ فی الحال ایک مہینے تک تو وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔۔ ٹھیک سے "بیٹھ بھی نہیں سکتا وہ تو۔۔ ٹینشن نہ لو۔ جو بھی کرے گا دیکھ لیں گے اسے۔۔"

اس نے چند لمحے اصغر کو دیکھا اور پھر اثبات میں سر ہلاتا آنکھیں موند گیا۔۔ کچھ تھا جو اسے بے سکون کر رہا تھا۔۔ اور یہ تو اس کی زندگی کا تجربہ تھا۔ کہ جو چیزیں اسے بے سکون کیا کرتی تھیں وہ کبھی بھی سکون کا باعث نہیں بنی تھیں۔۔ اس نے کمزوری سے بند ہوتی آنکھوں کو اب کے کھولنے کی سعی نہیں کی۔ مگر پھر بھی کچھ تھا جو اسے چہرہ رہا تھا۔۔ سیاہ پردے پر یکدم ایک پری کا عکس ابھرا تو اس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ سوئیوں میں جکڑے ہاتھ سے اس نے پیٹ پر بندھی پٹی پر ہاتھ رکھا۔ درد کی لہریں اب بے تحاشہ جسم میں گردش کرنے لگی تھیں۔ مگر اب یہ درد صرف جسمانی

نہیں تھا۔۔ یہ تو دل تھا کہ جس سے اب ہر پل خون رسا کرتا تھا۔۔ اس نے گہرا سانس
لے کر سب کچھ سیاہ رات میں دھکیلنا چاہا مگر جسے پلٹ آنا ہو۔۔

۔۔۔وہ

پلٹ آتا ہے۔۔

جیسے وہ۔۔

ہر دفعہ جھٹکنے پر۔۔

پلٹ آیا کرتی تھی۔۔

اپنے کمرے میں بند ہاشم بستر پر دراز تھا۔ جسم تھا کہ کسی پکے ہوئے دانے کی مانند بے
تحاشہ درد کمر رہا تھا اور چہرے پر پڑنے والی ضرب کے باعث سارے جبرے لگتا تھا گویا

درد سے پھٹ جائیگے۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن بے سود۔ جسم بالکل ناکارہ ہو رہا تھا۔۔

اس کی آنکھوں کے آگے بار بار اندھیرا چھانے لگا۔ بے ساختہ اسے اپنے ہاتھوں پر کچھ گویا گویا سا محسوس ہوا۔ اس نے چونک کر ہاتھ نگاہوں کے سامنے کیئے اور دھک سے رہ گیا۔۔ اس کے سارے ہاتھ خون سے بھیکے ہوئے تھے۔ اس نے بے ساختہ اپنے ہاتھوں کو قمیض سے رگڑ کر صاف کیا تو خون اس کے کپڑوں کو داغدار کرنے لگا۔۔ یکدم وہ گھبرا کر بستر سے نیچے اتر ا اور پھر سنگھار آئینے میں نظر آتے عکس کو دیکھتے ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں وہ شل ہو گیا تھا۔۔

اس کے ہاتھ صاف تھے۔۔! جو لباس خون سے داغدار ہو گیا تھا وہ بھی اب پہلے کی طرح صاف ستھرا تھا۔ اس نے بوکھلا کر اپنے ہاتھوں کو الٹ پلٹ کر دیکھا لیکن وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔۔! ایک منٹ کے لیے گویا ساری دنیا رک سی گئی تھی۔ کچھ دیر پہلے جو اسے محسوس ہوا تھا وہ درحقیقت کچھ بھی نہیں تھا۔ بس ایک لمحے کا الزون تھا جس نے ہاشم کے دل و دماغ کو جکڑا تھا اور بس۔ اس کے نڈھال ہوتے وجود سے جیسے جان سمٹنے

لگی لیکن وہ اتنی جلدی اور اتنی آسانی سے ہار ملنے والا نہیں تھا۔ بیڈ پر بے دم ہو کر بیٹھتے اس نے دکھتے ہاتھ سے فون اٹھایا اور پھر چند نمبر ڈائل کرنا لگا۔ اس کے ہاتھوں میں لرزش تھی اور الوژن کا اثر اب تک باقی تھا۔

کچھ دیر بعد فون کان سے لگاتے ہوئے اس کے اندر ایک عجیب سی طاقت نے سر اٹھایا تھا۔ ایک ایسی طاقت جو دشمن کی زندگی سے زندگی سینچنے کے بعد جنم لیتی ہے۔۔

"مجھے بس تم سے ایک سوال کرنا ہے جوگی۔"

"پوچھیں سرکار۔۔"

اسکی مسکراتی سی مکروہ آواز ہاشم کے کانوں میں اتری تو اس کے جسم میں پھریری سی دوڑ گئی۔

"تم ہمیشہ بارشوں ہی میں قتل کیوں کرتے ہو۔۔؟"

دوسری جانب فون کان سے لگائے جوگی نے ہاتھ میں پکڑا تیز دھار چھرا پل بھر کو نگاہوں کے سامنے کیا تو اس کا پھل چمک اٹھا۔ ایک مطمئن سی مسکراہٹ جوگی کے لبوں پر اتری تھی۔۔

جلتے ہیں سرکار قتل کی لت کیا لت ہوتی ہے۔۔؟ یہ ایسا ہی ایک نشہ ہوتا ہے جیسے "انسان چرس یا پھر دوسری کسی نشہ آور شے کا عادی ہو جائے۔ میں نے اپنی زندگی کا پہلا قتل بارہ سال کی عمر میں کیا تھا۔ اور اس وقت بارش ہو رہی تھی۔۔ گہری تازہ

"بوچھاڑ۔۔"

اس نے ایک لمحے کو کھینچ کر سانس لیا جیسے کسی شے کی خوشبو اپنے اندر اتارنا چاہی۔۔

بارش میں خون کی بُو بہت تیز ہو جایا کرتی ہے۔ اور اس رات میں نے ایک لڑکی کا "قتل کیا تھا۔ اس کے خون کی بُو۔۔۔ آہ۔۔

اس نے ایک بار پھر سانس لے کر جیسے کچھ محسوس کرنا چاہا۔۔

اس کے خون کی بُو بہت اچھی تھی۔۔ بہت لذیذ۔۔ میں آج تک بھول نہیں پایا۔۔ اور "پھر جب جب بارش ہوئی میرے اندر قتل کرنے کی چاہ جڑ پکڑتی گئی۔ کیونکہ بارش کے وقت خون کی بُو کا اپنا ہی اثر ہوتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ جہاں میں قتل کرتا ہوں وہ جگہیں بہت زیادہ خون آلود ہوتی ہے۔ وہ اسی لیے سرکار کیونکہ میں جان بوجھ کر غیر

انسانی طریقے سے چھرا مارتا ہوں تاکہ خون زیادہ بہے۔ اور میں اس خون کو سونگھ سکوں۔۔۔
"کافی وقت تک اس کا اثر لیتا رہوں۔"

اس کی باتیں سن کر ہاشم کے اندر سب کچھ سپاٹ ہو گیا تھا۔ اس نے مجھے اور میرے
!گھر کو تباہ کرنے کی کوشش کی۔ اب میں اسے بتاؤنگا کہ اصل تباہی ہوتی کیا ہے۔۔۔

"جوگی۔۔۔ تمہارا مال تیار ہے۔ ایک جوان لڑکی کا خون تمہارا سب سے بڑا انعام ہوگا۔۔۔"

"کیا واقعی۔۔۔؟"

دوسری جانب اس کی آنکھیں پل بھر کو چمکی تھیں۔

"کب کرنا ہوگا قتل۔۔؟"

"!جس رات بارش ہو رہی ہو اس رات۔۔"

اسپتال میں اپنے بیڈ پر دراز ولی دوائیوں کے زیر اثر گہری نیند سو رہا تھا۔۔ یہ جانے بغیر
!!کہ اس سے اسکی زندگی کھینچنے کی منصوبہ بندی ایک بار پھر سے کی جا رہی تھی۔۔۔

فجر کی پاکیزہ سی ٹھنڈک میں صبح کی نماز ادا کر کے اس نے سلام پھیرا اور پھر چند لمحے
جائے نماز پر ہی بیٹھی رہی۔ وہ اللہ سے بات کرنا چاہتی تھی۔ وہ اس سے بہت سی باتیں
کرنا چاہتی تھی۔ اپنی، ولی کی، اپنے اندر جمع ہوتی گھٹن کی، اس سیاہ رات کی جو ابھی تک
ختم نہیں ہوئی تھی، اس سرنگ کی جس کے پار نور کی چاندی پگھل کر گرا کرتی تھی،

اس چاہ کی جو اس کے دل پر اب ہر دم رقم رہنے لگی تھی، اس محبت کی جو غلطی سے ہو گئی تھی، اور اس خواب کی جو اس نے ابھی چند لمحے پہلے دیکھا تھا۔۔ ایک انتہائی بھیانک اور دردناک خواب۔۔

اس نے اپنے رخسار کو بے ساختہ چھوا تو احساس ہوا کہ وہ گیلا تھا۔ اتنے دن سے اس نے مضبوط بن کر زمان اور بی جان کو سنبھالا تھا۔ وہ انہیں یا پھر خود کو یہی دلا سہ دیتی رہی تھی کہ وہ ٹھیک ہو جائے گا۔ اسے ٹھیک ہونا ہی ہوگا۔ وہ اسے دیکھ کر جیا کرتے تھے۔ اسے کچھ بھلا کیسے ہو سکتا تھا۔ اس نے آنسو صاف کیئے مگر پھر گویا کوئی اندیکھی سی درد کی ٹپیں نے دل کو جکڑ لیا۔ آنسو روکنے کے باوجود بھی رخساروں پر پوری شدت کے ساتھ پھسلنے لگے۔ آج تین دن ہو گئے تھے اسے دیکھے۔ اور یہ تین دن، تین صدی سے کم کا عرصہ نہیں تھے۔ ان تین دنوں کی اذیت، تین دہائیوں کے برابر تھی۔ بے ساختہ اس کی ہچکی ابھری۔۔

ایسا ہی ہوتا ہے۔۔

بہت آنسو روکنے کی کوشش میں سانسیں شور کرنے لگتی ہیں۔ اس نے بھی آنسو روکنے کی کوشش ترک کر دی۔ یہ ایسے تھا تو پھر ایسے ہی سی۔ ایک دم اندر جمے آنسو آنکھوں سے گرتے رخساروں کو بھگوتے اس کے دوپٹے میں جذب ہونے لگے۔ اس کے چہرے کے گرد گلابی رنگ کا دوپٹہ بالکل اس کی سرخ ہوئی ناک کے ہم رنگ ہو چکا تھا۔

"مت رویا کریں، تکلیف ہوتی ہے مجھے۔۔"

اس کے کانوں میں ولی کی آواز گونجی تھی۔ وہ یکدم چہرہ ہاتھوں میں چھپائے رو پڑی۔ وہ نہیں رونا چاہتی تھی کیونکہ اس سے ولی کو تکلیف ہوتی تھی مگر وہ خود کو روک نہیں پارہی تھی۔ اس کے چھپے چہرے پر جا بجا آنسوؤں کے نشان جمع ہونے لگے تھے۔

آنسو صاف نہیں کر سکتا کیونکہ اس کا حق نہیں رکھتا میں۔ ہاں آنسو چینے والوں کی "

"چمڑیاں اُدھیڑ سکتا ہوں۔ بتائیں کس نے رُلایا ہے آپ کو۔۔؟

اس نے گھٹنے سمیٹ کر سینے سے لگائے۔ وہ کانوں پر ہاتھ رکھ کر اس آواز کو روکنا چاہتی تھی مگر وہ اس آواز کو روک نہیں پارہی تھی۔ وہ اسے بھول جانا چاہتی تھی مگر وہ اسے نہیں بھول پارہی تھی۔ بے بسی سی بے بسی تھی۔۔

"تو یہ طے ہے کہ آپ صرف تب ہی بولیں گی جب آپ کو غصہ آئے گا۔۔"

اس نے آنسوؤں کو مخروطی انگلیوں سے صاف کیا اور پھر خود میں کچھ اور سمٹ کر رونے لگی۔ آہستہ آہستہ اس کی آواز بلند ہونے لگی تھی۔ سانسیں شدید تکلیف کے باعث بوجھل ہو کر بے ترتیب ہو رہی تھیں۔ ہونٹ لرز رہے تھے اور سارا وجود زلزلوں

کی زد میں تھا۔ ولی یاد آرہا تھا۔۔ آئے جارہا تھا۔۔ دل کی افیت سوا ہونے لگی تھی۔۔
آنکھوں میں بے انتہا سی جلن ہو رہی تھی۔۔ مگر یادیں۔۔ یادیں کبھی ساتھ نہیں چھوڑا
کرتیں۔ صدا انسان کے وجود میں بسیرا کیئے رہتی ہیں اور کسی جذباتی لمحے کے زیر اثر یوں
باہر نکل کر جسم سے جان کھینچا کرتی ہیں۔۔ یادیں جان لیوا ہوتی ہیں۔۔ بے حد۔۔ بے
! حساب۔۔

مجھے کڑی سزاؤں سے ڈر لگتا ہے اسی لیے میں بہت شرافت سے آپ کو لینے "
"آجاؤنگا۔۔ یقیناً پھر تو معافی سہل ہو ہی جائیگی۔۔

بہت برا تھا وہ۔۔ نفرت تھی اسے اس سے۔۔ بد تمیز تھا وہ بہت۔۔ تکلیف دیا کرتا تھا
اسے۔۔ افیت دیتا تھا۔۔

ہاں وہ اسے پسند نہیں کرتی۔۔ وہ اسے کبھی پسند نہیں کر سکتی۔۔ وہ اسے کبھی بھی یاد نہیں کرنا چاہتی تھی مگر وہ اسے یاد کر رہی تھی۔۔

"چھوڑ دوں اکیلا۔۔؟ کوئی مسئلہ تو نہیں ہوگا؟"

نہیں ولی مجھے اکیلا مت چھوڑیں۔۔ میں نہیں رہ سکونگی آپ کے بغیر۔۔ مجھے نہیں کرنی کسی سے بھی شادی۔۔ میں کبھی بھی کسی کی دامن نہیں بننا چاہتی۔ پلٹ آئیں ولی۔۔ میں آپ کے لیے بہت دعائیں کرونگی۔۔ میں ہر پل دعائیں کرتی ہوں ولی۔۔ میں آپ سے کبھی غافل نہیں ہوں گی۔۔

اس کا دوپٹہ آنسوؤں سے بھگینے لگا تھا۔۔

"کیوں اتنے مشکل سوال کرتی ہیں آپ۔۔؟"

وہ تو صرف مشکل سوال کیا کرتی تھی اور ولی۔۔ وہ کتنی مشکل باتیں کر جایا کرتا تھا۔ اپنی موت کی باتیں۔۔ زندگی کے اختتام اور انجام کی باتیں۔۔ اذیت اور تکلیف دہ باتیں۔۔ بے اختیار کچھ یاد آنے پر اس نے سر اٹھایا تھا۔۔ ایک پل کو ساری دنیا گویا ٹھہر گئی تھی۔ پھر ایک لمحے کی بھی دیر کیئے بغیر وہ اٹھی اور کمرے سے باہر کی جانب دوڑی۔۔ زینوں سے اترتے وقت اس کی لمبی گلابی قمیض ٹھنڈے زینوں کو چھو رہی تھی۔ سفید رنگ کا چوڑی دار پجامہ بھی اس کی جنبش پر جھلک رہا تھا۔۔ گلابی دوپٹہ جو چہرہ کے گرد بندھا تھا وہ اب کھل کر گلے میں جھول رہا تھا۔

"رو کیوں رہی ہیں آپ۔۔؟"

اس نے خاموش پڑی تویلی کو نظر انداز کیا اور اپنے پار کر کے جلدی جلدی اس کے کمرے کی جانب بھاگی۔ کھلے بال اب کے پیچھے کی جانب اڑ رہے تھے اور دوپٹہ پورا جھول کر اس کے ہاتھوں پر گر رہا تھا۔ اس نے اس کے کمرے کا دروازہ کھولا اور پھر تیزی سے اندر آکر سنگھار میز پر رکھی چیزوں کو آگے پیچھے کر کے کچھ تلاش۔۔ اس کے آنسو سوکھ چکے تھے اور ان کے خشک نشان کوئی بھی اس کے رخساروں پر محسوس کر سکتا تھا۔۔ اس نے آگے بڑھ کر اس کی الماری کاپٹ واکیا۔ دوپٹہ اب کے نیچے قالین پر گرا تھا اور وہ کسی بھی چیز کی پرواہ کیے بغیر کچھ تلاش کر رہی تھی۔۔

غلط فہمی ہوئی ہے آپ کو قانتہ جی۔۔ سزائیں دینا میرا کام ہے ہی نہیں۔۔ بھلا کسی " اور کا کام میں کیسے کر سکتا ہوں۔ آپ ان سے پوچھ لیں کہ کیا میں نے کبھی سزا دی ہے انہیں۔۔؟

سب جگہ تلاش کرنے کے باوجود بھی وہ کہیں نہیں تھا۔ وہ کی چین جو اس نے ولی کو اس پر فیوم کے ساتھ تحفے میں دیا تھا۔ وہ اب کہیں پر بھی نہیں تھا۔ اس کا دل ڈوبنے لگا۔۔ ولی نے اس کا دیا پر فیوم کچرے میں پھینک دیا تھا مگر وہ اس کی چین کو نہیں! پھینک سکا۔۔ وہ ایسا نہیں کر سکا تھا۔۔

اس کے قدموں سے یکدم جان ختم ہوئی تھی۔۔ کیوں۔۔؟ کیوں وہ اسے تکلیف دیتا رہا۔۔! وہ جانتا تھا کہ اہل کو اس کے اس انداز سے تکلیف ہوا کرتی تھی جیسی تو وہ ہر موڑ پر اس کی بے قدری کیا کرتا تھا تاکہ وہ اس سے دور ہو جائے۔۔ اس سے دور چلی جائے۔۔

اس نے سر دونوں ہاتھوں میں تھاما اور الماری کے بند پٹ سے لگ کر بیٹھتی چلی گئی۔۔ کوئی انکشاف تھا جو اس پر اس فجر میں ہو رہا تھا۔۔

کریں۔۔ شوق سے کریں نفرت۔۔ محبت کرنے کو میں نے آپ سے کبھی کہا بھی نہیں " "اتھا۔۔

ولی احمد اس سے محبت کرتا تھا۔۔ وہ اس سے بیزار نہیں تھا ناں ہی اس نے کبھی اسے دل سے جھٹکا تھا۔ جیجی تو اس کا وہ تحفہ وہ پھینک نہیں سکا تھا۔۔ وہ کرنا چاہتا تھا مگر وہ یہ نہیں کر سکا تھا۔۔

اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔۔ گلابی سی دھندلی نمی میں اس کا منظر دھندلانے لگا تھا۔۔

"آپ اچھی بچی ہیں۔۔ مجھے پتہ ہے آپ میری بات ضرور مانیں گی۔۔"

اس نے کانپتے ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپایا۔۔ مگر سب کچھ بکھر کر سامنے پڑا تھا۔۔ سب کچھ بکھرتا جا رہا تھا۔۔ ختم ہوتا جا رہا تھا۔۔ دوسری جانب ولی نے سوئیوں سے جکڑے ہاتھ میں کی چین کو ایک نظر دیکھنے کے بعد قید کیا تھا۔ اس کی چین میں جان تھی اس کی۔۔

"ہر لڑکی اہل نہیں ہوتی۔ اور نہ ولی کو کسی اور سے کچھ لینا دینا ہے۔۔"

وہ اب تک چہرہ گھٹنوں میں پیسے رو رہی تھی اور ولی بھگی آنکھوں سے مٹھی میں قید کی چین کو دیکھ رہا تھا، جس کی باریک سی زنجیریں اس کی مٹھی سے نکل کر نیچے کو گر رہی تھیں۔ اہل کی ہچکیاں اب کے ساری۔ توبلی میں سنائی دینے لگی تھیں۔۔

اس نے چند پل کو بوجھل پلکیں موندیں رکھیں پھر کسی آواز پر اس کی آنکھیں کھلی۔
ڈاکٹر ز اس کے کمرے میں داخل ہو رہے تھے۔ اس نے آس پاس نگاہ گھما کر اصغر کو
تلاشا مگر وہ شاید کچھ ہی لمحوں پہلے روم سے باہر گیا تھا۔ بے داغ سے سفید کوٹ میں
ملبوس ڈاکٹر اسفرینگ سا تھا اور ان کے ساتھ ڈاکٹر ارحم ان کے سینئر تھے۔ دونوں کی
خوشگوار سی مسکراہٹ پر اس کے چہرے پر نرم سا تاثر بکھر گیا تھا البتہ مسکراہٹ اب
بھی غائب تھی۔

"اسلام علیکم۔۔ کیسے ہوینگ مین۔۔؟"

ارحم اس کے بیڈ کے ساتھ کھڑے ہو گئے تھے جب کہ دوسری جانب موجود اسفراب
کے اس کے چارٹ پر نگاہ دوڑا رہا تھا۔

وعلیکم سلام۔۔ بہتر ہوں پہلے سے۔۔ پیٹ پر موجود زخم اتنی تکلیف نہیں دیتا لیکن"
"کندھے کا زخم بہت درد کرتا ہے۔

"ہوں۔۔"

انہوں نے جھک کر اس کے دونوں زخموں کا بغور معائنہ کیا اور پھر سیدھے ہوتے
ہوئے اسے بتانے لگے۔۔

یہ ایسے اس لیے ہے کیونکہ جو گولی تمہارے پیٹ پر لگی تھی اس کا نشانہ چوک گیا تھا۔"
جس کے باعث زخم زیادہ گہرا نہیں ہے۔ لیکن تمہارے کندھے پر لگی گولی بہت اندر
"تک اتری تھی۔ اسے ریکور کرنے میں ٹائم لگے گا تمہیں۔۔

"اگتنا ٹائم۔۔؟"

کم از کم ایک مہینے کا عرصہ۔ اس سے پہلے اگر تم نے اس ک ساتھ لا پرواہی برتی تو یہ "زخم خراب ہو جائے گا۔ احتیاط کرنی ہوگی تمہیں۔۔"

"مجھے ڈسچارج کب تک کر دیا جائے گا۔۔؟"

وہ اب اس کی فائل پر نگاہ دوڑا رہے تھے۔ اس کی بات پر جھکا سر اٹھائے بغیر جواب دیا۔۔

میرے اندازے سے زیادہ تیزی کے ساتھ ریکور کر رہے ہو تم۔ زیادہ سے زیادہ دس "دن میں ڈسچارج کر دیئے جاؤ گے۔۔"

اس نے مایوسی سے سر واپس تکیے پر رکھ دیا تھا۔۔ دس دن۔۔ اتنے دن اسے اس اسپتال میں رہنا تھا۔ کام ادھورے تھے اور اس طرح اسپتال میں رہنا بہت مشکل۔۔ اس کے اندر بیزاریت سوا ہونے لگی تھی۔۔

ڈاکٹر ز اس کا معائنہ کر کے پلٹے تو اسی سمرے قانتہ زین کو لیئے روم میں داخل ہوئی۔ نفیس سے سوٹ میں ملبوس ہمیشہ کی طرح باوقار اور ٹھہری ہوئی۔۔ لیکن اس وقت ولی کو ایسے بستر پر دراز دیکھ کر اس کا سارا ٹھہراؤ گویا بہہ گیا تھا۔۔ زین بھی اس کے پاس بھاگ کر آیا تو اس نے چونک کر آنکھیں کھولیں۔۔ انہیں دیکھ کر وہ ایک لمحے کو حیران ہوا تھا۔۔

کیسے ہو ولی۔۔؟ اور۔۔ اور یہ سب کیسے ہوا۔۔؟ تم کیا کر رہے تھے۔۔؟ خیال کیوں "انہیں رکھتے تم اپنا۔۔؟؟"

وہ نجانے کیوں بولتے بولتے یکدم رونے لگیں تو ولی پریشان ہی ہو گیا۔۔ ایک تو جن عورتوں سے اسے محبت تھی وہ رویا بہت کرتی تھیں۔ بی جان، قانتہ اور پھر امل کو کیسے بھلایا جاسکتا تھا۔۔! وہ تو رونے اور رلانے۔۔ دونوں میں کئی ہاتھ آگے تھی۔۔

"میں ٹھیک ہوں قانتہ۔۔ بس ایک چھوٹا سا ایکسیڈینٹ ہو گیا تھا۔۔"

اس نے ہلکے پھلکے سے انداز میں کہہ کر ساتھ کھڑے زین کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔۔ وہ اس ہاتھ کا پکڑے کھڑا تھا۔۔

چھوٹا سا ایکسیڈینٹ۔! تمہارے اس چھوٹے سے ایکسیڈینٹ نے کئی لوگوں کی راتوں کی "نیندیں اڑا دی ہیں ولی اور تم کتنے آرام سے کہہ رہے ہو کہ یہ ایک چھوٹا سا ایکسیڈینٹ

ہے۔ کتنے ظالم ہو تم۔۔ ہر وقت اپنی موت کی باتیں کیا کرتے تھے ناں۔ دیکھ لو اب کس
"حالت میں ہو تم۔۔"

انہوں نے کہہ کر دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپایا۔۔ وہ اس کے سامنے یوں کمزور پڑ کر رونا
نہیں چاہتی تھی مگر وہ رو رہی تھیں۔۔ ولی نے نفی میں سر ہلا کر اسے دیکھا تھا۔۔ پھر
رازداری سے ذرا آگے کو جھک کر زین کے قریب ہوا۔۔

"تمہاری ماما کو کیا ہوا ہے۔۔؟"

ماما بہت غصہ ہیں آپ پر۔۔ انہیں بی جان نے بتایا تھا کہ آپ ہاسپٹل میں ہیں اور"
انجرڈ بھی ہیں۔۔ ماما تب ہی سے پریشان تھیں۔ اب آپ سامنے ہیں تو غصے میں رو رہی
"ہیں کیونکہ مار نہیں سکتی ناں آپ کو۔۔"

اس کی دھیمی سی آواز کے جواب پر ولی بے ساختہ ہنسا تھا۔۔ قانتہ نے چہرہ ہاتھوں سے رگڑ کر صاف کیا اور پھر اس کے ہنستے چہرے کو پریشانی سے دیکھا۔۔

میں ڈر گئی تھی ولی۔ بہت بد تمیز ہو تم۔ بہت ڈر گئی تھی میں لیکن خدا کا شکر ہے کہ "تم ٹھیک ہو۔۔ زندہ ہو۔۔ سلامت ہو۔۔ اللہ کا شکر ہے۔۔"

انہوں نے آگے بڑھ کر سائیڈ ٹیبل پر ایک ٹفن رکھا اور پھر ساتھ لگے صوفے پر جا بیٹھیں۔ ولی اب زین کے بکھرے بالوں کو مزید بکھیر رہا تھا۔۔

"وہ کیسی ہے۔۔؟"

وہ جو اس کے بالوں میں ہاتھ پھیر رہا تھا چونک گیا۔۔ جانتا تھا کہ قانتہ کا اشارہ کس جانب تھا۔ ایک لمحے کے ٹھہراؤ کے بعد اس نے زین کو اپنے ساتھ ہی بیڈ پر بٹھالیا۔۔

"نہیں جانتا۔۔"

"جب سے اسپتال آئے ہو کیا ایک بار بھی دیکھنے نہیں آئی تمہیں۔۔؟"

اس نے گہرا سانس لے کر اندر جمع ہوتی مایوسی کو باہر نکالا تھا۔۔

"نہیں۔۔ بہت سمجھدار ہے وہ۔۔ پتہ ہے اسے کہ کہاں جانا ہے اور کہاں نہیں۔۔"

سمجھدار ہے یا نہیں لیکن سماج کی بیڑیاں بہت بھاری ہیں اس کے پیروں میں۔۔۔ وہ "ان بیڑیوں سے ایسے ہی آزادی حاصل نہیں کر سکتی ولی۔۔۔"

وہ ایک پل کو مسکرایا تھا۔۔۔ کچھ یاد آگیا تھا اسے۔۔۔

سماج۔۔۔ ساری دنیا بھی اکھٹی ہو جائے ناں تو بھی اسے وہ کرنے سے روک نہیں سکتی "جو وہ کرنا چاہتی ہے۔ مہمانوں سے بھرے گھر میں اگر وہ اپنے سے بڑے عمر کے لوگوں کو بڑے جملے ٹھنڈے سے انداز میں بول کر اباں سکتی ہے تو وہ لڑکی کچھ بھی کر سکتی ہے قانتہ۔۔۔ آپ جانتی نہیں ہیں اسے ابھی۔۔۔ اگر وہ آنا چاہتی تو آجاتی۔۔۔ کسی تیسرے بندے کے ساتھ نہیں۔۔۔ اپنے بابا کے ساتھ ہی آتی۔۔۔ لیکن وہ جانتی ہے کہ کہاں جانا ہے اور کہاں نہیں۔۔۔"

اس نے آرام سے کہہ کر ان کی جانب دیکھا تھا۔

"منگنی ہوگئی ہے ناں اس کی۔۔؟"

قانتہ کی بات پر کچھ بہت بری طرح چبھا تھا اسے اندر۔۔ اندر کہیں بہت اندر۔۔ مگر وہ بنا
تاثر پئے یوں ہی چند پل انہیں دیکھے گیا اور پھر آہستہ سے اثبات میں سر ہلایا۔۔

"جی۔۔"

"تم نے کھودیا اسے۔۔"

"پایا ہی کب تھا۔۔"

بہت بے ساختگی سے کہہ کر اس نے قانتہ کو لاجواب کر دیا تھا۔۔ وہ چند لمحے اس لڑکے کو دیکھے گئیں۔۔ جو اسپتال کے لباس میں ملبوس پہلے سے خاصہ مضحک لگ رہا تھا۔۔
تھکا تھکا اور آخری حد تک بیزار۔۔ اسے خود سے محبت نہیں تھی لیکن جن لوگوں کو تھی وہ انصاف ان کے ساتھ بھی نہیں کر پاتا تھا۔۔ خود کو کسی اذیت کے گڑھے میں ڈالتے وہ کبھی سوچتا جو نہیں تھا ان کے بارے میں۔ کتنا برا تھا وہ۔۔

اچھا اب ریکور کر کے خدا کے لیے اپنا خیال رکھنا ولی۔ تمہیں اپنی زندگی نہیں عزیز لیکن "
جو لوگ تمہارے آس پاس رہتے ہیں انہیں تم بے حد عزیز ہو۔ بی جان مجھ سے فون پر
بات کرتے ہوئے بہت رورہی تمہیں تمہارے لیے۔ آغا جان بھی اپنی پوری کوششیں

کر رہے ہیں تمہاری ایسی حالت کرنے والے انسان کو ڈھونڈنے کی۔۔ اور اہل۔۔ اس کا
"کیا حال ہوگا شاید میں اندازہ بھی نہ کر سکوں۔۔ خدا را اب ختم کرو اس سب کو۔۔"

قانتہ نے جیسے اپنی آخری کوشش کی تھی اسے سمجھانے کی۔۔ اس نے کسی بہت ذمہ
دار اور با ادب بچے کی طرح گردن ہلائی۔۔

بالکل۔۔ بہت خیال رکھونگا اپنا میں۔۔ آپ فکر مت کریں۔۔ اسکول کیسا جا رہا ہے آپ"
"کا۔۔؟"

اس نے قانتہ سے چند ایک باتیں کیں۔۔ وہ بھی اسے مختصر جواب دیتی رہی۔۔ ساتھ
ساتھ کچھ نہ کچھ پریشانی سے وہ کہہ اٹھتی یا پھر اسے ڈانٹ دیتی تو ولی مسکرا دیتا۔۔ کتنی
مضبوط اور کتنی کمزور ہوا کرتی ہیں یہ عورتیں۔۔! کچھ دیر بعد جب وہ اس سے مل کر چلی

گڈیں تو اسی پہر کمرے میں اصغر داخل ہوا۔ شاپنگ بیگز سے لدا پھندا۔۔ اپنی ہی دھن میں مست کوئی گیت گنگناتا ہوا۔ اس نے سر سے لے کر پیر تک اسے دیکھا۔۔ رف جینز، ماتھے پر بکھرے بال اور جیکٹ۔۔ وہ بلاشبہ اصغر ہی تھا۔۔ ہائی اسکول کی لڑکیوں کا مشترکہ کرش۔۔ اصغر شاہ۔۔

"کیسے ہو۔۔؟"

اس نے بیگز ایک طرف صوفے پر رکھے پھر رخ موڑ کر ساتھ لائے تازہ پھولوں کو سائیڈ ٹیبل پر رکھا۔ ایک پل کو اس کی نظر ٹفن پر بھی پڑی تھی۔۔

"یہ کون لایا۔؟"

"قانتہ لائی تھیں۔۔"

"اوہ۔۔ وہ کب آئیں۔۔۔؟"

ساتھ ہی جھک کر صوفے پر بیٹھتے اپنے جوگرز کے تسمے بند کرنے لگا۔۔ صدا کا لا پرواہ سا
انسان۔۔

"تمھوڑی دیر پہلے آئی تھیں۔۔"

"تم کب سے جاگ رہے ہو۔۔؟"

"فجر سے۔۔؟"

"کیوں۔۔۔ نیند نہیں آرہی۔۔۔؟"

ایک لمحے کو چہرہ اٹھا کر بغور اسے دیکھا۔۔

"ظاہر ہے نیند آرہی ہوتی تو جاگتا کیوں۔۔"

"سرٹے ہی رہنا ہر وقت۔۔"

اس نے ناک سے مکھی اڑا کر ساتھ رکھے شاپنگ بیگز ایک ایک کر کے ایک جانب کو طریقے سے رکھے۔

یہ میں نے تمہارے لیئے تھوڑی سی شاپنگ کی ہے۔ دس پندرہ دن میں ٹھیک ہو جاؤ۔"
گے تم۔ پھر پہن لے ناں ان کپڑوں میں سے کچھ۔۔ پہلے ہی اتنے بد صورت ہو اوپر سے
"اس ہاسپٹل کے کپڑوں میں تو عجیب ہی لگ رہے ہو۔۔"

اس نے مزے سے کہہ کر اسے دیکھا تو ولی نے اسے "ہو گیا تمہارا" والی نظروں سے
دیکھا۔

"کیا ہوا۔۔؟ پریشان ہو کیا کسی بات پر۔۔؟"

اس نے گہرا سانس لیا تھا۔۔

"نہیں۔۔۔"

کہتے ہی اس نے چہرہ دوسری جانب پھیر کر آنکھیں موند لیں۔ اصغر جانتا تھا کہ اس سے زیادہ اس سے پوچھنا بے کار تھا اسی لیے پھر مزید کوئی بات کیے بغیر ہی وہ وہاں سے اٹھ گیا۔ اس کے جاتے ہی ولی نے اپنی موندی آنکھیں کھولی تھیں۔۔ اسپتال کی سفید پیٹ سے رنگی بے رنگ سی چھت کو تکتے اس کی نظروں کے پار امل زمان سفید لباس میں جگمگا رہی تھی۔۔ لیکن پھر تازہ سرخ خون کے دھبے۔۔ اپنے لباس پر لگا خون۔۔ وہ کیوں اس کے خون سے داغدار ہو رہی تھی۔۔؟ کیا اس پر کچھ ایسا آنے والا تھا جس کی وجہ ولی ہوگا۔۔!؟

گھبرا کر اس نے گہرا سانس لیا تھا۔ پھر دونوں ہاتھوں پر زور دے کر اس نے اٹھنے کی کوشش کی۔ تکلیف بڑھنے لگی۔۔ سانس پھول گیا۔۔ لیکن وہ اٹھ نہیں سکا۔۔ تکلیف بہت زیادہ تھی۔۔ بے بسی سے سر تکیے پر ٹکاتے اسے بہت سے وسوسوں نے آگھیرا تھا۔ اگر ہاشم نے اس کے پیچھے اہل کو کوئی تکلیف پہنچائی تو۔۔ اور اگر شازیہ نے اس پر کوئی بدنامی کا داغ لگانے کی کوشش کی تو۔۔ اف۔۔ بالوں میں ہاتھ پھیر کر اس نے بڑھتی بے چینی کو کم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن تنہا راستوں کے مسافر اکثر یوں ہی بے چین رہا کرتے تھے۔ اسی پل کہیں دور مسجد سے ظہر کی اذان گونجی تو وہ چونکا۔۔ نماز۔۔! ایک عرصہ ہو گیا تھا اسے نماز پڑھے۔۔ ایک عرصہ ہو گیا تھا اسے مسجد کی شکل دیکھے۔۔ لیکن پھر بھی اس کا دل۔۔ اس کے سخت سے دل میں کوئی نرمی پیدا نہیں ہوئی۔۔ اسے کچھ بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ نہ ہی نماز پڑھنے کا دل چاہ رہا تھا اور نہ ہی کسی سے شکوہ کرنے کے لیے اس نے سر اٹھایا تھا۔۔ خاموشی سے بستر پر لیٹے ولی احمد کے سپاٹ سے خول میں دراڑیں پڑنے لگی تھیں۔۔ اذان کی آواز اب کے واضح طور پر

سنائی پینے لگی تھی۔۔ ایسی آواز جو نجات کی جانب بلایا کرتی تھی۔۔ ایسی آواز جو کامیابی کی جانب دعوت دیتی تھی۔۔

اس نے سر منہ لپیٹ کر بستر پکڑ لیا تھا۔ نہ ہی کسی سے بولنے کا دل چاہتا تھا اور نہ ہی کسی کی سننے کا دل چاہتا تھا۔۔ صبح سے اپنے کمرے میں بند ہونے کی وجہ سے اب اسے وقت کا بھی اندازہ نہیں تھا کہ کیا وقت ہو رہا ہے۔۔ دوپہر ڈھل رہی تھی یا شام اپنے پر پھیلا رہی تھی۔۔ اسے کچھ ادراک نہ ہو سکا۔۔ کمرے میں تحلیل اندھیرے نے سب کچھ گویا نگل لیا تھا۔۔ کسی کے دروازہ بجانے پر اس نے دروازے کی جانب دیکھا۔۔ وہاں نوراں کے ساتھ ہی ناجیہ کھڑی تھی۔ مسکراتی ہوئی۔۔ نک سک سے تیار ہوئی۔۔ وہ یکدم اٹھ بیٹھی۔۔ اس کا یوں اس طرح آنا کبھی بھی اچھائی لے کر نہیں آیا تھا۔۔

"بھابھی جان کمرے میں اندھیرا کیسے کیوں لیٹی ہیں۔۔؟"

وہ دھڑلے سے آگے بڑھی اور ایک ساتھ ہاتھ مار کر ساری بتیاں روشن کیں تو اس کی آنکھیں لمحے بھر کو چندھیا گئیں۔۔ نوراں نے آگے بڑھ کر چند تحائف اس کے بیڈ پر رکھے اور پھر ادب سے دروازہ بند کرتی پلٹ گئی۔۔ اس نے سوالیہ نگاہوں سے پہلے بیڈ پر رکھے تحائف کو دیکھا اور پھر نظریں ناجیہ پر اٹھائیں۔۔

"یہ سب کیا ہے۔۔؟"

ناجیہ نے مسکرا کر اسے دیکھا اور پھر اسی تکلف سے اس کے سامنے صوفے پر جا بیٹھی۔۔

تحفے ہیں تمہارے لیئے۔۔ ماں جی لے کر آئی ہیں۔۔ اگلے مہینے کی تاریخ رکھیں گے "
"تمہاری اور نفیس کی شادی کی۔۔"

اس نے اسے خبر نامہ سنا کر اس کا سفید پڑتا چہرہ محفوظ ہو کر دیکھا تھا۔۔ اہل کا رنگ
ایک پل کو نچڑ کر رہ گیا تھا۔۔

کیا بکو اس ہے یہ۔۔!! ابھی تایا جان کی حالت دیکھی ہے تم نے اور اوپر سے ولی کو "
بھی گولیاں لگی ہیں۔ اسپتال میں ہے وہ۔۔ موت کے منہ سے بچ کر نکلے ہیں دونوں
"!! لوگ ہمارے گھر کے۔ تمہاری ماں جی کو کیا اندازہ نہیں کہ وہ کیا کر رہی ہیں۔۔"

اس نے دھاڑ کر کہا تھا مگر ناجیہ کو کوئی فرق نہیں پڑا۔ وہ ویسے ہی مسکراتی نظروں سے اس کی بکھرتی شخصیت کو دیکھ رہی تھی۔۔۔ پھر ذرا آگے کو ہو کر بیٹھی۔ اسکی آنکھوں میں جھانکی۔۔۔

کیا تمہیں یاد ہے اہل جب ارشد بھاجی کو زمینی مسئلے میں گولیاں لگی تھیں۔۔۔ تب ہم " اور ہمارا پورا خاندان۔۔۔ پوری حویلی ایک تباہ کن صورتحال تک پہنچ گئی تھی۔ ہم سب زندہ ہوتے ہوئے بھی مر گئے تھے لیکن کسی نے بھی ہماری پرواہ نہیں کی۔ نگارتائی نے انہی دنوں ہاشم کی شادی رکھ دی تھی۔ کتنے لوگوں نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی کہ خاندان میں ایک بہت بڑا غم آیا ہے۔ آپ کو ابھی کسی بھی قسم کی دعوتوں سے "پرہیز کرنا چاہیئے۔۔۔ جانتی ہو کیا جواب دیا تھا انہوں نے۔۔۔؟

وہ ایک پل کو مسکرائی تھی۔۔۔ اہل دم سادھے اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔

انہوں نے کہا تھا کہ ارشد کو گولیاں انہوں نے نہیں مروائیں اور نہ ہی یہ ان کا "مسئلہ ہے۔ یہ تو ارشد ہی کا کوئی کیا دھرا ہوگا جو یوں اس کے سامنے آگیا۔ ہم بھی کچھ غلط نہیں کر رہے اہل۔۔ حسین تایا کو اس حالت تک ہم نے تھوڑی پہنچایا ہے۔ یقیناً "ان کا کوئی کیا دھرا ہوگا جو یوں ان کے سامنے آگیا۔۔"

مضبوطی سے کھڑی حویلیوں کی بنیادیں اندر سے دیمک زدہ تھیں۔ کون تھے وہ لوگ جو کہا کرتے تھے کہ حویلیوں، کوٹھیوں اور بنگلوں میں رہنے والے عیش کیا کرتے ہیں۔ انہیں کوئی بتائے کہ اندر پلٹی زہریلی سیاستیں ہر ایک زندگی کو سولی پر چڑھا رہی ہوتی ہیں۔۔ اہل کی جھلملاتی آنکھیں برس پڑی تھیں۔ کیسے جانوروں کے درمیان رہ رہی تھی وہ۔! یہاں کوئی کسی کا نہیں تھا۔۔ ہر ایک بس گھات لگائے بیٹھا تھا کہ کب اگلا پتو کے اور ہم

اسے دھر لیں۔۔ یہ انسانوں کی بستی تو نہیں لگتی تھی۔۔ یہ تو جانوروں کی بستی کا قانون تھا۔۔ اس کا ایک دم سے دم گھٹنے لگا تھا۔۔

اب ہمارا وقت ہے اہل۔۔ ہم بھی نفیس کی شادی کر کے دکھائیں گے انہیں اور" ساتھ ہی ایک زندگی کا سبق بھی دینگے کہ دکھ، دکھ ہوتا ہے۔۔ اس کے پیچھے چلتی وجوہات کی بنا پر آس پاس کے لوگوں کو تکلیف نہیں دیا کرتے اور جو ایسے کرتے ہیں وہ ایک دن "بھگتے بھی ہیں۔۔

آرام سے کہہ کر وہ پیچھے ہو کر بیٹھی۔۔

یہ بہت بڑا ظلم ہوگا ناجیہ۔۔ تم اپنی ماں جی کو سمجھاؤ۔ ایسا نہ کریں۔۔ ابھی بتایا اور" ان کے گھر والے بہت بڑے غم کے زیر اثر ہیں۔ ابھی یہ سب کرنا انسانیت کے

درجے سے گرنے والی بات ہے۔۔۔ پلیز ناجیہ۔۔۔! ارجمند تائی کو سمجھاؤ۔ کچھ وقت گزر جائے پھر ہو جائے گی۔ شادی کا کیا ہے۔۔۔

اس نے اس سے التجا کی تھی۔ وہ اس سب پر خاموش نہیں رہ سکتی تھی۔ یہ بہت گرمی ہوئی حرکت تھی۔ انتہائی گھٹیا اور نیچ۔۔۔ ایسے وقت میں وہ دلہن بن کر نہیں بیٹھ سکتی تھی۔۔۔ نہیں ہرگز بھی نہیں۔۔۔

یہ ظلم نہیں ہے امل۔۔۔ یہ ظلم کا بدلہ ہے۔ ہم بھی اسی طرح ٹوٹی بکھری حالتوں میں تھے جب ان کے یہاں سے آتی شہنائیوں کی آواز سے ہمارے دل کٹ جایا کرتے تھے مگر کسی کو پرواہ نہیں تھی۔ اب ہمارا وقت ہے۔ تم یہ کپڑے دیکھ لو ماں جی نے بھجوائے ہیں اور خود کو ذہنی طور پر تیار بھی کر لو کیونکہ تمہاری شادی لگے مہینے۔۔۔ ہی۔۔۔ ہوگی۔۔۔

آخری لفظوں پر زور دے کر کہتی وہ اٹھی اور سخت سا چہرہ لیئے باہر کی جانب بڑھ گئی۔
دروازہ ادھ کھلا تھا۔۔ اسے نیچے لاؤنج میں ہوتی باتوں کی آوازیں آرہی تھیں۔۔ آغا جان،
حسن تایا سے بحث کر رہے تھے کہ وہ ایسے وقت میں ہرگز بھی شادی نہیں کر سکتے لیکن
وہاں سننے کو بھلا تیار ہی کون تھا۔۔ اس نے آہستہ سے اٹھ کر کمرے کا دروازہ بند کیا اور
پھر قدم قدم چلتی شیشے سے ڈھکی کھڑکی کی جانب چلی آئی۔۔ باہر سبزہ زار پر ہر طرف
رات اترنے لگی تھی۔۔ اس کے اندر بھی خاموشی سوا ہونے لگی۔۔ لفظ سمٹنے لگے اور
التجائیں دم توڑنے لگیں۔۔ تھک کر ماتھا شیشے سے ٹکاتے اسے ولی یاد آیا تھا۔۔ یکا یک
گرم گرم آنسو ٹپ ٹپ اس کی آنکھوں سے گرنے لگے۔ کچھ بھی تو ٹھیک نہیں ہو رہا تھا۔
ایک ولی تھا کہ جس کی موجودگی تقویت کا باعث تھی لیکن اب تو وہ بھی چلا گیا تھا۔۔
ایک آس تھی کہ وہ ہوگا تو سب سنبھال لے گا مگر اب وہ نہیں تھا۔ کہیں بھی نہیں
تھا۔۔

ابھی حسین تایا کی حالت بہت خراب ہے بابا۔۔ ہم اس عرصے میں شادی نہیں کر سکتے۔ حسن تایا ایسی بات کیسے کر سکتے ہیں۔۔؟ کیا انہیں اپنے بھائی کے دکھ کا کوئی اندازہ نہیں ہے۔۔؟

بختیار لاؤنج میں بیٹھا بلند آواز میں بول رہا تھا۔ ایک جانب کو بی جان پریشان سی بیٹھی تھیں اور دوسری جانب آغا جان کا سنجیدہ سا چہرہ دکھائی دے رہا تھا۔۔

میں خود جا کر بات کرتا ہوں ان سے۔۔ ایسے کیسے وہ اپنی من مانی کر سکتے ہیں۔ ٹھیک ہے تاریخ لڑکے والے ہی طے کرتے ہیں ہمارے یہاں، لیکن اس کا ہرگز مطلب یہ

"رک جاؤ نختیار۔۔"

وہ برہمی سے اٹھ کر باہر کی جانب بڑھنے لگا تو زمان نے بے ساختہ اسے روک لیا۔۔

"میں ہاں کہہ چکا ہوں بھائی صاحب کو۔۔"

"!!کیا۔۔"

اسے جھٹکا لگا تھا۔ اسے آغا جان پر ایک منٹ کے لیے یقین ہی نہیں آیا۔ وہ جو
در حقیقت ہر ایک کا درد رکھنے والے تھے اس وقت اپنے بھائی کے درد سے یوں غافل
ہو رہے تھے۔۔ ایسا کیسے ہو سکتا تھا۔۔

"لیکن اتنی جلدی کیا ہے آغا جان۔۔؟"

سنجھل کر بس اس نے اتنا ہی پوچھا تھا۔۔ زمانی نے گہرا سانس لے کر زرد پڑتا چہرہ
اٹھایا۔۔

مجھے ہاں کہنا ہی تھا بختیار۔ کیونکہ میں بیٹی والا ہوں اور میرا ہاتھ ہمیشہ سے نیچا تھا۔
حسن بھائی اس رشتے کے لیے چند شرائط پر مان کر گئے ہیں اور میرے خیال سے

میرے لیئے اتنا ہی کافی ہے۔ اب اس بارے میں کوئی بات کر کے معاملے کو مزید مت
"الجھاؤ۔۔ میں پہلے ہی پریشان ہوں اس سب کو لے کر۔۔"

زمان بہت تھکے تھکے لگتے تھے۔ ایک جانب کاروبار تھا کہ جس کی خبر تک نہ ہوتی تھی
انہیں ولی کی موجودگی میں لیکن اب۔۔ انہوں نے سر صوفے کی پشت سے ٹکایا۔۔ اب
وہ خود کو بہت تنہا، بہت اکیلا محسوس کر رہے تھے۔۔ ان کے ناتواں کندھوں پر بہت سا
بوجھ آن گرا تھا۔۔

"کیسی شرائط۔۔؟"

بختیار واپس بیٹھ گیا تھا اور اب کہ وہ آغا جان اور بی جان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔۔ اس
کے والدین دیکھتے ہی دیکھتے کتنے بوڑھے لگنے لگے تھے۔۔

شادی انتہائی سادگی سے کی جائے گی۔ وہ اپنی طرف بھلے جو بھی کرنا چاہیں کر سکتے ہیں۔"
لیکن ہمارے یہاں سے کسی بھی طرح کی کوئی رسم نہیں ہوگی۔ ہم اہل کو سادگی سے
رخصت کریں گے۔۔ اس پر انہیں کوئی اعتراض نہیں اور جہاں تک میرا خیال ہے درست
بھی یہی ہے کہ ان کی بات مان لی جائے۔ ارجمند بھابھی کا بنتا بگڑتا مزاج کسی کی سمجھ
میں نہیں آسکتا۔۔ خواہ مخواہ کسی انتہائی فیصلے سے بہتر ہے کہ بات طریقے کے ساتھ بن
"جائے۔۔"

انہوں نے کہہ کر ایک لمبا سا سانس لیا تھا۔ دروازے کے پیچھے سے سنتی شازیہ کے دل
پر ہاتھ پڑا۔۔ آج اس کا باپ چارپائی پر آگیا تھا مگر یہاں تو کسی کو کوئی فکر ہی نہیں۔
سب اپنے ہی چکروں میں لگے ہوئے تھے۔۔ کسی کو اس کے باپ کا دکھ نہیں تھا۔

"مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ آخر اتنی جلدی انہیں ہے کس بات کی۔۔؟"

ان کی ساری باتیں سننے کے بعد بھی بختیار بے سکون ہی تھا۔۔ آغا جان نے ایک نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا۔۔

انہیں جلدی اسی بات کی ہے بختیار۔ جتنی جلدی نگار بھابھی کو ارشد کے وقت ہاشم کی "شادی کرنے کی تھی۔۔"

دروازے کے پیچھے کھڑی شازیہ کا چہرہ ایک لمحے کو سفید پڑا تھا۔۔

اس میں ہم قصور وار نہیں ہیں۔ مجھے اس شادی کی کوئی جلدی نہیں لیکن ارجمند "بھابھی کو اس شادی کی جلدی اسی لیے ہے کیونکہ ان کے دل پر لگا وہ زخم آج بھی

تازہ ہے۔ جب نگار بھابھی نے ان کا خیال اتنے نازک وقت میں نہیں کیا تو اب ارجمند بھابھی کیوں اپنا دل ان کی جانب سے نرم کرینگے۔ یہ دنیا لین دین کے قانون پر چلتی ہے بختیار۔ آج جو تم دو گے کل وہی تم لو گے۔ آج جو تم بو گے وہی کل تم کاٹو گے۔

کڑوے پھل لگا کر میٹھے درختوں کی تمنا کرنے والوں کو کبھی بھی میٹھے پھل نہیں ملا کرتے۔ صحراؤں میں چشمے صرف ان کے لیے ابلتے ہیں جنہوں نے قربانیاں دی ہوں۔ جنہوں نے ننگے پیر چل کر صحراؤں کو صبر کے ساتھ عبور کیا ہو۔ آج نگار بھابھی، حسین بھاجی اور ان جیسا ہر بندہ وہی کاٹ رہا ہے جو انہوں نے ایک عرصہ پہلے بویا تھا۔ اور

"اس کٹائی میں، میرا کہیں بھی کوئی عمل دخل نہیں۔"

اپنی آخری بات کر کے۔ اپنے آخری فیصلے سنا کر زمان ہمیشہ یوں ہی اٹھ جایا کرتے تھے۔ ابھی بھی وہ آہستہ سے اٹھے اور لاؤنج عبور کر کے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئے۔ بختیار چند پل خاموشی سے بیٹھا رہا پھر وہ بھی اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا آیا۔ شازیہ دروازے سے لگی مجسمہ بنی ہوئی تھی۔ اس نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر گرا سانس بھرتا بیڈ پر

جا بیٹھا۔۔ کسی کو بھی کسی وضاحت کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ جو وضاحتیں وقت دیا کرتا تھا۔۔ انسان کی مجال ہی کیا جو ان سے نظر پھیر سکے۔۔ شازیہ بھی اپنے کیئے گئے اعمال سے نظر نہیں پھا رہی تھی۔

اس کی حالت اب کے پہلے سے بہت بہتر تھی۔ ایک ہفتہ ہو گیا تھا قریباً اسے ہاسپٹل میں اور اب وہ کافی حد تک ریکور کر چکا تھا۔ پیٹ کا زخم خشک ہونے لگا تھا البتہ کندھے کے زخم کی تکلیف کم تھی مگر تھی ضرور۔۔ وہ ابھی بستر پر اٹھ کر بیٹھا ہی تھا کہ زمان روم میں داخل ہوئے۔ اتنے دنوں کی غیر حاضری کے بعد وہ آج اس سے ملنے آئے تھے۔۔

"اسلام علیکم۔۔ کیسے ہو بچے۔۔؟ اب طبیعت کیسی ہے تمہاری۔۔؟"

پاس آکر شفقت سے مسکرائے اور پھر اس کے بالوں سے بھرے سر پر ہاتھ پھیرا۔ وہ
ہلکا سا مسکرایا تھا۔۔

"ٹھیک ہوں بلکہ کافی بہتر ہوں پہلے سے۔۔ آپ بیٹھیں ناں۔۔"

اس نے ٹانگیں ذرا پرے کیں اور پھر انہیں اپنے پاس بیٹھنے کے لیے کہا تو ایک پل کو
ٹھہرنے کے بعد زمان آہستہ سے اس کے پاس بیٹھ گئے۔۔

"جلدی ٹھیک ہو جاؤ ولی۔۔"

"آپ پریشان ہیں کسی بات پر۔۔؟"

ایک لمحہ لگا تھا اسے سمجھنے میں۔ زمان نے گہرا سانس لے کر اسے دیکھا۔

تھکا ہوا ہوں۔ تم جو یہاں پر ہو تو ظاہر ہے میرا تھکنا تو بنتا ہی ہے۔ جلدی سے ٹھیک"
"ہو جاؤ۔ حویلی، ڈیرہ اور ہماری زندگیاں۔۔ سب روکھی ہیں تمہارے بغیر۔۔"

ولی مسکرایا۔۔ ایسی بات پر بھلا کیا جواب دیتا وہ۔۔

"کیا میں تمہارے لیے قابلِ بھروسہ ہوں ولی۔۔؟"

ان کے عجیب سے سوال پر وہ چونکا تھا۔ زمان کی سنجیدہ آنکھیں اسی پر جمی تھیں۔۔

یہ کیسا سوال ہے سردار بابا۔۔؟ مجھے آپ پر بھروسہ ہے۔ اور اگر اس دنیا پر مجھے سب "سے زیادہ کسی پر بھروسہ ہے تو وہ آپ ہی ہیں۔۔ وہ کوئی اور نہیں ہے۔۔"

تو پھر تم نے میرے بارہا پوچھنے پر بھی مجھے کیوں نہیں بتایا کہ تمہیں اس حالت تک "کس نے پہنچایا ہے۔۔؟ کیا تم مجھے اپنے رازوں میں شریک نہیں کرنا چاہتے۔۔ اگر تم اس طرح کرو گے تو ظاہر ہے میں یہی سمجھونگا کہ میں تمہارے لیے قابلِ بھروسہ نہیں۔۔"

"آپ آج بھی ویسے ہی ہیں سردار بابا جیسے بہت پہلے تھے۔۔"

اس نے کہہ کر سر جھکایا تو وہ مسکرا پئے۔۔

آپ آج بھی جانتے ہیں کہ لوگوں کے حلق سے باتیں کیسے نکلوانی ہیں۔ میں آپ کو بتا دیتا، مجھے آپ کو بتانے میں کوئی مسئلہ نہیں لیکن سردار بابا یہ راستے میرے چنیدا ہیں۔ ان راستوں کا سفر میں نے خود اختیار کیا ہے۔ آپ نے مجھے ہمیشہ ہر جنگ، ہر انتقام اور وحشی بننے کے ہر راستے سے دور رکھا لیکن میں نہیں رہ سکا۔ آپ کی تربیت کا اثر ہے کہ اب تک کچھ انسانیت باقی ہے مجھ میں لیکن سردار بابا اس سے زیادہ آپ کو بتا کر میں آپ کو کسی خطرے سے دوچار نہیں کرنا چاہتا۔ میں آپ کو اس سے زیادہ بتا کر مزید پریشان نہیں کرنا چاہتا۔ یہ میرا کام ہے مجھے ہی کرنے دیں۔۔

اس نے کہہ کر ان کی جانب دیکھا تو وہ بھی مسکرا کر اسے دیکھے گئے۔

تم نے خود ہی اخذ کر لیا کہ میں کچھ الٹا سیدھا کر دوں گا۔ مجھ سے تمہارا راز سنبھالا نہیں " "جائے گا۔ کیا اس حجمٹ کی وجہ پوچھ سکتا ہوں۔۔؟

ولی ہلکا سا ہنس دیا۔ پھر چہرہ اٹھا کر انہیں دیکھا۔۔

میں نے آپ کو اگر اس جگہ جج بھی کیا تو کیا ہوا۔۔؟ اگر آپ کو کسی پریشانی سے بچانے "کے لیے میں نے ایسا کیا ہے تو میرا عمل جسٹیفائیڈ ہے۔۔ سمیل۔۔

کہہ کر کندھے اچکائے تو یکدم ہی کندھے میں درد کی ٹیس اٹھی۔۔

"تم سے باتوں میں جیتنا بہت مشکل ہے۔ میں تو کبھی نہیں جیت سکتا۔۔"

آخر میں وہ دونوں ہی ہنس پڑے تھے۔

میں بھلے تمہارے کسی راز میں شریک نہ ہوں۔ لیکن میں تمہارا ساتھ ہر جگہ دوں گا۔ ہر فیصلے، ہر عمل اور ہر ساعت میں۔۔ مجھے یقین ہے کہ تم کبھی کچھ غلط نہیں کرو گے۔ "تمہیں زمانی نے قرآن سناتے سناتے بڑا کیا ہے۔ ایسے کیسے تم کچھ غلط کر سکتے ہو۔۔"

اس کی مسکراہٹ ایک لمحے میں غائب ہوئی تھی۔ سردار بابا ہمیشہ اسے ایسے ہی لاجواب کر دیا کرتے تھے۔ اگر جو وہ انہیں بتا دیتا کہ وہ دہریہ بنتا جا رہا تھا۔ اپنا ایمان کھوتا جا رہا تھا۔۔ انتقام کے دائروں میں لوگوں سے بدلے لیتے لیتے انسانیت کی حدود سے نکلتا جا رہا تھا۔۔! اگر جو وہ انہیں بتا دیتا تو۔۔

اندر بڑھتی گھٹن کی وجہ سے اس نے گہرا سانس لیا تھا۔۔

میں اتنا اچھا نہیں ہوں سردار بابا جتنا آپ مجھے سمجھتے ہیں۔ میں ایک بہت برا انسان "

بن چکا ہوں۔ ایک ایسا انسان جس کے اندر موجود آخری چنگاری بھی کئی سالوں کی مشقت کے پسینے سے سوکھ چکی ہے۔ اب کچھ نہیں ہے میرے اندر۔۔ کھوکھلا ہوں

"میں۔۔"

زمان نے اداسی سے مسکرا کر اسے دیکھا تھا۔۔

اس دنیا میں کوئی بھی پارسا نہیں ہے ولی۔ یہاں پر ہم سب اپنی سیاہ کاریوں میں "

ڈوبے ہوئے ہیں۔ کوئی فرشتہ نہیں یہاں پر۔۔ یہ انسانوں کی دنیا ہے۔۔ خطاؤں اور

درگزر کی دنیا ہے یہ۔۔ خود کو اپنی غلطیوں پر معاف کر کے مثبت رویہ اپنانے کی دنیا ہے

"یہ۔۔ خود کو ان باتوں کا الزام مت دو جن پر تمہارا اختیار نہ ہو۔۔"

"مگر میں نے تو سن رکھا ہے کہ اختیار ہمیشہ انسانوں ہی کے پاس ہوتا ہے۔۔"

اسکا جھکا سر اب بھی جھکا ہی تھا۔۔ سردار بابا کچھ نہ بولے۔۔ اس نے انہیں سراٹھا کر دیکھا تھا۔

"اختیار ہمیشہ اس کے پاس ہوتا ہے ولی۔"

انگلی آسمان کی جانب اٹھا کر اشارہ کیا۔۔

اور اگر وہ اپنے اختیار میں سے اگر کچھ حصہ انسانوں کو دے دیتا ہے تو اس کا ہرگز یہ "مطلب نہیں کہ انسان با اختیار ہے۔ با اختیار صرف اللہ کی ذات ہوتی ہے ولی۔ ہم انسان تو اس کی پچھائی بساط پر ایک ادنیٰ سا مہرہ ہوتے ہیں جو اپنی استطاعت کے مطابق عمل کرتے ہوئے زندگی کی منازل طے کرتے جاتے ہیں۔۔ مگر کیا میں تمہیں "بتاؤں کہ آخری فیصلہ کس کا ہوتا ہے۔۔؟

وہ خاموشی سے انہیں دیکھے گیا۔ ٹھنڈی سی فجر ایک بار پھر سے آس پاس تحلیل ہونے لگی تھی۔۔

آخری فیصلہ ہمیشہ اللہ کا ہوتا ہے ولی۔ اور ہمیں اس کے فیصلے پر بھروسہ رکھنا "چاہیئے۔۔

آخری بات کر کے وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے اٹھے تو وہ تب بھی خاموشی سے بیٹھا رہا۔۔ اس کے سارے لفظ اس سے گم ہو گئے تھے۔۔ کچھ بولنے کو بچا ہی نہیں تھا۔۔

دوبارہ اپنے ساتھ تمہاری بی جان کو بھی لیتا آؤنگا۔ آج اس لیے نہیں لاسکا کیونکہ وہ "تیار یوں میں مصروف ہو گئی ہیں محترمہ۔۔"

زمان کے طرزِ مخاطب پر ولی مسکرایا۔۔

"کیسی مصروفیت۔۔؟"

"ارے تمہیں تو بتانا ہی بھول گیا۔"

انہیں جیسے ایک دم کچھ یاد آیا تھا۔ پھر ساتھ لائے تحفے کو اس کے پاس رکھتے مسکرا کر بتانے لگے۔۔

"امل کی شادی کی تاریخ طے کر دی گئی ہے ولی۔ اگلے مہینے کی سولہ تاریخ ہے۔۔"

ایک سیکنڈ کے لیے ولی کے آس پاس چلتی ہر شے رک گئی تھی۔ کیا کہا تھا سردار بابا نے۔۔ شادی اور امل کی وہ بھی اگلے مہینے میں۔۔ آج مارچ کی پندرہ تاریخ تھی۔۔ یعنی اگلے پورے ایک مہینے بعد اس کی شادی تھی۔۔ مہینہ۔۔ صرف ایک مہینہ۔۔

"ات۔۔ اتنی جلدی۔۔؟"

اسے سمجھ نہیں آیا کہ اور کیا پوچھنا چاہیے۔

بس لڑکی والے تو تاریخ نہیں رکھتے ناں۔ سوا ب یہ ان کی مرضی ہے کہ جلدی رکھیں یا " پھر دیر سے۔ اس معاملے میں ہمیں تو صرف ہامی ہی بھرنی ہے۔ خیر۔۔ جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ۔۔ اور اس بوڑھے باپ کی مدد کرو اس شادی کو نیٹانے میں۔۔ سب کچھ "اکیلے کرنا میرے بس سے باہر ہے۔۔

آپ فکر مت کریں۔۔ میں ایک دفعہ ڈسچارج ہو جاؤں جلد ہی آپ کا ہاتھ بٹاؤنگا۔۔ ولی " آپ کو کبھی تنہا نہیں کرے گا سردار بابا۔

اندرچے طوفان کے برعکس اس نے بے حد سکون سے کہا تو زمان آسودگی سے پلٹ گئے۔ اس کے چہرے پر جما پر سکون سا تاثر یکدم ہی برف ہو گیا۔ آنکھیں ضبط سے سرخ

پڑنے لگی تھیں اور روح تو گویا کوئی اس کے جسم سے سیپنج رہا تھا۔۔ اس نے سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا۔۔ اسے اپنے ہاتھوں سے کسی اور کو سوپنا بہت مشکل۔۔ بہت تکلیف دہ تھا۔۔ اس نے گہرا سانس لے کر چہرہ اٹھایا۔۔ کندھے کا درد کہیں فضا میں تحلیل ہو گیا تھا اور اب جو درد شور کر رہا تھا وہ بہت بھیانک تھا۔۔ کیونکہ اس شور کی آواز سنائی!! نہیں دیا کرتی تھی۔ وہ خاموش شور تھا۔۔

شادی کی تیاریاں دونوں حویلیوں میں خاموشی سے بڑھنے لگی تھیں۔ زمان کی طرف تو کسی قسم کے شادیانے اور ڈھول دھمال کا شائبہ تک نہ تھا لیکن بالکل دوسری جانب واقع حویلی میں اب کے ڈھولکی رکھی جانے لگی تھی۔ روز رات کو ان کی طرف سے شور ہنگاموں کی آوازیں سنائی دیتیں تو اس جانب کو موجود لوگ کچھ اور اداس ہو جایا کرتے۔

یہ زندگی کا بہت عجیب سا رنگ تھا کہ جس میں غم اور خوشی کے درمیان معلق رہنے کی اذیت ہر شخص کے چہرے سے عیاں تھی۔

اہل نے ایسی ہی ایک رات میں کمرے کی ریلنگ کی جانب کھلتے دروازے کو وا کیا اور خاموشی سے سوندھی چلتی ہوا کو محسوس کرتی وہیں آکھڑی ہوئی۔ دور دور تک سبزہ زار پر بتیاں روشن تھیں اور ان روشنیوں میں نیچے کام کرتے ملازم دکھائی دے رہے تھے۔ سبزہ زار کی نئے سرے سے کٹائی کی جا رہی تھی اور اس کی تراش خراش کر کے اسے سجایا جانے لگا تھا۔۔

کیونکہ اب سب ہی جانتے تھے کہ اس کی شادی دور نہیں۔ ایک مہینہ تھا بس درمیان میں۔۔ اور اس ایک مہینے میں کرنے کو بہت سے کام تھے لیکن۔۔ کسی بھی کام کو چھونے تک کا دل نہیں کرتا تھا۔ دل جیسے ساری دنیا سے بیزار تھا۔۔ خفا تھا۔۔

اس نے سیاہ بالوں کو سمیٹ کر ایک جانب کندھے پر ڈالا اور پھر سینے پر ہاتھ باندھے دور آسمان کو دیکھے گئی۔ اس کی ہر پل شرارت سے چمکتیں شہد رنگ آنکھیں اب اداسی

کے گہرے ڈوروں سے جکڑی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔۔ سارے وجود میں گویا کسی نے خاموشی کھنڈ دی تھی۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا اہل۔۔ جلد سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

خود کو تسلی دی۔ اسے خود کو تسلی دینی ہی تھی۔۔

"سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔"

اس نے گہرا سانس لے کر مسکرا نے کی کوشش کی۔ اپنی ذات کو ایک چھوٹی سی خوشی تو وہ بھی دے سکتی تھی۔ اس سے محبت نہ کرنے کے ہر حربے میں ناکام ہونے کے بعد اس نے قبول کر ہی لیا تھا کہ دل کے فیصلوں پر انسان کا اختیار نہیں ہوا کرتا۔۔

دلوں پر تو صرف اللہ کا اختیار ہوتا ہے۔ اس نے کتنی کوششیں کی تھیں اس سے نفرت کرنے کی۔۔ کتنی ہی دفعہ خود کے قدموں کو اس تک جاتے راستوں سے پھیرا تھا لیکن آخر کار۔۔ کسی خواب سے جاگنے کے بعد وہ اسی کے سامنے کھڑی ہوا کرتی تھی۔ اس سے بچنا چاہتی تھی لیکن بچ نہیں پاتی تھی۔۔

نہ چاہتے ہوئے بھی آنکھوں میں پانی سا چمکنے لگا۔۔ اس کی نسواری آنکھوں کی جگمگاہٹ۔۔ سنجیدہ سے چہرے پر کبھی کبھار معصوم بچوں کی سی حیرت۔۔ اس کی کسی بات پر بے ساختہ ادنیٰ مسکراہٹ کو روکتا۔۔ دور سے ابرو اچکا کر پوچھتا۔۔ "کیا ہوا۔۔؟"۔۔ خاموشی سے اسے دیکھ کر زیر لب مسکراتا۔۔ اس کے جھکے سر کو نرمی سے دیکھنے کی عادت۔۔

کیا کوئی تھا اس جیسا۔۔؟ کیا اس بھری دنیا میں کوئی اس کے لیے ولی جیسا ہو سکتا تھا۔۔؟ وہ جو غصے میں آکر لوگوں کا منہ توڑ دیا کرتا تھا اس کے ساتھ سختی سے بات کرنا مشکل ہوتا تھا اس کے لیے۔۔ کیا کبھی نفیس ایسا ہو سکتا تھا۔۔؟ کیا کبھی نفیس اس کے ساتھ اتنی احتیاط کے ساتھ چل سکتا تھا۔۔ ولی تو اس کو نگاہ بھر کر دیکھتا تک نہ تھا

کہ وہ جانتا تھا۔۔ اس سے سہارنا مشکل ہوگا۔۔ نظروں پر اس قدر کڑے پہرے صرف ایک ولی ہی بٹھا سکتا تھا۔۔ اتنے بے اختیار اور منہ زور سے جذبے کو اس نے لگائیں ڈال کر رکھا تھا۔۔ اس بھری دنیا میں ولی احمد جیسا کوئی تھا ہی کب۔۔؟؟

میں آج آپ کو آخری بار یاد کر رہی ہوں ولی۔ کیونکہ آج کے بعد میں آپ کو کبھی یاد نہیں کرونگی۔ آج کے بعد میں آپ سے کبھی کوئی بات نہیں کرونگی۔۔ آج کے بعد میں۔۔

ایک آنسو پھسلا۔۔

میں آپ کے لیے کبھی نہیں روؤنگی۔ اب میں آپ کو یاد کر کے صرف مسکرایا "کرونگی۔ میں آپ کو یاد کر کے صرف مسکرانا چاہتی ہوں ولی۔ میں آپ کو ایک اچھی یاد

کے طور پر اپنے دل کے خانوں میں ہمیشہ کے لیے محفوظ کرنا چاہتی ہوں۔۔ اور میں ایسا
”ضرور کرونگی۔۔ اب بس بہت ہو گیا رونا دھونا۔۔

اس نے ایک عزم کے ساتھ مسکرا کر آنسو صاف کیے۔

آپ دیکھیے گا میں اپنی زندگی میں خوش رہنے کی بھرپور کوشش کرونگی۔ میں آپ کو
مایوس نہیں کرونگی ولی۔ آپ نے کہا تھا کہ میں اچھی بچی ہوں۔۔ میں بہت اچھی بن کر
”رہونگی اب۔ بہت رو لیا سب نے۔۔ اب بس۔ اب میں نہیں روؤنگی۔۔

آنسو تیزی کے ساتھ گالوں پر پھسلتے جا رہے تھے۔ کچھ چیزیں ہمیشہ انسان کے اختیار
سے باہر ہی ہوتی ہیں۔

”میں اب کبھی نہیں روؤنگی۔۔“

رینگ کے ساتھ کھڑی لڑکی چہرے جھکائے رو رہی تھی۔ اور روتے روتے شاید وہ کچھ کہہ بھی رہی تھی۔۔ اسے صرف ولی سن سکتا تھا۔۔ وہ نہ بھی کچھ بولتی تب بھی وہ اسے سن لیا کرتا تھا۔۔ شاید اب بھی وہ کہیں اسے سن رہا ہو۔۔ شاید اب بھی۔۔

ہوا سے اس کے بال ایک جانب کو اڑ رہے تھے اور گردن میں لڑھکتے آنسو اسی شدت کے ساتھ اسے بھگوتے اس پر چڑھی اداسی کو سمیٹ رہے تھے۔ ایک آنسو ہی تو تھے اس دنیا کی سب سے شفاف حقیقت۔۔ باقی سب تو دھول تھا۔۔ گرد سے اٹا۔۔

اگلا ڈیڑھ ہفتہ اسی خاموشی سے کٹ گیا۔ اس نے اپنی روٹین بدل لی تھی۔ اب وہ سب کے ساتھ بیٹھ کر ناشتہ کیا کرتی تھی۔ سب کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کیا کرتی تھی۔۔۔ دل نہیں بھی چاہ رہا ہوتا تو وہ بولا کرتی تھی۔ ہاں اب وہ بہت بولنے لگی تھی۔۔۔ بہت باتیں کرنے لگی تھی۔۔۔ بی جان اس کی جانب سے مطمئن ہو گئیں اور آغا جان جو اس کی خاموشی کی گہری چھاپ سے اب اکثر پریشان رہنے لگے تھے سکون میں آ گئے۔ وہ ٹھیک ہو گئی تھی۔۔۔ سب کو لگتا تھا کہ اب وہ واقعی ٹھیک ہو گئی تھی۔۔۔ ہاں اس نے سب کو یہی یقین دلایا تھا۔۔۔ اس نے سب کو یہی دھوکا دیا تھا۔۔۔ لیکن اگر اس عرصے میں ولی اس کے آس پاس ہوتا تو وہ اسے کبھی بھی دھوکا نہیں دے سکتی تھی۔۔۔ جو آنکھوں میں جھانک کر روح تک کی بازگشت کو محسوس کر جائے۔۔۔ ایسے کسی انسان سے بچنا ذرا مشکل ہی تھا۔۔۔

ناشتے سے فراغت کے بعد وہ شازیہ اور بی جان کے ساتھ مارکیٹ چلی آئی۔ کچھ ضروری شاپنگ کرنی تھی۔ واپسی پر آتے ہوئے شازیہ نے اس کے لیئے پارلر سے اپائنمنٹ بھی لے لیا تھا۔ اس نے بلاچوں چراں ہامی بھر لی۔ اسے اب کسی بات پر

اعتراض نہیں ہوتا تھا۔۔ لیکن شازیہ کے رویے سے وہ بہت حیران ہوئی تھی۔۔ وہ اب طنز بہت کم کرتی تھی۔۔ شاید باپ کی حالت کا اثر تھا کہ اب نہ وہ زیادہ اپنے کمرے سے نکلتی اور نہ ہی امینہ۔۔ اس نے بھی انہیں انہی کے حال پر چھوڑ دیا۔۔ اسے اب کسی بات سے فرق نہیں پڑتا تھا۔۔ سب اس کے لیے اب ایک برابر ہو گیا تھا۔۔

اگلی شام کی چائے اس نے سبزہ زار پر لگوائی اور پھر بی جان اور آغا جان کو لیے پر سکون سی شام میں آ بیٹھی۔۔ وہ دونوں باتیں کر رہے تھے اور امل ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ ان کی نوک جھونک سن رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں چائے کا کپ تھا اور دور کیاریوں سے آتی تازہ پھولوں کی رسیلی سی خوشبو نے ساری شام گویا معطر کر دی تھی۔ اس نے ایک پل کو چہرہ پیچھے کو موڑ کر دیکھا۔۔ ایک پل کے لیے سارے منظر بدل گئے تھے۔ دور پتھریلی روش پر چلتے اونچے لمبے سے ولی کی شال نظر آئی تھی اسے۔۔ وہ یک ٹک ادھر دیکھے گئی۔۔ گردن کے گرد لپیٹی شال کو درست کرتا کسی بات پر ناگواری سے سر نفی میں ہلاتا وہ آج بھی کہیں آس پاس ہی تو تھا۔۔ آغ جان کے بلانے پر وہ یکدم چونکی تھی۔۔ پھر رخ پھیر کر انہیں دیکھا۔۔

”کہاں گم ہوئے۔۔؟“

اس نے مسکرا کر جلدی سے سر ہلایا تھا۔۔ ہلکے شربتی رنگ کی پلین لمبی قمیض کے نیچے سفید چوڑی دار پجامہ پہنے وہ اس سبزہ زار کا سب سے خوبصورت پھول لگ رہی تھی۔۔
!خوبصورت، کوئل لیکن اداس۔۔

”ولی کب تک آئے گا اسپتال سے زمان۔۔؟“

بی جان نے چائے کا کپ رکھتے ہوئے ان سے پوچھا تو آسودہ سے سردار بابا نے ایک مطمئن سی سانس خارج کی تھی۔۔

بس تین چار دنوں میں ڈسچارج ہو جائے گا وہ۔۔ خدا کا شکر ہے کہ اس کے زخم جلد
مندمل ہو گئے۔ پتہ ہے۔۔ اس کے ڈاکٹر سے میں نے بات کی تھی۔ وہ خود بھی حیران
تھا کہ کوئی انسان اتنی تیزی کے ساتھ کیسے ریکور کر سکتا ہے۔ لیکن ولی کی قوتِ مدافعت
"بہت مضبوط ہے۔ اسی لیے وہ اتنی جلدی گھر واپس آ رہا ہے۔"

"یا اللہ تیرا شکر۔۔"

بی جان بے ساختہ کہہ کر چہرے پر ہاتھ پھیرا تھا۔ ان کی تو ساری مرادیں بر آئی
تھیں۔۔ اہل نے بھی سکون کا سانس خارج کیا۔ وہ ٹھیک تھا۔۔ جلد واپس آنے والا
تھا۔۔ اس احساس سے زیادہ اس کے لیے کچھ بھی قیمتی نہیں تھا۔۔

میں سوچ رہا ہوں کہ جب وہ واپس آئے گا تو گھر میں گاؤں والوں کی دعوت کریں "

گے۔ انہیں کھانا کھلائیں گے۔۔ اللہ کا شکر ادا کرنے کا اس سے بہتر طریقہ اور کوئی نہیں

"ہو سکتا۔۔"

زمان میں بھی آپ کو یہی کہنے والی تھی۔ بس اب وہ آجائے تو ہم بھی اپنے ارمان نکال "

سکیں اس پر۔ اور اب آپ ذرا آنے دیں اسے۔ کسی اچھی سی لڑکی کو دیکھ کر شادی

"کردونگی اس کی۔ بہت ہو گیا بس۔ اب نہ کہہ کر تو دکھائے مجھے یہ جھلا۔۔"

زمان یکدم ہنس پڑے تھے۔ وہ نہیں ہنس سکی۔

بھئی آپ کا لاڈلا ہے۔ جو کرنا ہے کریں اس کے ساتھ۔ میں تو اس معاملے میں آپ کا "

"پورا پورا ساتھ دوں گا۔ اب واقعی اس کی شادی ہو جانی چاہیے۔۔ کیوں اہل۔۔؟"

انہوں نے ایک دم ہی اس سے پوچھا تو اس کے ہاتھ میں پکڑی چائے چھلک پڑی۔
گرم مایہ سے اس کی انگلیاں سلگنے لگی تھیں۔ مگر کچھ اور بھی تھا جو اس کے اندر سلگ
رہا تھا۔۔ جس کی سوزش اس جسمانی سوزش سے زیادہ تھی۔۔

”جی بابا کیوں نہیں۔۔“

مسکرا کر کہا اور پھر وہاں سے اٹھ گئی۔ آہستہ آہستہ سبزہ زار عبور کرتی داخلی دروازے
کی جانب بڑھی تو دیکھا لائونج میں نوراں فون کریڈل سے اس طرف رکھ کر اسے ہی بلانے
آ رہی تھی۔۔

”وہ بی بی۔۔ سامیہ جی کا فون آیا ہے آپ کے لیے۔۔“

”ٹھیک ہے تم جاؤ میں دیکھتی ہوں۔۔“

اس نے مسکرا کر گہرا سانس لیا اور فون کی جانب بڑھ آئی۔۔ لگے آدھے گھنٹے میں وہ بی جان کے سامنے کھڑی تھی۔۔

”میں کل سامیہ کے گھر جانا چاہتی ہوں بی جان۔۔“

”سامیہ۔۔ ارے تو اسے یہاں بلوا لو ناں۔۔“

بی جان اپنے کمرے میں جائے نماز پر بیٹھیں تسبیح کے دانے گرا رہی تھیں۔۔

بی جان میں خود جانا چاہتی ہوں۔ اس کا گھر بھی دیکھ لوں گی اور تھوڑا چیلنج بھی ہو جائے "

"گا۔۔ کوئی مسئلہ تو نہیں ناں۔۔ چلی جاؤں میں۔۔؟

اچھا اچھا۔۔ چلی جانا۔۔ لیکن اکیلے نہیں۔۔ نوراں کو ساتھ لیتی جانا پسے۔ یوں اکیلے جاؤ "

"گی تو آغ جان غصہ ہونگے۔۔

"اوکے۔۔"

اس نے کندھے اچکا دیئے۔ اسے نوراں سے کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ کمرے میں واپس آکر وہ خود کو پھر سے بہت بوجھل محسوس کرنے لگی تھی۔ پھر سر جھٹک کر وارڈروب کی جانب چلی آئی۔ کل اسے بہت فریش لگنا ہے۔۔ کسی کو بھی اندازہ نہیں ہونا چاہیئے کہ

وہ کس سے گزر رہی ہے۔۔ وہ کسی کے بھی سامنے اب کے کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی۔
ایک فیصلہ اگر کر ہی لیا تھا تو اسے آخر تک نبھانا چاہیئے تھا۔۔

اس نے وارڈروب کا پٹ کھولا اور پھر اپنا پسندیدہ فراک نکال لائی۔۔ وہ سادہ سا آف
وائٹ رنگ کا فراک تھا۔ ایسا رنگ جو اس پر بہت کھلتا تھا۔۔ بہت بچتا تھا۔۔

اس نے ایک پل کو اسے دیکھا اور پھر اسے بیڈ پر پھیلا کر سنگھار آئیے کے سامنے آکھڑی
ہوئی۔ چٹیا میں گوندھے بالوں کو اب وہ کھول کر سوچتی نگاہوں سے خود کے عکس کو
دیکھ رہی تھی۔۔ عکس جو آئیے میں دکھتا تھا۔۔ ایک سا۔۔ مگر ایک جانب سے الٹا۔۔

اصغر نے اسکے ساتھ ہی ناشتہ کیا اور پھر کسی ضروری کام کا کہہ کر وہ باہر کی جانب بڑھ
گیا۔ رات ہی اسے بتایا گیا تھا کہ وہ تین چار دن بعد ڈسچارج کر دیا جائے گا لیکن اس سے

پہلے اسے ہاسپٹل میں ہی رہنا تھا۔ اس نے سخت کبیدہ خاطر ہو کر سر بیڈ کی پشت سے
ٹکایا اور خاموشی سے اسپتال کی چھت کو دیکھے گیا۔۔

اول بھی ناشتے سے فارغ ہو کر تیار ہونے چلی گئی تھی۔ آدھے گھنٹے بعد وہ کمرے سے
باہر نکلی تو گھڑی ساڑھے نو بج رہی تھی۔ اس نے سیاہ چادر خود کے گرد لپیٹی اور کچن
میں بی جان کو خدا حافظ کرنے چلی آئی۔۔ پھر نوراں کو ساتھ لیتے سبزہ زار پار کر کے
گاڑی میں آ بیٹھی۔ صبح کی دہلی دھلائی سی دھوپ میں وہ دمک رہی تھی۔ آف وائٹ
رنگ کا لباس پہنے اس کا روپ کسی اپسرا کا عکس لگتا تھا۔۔

کچھ دیر بعد ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھادی تو وہ گزرے لمحوں کے سحر میں کھوئی پیچھے کو
بھاگتے سرسوں کے کھیتوں کو دیکھے گئی۔۔ ہر چیز پر اس کا نشان ثبت تھا۔۔ یاد نہ بھی
کرنا چاہتی تب بھی وہ تھا کہ ہر جگہ سے اپنے ہونے کا احساس دلایا کرتا تھا۔۔

اس نے گہرا سانس لے کر چہرہ اندر کی جانب موڑا تھا۔

ہاشم نے اپنے آفس میں قدم رکھا۔۔ آج قریباً پچیس دن بعد وہ اس آفس میں داخل ہو رہا تھا کیونکہ اس کے زخموں نے اسے یہاں تک آنے کی مہلت ہی نہیں دی تھی۔ اب بھی اس کے چہرے پر مندل زخموں کے نشانات موجود تھے مگر وہ خود پہلے سے کافی بہتر محسوس کر رہا تھا۔۔ آفس اپنی درست حالت پر واپس آچکا تھا۔۔ وہ چلتا ہوا ٹیبل کے پیچھے لگی کرسی پر آ بیٹھا اور پھر ہاتھ میں پکڑے فون کو کان سے لگایا۔۔

"جوگی۔۔ تمہارا انعام انتظار کر رہا ہے تمہارا۔۔ اب اس کام میں دیر نہیں ہونی چاہیئے۔۔"

"جی سرکار۔۔ جو حکم آپ کا۔۔"

اس نے سپاٹ چہرے کے ساتھ فون کان سے ہٹا کر سامنے ٹیبل پر رکھا اور گھڑی کی ٹک ٹک کو خاموشی سے سنے گیا۔۔ کسی کی آہوں کا۔۔ بدنامی اور بے عزتی کا سیلاب تھا ان گزرتی ساعتوں کے پرے۔۔

کچے راستوں پر دوڑتی ان کی گاڑی کو یکدم غیر معمولی سا بریک لگا تو امل جھٹکے سے آگے ہوئی۔۔ ایک نظر ڈرائیور پر ڈالی۔ اسے اس کے ناقابلِ فہم تاثرات سمجھ نہیں آئے۔۔

”کیا ہوا۔۔؟ گاڑی کیوں روک دی۔۔؟“

اسے اس ڈرائیور کا نام یاد نہیں تھا کیونکہ وہ اس کے ساتھ بہت کم آیا جایا کرتی تھی۔ اسے صرف اتنا پتہ تھا کہ وہ فرید کا کچھ لگتا تھا۔۔

”ایک کام ہے بی بی جی مجھے آپ سے۔۔“

اس نے مشینی سی آواز میں کہا تو امل نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔۔

”کیسا کام۔۔؟“

اور ایک دم اس کے گردن موڑ کر دیکھنے پر وہ ڈر کر پیچھے ہٹی۔ اس کی آنکھیں بے حد سرخ تھیں اور چہرہ ہر جذبے سے عاری۔۔ اس کا دل عجیب خوفزدہ ہو کر دھڑکا تھا۔۔

”ک۔۔ کیسا کام ہے تمہیں۔۔“

اس نے سیٹ کو مسٹی میں بھینچا۔۔ کچھ غلط ہو رہا تھا۔۔ نوراں بھی اتنی ہی بوکھلائی ہوئی بیٹھی تھی۔۔ وہ آگے سے اتر کر آیا۔۔ پیچھے کا نوراں کی طرف والا دروازہ کھولا اور اسے کھینچ کر باہر کی جانب پھینک دیا۔ اہل پھی پھی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"یہ۔۔ یہ تم کیا کر رہے ہو۔۔؟ کس کے آدمی ہو تم۔۔"

اس کی پھی پھی نگاہوں کے سامنے گاؤں کا سنسان پڑا راستہ گھومنے لگا تھا۔۔ لیکن وہ نہیں سن رہا تھا۔ گھوم کر اس کی جانب آیا تو وہ بے اختیار پیچھے کو ہٹی۔۔ اس نے اپنا سر اندر کو جھکایا اور اسے ہاتھ سے پکڑ کر کھینچا۔ وہ ہزانی انداز میں خود کو چھڑانے لگی تھی۔۔ نوراں سرک پر ہی پڑی رہی۔۔ اس کے گھٹنے اور ہاتھ پر شدید چوٹیں آئی تھیں۔ اس سے اٹھنا محال تھا لیکن پھر بھی وہ چلا چلا کر رو رہی تھی۔۔ کوئی تو آجائے بی بی کی مدد کو۔

کمرخت سے آدمی نے اس کے دونوں ہاتھوں کو رسی میں جکڑا لیکن اس کی مستقل
چینوں اور مذاہمت سے رسی بار بار کھل رہی تھی۔ یکدم طیش میں آکر اس نے بھاری
ہاتھ کا تھپڑ امل کے منہ پر رکھ کر مارا تو اس کا چہرہ پل بھر کو گھوم کر رہ گیا۔ کوئل رخسار
اس قدر بے دردی پر سرخ پڑ گیا تھا۔۔

نوراں جیسے تیسے کر کے گھوم کر اس جانب آئی اور اس آدمی کو پیچھے کی جانب کھینچا لیکن
اس نے اسے زوردار دھکا دیا تو وہ دور جا گری۔ اس کے ہاتھ پر خراش آئی تھی اور
پاؤں مڑ گیا تھا۔ وہ درد کے باعث سرک پر لوٹنے لگی تھی۔ امل نے اسے پرے دھکیلنے
کی بھرپور کوشش کی مگر وہ طاقت ور آدمی تھا۔۔ اس کا مقابلہ کرنا آسان نہیں تھا۔ اس
کے نازک ہاتھوں کو رسی سے جکڑ کے اس نے جیب سے کچھ نکالا اور پھر ایک لمحے کی
بھی دیر کیئے بغیر اس کے منہ پر سفید رومال رکھ کر دبایا۔۔ امل کے نتھنوں سے عجیب
سی بونکرائی تھی۔۔ اور پھر جیسے جیسے وہ بوا اس کے دماغی خلیوں میں اترنے لگی اس
کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ وہ بے ہوش ہوئی تو اس نے اس کے منہ پر ڈکٹ ٹیپ لگایا۔۔۔

وہ جھول کر سیٹ پر گر گئی تھی۔ اس نے پیچھے کو ہو کر دروازہ بند کیا اور پھر نوراں کو
پیر سے پرے دھکیل کر فرنٹ سیٹ پر آ بیٹھا۔

نہیں۔۔ نہیں خدا کے لیے۔۔ بی بی کو چھوڑ دے۔۔ خدا کے لیے۔۔ رحم کرو۔۔ بی بی "
"جی کو چھوڑ دو۔

وہ روتے روتے بمشکل اٹھ کر بیٹھی۔۔ اٹھنے لگی تھی کہ وہ کارتیزی سے آگے بھگالے
گیا۔۔

"بی بی۔۔ بی بی جی۔۔"

وہ چلاتے ہوئے لڑکھڑا کر کار کے پیچھے بھاگی لیکن پھر یکدم ہی گر پڑی۔۔ اس کے پیر
میں بے تحاشہ درد ہو رہا تھا لیکن وہ گاڑی نہیں رک رہی تھی کچے انجان، اجنبی راستوں
پر گاڑی آگے ہی آگے دوڑتی جا رہی تھی۔۔

شام چار بجے تک جب امل کی واپسی نہ ہوئی تو بی جان نے پریشانی سے دروازے کی آگے
ٹھلنا شروع کر دیا۔ وہ تو ویسے بھی دیر ہونے پر بہت پریشان ہو جایا کرتی تھیں۔ اور یہاں
تو امل نے انہیں فون کر کے بھی نہیں بتایا تھا کہ وہ بخیریت پہنچ گئی ہے۔ کچھ تھا جو
بی جان کو بہت زیادہ بے چین کر رہا تھا۔ یکدم لائونج میں رکھے فون کی گھنٹی بجی تو انہوں
نے جلدی سے آگے بڑھ کر فون اٹھایا۔۔ اور آگے سے جو سامیہ نے کہا اس پر بی جان
کے ہاتھ سے فون یکدم چھوٹ کر گرا تھا۔۔

زمان جو اسی وقت زینوں سے اتر رہے تھے زمانی کے ہاتھ سے چھوٹتا فون دیکھ کر چونکے۔۔

"کیا ہوا ہے زمانی۔۔؟"

بی جان نے اپنا سفید چہرہ اور کانپتا وجود ان کی جانب پھیرا تو وہ گھبرا کر نیچے اترے۔۔
انہیں دونوں کندھو سے تھام کر ٹھیک سے کھڑا کیا۔۔

"کیا ہوا ہے زمانی۔۔؟ کس کا فون تھا۔۔؟"

زز۔۔ زمان۔۔ سامیہ کا فون تھا۔۔ وہ کہہ رہی تھی کہ امل اس کے گھر نہیں پہنچی۔۔"
"وہ دوپہر سے اس کا انتظار کر رہی ہے۔۔"

ان کے ہاتھ پیر کانپ رہے تھے اور دل بے حد تیزی کے ساتھ دھڑک رہا تھا۔ ایک جما
پینے والا خوف تھا جس نے زمان کو پل بھر کے لیے شل سا کر دیا۔۔

”!!کیا۔۔؟“

انہوں نے آگے بڑھ کر فون اٹھایا لیکن شاید لائن ڈسکنکٹ ہو گئی تھی۔ جلدی سے
موبائل نکال کر انہوں نے ڈرائیور کو فون کیا لیکن اس کا فون بند تھا۔ اب تو ان کے اپنے
ہاتھ پیر بھی کانپنے لگے تھے۔ یکدم وہ باہر کی جانب بڑھے تو زمانی نے دھڑا دھڑ بختیار کے
کمرے کا دروازہ بجایا۔۔ نثار تو امینہ کے ساتھ شہر گیا ہوا تھا اور شازیہ صبح ہی سے نگار
کے پاس تھی۔۔ اس وقت گھر میں چند ملازمین کے علاوہ صرف بختیار ہی تھا۔۔

ان کے ایسے دروازہ بجانے پر وہ گھبرا کر باہر نکلا تو بی جان کے کانپتے وجود کو بے اختیار
سنجھالا۔۔

”کیا ہوا ہے بی جان --؟ کیا ہو گیا ہے --؟“

بختیار امل -- امل سامیہ کے گھر نہیں پہنچی -- وہ دوپہر سے غائب ہے بختیار -- میری --
”امل ٹھیک نہیں ہے --“

بختیار نے بے یقینی سے انہیں دیکھا اور پھر ماؤف ہوتے ذہن کے ساتھ انہیں لا کر
صوفے پر بٹھایا۔ بی جان کی حالت بہت خراب ہو رہی تھی --

کچھ سمجھ نہ آنے پر وہ بھی باہر کی جانب دوڑا تھا -- سفید حویلی کے در و دیوار تک میں
خوف کی سنسناہٹ محسوس کی جاسکتی تھی --

نواز آج ایک بار پھر اسپتال کے کاریڈور میں تیزی سے بھاگ رہا تھا۔ لیکن اس بار اس کے چہرے پر خوف سے ہوائیاں اڑ رہی تھیں اور سانس بے طرح پھولا ہوا تھا۔ اس نے دھاڑ سے اس کے روم کا دروازہ کھولا تو وہ جو بیڈ پر بیٹھا ہوا اپنا موبائل چارجر سے اٹیچ کر رہا تھا، یکدم چونک کر سر اٹھایا۔

دروازے میں ہانپتے کانپتے نواز کو دیکھ کر اس کے ماتھے پر بل پڑے تھے۔

”کیا ہوا ہے نواز۔۔؟“

اس نے وہیں سے بیٹھے بیٹھے پوچھا تھا۔ اس کے ہاتھ میں سوئیاں اب تک لگی تھیں۔۔۔ نواز دروازہ بند کرتا اندر آیا اور پھر ہزیانی سے پھولے سانس کو بحال کرنے لگا۔۔۔ اسے ولی کو بتانا ہی تھا۔ کیونکہ ایک ولی ہی تھا جو امل کو ڈھونڈ سکتا تھا۔۔۔ ہاں ایک وہی تو یہ کام کر سکتا تھا۔۔۔

”میں کچھ پوچھ رہا ہوں نواز۔۔“

اس نے بلند آواز سے ڈانٹا تو وہ بے اختیار اس کے قریب آیا۔ اس نے موبائل سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور اب کہ پوری طرح اس کی جانب گھوما۔۔

”اے بی بی۔۔ اغواء ہوگئی ہیں ولی سر۔۔“

کمرے میں ایک پل کو سناٹا چھا گیا تھا۔ ولی کے لب بے یقینی سے وا تھے اور ایک سیکنڈ کو اس کا وجود شل سا ہو گیا تھا۔ سائیں سائیں چہرہ لیئے وہ اگلے چند لمحوں کے لیئے نواز کو دیکھے گیا اور پھر ایک دم ہاتھ سے سونیاں نوچتا اٹھا۔ نواز نے تحیر سے اسے دیکھا تھا۔۔

”آپ۔۔ آپ کہاں جارہے ہیں۔۔؟“

دروازے پر کھڑے رہو۔ کسی کو اندر آنے نہیں دینا۔ میں چیلنج کر کے آتا ہوں اور ہاں ”
”اپنی گاڑی کی چابی دو مجھے تم۔۔“

اس نے صوفے پر رکھے شاپنگ بیگزمیں سے ایک جھپٹا اور یکدم واش روم کی جانب
بھاگا۔ اسپتال کا گاؤن بدل کر اس نے اصغر کے لائے کپڑوں میں سے ایک جینز، سیاہ
ٹی شرٹ پر سیاہ ہی جیکٹ پہنی اور باہر نکلا۔۔ موبائل چارجر سے کھینچا اور جیسے ہی باہر
کی جانب بڑھنے لگا ایک پل کو رک گیا۔۔

نواز بھی اس کے ساتھ ہی باہر نکلنے لگا تھا اسے رکتا دیکھ کر خود بھی رک گیا۔۔

”اپنا مفلر دو مجھے نواز۔۔“

نواز کے گلے میں ہمیشہ ایک خاص قسم کا سیاہ مفلر ہوا کرتا تھا۔ اس نے جلدی سے اپنی گردن سے مفلر اتار کر اسے دیا۔۔

باہر نکل کر کھڑے ہو جاؤ۔۔ دیکھو کوئی اس طرف نہ آنے پائے اور ہاں میں جیسے ہی "باہر نکلوں فوراً میرے ساتھ تم بھی نکلنا۔"

اس نے مفلر کو چہرے کے گرد لپیٹا ایسے کہ آنکھوں کے نیچے سے اس نے اپنا سارا چہرہ ڈھک لیا تھا۔ کمزوری کے باعث بے ساختہ اسے چکر آئے تھے۔ سر کے پچھلے حصے میں ذہنی دباؤ کے باعث اٹھتا ایک خوفناک درد اور کندھے کے زخم میں بے تحاشہ اٹھتی درد کی ٹیسیں۔۔ سارا ہاسپٹل اس کے سر پر گول گول گھومنے لگا تھا۔ اس نے پرواہ کیے

بغیر قدم باہر کی جانب بڑھائے۔ بھگنے سے اس کے پیٹ پر آئے زخم میں شدید کھنچاؤ
ہونے لگا تھا۔ تکلیف سی تکلیف تھی۔۔ اذیت سی اذیت تھی۔

نواز بھی اس کے ساتھ ساتھ بھاگ رہا تھا۔ دفعتاً اس کے ساتھ سے اصغر گزرا تھا۔ ولی
نے اسے نہیں دیکھا لیکن اس نے ولی کو دیکھ لیا تھا اور اس مفلر میں بھی وہ اس کی
آنکھوں کو پہچان گیا تھا۔ اسے ایسے دوڑتے ہوئے دیکھ کر اسے جھٹکا لگا اور جتنی دیر میں
وہ اسے آواز دیتا مرّا وہ اسپتال کا کاریڈور پار کر چکا تھا۔ اس نے بھی اس کے پیچھے اپنے
قدم پھیرے۔۔

وہ اور نواز گاڑی میں بیٹھ کر گاڑی زن سے آگے لے گئے تو اصغر بھی اپنی کار کی جانب آیا
اور اسی تیزی کے ساتھ گاڑی ان کے پیچھے دوڑائی۔۔

آپ نے یکدم ظفر کو کیوں انکار کر دیا ہاشم سرکار۔۔؟ سردار پور والا ڈیرہ تو راجا نے ”
بالکل تیار رکھا ہوا تھا۔۔“

شہیر کی بات سن کر نیم تاریکی میں آفس کی کرسی پر جھولتا ہاشم مسکرایا تھا۔۔

”گیم چیلنج شہیر۔۔ پہلے میں ولی کو صرف اذیت دینا چاہتا تھا لیکن اب۔۔“

اس کے چہرے کی مسکراہٹ دیکھ کر شہیر کی ریڑھ کی ہڈی سنسناتا ٹھی تھی۔۔

اب میں اسے اس لڑکی کی لاش دکھا کر پاگل کرنا چاہتا ہوں۔ میں اسے ذہنی مریض بنانا
چاہتا ہوں شہیر۔ اور تم دیکھنا۔۔ ایک دن وہ انتقام انتقام کھیلتا کسی پاگل خانے کے
”مناریک سیل میں ہوگا۔۔“

"گاڑی تیز چلاؤ نواز۔۔"

وہ اس پر دھاڑا تو نواز کے پاؤں کا دباؤ ایکسپریٹر پر بڑھ گیا۔ ولی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اسے کیسے ڈھونڈے گا۔۔؟ پولیس۔۔ اسے پولیس کی مدد چاہیے تھے لیکن اگر اس سب میں پولیس انوالو ہو جاتی تو اہل کی بدنامی یقینی تھی۔۔ نہیں۔۔ وہ اسے لوگوں کے ظالم سوالوں کے حوالے نہیں کر سکتا تھا۔۔ اسے کچھ اور سوچنا تھا۔۔ جلد از جلد کچھ سوچنا تھا۔۔ کندھے میں تکلیف برداشت سے باہر ہونے لگی تھی۔ اس کے ہونٹ تکلیف سے سفید پڑنے لگے۔ سر چکرانے لگا مگر ابھی اسے خود کو گرنے نہیں دینا تھا۔۔ دھندلی ہوتی بصارت اور سر کے اندر اٹھتے درد سے اس کا ذہن ماؤف ہوا جا رہا تھا۔۔ ان کی کار کے عین پیچھے اپنی گاڑی دوڑانا اصغر یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ ولی۔۔۔ اور وہ بھی اتنی جلدی میں کہاں جا رہا ہے۔۔ اس نے بھی ان کی رفتار کے ساتھ خود کی رفتار بڑھا دی تھی۔۔

سرک پر تیزی سے دوڑتی دو گاڑیاں آگے پیچھے تھیں۔ حویلی میں موت کا سا سناٹا تھا۔
زمان اور بختیار کو کچھ سمجھائی نہ دیتا تھا کہ کیا۔۔ کیا جانا چاہیے اور کیا نہیں۔۔ لیکن انہوں
سب نوکروں کو سرونٹ کوارٹر بھیج دیا تھا اور زمانی سے کہا تھا کہ کسی سے اس بارے
میں تذکرہ نہ کریں۔ وہ پہلے اپنی سی کوششیں کر کے اسے ڈھونڈیں گے اور اگر وہ نہ ملی
تو۔۔ ہاں پھر انہیں پولیس میں رپورٹ کروانی ہی ہوگی۔۔

یکدم زمان کا فون بجا۔ انہوں فون کان سے لگایا تو دوسری جانب ولی کی آواز سن کر بے
ساختہ اٹھ کھڑے ہوئے۔۔

سردار بابا پولیس میں رپورٹ مت کروائیے گا اور گھر کے ملازمین کو بھی اپنے اپنے گھروں کو
"بھیج دیں۔ میں لا رہا ہوں اہل بی بی کو۔۔ کچھ نہیں ہوگا وہ مل جائیں گی ہمیں۔۔"

”لیکن ولی تم۔۔“

کال کٹ گئی۔۔ ولی بہت جلدی میں تھا۔۔ ولی کا نام سن کر بی جان اور بختیار بھی اٹھ
کھڑے ہوئے تھے۔ سردار بابا نے انہیں دیکھا اور پھر صبر کا دامن تھام کر چکر کٹنے
لگے۔۔ انہیں ولی پر بھروسہ کرنا ہی تھا۔۔ کیونکہ وہ جانتے تھے۔۔ کہ اگر کوئی اہل کو لاسکتا
تھا تو وہ ولی ہی تھا۔۔

”گاڑی ڈیرے کی جانب موڑو نواز۔۔ جلدی کرو“

اس نے تیزی سے کہا تو نواز نے اسی تیزی کے ساتھ گاڑی کچے راستوں کے جانب پھیری۔ اس نے آگے بڑھ کر ڈیش بورڈ سے بلیو ٹوتھ لیا اور اسے کان میں جمایا۔۔

"محسن۔۔ کہاں ہو اس وقت تم۔۔؟"

"میں ابھی ابھی سپر مارکیٹ آیا ہوں۔ کچھ سامان خریدنا تھا۔۔ خیریت۔۔؟"

دوسری جانب جیسے وہ اس کی پریشان آواز سن کر الرٹ ہوا تھا۔۔

"فوراً ڈیرے پر پہنچو محسن۔ فوراً۔۔ ایک بہت بڑا مسئلہ کھڑا ہو گیا ہے۔۔۔"

محسن نے آدھی ادھوری چیزیں چھوڑیں اور باہر کی جانب بھاگا۔ گاڑی میں بیٹھ کر ایگنیشن میں چابی گھما کر اس نے گاڑی تیزی سے موڑی تھی۔ اس قطار میں ایک تیسری گاڑی بھی شامل ہو گئی تھی۔ سب سے آگے ولی اور نواز تھے۔ ان سے کچھ پیچھے اصغر اور محسن جو قریب ہی ایک سپر مارکیٹ میں کھڑا چیزیں خرید رہا تھا وہ بھی اب ان دو گاڑیوں کے پیچھے تھا۔۔

"سر آپ کی طبیعت۔۔"

"نواز میں نے کہا گاڑی تیز چلاؤ۔۔"

وہ اس پر ایک بار پھر چلایا تھا۔ راستہ تھا کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ اب کے اس نے گاڑی کی رفتار بہت تیز کر دی تھی۔ کچھ دیر پہلے ہی اس کی بات حسن سے

ہوئی تھی۔ انہوں نے اپنے تعلقات کا استعمال کرتے ہوئے گاؤں سے شہر کو جاتے راستوں پر ناکہ بندی کروادی تھی۔ جس کے باعث نہ تو کوئی بغیر چیکنگ کے اندر جا سکتا تھا اور نہ ہی گاؤں سے باہر نکل سکتا تھا۔۔ ایک تسلی تو اسے ہوگئی تھی کہ وہ اب گاؤں سے باہر نہیں نکل سکیں گے۔۔ جہاں بھی ہونگے وہ گاؤں کے اندر ہی ہونگے۔۔ اور گاؤں کے اندر وہ انہیں ڈھونڈ سکتا تھا۔۔

آدھے گھنٹے بعد ڈیرہ آگیا تھا۔ اس نے تیزی سے قدم اندر کی جانب بڑھائے۔ کام کرتے لوگوں نے حیرت سے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔۔ وہ کہیں سے بھی ولی نہیں لگ رہا تھا۔ چہرے پر چڑھا نقاب، بکھرے بال، عجیب حال حلیہ۔۔

نواز نے اندر آتے ہی سب کسانوں اور ملازمین کو اپنے اپنے گھروں کو لوٹنے کو کہا۔۔ پتہ نہیں اس نے انہیں کیسے مطمئن کیا ولی نہیں جانتا تھا لیکن لگے پانچ منٹ میں ڈیرہ خالی پڑا تھا۔۔ اسی پہر باہر گاڑی رکنے کی آواز آئی۔۔ اصغر تیزی سے اندر بھاگا۔۔ اسی کے پیچھے محسن بھی دوڑتا آ رہا تھا۔۔

ولی نے چہرے سے مفلر کونیچے کیا اور پھر تیزی کے ساتھ انسپیکٹر عبید کے بیٹے عدیل کو فون کرنے لگا۔۔ وہ اس وقت تھانے کا اے ایس پی تھا اور ولی سے اس کی عبید کی وجہ سے اچھی سلام دعا تھی۔۔

بے چینی سے ہونٹ کاٹتا وہ دائیں سے بائیں چکر لگاتا دوسری طرف کو جاتا فون سننے لگا تھا۔۔

"خیریت ولی۔۔ کیسے فون کیا آج۔۔؟"

"لباس میں کچھ پولیس فورس چاہیئے۔۔ civil عدیل مجھے"

عدیل اس کا دوست تھا یا نہیں لیکن اس نے اس کے چند ایک کام کر رکھے تھے تاکہ بعد میں وہ اس کے کام کر سکے۔ اس نے احسان اس لیے کیا تھا تاکہ اسے احسان کا بدلہ واپس احسان ہی کی صورت میں دیا جائے۔۔ یہی اس کا قانون تھا۔ یہی اس کا اصول تھا۔۔

"خیریت ہے ناں۔۔؟"

دوسری جانب موجود عدیل اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اس نے ہاتھ میں پکڑے سرچ وارنٹ پر نگاہ دوڑائی اور مزید اہلکاروں کو اشارہ کرتا باہر کی جانب بڑھا۔ ادھر اس کے آفس میں داخل ہوتا اصغر اپنی جگہ پر ہی ٹھہر گیا تھا۔۔ اس کے پیچھے آتا محسن بھی رک سا گیا۔۔

"!شیخ زمان کی بیٹی اغواء ہوگئی ہے عدیل۔۔"

عدیل ایک جھٹکے سے رکا۔۔ آنکھوں میں بے یقینی اتری۔۔ اصغر نے بے ساختہ آنکھیں
میچیں تمھیں۔۔

"شٹ۔۔۔! اور کیا تم بھی وہیں جانے کا سوچ رہے ہو جہاں میں جا رہا ہوں۔۔؟"

اور وردی میں ملبوس بہت سی فورس کھڑی تھی۔ civil پولیس اسٹیشن کے باہر

"تم کہاں جا رہے ہو۔۔؟"

ولی بے طرح چونکا تھا۔۔ عدیل نے سرچ وارنٹ نگاہوں کے سامنے کیا۔۔

ہاشم کے ہیڈ آؤٹس کا سرچ وارنٹ ہے میرے پاس ولی۔ میں پہنچ رہا ہوں پندرہ "
"منٹ میں تم بھی وہاں پہنچو۔۔"

ولی نے اس کی بات پر پریشانی سے تھوک نگلا تھا۔ سارا ڈیرہ اس کے سر پر گھومنے
لگا۔۔ پولیس فورس۔۔ اسے اندازہ تھا کہ سرچ وارنٹ پر پولیس کی بھاری نفری یہ کام
سرا انجام دینے نکلتی تھی۔۔ لیکن اتنی فورس میں سے وہ اہل کو پولیس کی نظروں سے بچا
کر کیسے نکال پائے گا۔۔ یا خدا۔۔

عدیل۔۔ بی بی کو اتنی فورس میں سے بچا کر نکالنا میرے لیے بہت مشکل ہوگا۔ میں "
انہیں بہت عزت کے ساتھ رات کے اندھیرے میں، سب کی نظروں سے بچا کر گھر
"پہنچانا چاہتا ہوں۔۔ یہ مشکل ہو جائے گا۔۔ بہت مشکل ہو جائے گا۔۔"

تم دھیرج رکھو ولی۔۔ وہ صرف تمہارے سردار بابا نہیں ہیں۔ ہم نے بھی غلامی اختیار"
کی ہے ان کی۔ تم پہنچو وہاں۔۔ انہیں کوئی دیکھ کر بھی نہیں دیکھے گا۔ میں ہوں ان کا
"ہیڈ۔۔ میرے آگے کوئی پر نہیں مار سکتا۔۔"

"میں بس پہنچ رہا ہوں۔۔"

دوسری جانب عدیل نے فون رکھا اور پھر گہرا سانس لیا۔۔

"آج آیا ہے اونٹ سہی معنوں میں پہاڑ کے نیچے۔۔ خیر منائو ہاشم حسین۔۔"

بڑبڑا کر اب وہ اپنی جیب کی جانب بڑھ رہا تھا۔۔ ولی جیسے ہی فون کان سے ہٹا کر پلٹا
اصغر کو دیکھ کر چونک گیا۔ اصغر آگے بڑھا۔۔ اسے دونوں ہاتھوں سے تھاما اور اس کے
آنکھوں میں دیکھا۔۔ اس کی آنکھیں بے حد سرخ ہو رہی تھیں، کندھے میں اٹھتے درد سے
ہونٹ سفید پڑنے لگے تھے اور خوف زدہ خیالات سے اس کا سانس خشک ہوا جا رہا تھا۔۔
اسے اس وقت ان لفظوں کی بہت ضرورت تھی۔۔ بہت زیادہ۔۔

"ہم۔۔ انہیں۔۔ ڈھونڈ لیں گے ولی۔ یقین کرو ہم انہیں ڈھونڈ لیں گے۔۔"

اس نے بمشکل اثبات میں سر ہلایا اور پھر محسن کی جانب متوجہ ہوا۔

گاؤں میں موجود ہمارے جتنے بھی دوست ہیں، انہیں فوراً ڈیرے پر آنے کا کہو محسن۔"

"کوئی۔"

"تم کیا کرنا چاہتے ہو ولی۔۔؟"

اصغر نے اسے سنجیدگی سے دیکھتے پوچھا تو وہ چند پل گہرے گہرے سانس لے کر خود کو نارمل کرنے لگا۔ اس کا سانس دھونکنی کی مانند چل رہا تھا۔ لگتا تھا کوئی روح سلب کر رہا ہے۔۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کافی حد تک خود پر قابو پانے کے بعد آنکھیں کھولیں تو اصغر، نواز اور محسن کے فکر مند سے چہرے سامنے آئے۔۔

میں اس کے ہر خفیہ ڈیرے پر پولیس کے ساتھ مل کر چھاپے مارونگا اصغر۔۔ کیونکہ "

مجھے پتہ ہے کہ وہ گاؤں سے باہر نہیں گیا ہوگا۔ دوسری اور سب سے حوصلہ کن بات

یہ ہے کہ آج ہی عدیل کو اس کے ہیڈ آؤٹس چھان مارنے کا سرچ وارنٹ ملا ہے۔
جس کے باعث ہمارا آدھا کام تو آسان ہو گیا۔ رہا ہاشم۔۔ تو وہ کبھی بھی اتنی جلدی
گائوں سے باہر جانے کا فیصلہ نہیں کیا کرتا کیونکہ وہ شہری فضا سے مانوس نہیں ہے۔
"وہ جس جگہ کا عادی ہے صرف انہی جگہوں پر جرم کرتا یا پھر کرواتا ہے۔"

اس نے پھولتی سانسوں کے درمیان کہا تھا۔ کندھے کا درد تھا کہ کمر کو چیرتا اب پورے
جسم میں سرایت کرنے لگا تھا۔

"اچھا۔۔ پھر...؟"

اصغر نے سمجھ کر سر ہلایا تھا۔۔

لیکن ہمیں بہت سے آدمی چاہیئں اس کام کے لئے جو کہ پولیس فورس کی بدولت " ہمیں مل رہے ہیں۔۔ ہم ایک ایک کر کے اس کے ڈیرے پر دھاوا نہیں بولیں گے بلکہ ایک ساتھ۔۔ ایک ہی وقت میں ہمیں سب ہیڈ آؤٹس کو نشانے پر رکھنا ہوگا۔ اگر "ہم نے ایسا نہیں کیا تو وہ ہمیں چکر دے کر کنفیوژ کرتا رہے گا مسلسل۔۔

اس نے کہتے کے ساتھ ہی ٹیبل کی دراز سے نقشہ نکالا اور اسے ٹیبل پر پھیلا دیا۔۔ وہ تینوں اس نقشے پر بیک وقت جھکے تھے۔۔

"یہ دیکھو۔۔ یہاں سے دور لکیر تک۔۔"

اس نے سرخ پتلی سی لکیر پر انگلی رکھ کر انہیں بتایا۔۔

اس لکیر کی سیدھ میں تم لوگ جتنے بھی سرخ نشان دیکھ رہے ہو یہ اس کے ہیڈ"
آؤٹس ہیں۔ یہاں ہی اکثر جرم ہوتے ہیں۔ کڈنیپنگ، ریپ یا پھر اسمگلنگ۔ وہ یہ سب
انہی جگہوں پر کرتا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ انہی پانچ ہیڈ آؤٹس میں سے کسی ایک
"میں وہ امل بی بی کو لے کر گیا ہوگا۔

اس نے کہہ کر ان تینوں کی جانب دیکھا تھا۔۔

"اور اکثر مرڈرز کہاں ہوتے ہیں۔۔۔؟"

اصغر نے ایک دفعہ پھر سے نقشہ دیکھا۔

"!سرنگ میں۔۔"

نواز کے بے ساختہ سے جواب پر وہ تینوں چونکے تھے۔ سُرنگ۔۔ ہاں۔۔ وہ اس سب میں
سُرنگ کو کیسے فراموش کر سکتے تھے۔۔

"ٹھیک۔۔ اس گاؤں میں کتنے ٹل ہے ٹوٹل۔۔؟"

"بس دو۔۔"

نواز کے جواب پر وہ کچھ دیر سوچتی نگاہوں سے نقشے کو دیکھے گیا۔۔ ایک دم ولی کے کہنے
پر اس نے چہرہ اٹھایا تھا۔۔

"کیا تم بھی وہی سوچ رہے ہو جو میں سوچ رہا ہوں اصغر۔۔؟"

"بالکل۔۔"

اس نے بہت کچھ سمجھ کر سر ہلایا تو نواز اور محسن سوالیہ نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھنے لگے۔

سب سے آخری ٹل سے پہلے اس کا ایک ہیڈ آؤٹ ہے جو بے حد سنسان رہتا ہے۔ " وہ یقینی طور پر بی بی کو یہیں لے کر گیا ہوگا۔ کیونکہ اس کے آگے سرنگ ہے اور اس سرنگ کا راستہ گاؤں سے باہر کو جاتا ہے۔ جہاں تک میں اس کی سائیگی سمجھ پایا ہوں، وہ جرم کو اچھے سے کر تو لیتا ہے مگر وہ اسے کور اپ کرنے پر زیادہ توجہ نہیں دیا کرتا۔

ان جیسے لوگ۔۔ جو طاقت اور پیسے کے عادی ہوں۔ انہیں ہمیشہ یہی زعم رہتا ہے کہ
"انہیں کوئی پکڑ نہیں سکتا۔ اسی لیے یہ کبھی بھی بارکیوں پر توجہ نہیں دیا کرتے۔۔"

اصغر بولتا جا رہا تھا۔ اسی دوران ولی نے اپنے ٹیبل کی دراز سے چھوٹا سا پستول نکال کر
جیب میں اڑسا۔۔

اسی لیے ہم اسے ایک خاص اسٹریٹیجی کے تحت یہ تاثر دینگے کہ ہم اس کے سارے ہیڈ
آؤٹس کو چھان رہے ہیں سوائے اس ہیڈ آؤٹ کے۔ جس کا مطلب ہوگا کہ ہم ابھی
اس ہیڈ آؤٹ تک بھی پہنچنے والے ہیں۔۔ وہ یہ سب دیکھ کر ایک دم سے پینک
ہو جائے گا۔۔ اور پینک میں حکم دے گا کہ بی بی کو لے کر آگے والے سرنگ سے نکل
جاؤ۔۔ لیکن اس سرنگ کے اندر ہم میں سے کسی کو پہلے سے موجود ہونا ہوگا۔۔ اور
"پولیس سے پہلے ہونا ہوگا۔۔"

"آپ کو لگتا ہے کہ یہ سب آسان ہوگا۔۔؟"

محسن نے اب کے ولی سے پوچھا تھا۔۔

"یہ آسان ہے یا نہیں، میں نہیں جانتا۔۔ لیکن اگر یہ ایسے ہے تو پھر ایسے ہی سہی۔۔"

اس نے کہہ کر قدم باہر کی جانب بڑھائے تو وہ تینوں بھی اس کے ساتھ ہی باہر نکلے۔
سبزہ زار پر ان کے بہت سے جلنے والے "دوست" پہلے سے موجود تھے۔ چند ایک لمحوں
کی بریفنگ پینے کے بعد ولی اور اصغر اپنی اپنی گاڑیوں میں آگے پیچھے تھے اور ان سے پیچھے
ایک قطار تھی گاڑیوں کی جو رواں دواں تھی۔۔

"کیا۔۔!! تم ابھی تک شہر کے لیے نہیں نکلے۔۔! لیکن کیوں۔۔؟"

یہ قریباً کوئی دو بجے کا وقت تھا جب اسے راجا کی کال موصول ہوئی تھی۔ اس نے ہی اسے فرید کی جگہ ایک مہینے کی ڈرائیوری پر بھیجا تھا سفید حویلی۔ تاکہ وہ اس وقت اپنی یہ کارروائی کر سکے۔ لیکن ابھی جو اسے راجا نے کہا تھا وہ اسے حواس باختہ کرنے کے لیے کافی تھا۔

میری گاڑی خراب ہو گئی ہے ہاشم سرکار۔۔ سمجھ ہی نہیں آرہا کہ کیا ہو گیا ہے اسے۔"

ابھی اس لڑکی کو بھی ہوش آنے والا ہے اور پھر میں بھی سڑک کے عین وسط میں

پھنس گیا ہوں۔۔ مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا۔۔ اگر کسی نے دیکھ لیا تو بہت مسئلہ
"ہو جائے گا۔۔"

ابھی کہ ابھی اسے گاؤں کے آخری سرے پر واقع تہہ خانے کی جانب لے کر جاؤ۔۔"
"فوراً۔۔ میں آتا ہوں۔۔ جلدی کرو

وہ اس پر چلایا اور پھر باہر کی جانب بھاگا۔ جس کھیل میں اس نے ہاتھ ڈالا تھا وہ بلاشبہ
موت کا کھیل تھا۔۔ لیکن اگر ولی اسپتال میں تھا تو اسے زیادہ پریشانی نہیں تھی۔۔ یہ
سوچ آتے ہی اس کے تیز قدم یکدم سست پڑ گئے۔۔ کیونکہ اسے صرف وہی پکڑ سکتا
تھا۔ اس کی دشمنی سے صرف وہی واقف تھا۔۔ اور کسی کا تو شک بھی نہیں پڑنا تھا
اس پر۔۔"

سب چیزیں پلان کے مطابق ہی جارہی تھیں۔ اس نے دوبارہ سے فون ملا کر راجا کو حکم دیا کہ وہ اسے آخری سنسان سے پڑے ڈیرے پر لے جائے اور خود گھر چلا آیا۔ بختیار نے اس سے کوئی بات کرنی تھی۔ اور ابھی اس کا جانا بھی ضروری تھا۔ کیونکہ اگر وہ ابھی نہ جاتا تو امل کے قتل کے وقت اس کے غائب ہونے کو ثبوت بنا کر پیش کرنا ولی کے لیے مشکل ہرگز بھی نہیں ہوگا۔۔ اسے جو کرنا ہوگا۔۔ بہت سبھاؤ سے کرنا ہوگا۔۔ ٹھنڈے دماغ سے۔۔

اس نے اپنے مطمئن سے قدم گھر کی جانب پھیرے۔ لیکن ابھی چار بجے موصول ہوئی ایک کال نے اس کا جیسے سانس کھینچ لیا تھا۔۔ ولی احمد کو کسی نے گاؤں میں دیکھ لیا لباس میں ملبوس پولیس اہلکاروں civil تھا اور وہ مستقل اس کے ہر ہیڈ آؤٹس پر کے ساتھ چھاپے مار رہا تھا۔ اس نے بے چینی سے راجا کو کال ملاتے ہوئے گاؤں سے امل کو لے کر نکل جانے کا حکم دیا تو اگلا جواب سن کر اس کے تو گویا چودہ طبق روشن ہو گئے تھے۔

!! پولیس کی بھاری ناکہ بندی اور سخت چکینگ۔۔

اس سارے عرصے میں اس کی پیشانی پر پہلی دفعہ پسینہ چمکا۔۔

تم لوگ کیا کر رہے تھے پھر اتنے وقت سے (گالی)۔۔ اور وہ ولی۔۔ وہ کیسے آیا اسپتال "
"!! سے باہر۔

مغلظات کا ایک طوفان تھا جو اس کے منہ سے ابل پڑا تھا۔

دوسری جانب بے ہوش ہوئی اہل کو بے ساختہ ہوش آیا تھا۔۔ اس نے چونک کر آس
پاس دیکھا۔۔ کمرہ بے حد خاموش پڑا تھا۔۔ سنسان۔۔ اجاڑ۔۔

اس نے ہاتھوں کو ہلانے کوشش کی مگر ناکام رہی۔۔ اس کے ہاتھ کمر پر بہت سختی
کے ساتھ باندھے گئے تھے۔ ایک ہی زاویے پر بیٹھے رہنے کی وجہ سے اس کا پورا جسم گویا
اکڑ گیا تھا۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن ایک زور دار چکر آیا۔۔ وہ بے ساختہ گر

پڑی تھی۔ نگاہ ایک لمحے کو اپنے گلے پر گئی تو دھک سے رہ گئی۔ اس کا دویٹہ غائب تھا۔۔
چار بھی کہیں کمرے میں پھینکی ہوئی تھی۔ وہ ابھی بے یقینی میں خوف سے پھیلیں
آنکھوں سے اپنی حالت دیکھ ہی رہی تھی کہ یکدم کمرے کا دروازہ کھلنے پر بری طرح
چونک کر اس طرف متوجہ ہوئی۔۔

باہر سے ایک درمیانی عمر کا بندہ کمرے میں داخل ہوا تھا۔ وہ پستہ قد سا عجیب مکروہ
آنکھوں والا انسان تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک تیز دھار چھرا تھا اور آہستہ آہستہ چہرے پر
لپچاتی مسکراہٹ لے کر وہ اسی کی جانب بڑھ رہا تھا۔ اس نے خراب ہوتے دل کے
ساتھ اپنی کمر دیوار سے چپکالی تھی۔۔ آنسو لڑھک کر تیزی کے ساتھ رخساروں پر پھسل
رہے تھے۔ قدموں سے جیسے کوئی جان سلب کر رہا تھا۔۔

وہ اگر اس کے سامنے۔۔ عین سامنے پنچوں کے بل بیٹھا۔۔

اس نے اپنا چہرہ بالکل پیچھے کر لیا تھا۔ ٹانگیں سمیٹ کر سینے سے چپکالی تھیں۔ اس
کے سارے وجود پر چینٹیاں رینگنے لگی تھیں۔

اس نے مسکراتے ہوئے اس کی گردن پر تیز دھار چھرے کی نوک رکھی۔۔ اس کی دبی
دبی سی چیخ بہت بے ساختہ تھی۔

شش۔۔ شور کرو گی تو گھاؤ گہرا بھی آسکتا ہے۔ مجھے صرف چند۔۔ بس چند بوندیں "
"چاہیئں تمہارے خون کی بس۔ اس سے زیادہ کی چاہ نہیں ہے۔

"ن۔۔ نہیں۔۔ نہیں۔ اللہ کا واسطے نہیں کرو ایسے۔۔ خدا کے لیے ایسے نہ کرو۔۔"

وہ ہذیانی انداز میں گردن دائیں سے بائیں ہلا رہی تھی۔ لیکن وہ نہیں سن رہا تھا۔۔ اسے
بالوں سے جکڑ کر اس کی ہلتی گردن کو دبوچا تو وہ بے اختیار چیخی۔ پھر اس کی چیخوں کی
پرواہ کیئے بغیر اس نے چھرے کی نوک ہلکے سے اس کی کومل گردن پر رکھ کر دبائی تو

اس کی چیخوں سے سنسان پڑا ڈیرہ لرز گیا۔۔ ایک دو بوندیں گردن سے لڑھک کر اس کے سفید لباس کے گلے کو سرخ کر رہی تھیں۔۔ دفعتاً جوگی کا فون بجا تو وہ چونک کر پیچھے ہٹا۔۔

اہل کی گھٹی گھٹی سی رونے کی آواز سے کمرہ گونجنے لگا تھا۔۔ رگوں میں خوف کی سنسناہٹ سے اس کی آواز ہی دب گئی تھی۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔۔

جی ہاشم سرکار۔؟

ہاشم۔!!۔ ہاشم کا نام سنتے ہی اہل نے بے یقینی سے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔۔ بھگی آنکھوں کے آنسوؤں کے پار کوئی منظر سا ابھرا تھا اس کی نظروں کے سامنے۔۔

ہاشم کو اس سے کوئی (!تم جانتی نہیں کہ میں کیا کیا کر سکتا ہوں تمہارے ساتھ۔۔) مسئلہ نہیں تھا۔۔ اسکی دشمنی تو ولی سے تھی۔ لیکن وہ ولی کی دکھتی رگ تھی۔ وہ اس کی کمزوری تھی۔۔ اور اسی کے ذریعے وہ ولی کو تکلیف دینا چاہتا تھا۔۔ انکشافات کا ایک پہاڑ اس پر ٹوٹا تو اس کے اعصاب جھنجھٹا اٹھے۔۔ پیروں سے چڑھتا خوف اس کے سارے جسم کو جمانے لگا تھا۔۔

"کیا۔۔!! لیکن۔۔ لیکن ابھی تو کام نہیں ہوا ہے سرکار۔"

جوگی نے ایک نظر رک کر اسے دیکھا۔۔ وہ گردن پوری اٹھائے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"جی۔۔ جی سرکار جیسا حکم آپ کا۔۔"

اس نے اسے بازو سے دبوچ کر اٹھایا اور اپنے ساتھ باہر گھسیٹنے لگا۔

"مجھے جانے دو۔۔ خدا کے لیے مجھے میرے گھر جانے دو۔۔"

وہ روتے ہوئے مسلسل اس سے یہی التجا کر رہی تھی لیکن وہ سختی سے اس کا بازو پکڑے اسے اپنے ساتھ گھسیٹتا جا رہا تھا۔ اس کے ننگے پیروں میں بہت سے باریک پتھر گھسے۔۔ ہاتھوں کی نازک کلائیاں مسلسل سخت رسی سے رگڑنے کے باعث زخمی ہونے لگی تھیں۔۔۔ گردن سے بہتی خون کی پتلی سی لکیر اپنا نشان اب تک قائم کیے ہوئے تھی۔

ولی بے چینی سے پولیس اہلکاروں کے ساتھ مل کر اسے ہیڈ آؤٹ میں بنے ہر کمرے
میں تلاش کر رہا تھا لیکن وہ نہیں تھی۔۔ کہیں نہیں تھی۔۔ خدایا وہ کیا کرے۔۔ یا اللہ
وہ کیا کرے۔۔

بی جان نے آنسوؤں سے بھیکا چہرہ رب کی بارگاہ میں جھکایا تو کئی آنسو لڑھک کر جائے
نماز میں جذب ہو گئے۔ سفید تویلی دم سادھے کھڑی تھی۔۔
زمان سفید وجود لیئے شل ہوتے پیروں کے ساتھ داخلی دروازے کے سامنے ٹھل رہے
تھے۔۔ ان کا دل ہر ہر آن لرز رہا تھا۔۔

پچھلے چاروں تہہ خانوں میں سے کہیں پر بھی اس کا سراغ نہیں ملا تھا۔ آخری ہیڈ
آؤٹ کے اندر لڑکوں کے ایک پیلے کے ساتھ گھستے اس کے پیر خوف سے کانپ رہے
تھے۔ ایک جگہ گھٹنوں کے بل جھک کر اس نے اپنا رکتا سانس بحال کیا۔ اسے سانس

لینے میں دشواری ہونے لگی تھی۔ ہر جانب سے ایک ہی جواب آرہا تھا کہ وہ نہیں
تھی۔۔ اسے یہیں ہونا چاہیئے تھا۔۔ انہی کمروں میں سے کسی ایک کمرے میں۔ اس نے
ایک بار پھر اندر کی جانب دوڑ لگائی۔۔ سیڑیاں تیزی سے پھلانگتے وہ خود سے شاید کچھ
بڑا بڑا بھی رہا تھا۔۔ شاید یہ کہ وہ اسے ڈھونڈ لے گا۔۔ وہ اسے کچھ نہیں ہونے دے
گا۔۔ ہاں۔۔ ایسا ہی ہوگا۔

ہر کمرے کا دروازہ کھول کر دیکھتے اس کی امیدیں دم توڑنے لگی تھیں۔۔ اسے لگا اس
نے اہل کو کھو دیا۔ اس نے اسے کھو دیا تھا۔۔ اس کے ہاتھ سے خون کی بوندیں ٹپکنے
لگیں۔۔ شاید اس کا زخم کھل گیا تھا۔۔ تکلیف سے رگوں میں ٹوٹے کانچ بکھرنے لگے۔۔

"کہیں پر بھی نہیں ہیں ولی سر وہ۔۔"

کان میں جمے آ لے میں کسی اہلکار کی آواز گونجی تو اس کی سرخ آنکھوں کے سامنے دھند
چھانے لگی۔ سب دھول بنتا جا رہا تھا۔۔۔ سب کچھ۔۔۔

"ڈھونڈو۔۔۔ وہ یہی کہیں ہونگی۔۔۔ انہیں یہی کہیں ہونا چاہیئے۔۔۔"

اس نے کانپتی آواز میں کہا تھا۔۔۔ اہلکار ہر جانب آگے پیچھے دوڑ کر اسے تلاش کر رہے
تھے۔ اس نے اپنے قدموں کا رخ اوپر کی جانب موڑا پھر تیزی سے بھاگ کر اپنے عبور
کیئے۔ کندھے کی تکلیف کے باعث اس کی بصارت بار بار دھندلا رہی تھی۔۔۔ اس نے
بھاگ کر سبزہ زار پار کیا اور سیاہ پڑتی سرنگ کی جانب بھاگا۔ گاؤں کے آخری سرے پر
لوگوں کی موجودگی نہ ہونے کے برابر تھی۔۔۔

میں تمہیں حکم دیتا ہوں جوگی۔۔ کہ اسے ابھی کہ ابھی اس سرنگ میں لے جا کر قتل"
"اگر دو۔۔ ہم اسے زندہ رکھنے کا رسک نہیں لے سکتے۔۔

"جیسا حکم سرکار۔۔"

جوگی نے فون رکھ کر امل کو سرنگ کی دیوار سے لگایا اسی پل ایک زوردار گرج ہوئی
تھی۔۔ آسمان سے تڑاتڑ بارش برسنے لگی۔۔ ایک لرزہ خیز گرگڑاہٹ ابھری۔۔ لگتا تھا
آسمان سر پر آگرے گا۔۔ بارشوں میں قتل کی چاہ کا قاتل ایک لمحے کو بے رحمی سے
مسکرایا تھا۔۔ پھر اپنا تیز دھار چمکتا چھرا عجیب سی آواز کے ساتھ خول سے نکالا۔۔
مغرب گہری ہوتی جا رہی تھی۔ سارا گاؤں نم سی سیاہی میں ڈوبنے لگا تھا۔ سب کچھ
اندھیر ہوتا جا رہا تھا۔۔ سب کچھ۔۔ اس کے تیز قدم تاریک سرنگ کی جانب تھے۔

"نہیں۔۔ نہیں خدا کے لیے نہیں۔۔"

امل زور زور سے چلا رہی تھی۔ باہر سے اندر کی جانب آتا ولی گویا اس کی آواز پر ساکت ہوا تھا۔۔ ہاں یہ امل ہی کی آواز تھی۔۔ وہ اس آواز کو پہچانتا تھا۔۔ وہ اندر کی جانب بھاگا۔۔

جوگی نے تیز دھار چھرا ایک پل کو پوری قوت سے پیچھے کیا اور پھر امل نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ اب وہ مرنے والی ہے۔۔ موت یقینی تھی۔۔ موت سر پر کھڑی تھی۔۔ ابھی جوگی کا ہاتھ اس سے چند ہی انچ دور تھا کہ اس نے گن فائر ہونے کی آواز سنی۔۔ جوگی کے ہاتھ سے چھرا دور جاگرا تھا۔۔

امل نے چونک کر آنکھیں کھولیں۔ ایک پل کو سرنگ کے داخلی راستے کی جانب دیکھا۔ ہاں وہاں وہ کھڑا تھا۔۔ جسے پہچاننے کے لیے اسے کسی روشنی کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔۔ جوگی کی دھڑاں چخ بے ساختہ تھی۔ گولی اس کے بازو پر لگی تھی۔ اور وہ ایک

ہاتھ سے زخمی بازو کو دبانا بچے کو جھکا تھا۔ ولی تیزی سے آگے بڑھا لیکن وہ اہل کی جانب
بڑھنے کے بجائے جوگی پر جھپٹا۔۔ اس نے اسکے جھکے چہرے پر پوری قوت سے گھٹنا
مارا۔۔ اس کا سر بے اختیار اوپر کو اٹھا تھا۔۔ اس نے اس کے سینے پر لات ماری تو وہ
پیچھے کی جانب گرتا ہوا سرنگ کی دیوار سے جا لگا۔۔

اہل سانس روکے بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ کسی جنونی انسان کی طرح آگے
والے کو مار رہا تھا۔

"!!! ہاتھ کیسے لگایا بی بی کو۔۔"

وہ اب اس کا سر مسلسل دیوار پہ مار رہا تھا۔ جوگی نے بھی مڑ کر اس کے جھڑے پر مکا
مارا تو وہ لمحے بھر کو پیچھے ہٹا۔ اسی وقت اصغر سرنگ کے اندر داخل ہوا۔۔ اس نے آگے
بڑھ کر اہل کے ہاتھوں کو رسیوں سے آزاد کیا۔۔

"!!بی بی کو ہاتھ کیسے لگایا۔۔ کیسے ہاتھ لگایا۔۔"

وہ ایک ہی بات دہراتا اب کے اسے زمین پر لٹائے اس پر بیٹھا اسکے چہرے پر مکے مار رہا تھا۔ جوگی زخمی ہو کر ہوش کھونے لگا۔۔ بارش اسی تیزی کے ساتھ تڑا تڑ برسنے لگی تھی۔۔

"ولی وہ مرجائے گا۔۔"

اہل چلائی تو اسے جیسے ہوش آیا۔۔ اصغر بھی خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔ اس نے ولی کو نہیں روکا۔ اچھا ہوتا وہ اپنی فرسٹریشن نکال لیتا۔۔

اس نے اٹھ کر اسے زوردار ٹھوکر ماری اور پھر آستین سے ہونٹ کا خون صاف کرتا امل کی جانب مڑا۔ اسے یوں اس طرح زخمی دیکھ کر اس نے تکلیف سے آنکھیں ایک پل کو بند کر لی تھیں۔۔۔ پھر تیزی سے آگے بڑھ کر اس نے اپنی جیکٹ اتاری اور اس کے کندھوں پر ڈال دی۔ امل کی نگاہ بے اختیار اس کے بازو پر پڑی۔۔۔ خون کی لکیریں اس کے پورے ہاتھ پر پھیلی ہوئی تھیں۔ اس کا زخم کھل گیا تھا اور اب تکلیف سے اس کے ہونٹ سفید پڑنے لگے تھے۔ اسی پل بہت سے پولیس اہلکاروں کی آوازیں آئیں۔۔۔ وہ شاید سرنگ کی جانب بڑھ رہے تھے۔۔۔

ولی۔۔۔ آگے نواز آرہا ہے سرنگ کے اس پار۔ تم جاؤ بی بی کو لے کر۔ میں یہاں پر یہ " سب میں سنبھالتا ہوں۔ کوئیک۔۔۔ ابھی رات نہیں ہوئی۔۔۔ بی بی کو گھر چھوڑ دو۔ سب "ٹھیک ہے۔۔۔ انڈر کنٹرولڈ ہے۔۔۔"

اس نے اہل کو ساتھ لیا اور پھر تیزی کے ساتھ سرنگ سے باہر نکلا۔ باہر نواز کی گاڑی کھڑی تھی۔ اس نے اہل کو پیچھے بٹھایا۔۔ نواز گاڑی سے باہر نکل کر سرنگ کی جانب بڑھ گیا تھا۔۔ اس نے فرنٹ سیٹ سنبھالی اور پھر گاڑی کو تیزی سے آگے بڑھایا۔۔ پیچھے ایک نامعلوم سا شور اٹھا تھا۔۔ ایک ایسا شور جو بہت سے انسانوں کے جمع ہو جانے پر اٹھا کرتا تھا۔۔

اس نے نگاہ اٹھا کر سن سی بیٹھی اہل کو شیشے میں دیکھا اور پھر سکون کا سانس لیتا گاڑی کو تیزی سے دوڑانے لگا۔۔

ایک اذیت ختم ہوئی تھی۔۔

ایک سفر تمام ہوا تھا۔۔

اپنے کمرے میں بے چینی سے ٹہلتا ہاشم بار بار پسینے سے تر ہوتی پیشانی کو چھو رہا تھا۔۔
اس کے سارے کھاتے کھل گئے تھے۔۔ ڈیروں کی چھان بین اتنی اچانک اور اتنی تیزی
سے ہوئی تھی کہ اس کا بس نہ چلتا تھا سب کی گردنیں کچل کر رکھ دے۔ ابھی بھی
اہلکاروں کا ایک سیلاب تھا جو اس کے ہیڈ آؤٹس کے باہر کھڑا تھا۔۔
یکدم فون بجا تو اس نے آستین سے پسینہ صاف کرتے کال رسیو کی۔

سرکار وہ لڑکی۔۔ ولی اسے نکال لے گیا ہے۔ اور جوگی کو پولیس نے گرفتار کر لیا"
"ہے۔۔"

"کیا بکو اس ہے یہ۔۔"

وہ چیخا تھا۔ چہرہ طیش سے سیاہ پڑنے لگا۔۔ جیسے کسی شیطان کا سیاہ پڑ جانا ہے۔۔ اور پھر دھیرے دھیرے اس کا وجود اسی غصے کی حدت سے پگھل کر ختم ہو جایا کرتا ہے۔۔ اس کا جسم بھی جیسے کسی آگ میں دہک رہا تھا۔۔ وہ اسے نکال لے گیا۔۔ وہ اسے بچا لے گیا۔۔ وہ ہمیشہ اس سے ایک ہاتھ آگے ہوا کرتا تھا۔۔ ہمیشہ اسے اس سے مات کھانی پڑتی تھی۔۔ آخر کیا تھا یہ ولی احمد۔۔ کون تھا یہ ولی احمد۔۔!! اس نے طیش میں آکر موبائل زور سے دیوار پر دے مارا۔۔ اس کے پرزے الگ الگ ہو کر یہاں وہاں بکھر گئے تھے مگر ہاشم۔۔ اسے سکون نصیب نہیں ہو رہا تھا۔۔ ایک بار پھر سے اسے اپنے ہاتھوں پر کچھ محسوس ہوا تھا۔۔ کچھ گیلا سا۔۔ اس نے ایک جھٹکے سے ہاتھ نگاہوں کے سامنے کیئے اور دھک سے رہ گیا۔۔ ان ہاتھوں پر بے تحاشہ خون لگا تھا۔۔ اس نے جلدی جلدی خون آلود ہاتھوں کو اپنے لباس سے رگڑا۔۔ لیکن لگے ہی لمحے اس کے ہاتھوں پر خون کا شائبہ تک نہ تھا۔۔

اس نے اپنے سر کے بال نوچ ڈالے۔۔ کیا وہ پاگل ہو رہا تھا۔۔ اس کا الوژن بڑھتا جا رہا تھا۔۔ شاید اسے ہی کارما کہا جاتا ہے۔۔ شاید اسے ہی اعمال کا پلٹ آنا کہا جاتا ہے۔۔ اور

کیا میں تمہیں بتاؤں کے قاتل کی عمر کتنی طویل ہوا کرتی ہے۔۔ اتنی طویل کے قابیل
کو خدا نے قتل کرنے کے بجائے زندگی کی سزا سنائی تھی۔۔ ہاں نمرہ احمد ٹھیک کہا
کرتی تھیں۔۔ ہر قابیل کا مرنا ضروری نہیں ہوتا۔۔ اسے بھی ابھی زندہ رہنا تھا۔۔ ایک
! طویل عرصے تک۔۔

وہ اب واش روم کی جانب تیزی سے ساتھ بھاگا۔۔ اسے پھر سے اپنے ہاتھوں پر خون
محسوس ہو رہا تھا۔۔ اسے جلد از جلد اپنے ہاتھ پانی سے دھونے تھے۔۔ اس خون سے صاف
کرنے تھے۔۔ اور خون۔۔ جو اس کے ہاتھوں پر کئی سالوں سے تھا۔۔ کئی معصوم
جانوں کا تھا۔۔

زور دار سی گڑ گڑاہٹ ابھری تو پیچھے بیٹھی امل ایک پل کو لرز کر رہ گئی۔ دونوں ہاتھ
کانوں پر رکھ لیتے۔ کب سے رکے آنسو آسمان سے گرتی بوچھاڑ کی مانند چہرے پر لڑھکنے
لگے تھے۔۔ ولی کو تکلیف ہونے لگی۔۔ زخمی ہوا ہاتھ گویا کٹنے لگا تھا۔۔ خون مسلسل بہہ

رہا تھا۔۔ اوپر سے وہ رو رہی تھی۔۔ وہ جانتا تھا کہ اہل بارش سے خوفزدہ تھی۔۔ آسمانی
گرگڑاہٹ سے ڈرتی تھی۔۔ بچپن کا ٹراما اب تک اس کے ساتھ تھا۔۔ اس نے گاڑی
ایک جانب کو روکی اور پھر سیٹ سے اتر کر پیچھے بیٹھی۔ اہل کی جانب کا دروازہ کھولا۔۔
اہل نے ایک پل کو نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا۔۔ ولی نے اس سے نظریں چرائی تھیں۔۔ پتہ
نہیں کیوں۔۔ پھر آگے بڑھ کر گاڑی کے پچھلے حصے میں رکھی اپنی سیاہ شال اٹھائی اور
اسی خاموشی کے ساتھ اسے اہل کے گرد لپیٹنے لگا۔۔ اہل شہد رنگ آنکھیں اٹھائے اسے
ہی دیکھ رہی تھی۔۔ ولی کے چہرے سے گرتی پانی کی بوندیں اس کے لباس میں جذب
ہونے لگیں۔۔ ماتھے پر بکھرے گیلے بال اور جھکی نسواری آنکھیں لیئے وہ تیزی کے ساتھ
اس کے گرد چادر لپیٹ رہا تھا۔۔ ایک دم آسمان گر جا تو اہل نے بے اختیار سہم کر اس
کی شرٹ کو مسٹی میں بھینچا۔۔ وہ بے ساختہ رکا۔ سانس تک رک گیا تھا۔۔ اور پہلی دفعہ
نسواری نظروں نے بہت قریب سے چھوا تھا اس کی بھگی آنکھوں کو۔۔ چند لمحوں کے
لئے گویا ساری کائنات ساکن ہو گئی تھی۔۔

پھر اس نے آہستگی سے نظریں جھکا کر اس کا ہاتھ نرمی سے ہٹایا اور باہر نکل کر بھاگتا ہوا اپنی سیٹ پر جا بیٹھا۔ امل سن سی بیٹھی تھی۔۔ اس کی قربت اسے یوں ہی سن کر دیا کرتی تھی۔ ولی نے درد کرتے کندھے پر ہاتھ رکھ کر دبایا تو خون سے اس کا ہاتھ بھر گیا۔۔ اس نے آنکھیں میچ کر کھولی تھیں۔۔ تکلیف اب حد سے بڑھنے لگی تھی۔۔

حویلی بس کچھ ہی فاصلے پر تھی۔ امل نے حویلی کو دیکھا تو جمے آنسو بہنے لگے۔ ایک بدنامی۔۔ ایک بہت بڑی بدنامی اس کا انتظار کر رہی تھی۔۔ اس کا دل اندد سے بند ہونے لگا تھا۔ آنکھوں سے بہتے آنسوؤں میں تیزی آگئی تھی مگر اس کی آواز نہ نکلی۔۔ گھٹ گھٹ کر رونے کے علاوہ اس میں کسی چیز کی ہمت نہیں تھی۔۔ ولی نے گاڑی تیزی سے پورچ میں لا کر روکی تو کب سے دروازے پر جمے بختیار اور زمان دوڑتے ہوئے ان دونوں تک آئے۔۔ امل سیاہ چادر سے ڈھکی پچھلی سیٹ پر بیٹھی تھی۔۔ بختیار نے اس کی جانب کا دروازہ کھولا تو وہ روتی ہوئی اس کے گلے لگ گئی۔۔ گھر والوں کو دیکھ کر اس کا دل چاہا کہ چیخیں مار مار کر روئے۔ بارش میں بھگتے زمان نے آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگا کر بھینچا تھا۔۔ خشک ہوا سانس جیسے بحال ہوا تھا ان کا۔۔ بی جان بھی دوڑتی

ہوئی آرہی تھیں پیچھے سے۔۔ وہ بی جان کے گلے لگی تو زمان اس کی جانب متوجہ
ہوئے۔۔ اس نے صرف شیشہ نیچے کیا۔۔

"باہر آؤ ولی۔۔ زخمی ہو تم۔۔"

وہ کھڑکی میں کھڑے اس سے کہہ رہے تھے۔۔ ماتھے پر گہری فکر لیئے۔۔ اس کے
ادھر زخم کو پریشانی سے دیکھتے۔۔ مگر اندر بیٹھے ولی نے نفی میں سر ہلایا تھا۔۔

مجھے کچھ کام ہے سردار بابا۔ میں آجاؤنگا کچھ دنوں میں۔ آپ بس بی بی کا خیال رکھیں"
"اور کوئی بھی انتہائی قدم اٹھانے کی غلطی مت کیجیئے گا۔۔ چلتا ہوں اب۔۔"

"لیکن ولی۔۔"

ان کی بات سنے بغیر اس نے گاڑی موڑ لی تھی۔ اب تکلیف سے لگتا تھا گویا ہاتھ پھٹ
جائے گا۔ اس نے تیزی سے گاڑی حویلی سے باہر نکالی تو ان کی چرچراہٹ سے بارش
میں بھیکتے زمان کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔۔ اہل جو بی جان کے گلے لگی رو رہی تھی
اس آواز پر پلٹی۔۔ وہ کار نکال لے گیا تھا۔۔ اس نے تب تک گردن موڑے رکھی جب
تک وہ چلا نہ گیا۔۔

"زمان اسے روکیں۔۔ زخمی ہے وہ۔۔"

بی جان نے انہیں پیچھے سے آواز دے کر متوجہ کیا لیکن زمان جانتے تھے کہ ولی نہیں
رکے گا۔۔ اسی لیے وہ گہرا سانس لے کر ان کی جانب مڑ آئے۔۔

"آجائے گا کچھ دنوں تک وہ۔۔ چلو اندر بارش بہت ہو رہی ہے۔"

اٹل کو خود کے ساتھ لگایا اور پھر ایک بار دروازے کی جانب دیکھ کر اندر بڑھ گئے۔۔ انہیں ہر حال میں ولی احمد پر بھروسہ کرنا تھا۔۔

اصغر نے جوگی کو گرمیوں سے پکڑ کر اٹھایا اور پھر اسے گھسیٹتا ہوا سرنگ سے باہر کی جانب بڑھنے لگا۔ پولیس اہلکار جو اسی سرنگ کی جانب آ رہے تھے اسے دیکھ کر رک گئے۔۔ اس نے جوگی کو ایک جھٹکے سے پولیس اہلکاروں کے قدموں میں پھینکا۔۔

یہ مجھے اس سرنگ میں ملا ہے۔ ہاشم کا آدمی ہے اور کافی عرصے سے چرس اور "دوسری غیر قانونی ادویات کے کاروبار میں ملوث ہے۔ میں نے اسے بہت دفعہ قتل گاہوں کے آس پاس بھی دیکھا ہے۔ جیسے ایک مشہور کہاوت کے تحت کہا جاتا ہے کہ قتل کرنے کے بعد قاتل جائے وقوعہ پر جا کر ضرور اپنی تسکین کیا کرتے ہیں۔۔ اور ہاں۔۔ کئی سالوں سے اسمگلنگ کے لیے بھی خاصہ مشہور ہے اس کا دھندا۔۔ ہیڈ آؤٹ کے بارے میں انفارمیشن میں آپ کو میل کر دوں گا اور اسے ایک خاص قسم کی "بیماری بھی ہے۔۔"

زمین پر گرا جوگی آنکھیں پھاڑ کر اس اونچے لمبے سے لڑکے کو دیکھ رہا تھا کہ جس کے ورزشی بازو آستین سے نکلتے اپنی طاقت کا پتہ دیتے تھے۔۔ اس نے ذہین آنکھیں اس پر جمائیں اور لمحے بھر کو مسکرایا۔۔

"اسے انسانی خون کو سونگھنے کی بیماری ہے۔"

"آپ۔۔ آپ کیا انٹیلی جنس آفسر ہیں۔۔؟"

انسپیکشن ٹیم کا بندہ اسکی بریفنگ پر سر سے لے کر پیر تک اسے دیکھ رہا تھا۔۔ اصغر اس کی بات پر مسکرایا۔۔

ارے نہیں یار۔۔ میں تو ریسلر ہوں۔ جو رنگ میں اتر کر لوگوں کی چمڑیاں ادھیڑا کرتا"

"ہے۔۔ ٹھیک سے پکڑو اسے بھاگ نہ جائے کہیں۔۔

جیبوں میں ہاتھ ڈال کر آگے بڑھتے اصغر کی مسکراتی آنکھیں کچے راستوں پر جمی تھیں۔۔

!۔۔ اونہوں۔۔ cool کیا کوئی تھا اس کے جتنا

مسکرا کر نفی میں سر ہلایا۔۔ اور آگے ہی آگے بڑھتا گیا۔ جوگی اب پیچھے سے چلاتا ہوا ان سے اپنا آپ چھڑانا چاہ رہا تھا مگر جن کا انجام آپہنچے انہیں کوئی نہیں بچا سکتا۔۔ اسے بھی اس کے انجام نے آلیا تھا۔۔

"نواز۔۔ محسن۔۔ چلو اب ہمارا کام ہو گیا ہے۔۔"

دور سبزہ زار پر کھڑے کسی اہلکار سے بات کرتے محسن اور نواز کو اس نے آواز دی تو وہ سر ہلا کر اس کی جانب بڑھنے لگے۔ باہر اپنی جیب کے ساتھ لگ کر کھڑے اے ایس پی عدیل کی جانب مڑ کر اس نے مسکراتے ہوئے شکر گزاری کے ساتھ سر جھکایا تو جواباً اس نے بھی سمجھتے ہوئے ہاتھ ملتھے تک لے جا کر سلام کیا تھا۔ محسن اور نواز اس تک آئے تو وہ تینوں اپنی اپنی کار کی جانب بڑھے۔۔

"ولی سر کہاں ہیں۔۔؟"

محسن نے جیب سے چابی نکالتے ہوئے پوچھا۔۔

"تویلی گئے ہونگے۔۔"

"نہیں۔۔"

اسکی نفی پر وہ دونوں بیک وقت مڑے تھے۔۔

جہاں تک میں اسے جانتا ہوں وہ حویلی نہیں گیا ہوگا۔ ہاں۔۔ نہیں گیا ہوگا وہ"

"حویلی۔۔"

آخری بات جیسے اس نے خود سے کہی تھی۔۔ نواز کی پیشانی پر بل پڑے۔۔

"آپ کو کیسے پتہ۔۔؟"

اصغر گاڑی میں بیٹھتے بیٹھتے رک گیا تھا۔ پھر باہر نکل کر جیسے ہی اس نے وجہ بتانے کے لیے لب کھولے تو یکدم اسے نواز کا پچھلا رُود سا رویہ یاد آیا۔۔ بے اختیار ہی اس کا منہ بکڑ گیا۔۔

"کیونکہ وہ میرا دوست ہے اور میں اسے تم سے زیادہ جانتا ہوں۔"

مزے سے کہہ کر گاڑی میں بیٹھا اور تیزی سے کار ریورس کرتا بھگالے گیا۔۔ نواز نے محسن کی جانب دیکھا۔ وہ خاموشی سے مسکراہٹ دبائے اپنی کار کا دروازہ کھول رہا تھا۔۔

"ولی سر نے بھی پتہ نہیں کس سے دوستی کر لی ہے۔۔"

جل کر بس اس نے یہی کہا تھا جس پر محسن کا قہقہہ بہت بے ساختہ تھا۔ وہ اب تک منہ میں کچھ بڑبڑاتا سرخ کان لیتے گاڑی میں بیٹھ رہا تھا۔ پھر اس کا انتظار کیئے بغیر گاڑی نکال لے گیا۔ پیچھے کھڑے محسن نے ایک پل کو اس کی دھول اڑاتی کار کو مسکراتے ہوئے جاتے دیکھا اور پھر مڑ کر ہاشم کے ہیڈ آؤٹ کی جانب نگاہ گھمائی۔۔

"قید مبارک ہو ہاشم حسین۔۔"

اور یہ تو قدرت ہی جانتی تھی کہ وہ کس قید کی بات کر رہا تھا۔ اس کی دور جاتی گاڑی اب
پھر سے کچے راستوں کی دھول کو اڑا رہی تھی۔۔ لیکن اس دھول میں اب کہیں بے چینی
کا شائبہ نہ تھا۔۔ کیونکہ ایک طویل اور تھکا چینے والی رات کا اختتام ہو چکا تھا اور اگلی صبح
بہت امید افزا اور خوش کن تھی۔۔

کسی نے رات کے آخری پہر اس کے اپارٹمنٹ کا دروازہ کھٹکھٹایا تو جاسم جو تہجد پڑھ کر
ابھی بستر پر سونے کے لیئے لیٹنے ہی لگا تھا یکدم اٹھ بیٹھا۔ ایک پل کو نگاہیں گھما کر ٹک
ٹک کرتی گھڑی کی جانب دیکھا جو رات کے ساڑھے تین بج رہی تھی۔

!اس وقت۔۔

سوچتے ہوئے اس نے قدم کمرے سے باہر کی جانب بڑھائے اور پھر محتاط سے انداز میں دروازے کے مرر سے باہر جھانک کر دیکھا لیکن باہر کوئی نہیں تھا۔ اس نے آہستہ سے دروازہ کھولا تھا۔۔ لیکن آگے والا منظر دیکھ کر اس کے چودہ طبق روشن ہو گئے۔۔ ولی دروازے کے سامنے گرا پڑا تھا اور اس کے ہاتھ سے نکل کر بہتا خون دروازے کے آگے دھیرے دھیرے پھیل رہا تھا۔۔ وہ تیزی سے آگے بڑھا اور اسے بمشکل سیدھا کیا۔۔ وہ نیم بے ہوشی کی سی حالت میں تھا۔ اس نے پریشانی سے یہاں وہاں دیکھا۔

ولی۔۔ ولی۔۔ کیا ہوا ہے تمہیں۔۔؟ اور تم اس طرح اس وقت۔۔ اٹھو۔۔ کوشش کرو" "اٹھنے کی۔۔

اس نے اس کا ایک ہاتھ اپنے کندھے پر ڈال کر اٹھایا۔ ولی بمشکل اپنی ٹانگوں پر اٹھاتا تھا۔
پھر اس کے ساتھ اندر کی جانب بڑھا۔ اس کی آنکھیں درد سے بند ہوئی جارہی تھیں، بال
بکھرے ہوئے تھے اور سیاہ ٹی شرٹ خون سے لت پت ہو رہی تھی۔ جاسم نے اسے بیڈ
پر لٹایا اور پھر پہلی فرصت میں اپنے کلنک کی جانب بھاگا۔ اسے جلد از جلد اس کے زخم
کو ٹریٹ کرنا تھا۔۔

دوسری جانب اہل کو بمشکل بی جان نے زبردستی کچھ کھلا کر سکون آور دوائیاں دیں تب
جا کر کہیں اس نے جلتی آنکھیں موندی تھیں نہیں تو وہ جب سے آئی تھی تب سے
روئے جارہی تھی۔ خوف سے کانپ رہی تھی۔ بی جان نے اپنی بچی کو اس طرح
بکھرتے دیکھا تو ان کا دل کٹ کر رہ گیا۔۔ پتہ نہیں کس ظالم نے اپنی دشمنی ان کی
معصوم بیٹی سے نکالی تھی۔ وہ ذرا گری نیند سوئی تو زمان، بی جان اور بختیار تینوں اس
کے کمرے سے باہر نکل آئے۔۔ بی جان نے دروازے سے باہر نکلتے نکلتے اسے ایک
پل کو دیکھا تھا۔۔

آنکھوں کے نیچے گہرے حلقے، زرد چہرہ اور کمزوری کی حد تک نیچڑا رنگ۔۔ وہ کہیں سے بھی وہ چمکتی دھمکتی اہل نہیں لگ رہی تھی۔ انہوں نے آنسو صاف کرتے ہوئے دروازہ پار کیا اور پھر انہی کے ساتھ پینے اتر آئیں۔۔

ساری رات جاگتے ہوئے گزر گئی تھی۔ وہ تینوں بھی لاؤنج میں چلے آئے۔

آپ کو اس سے پوچھنا چاہیے تھا کہ اس سب کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے۔ پھر جانے دیتے "اسے وہ جہاں بھی جا رہا تھا۔۔"

بختیار نے رات سے اب تک یہ پہلی بات کہی تھی۔۔ زمان نے پیشانی پر بل ڈال کر اسے دیکھا۔ انہیں اپنے بیٹے کی بے حسی پر افسوس ہوا تھا۔۔

اگر وہ تمہارے جیسا بیٹا ہوتا تو مجھے بتا بھی دیتا کہ اس سب کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے " لیکن بختیار وہ تمہارے جیسا نہیں ہے۔ اتنا زخمی تھا۔۔ اتنی تکلیف میں تھا۔۔ لیکن پھر "بھی مجھے بتا کر نہیں گیا کہ یہ سب کس نے کیا ہے۔۔ جلتے ہو کیوں۔۔؟

زمان کا لہجہ آخر میں بے حد سپاٹ ہو گیا تھا۔۔

کیونکہ وہ جانتا تھا کہ میں سب کچھ جان لینے کے بعد ضرور کوئی انتہائی قدم اٹھاؤنگا سو "اس نے مجھے کچھ نہیں بتایا۔۔ کیا کبھی تم ایسا کر سکتے ہو۔۔؟

بختیار کا چہرہ ہتک سے سرخ ہوا تھا۔۔

"آغا جان۔۔"

بی جان نے مدہم آواز میں کہہ کر بے ساختہ انہیں روکا تھا۔

آپ ساری زندگی سے یہی کرتے آئے ہیں بابا۔ مجھے اور اسے مقابلے کے پتہ نہیں کون " سے پیمانے پر جانچتے ہیں کہ میرا پلڑا کبھی اٹھتا نہیں اور اس کا کبھی جھکتا نہیں۔ لیکن میں نے کبھی آپ سے شکوہ نہیں کیا کہ میرے حصے کی محبت جو آپ اسے دے رہے ہیں اس سے ہاتھ روک لیں۔ پھر بھی آپ کو اپنی اولاد کی کوئی اچھائی۔۔ کوئی نیکی نظر "ہی نہیں آتی۔۔

ایک تو رات بھر کی بے خوابی اوپر سے سردار بابا کا ہمیشہ سے ولی کی طرف داری کرنا اسے بری طرح سلگا گیا تھا۔

یہی۔۔ یہی فرق ہے تم میں اور اس میں۔۔ وہ نیکیاں کر کے جتنا نہیں ہے۔ اچھے " کام کرنے کے بعد منظرِ عام پر آکر لوگوں سے تعریفیں نہیں وصولتا نختیار وہ۔ چھپ کر نیکیاں کرتا ہے۔۔ اور کبھی اگر اسے اسی کی، کی گئی نیکیوں کا صلہ دینے کی بات کرو تو بدلے میں کچھ بھی لینے سے انکار کر دیتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ صلے انسانوں سے نہیں "ملا کرتے۔۔ نیکیوں کے صلے ہمیشہ اللہ دیا کرتا ہے۔۔

آپ غیر کی احسان مندی میں اپنوں کی اچھائیاں بھولنے لگے ہیں سردار بابا۔ ہماری تو " کسی سے دشمنی نہیں۔۔ کسی سے کسی بھی قسم کا کوئی بیر نہیں۔۔ کسی کے ساتھ کسی زیادتی کے مرتکب نہیں ہم تو۔۔ پھر آج ہماری بہن کو کس نے اغواء کر لیا۔۔ ایسا آخر کون پیدا ہو گیا بابا جو ہماری بہن، بیٹی کو گھر سے یوں دن دھاڑے اٹھا لے جائے۔۔! یہ سب اسکی دشمنیوں کا نتیجہ ہے کہ ہم ایسی ذلت و رسوائی سے دوچار ہوئے ہیں۔ ہم "ایسی جگہ آکھڑے ہوئے ہیں جہاں ہم کسی کو منہ تک دکھانے کے قابل نہیں ہیں۔۔

بلند آواز سے بولتے بولتے اس کا سانس بے تحاشہ پھول گیا تھا۔ زمان سرد نگاہوں سے اسے یک ٹک دیکھے گئے۔۔ کبھی کبھی انہیں اپنی ہی تربیت پر شک سا ہوتا تھا لیکن پھر سنبھل بھی جایا کرتے تھے۔۔ کیونکہ جو راہیں حسن اور حسین احمد نے اختیار کی تھیں ان کی اولاد بھی اسی پر چل رہی تھی۔ پتہ نہیں ان کے خون میں ایسی غلاظت کی آمیزش! کہاں سے ہوئی تھی۔۔

وہ جو کرتا ہے اسے اون بھی کرتا ہے۔ جو باتیں، جو فیصلے، جو اعمال وہ بجالاتا ہے ان کی ایک کڑی جسٹیفکیشن بھی رکھتا ہے وہ۔ دشمنی ہماری تھی یا اسکی اس سے فرق نہیں پڑتا بختیار۔۔ موت کے چنگل سے، زخمی وجود کے ساتھ جو وہ اہل کونکال لایا ہے ناں فرق اس سے پڑتا ہے۔ اور رہی میری بیٹی کی بات تو اس کے ساتھ جو بھی ہوا ہو۔ میں اس کی سزا اسے نہیں دوں گا۔ جس نے اس کے ساتھ یہ کیا ہے سزا اسے ملے گی۔

ظلم اگر بیٹیوں کے ساتھ ہو جائے تو ان کی وجہ سے معاشرے میں منہ چھپانے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ منہ انہیں چھپانا چاہیئے جنہوں نے ظلم کیا ہو نہ کہ کسی مظلوم کو۔ اگر تم پر تمہاری بہن بوجھ ہے تو کوئی بات نہیں۔۔ اس کا باپ ابھی زندہ ہے۔ وہ اسے پال سکتا ہے کسی بھی دقت کے بغیر۔۔

زمان کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔ لفظوں کے جن تملچوں سے انہوں نے بختیار کو نوازا تھا وہ بلاشبہ بہت کڑے تھے۔۔ اس کی روح تک بلبلا اٹھی۔۔

ہاں تو کرتے رہیں آپ صدا اس غیر پر بھروسہ اپنی اولاد کو چھوڑ کر۔ میں بھی دیکھتا ہوں کہ وہ کب تک آپ کی غلامی کر کے آپ کو شیشے میں اتارتا ہے۔ میں بھی یہیں ہوں اور آپ بھی یہیں ہیں۔ ایک ناں ایک دن بابا۔۔ وہ آپ کو چھوڑ کر ضرور جائے گا اور شاید اسی دن آپ کو۔۔ اپنی اصل اولاد کی قدر آئے گی۔۔

اس نے اٹھ کر بھڑکتے ہوئے کہا تو زمان نے اسے سکون سے دیکھا۔۔

جتنی خدمت وہ کرچکا ہے اتنی تو کوئی سگی اولاد بھی نہیں کرتی اور جس دن۔۔ اس " نے مجھ سے دور جانے کی اجازت مانگی اس دن اختیار میں اسے اجازت دے دوں گا۔۔ کیونکہ درد کی جس بھٹی میں وہ سلگ کر کندن بنا ہے اسے صرف اور صرف محبت کی حدت ہی پگھلا سکتی ہے۔ اتنے سال وہ تمہاری اور تمہارے جیسے ہر کم ظرف انسان کی گالیاں برداشت کرتا رہا ہے صرف میری وجہ سے۔۔ تو تمہیں کیا لگتا ہے کہ کبھی میں "اسے جانے سے منع کروں گا۔۔ ایسا کبھی نہیں ہوگا۔۔

"میں۔۔"

اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن سمجھ ہی نہیں آیا کہ کسی کی نیکیوں کے بدلے میں اپنے بد اعمال سے دفاع کیسے کیا جائے۔۔؟ اسی لیے سرخ چہرہ لیے دھڑ دھڑ کرتا وہ للؤنج سے اٹھ آیا تھا۔۔ اس کے جاتے ہی زمانی نے افسوس سے سر ہلایا۔ زمان بھی بولتے بولتے ہانپنے لگے تھے۔ کوئی کسی کو لفظ تسلی نہیں دے رہا تھا کیونکہ اس گھر کا ہر نفس جانتا تھا کہ ولی کے بغیر تسلی کے بول۔۔ ایک خالی خولی سی داستان کے سوا اور کچھ نہ تھے۔۔

اپنے آفس میں ہاشم تاریکی میں بیٹھا اسی تاریکی کا حصہ لگ رہا تھا۔ اس کے چہرے، وجود اور روح پر سیاہی کی ایک ایسی گہری چھاپ تھی کہ جس کو توبہ کے سوا اور کوئی عرق عنقا نہیں کر سکتا تھا۔ اپنے ہیڈ آؤٹس کی ساری تفصیلات کا منظرِ عام پر آجانا، اپنے سالوں کے چلتے دھندوں کو یوں ایک رات میں زنگ آلود ہوتا دیکھنا، بہت سے ڈھکے گناہوں کا سیاہ رات سے صبح کے چمکتے سورج تلے کھل جانا۔۔ اس سے کچھ بھی برداشت نہیں

ہو رہا تھا۔ وہ آیا۔۔ اس کے ڈیروں کے اندر گھس کر اس لڑکی کو نکال لے گیا۔۔ اسے اپنے سے جڑی عورتوں کی حفاظت کرنے آتی تھی۔ اسے وہ سب کرنا آتا تھا جو ہاشم کرنا چاہتا تھا۔

بار بار روح پر کوڑے کی طرح پڑتا ایک اعتراف اسے پل پل موت کی سی افیت دے رہا تھا، کہ وہ بہتر تھا۔۔ اس سے بہت بہتر تھا۔۔ کچھ نہ پا کر بھی بہت کچھ پا چکا تھا۔۔ سب کچھ لٹا کر بھی خالی ہاتھ نہ تھا۔۔

اس نے تیز ہوتے تنفس کو دانت جما کر قابو کیا۔ اس کے اندر غصے کا ایک ایسا اللو دھک رہا تھا کہ جس کے شعلے اب اس کے وجود کو دوزخ کی اندیکھی سی آگ میں بھڑ بھڑ جلا رہے تھے۔ یا پھر یہ شاید وہ آگ تھی جو اس نے اپنے اعمال سے جمع کی تھی۔ اور اپنے اعمال کی آگ میں تو انسان کو جلنا ہی ہوتا ہے۔۔

اسی پھر کسی نے دروازے پر دستک دی تو اس کی سوچوں کی گہری تان ٹوٹی۔۔ اندر داخل ہوتا شہیر پل بھر کو سمجھ ہی نہ پایا کہ وہ اس اندھیرے میں کس سمت بیٹھا ہے۔۔

"کہو شہیر۔۔"

آواز کے باعث وہ کچھ حد تک سمت کا تعین کر پایا تھا۔ پھر ذرا قریب آکر روشن سی موبائل اسکرین اس کے سامنے کی۔۔ وہاں ایک خوش شکل سا جوان کھڑا پولیس اہلکاروں سے باتیں کر رہا تھا۔ نیچے پولیس اہلکاروں کے قدموں میں جوگی کو دیکھتا مسکرا کر کچھ بولتا ہوا۔۔

"اسی لڑکے کا کہا تھا ناں آپ نے۔؟"

"ہوں۔۔۔"

اس نے آگے ہو کر موبائل ہاتھ میں تھاما اور پھر اسے ذرا قریب کر کے دیکھا۔۔

"کون ہے یہ۔۔۔؟"

شہیر چند پل کچھ نہ بولا تو اس نے زور سے ٹیبل پر ہاتھ مارا۔۔

"میں نے پوچھا کون ہے یہ۔۔؟"

وہ۔۔ سرکار یہ حسن شاہ کا بیٹا ہے۔ وہی حسن شاہ جو نور آباد کا الیکشن لڑ رہا تھا۔"
معذرت کے ساتھ لیکن سرکار وہ شروع ہی سے ولی احمد کا ساتھی تھا۔۔ شاید اس نے
"آپ کے ساتھ ڈبل گیم کھیلی ہے۔۔"

اور تاریکی میں بیٹھا ہاشم کا وجود لمحے بھر کو ساکت ہو گیا۔

صرف یہی نہیں۔۔ وہ محسن۔۔ جو آپ کے لیے کام کر رہا تھا دراصل وہ بھی ڈبل "
"آجنت تھا سرکار۔ وہ ولی کے ساتھ تھا۔۔"

ایک ایک کر کے فضا میں تیرتے ساکت نکلتے جڑتے جارہے تھے۔ پزل کا ہر ٹکڑا اپنی جگہ
پر اگر درستگی سے لگ گیا تھا لیکن جو تصویر اس سب کے بعد سامنے آرہی تھی وہ بہت
بھیانک تھی۔۔

!وہ تصویر ہاشم حسین کے ہار جانے کی تصویر تھی۔۔

آج کی صبح بے حد اجلی تھی۔۔ شفاف اور صحت مند سی فضا سے معطر۔۔

اس نے کسمسا کر آنکھیں کھولیں تو کمرے میں گرتی نرم گرم سی دھوپ پر نگاہ پڑی۔
اس نے ایک دو بار پلکیں جھپکیں مگر کمزوری کے باعث اس کی بصارت بار بار دھندلا
رہی تھی۔ ہمت کر کے اس نے اٹھنے کی کوشش کی۔۔ سیاہ بال بکھر کر کندھوں پر گر
رہے تھے اور لباس خاک آلود ہو رہا تھا۔ اس نے بستر سے پیر نیچے اتارے پھر آہستگی سے
قدم قدم چلتی سنگھار آئینے کی جانب بڑھی۔ ایک پل کو اپنا آپ دیکھ کر اسے یقین ہی
نہیں آیا کہ یہ وہ خود تھی۔۔

آنکھوں کے نیچے پڑے گہرے گڑھے، نچڑا ہوا چہرہ اور زخم زخم سا وجود۔۔ بے اختیار اسکے
ذہن میں جھماکہ سا ہوا۔۔ ولی کا ہاتھ۔۔! اس کے ہاتھ سے بہتا خون۔۔ اب پتہ نہیں

وہ کیسا ہوگا۔۔ اور پتہ نہیں وہ ہوگا کہاں۔ اس نے واپس بیڈ کی جانب آتے ہوئے پادنتی کا سہارا لیا۔ کمزوری کے باعث اسے ہلکا سا چکر آیا تھا۔ اسی پل بی جان نے اس کے کمرے میں دستک دے کر قدم رکھا اور پھر بے ساختہ اس کے قریب چلی آئیں۔

"کیا ہوا؟ چکر آرہے ہیں۔۔؟"

اس نے نفاہت سے بس سر ہی ہلایا تھا۔ انہوں نے اسے سہارا دے کر بیڈ پر لٹایا اور پھر اس کے پیر آہستہ سے اوپر چڑھائے۔ وہ زیادہ زخمی نہیں ہوئی تھی لیکن جس سب سے وہ گزری تھی اس نے اہل کے اعصاب جما کر رکھ دیئے تھے۔ بی جان نے اس کے بالوں پر ہاتھ پھیر کر اسکا سر چوما پھر مسکرا کر اسے دیکھا۔۔

"کیسی ہے میری بیٹی۔۔؟"

"ٹھیک ہوں بی جان۔۔ ولی کیسا ہے۔۔؟"

اس کی آواز بیٹھی ہوئی تھی۔ جیسے بہت زیادہ چیخنے چلانے سے اکثر گلا بیٹھ جایا کرتا تھا۔

اسکا تو رات سے ہی کوئی اتنا پتہ نہیں۔ لیکن وہ اپنا خیال رکھنا جانتا ہے۔ جب کہہ کر گیا۔
"ہے کہ آجائے گا تو اس پر بھروسہ کرو وہ واقعی آجائے گا۔"

"پھر بھی بی جان۔۔"

"اچھا اب گلا خراب ہے اس میں تو سکون لینے دو اپنی زبان کو۔۔۔"

بی جان نے مسکرا کر اس کی بات کاٹی لیکن وہ نہیں مسکرا سکی۔

اب تم اٹھنا مت لیٹی رہو۔ میں ناشتہ لاتی ہوں، صبح سے تمہارے آغا جان انتظار "کر رہے ہیں کہ کب ان کی لاڈلی لٹھے تو وہ اس سے ڈھیر ساری باتیں کر سکیں۔۔"

اے ان کی بوڑھی سی شہد رنگ آنکھوں کو دیکھے گئی۔ وہ جانتی تھی ان کے ہر رنگ کو اور جو اس وقت مسکراتا سا رنگ ان کے چہرے پر تھا۔۔ اس کے پیچھے بہت سے آنسو چھپے تھے۔۔

بی جان۔۔ اب تک تو سب کو پتہ چل گیا ہوگا کہ میں اغواء ہوئی تھی۔ سارے گاؤں " والوں کو خبر ہوگئی ہوگی اس سب کی تو۔ میں کسی کا سامنہ نہیں کر سکتی بی جان۔ مجھے "کسی کا سامنہ نہیں کرنا۔۔

روتے ہوئے اس کا وجود بدنامی کے خوف سے ہولے ہولے لرز رہا تھا۔ سانس اندر تک خشک ہوا جا رہا تھا یہ سوچ کر کہ وہ لوگوں کی نظروں میں کیا سے کیا بن گئی تھی۔۔ بی جان نے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھاما اور مضبوطی سے اس کی گلابی پڑتی بھگی آنکھوں میں دیکھا۔۔

تمہیں ولی بچا کر لایا تھا امل۔ اور وہ صرف انسان ہی نہیں بچایا کرتا بچے۔۔ وہ عزتیں " بھی بچایا کرتا ہے۔ جس وقت ہمیں پتہ چلا تھا تمہارا تو ہم سب نے ہاتھ پاؤں چھوڑ دیئے تھے۔ سب نوکروں کو اپنے اپنے گھروں کو بھیج دیا تھا اور کسی سے بھی اس بات کا تذکرہ

نہیں کیا تھا۔۔ جانتی ہو کیوں۔۔ کیونکہ ولی نے کہا تھا کہ وہ تمہیں لے آئے گا۔۔ کسی بھی بدنامی اور کسی بھی رسوائی کے بغیر۔۔ اور اس نے اپنا کہا پورا کر دیا اہل۔ دیکھو۔۔ تم ہمارے سامنے بیٹھی ہو۔۔ سہی سلامت۔۔ محفوظ۔۔! ہمارے علاوہ کسی کو بھی نہیں "پتہ کہ تم کل کہاں تھیں۔۔"

اس کی ذات پر سے جیسے پہاڑوں جتنا بوجھ اتر گیا تھا۔ لرزتا دل ڈھارس پا کر سنبھلا تھا لیکن آنکھیں۔۔ وہ اس ستم گر کی محبت میں کچھ اور بھگینے لگی تھیں۔۔

"وہ کہاں ہے بی جان۔۔ آتا کیوں نہیں۔۔؟؟"

اسے بس ابھی کے ابھی ولی کو دیکھنا تھا۔۔ بس ایک نظر۔۔ بس ایک ساعت۔۔

"وہ آجائے گا۔ لیکن پہلے تم اپنا خیال رکھو۔۔ خود کو سنبھالو ہاں۔۔"

ان کے نرمی سے کہنے پر اس نے بہت اچھے بچوں کی طرح آنسو صاف کرتے ہوئے گردن ہلائی۔

اور ہاں۔۔ نوراں اپنے گھر میں ہے حفاظت سے۔ پولیس نے اسے اس کے گھر پہنچا دیا۔
"تمہا۔ اب تم لیٹو میں ناشتہ لاتی ہوں تمہارے لیئے۔۔"

اور پھر وہ واقعی کسی بھی پس و پیش کے بغیر لیٹ گئی۔ اس کا وجود ہوا سے بھی زیادہ ہلکا ہو گیا تھا۔۔ لیکن آنکھیں۔۔ بس شہد رنگ آنکھیں ولی کے دید کو ترسی جارہی تھیں۔۔
ہاں بس یہی اک درد تھا جو اسے دھیرے دھیرے گھیرنے لگا تھا۔۔

برابر حویلی میں اک جشن کا سماں تھا۔ ارجمند کے سب سے لاڈلے بیٹے کی شادی تھی بھلا جشن کا سماں کیوں نہ ہوتا۔ ڈھولکی کے ساتھ اب شاپنگ اور بازاروں کے چکر بھی حسبِ عادت بڑھ گئے تھے۔ انہیں کسی چیز کی پرواہ نہیں تھی کہ کسے گرفتار کیا گیا اور کس کا جسم ناکارہ ہو کر رہ گیا۔ انہیں کسی بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ کیونکہ وہ ان لوگوں کی قسم سے تھے جنہیں درد صرف تب محسوس ہوتا تھا جب خود پر آ پڑتا تھا۔ اس سے پہلے۔۔ دنیا باغ و بہار تھی۔۔ جنت تھی۔۔

اوپر ریلنگ سے ناجیہ نے جھانک کر نیچے ارجمند کو آواز لگائی کہ بازار وہ بھی جائے گی کیونکہ اس کے مہندی کے جوتے رہ گئے ہیں۔ نیچے سے اسکے جواب پر ارجمند نے بس سر ہلانے پر ہی اکتفا کیا تھا۔۔ دوسری جانب نگاہ گھما کر دیکھا جاتا تو اندازہ ہوتا کہ بہت سے لوگ دیوار گیر قد آدم کھڑکیوں کے شیشوں سے نظر آتے سبزہ زار کی صفائی میں مشغول تھے، ذرا آگے جاتے تو کچن میں اشتہا انگیز کھانوں کی مہک سے سارا باورچی خانہ مہک رہا ہوتا۔۔

کل خالہ آرہی ہیں تمہاری۔ اور کہہ رہی تھیں کہ نفیس سے کہیں تیار رہے ہم نے اسے "
"آکر ہلدی میں رنگ دینا ہے۔"

تھوڑی ہی دیر پہلے اپنی کسی بہن سے فون پر بات کرنے کے بعد اب وہ اپنے لاڈلے کو
نگاہوں میں سموئے کہہ رہی تھیں اور نفیس ہنستا ہوا صوفے میں دھنسا تھا۔۔ آج کل وہ
بات بات پر ہنسا کرتا تھا۔۔ بس یونہی۔۔ دل چاہتا تھا ہنسنے کا۔۔

"اچھا۔ کہہ دیں ماں جی ان سے کہ نفیس ہر رنگ میں رنگنے کے لیے تیار ہے۔۔"

ارجمند مسکرا دی تھیں۔۔

بس اب تیرا بھی گھر بسا دیکھوں تو کچھ ٹھنڈ پڑے آنکھوں کو حالانکہ مجھے وہ اہل پسند"
"بالکل بھی نہیں لیکن اپنے جگر کی وجہ سے اسے بھی برداشت کر لوں گی۔

ارے ماں جی۔۔ آجانے دو اسے ایک بار اس گھر میں۔ میرے حکم سے زندہ رہے گی"
وہ۔ یہ مرضیاں چلتی ہیں اپنے باپوں کے گھر میں، شوہروں کے گھر میں صرف شوہر ہی
"اکی ماننی پڑتی ہے کیونکہ اس کا ہو کر رہنے میں ہی عورت کی عافیت ہوتی ہے۔۔

اس نے کہہ کر گردن تانی تو ارجمند کو خواہ مخواہ ہی فخر ہوا تھا اس پر۔

تو اگر ایسے رہے تو مجال اس کی کہ ایک پر بھی مار سکے۔ بس تو نہ بدلنا نفیس نہیں تو وہ"
"لڑکی ہمیں کہیں کا نہیں رہنے دے گی۔ بہت تیز زبان ہے اس کی تو بہ۔۔

انہیں اپنی بے عزتی ایک دم یاد آئی تھی۔۔

ٹو فکر ہی نہ کر میری ماں۔ ایسے رکھونگا کہ آواز بھی نہیں نکلے گی اس کی۔۔ تیرے پاؤں "
"دھو دھو کر پیئے گی تب ہی تو بیوی کا درجہ ملے گا اسے۔۔

ارجمند کو خود سے لگاتے اس نے جیسے انہیں تسلی دی تو وہ اس پر نہال ہی ہو گئیں۔
ایسا بیٹا تو انہیں چراغ لے کر ڈھونڈنے پر بھی نہیں ملنا تھا۔

اچھا ہاں ناجیہ۔۔ بات سن۔۔ وہ جو رسم حنا سے پہلے کی رسم ہوتی ہے اس کا جوڑا تو "
ٹو نے تیار کر لیا ہے نا۔۔؟ ایک ہفتے میں جا کر دینا ہے جوڑا۔ بھئی اب وقت ہی کتنا رہ
"گیا ہے۔۔

نفیس کے اٹھتے ہی اب وہ پھر سے ملازمین کی دوڑیں لگوا رہی تھیں۔ ان کے انگ انگ سے خوشی کو پھوٹتے کوئی بھی دیکھ سکتا تھا۔۔

اسی پھر ساتھ کھڑی حویلی میں صبح کی ترچھی ہو کر گرتی دھوپ میں بی جان اسے اس کے کمرے سے نکال کر لائی تھیں۔ صاف ستھرے سے لباس اور دھلے دھلائے بالوں میں وہ پہلے سے خاصی بہتر لگ رہی تھی۔ یا شاید بہتر لگنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔

زمان کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹا کر وہ بی جان کے ساتھ داخل ہوئی۔ زمان جو راکنک چیئر پر جھولتے شاید اسی کا انتظار کر رہے تھے یکدم رک سے گئے۔ انہیں دیکھتے ہی اس کے حلق میں آنسوؤں کا ایک گولہ سا تھا جو جمع ہوا تھا۔ پلکوں کی سنہری باڑ سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے۔۔ دبی دبی سی سسکیاں سنائی پنے لگیں۔ پھر وہ دھیرے دھیرے چلتی ان تک آئی۔ زمان بے ساختہ اٹھ کھڑے ہوئے تھے لیکن پھر اس سے مزید صبر نہیں کیا گیا۔۔

ان کے گلے لگ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رودی۔ وہ ایسے کبھی نہیں رویا کرتی تھی لیکن شاید اب ہمت جواب دے گئی تھی اس کی۔ زمان ضبط سے، گلابی آنکھیں لینے اسے

ساتھ لگائے رہے۔ اچھا تھا وہ رو لیتی۔ بی جان نے ان دونوں کو ایسے ہی کمرے میں
چھوڑا اور خود باہر نکل آئیں۔۔

ابھی جو اگر ولی ہوتا تو کیا کہتا بھلا۔۔

ایک پل کو ان کی نگاہوں نے داخلی دروازے کو چھوا تھا۔ پھر یکدم انہوں نے پلٹ کر
دیکھا۔ وہ ہاتھ باندھے مسکراتا ہوا کھڑا تھا۔

میں جانتا ہوں آپ جیلس ہو رہی ہیں۔ لیکن کوئی بات نہیں اگر وہ سردار بابا کے گلے "
"لگی ہے تو میں آپ کے گلے لگ جاتا ہوں۔

جھک کر انہیں خود کے ساتھ اپنائیت سے لگانا۔۔ لیکن اگر وہ ہوتا۔۔ اگر جو وہ ہوتا تو بی
جان کبھی یوں اتنا اداس نہ ہوتیں۔ آنکھوں کی نوک کو انگلی سے صاف کرتیں وہ کچن کی

جانب بڑھ گئی تھیں۔ کہانی کے کرداروں میں سب سے پیارا کردار نہ جانے ہمیشہ اتنا
!رلاتا کیوں تھا۔۔

وہ جی بھر کر رونے کے بعد اب ان کے گھٹنے کے عین سامنے بیٹھی تھی جیسے ہمیشہ
بیٹھا کرتی تھی۔ آنکھیں سرخ متورم تھیں اور ناک گلابی رنگ سے دہک رہی تھی مگر اس
کے وجود کی ساری کثافت آنسوؤں کے راستے بہہ کر اسے صاف کر چکی تھی۔ وہ مسکرا کر
آغا جان کی کوئی بات سنتی سنہری سی دھوپ لگ رہی تھی۔۔ ولی کی دھلی سی چاندنی۔
یکدم دروازہ دھاڑ سے کھلا تو اس نے اور زمان نے چونک کر دروازے کی جانب دیکھا۔۔
بختیار نے وہیں کھڑے کھڑے اسے کڑے تیوروں سے گھورا اور پھر پاس آکر بے دردی
سے ہاتھ پکڑ کر اسے کھڑا کیا تو وہ خوفزدہ سی ہو کر زمان کے ساتھ آگئی۔۔

"!! یہ کیا طریقہ ہے بختیار۔۔"

زمان گر جے تھے۔۔۔ اختیار نے انگارہ آنکھوں سے ان دونوں کو دیکھا تھا۔ اہل کا دل کانپنے لگا۔۔۔

پوچھیں اس سے کہ کس نے اغواء کیا تھا اسے۔ کہیں کسی نے اسے خراب تو نہیں " "اکر دیا۔۔۔

"!! اختیار۔۔۔"

زمان کے ہاتھ کا ایک زوردار چانٹا اس کا رخسار سرخ کر گیا تھا۔ اہل پتھر کا مجسمہ بن گئی۔ اندر گرتے آنسو تک پتھر اگئے تھے۔۔۔!! اسے لگا کسی نے رکھ کر اس کے منہ پر بیلچہ دے مارا ہے۔۔۔

اپنی زبان سنبھال کر بات کرو اور اگر بات نہیں کرنی آتی تو ابھی کہ ابھی دفع ہو جاؤ"

"!! یہاں سے۔۔"

زمان اس پر دھاڑے تھے۔ لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔۔

آپ اس سے پوچھیں کہ اسے کس نے اغواء کیا تھا۔؟ ہماری عزتوں کا سوال ہے، یہ"

"!! ایسے بغیر بتائے منہ بند کر کے نہیں بیٹھ سکتی۔۔"

جواباً وہ بھی اتنا ہی چیخا تھا۔۔

میں نے کہا کہ ابھی کے ابھی دفع ہو جاؤ میری نظروں کے سامنے سے نہیں تو میں کچھ"
ایسا کر بیٹھونگا جو کسی کے بھی حق میں بہتر نہیں ہوگا۔۔ دفع ہو جاؤ یہاں سے بے
"غیرت انسان۔۔

لیکن اب بس۔ اب بہت ہو گیا تھا۔ وہ جو پتھر بنی زمان کے پیچھے کھڑی تھی یکدم اس
کے سامنے آئی۔ اس کی آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑیں۔۔ گلابی پڑتی، گھنی پلکوں سے سچی
آنکھیں۔۔ ولی کی پسندیدہ آنکھیں۔

"ہاشم حسین نے اغواء کیا تھا مجھے بھاجی۔۔"

ساری حویلی میں ایک پل کو سناٹا پھیل گیا تھا۔ سب کچھ ساکت ہو گیا تھا۔۔ سب کچھ۔۔
یوں لگتا تھا گویا ساری دنیا ساکت ہو گئی ہو۔۔! اختیار بنا پلکیں جھپکائے اسے دیکھ رہا
تھا۔۔

میں نے کہا مجھے ہاشم حسین نے اغواء کیا تھا بھاجی اور وہ مجھے خراب بھی کر سکتا تھا"
لیکن ولی نے اسے اتنا موقع ہی نہیں دیا۔ اس کے بھیجے گئے انسان کو جنگلیوں کی طرح
مارا تھا اس نے۔ جان سے مار دیتا اگر میں اسے آواز نہ دیتی تو۔ مجھے موت کے منہ میں
"!!! ہاتھ ڈال کر لایا ہے وہ بھاجی کیا آپ ایسا کر سکتے ہیں۔۔

وہ چیخی تھی۔۔ اتنا زور سے کہ آواز تک پھٹ گئی۔

آپ کے سگے نے اغواء کیا تھا مجھے۔ اب جائیں۔۔ جو کرنا ہے ہیں کریں۔ کیا کریں گے "

آپ۔۔! کیا کر سکتے ہیں آپ بھاجی۔۔! پرائی عورتوں کے در پر بیٹھنے والے اتنے جرأت مند نہیں ہوا کرتے کہ آگے والے کا منہ توڑ سکیں۔۔ آپ کی عزت ہاں۔۔ آپ کی عزت، عزت ہے اور میری عزت۔۔ وہ کیا ہے۔۔! وہ کس کی عزت ہوگی پھر۔۔!! کیا

"! ہیں آپ بھاجی۔۔ خود کیا ہیں آپ۔۔"

پلکوں سے آنسو بے تحاشہ لڑھکتے جا رہے تھے مگر اب۔۔ اب حد ہو گئی تھی۔ اس نے

بے دردی سے آنسو رگڑ کر صاف کیئے اور ایک ہی زاویے پر ساکت ہوئے بختیار کو نفرت سے دیکھا۔۔

میں اللہ سے دعا کرونگی بھاجی کہ وہ آپ جیسا بھائی کبھی کسی کو نہ دے۔۔ میں دعا "

"کرونگی اس سے۔ اور اب خدا کے لیئے۔۔"

اس نے بیزاریت سے ہاتھوں کو جوڑ کر ملتھے پر رکھا تھا۔۔

میرے سامنے سے چلے جائیں اور مجھے اور بابا کو دوبارہ اپنے گھٹیا سوالات سے مت ڈسٹرب "کیجیئے گا۔۔ چلے جائیں خدا کے لیے آپ یہاں سے۔۔"

اس نے کہہ کر رخ پھیرا تو وہ چند لمحوں بعد شکستہ قدموں سے باہر کی جانب بڑھ گیا۔
زمان بے ساختہ اپنی راکنگ چیئر پر بے دم سے گرے تھے۔ اس نے آگے بڑھ کر انہیں سنبھالا۔۔

"پتہ نہیں۔۔ پتہ نہیں کس گناہ کی سزا میں مجھے ایسی اولاد مل گئی ہے۔۔"

ان کی نم آنکھیں دیکھ کر اس کا دل کٹا تھا لیکن وہ ان کے عین سامنے بیٹھی۔۔ ان کا
بوڑھا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔۔

بابا۔۔ میں بہت مضبوط ہوں۔۔ میں کبھی آپ کو مایوس نہیں کرونگی۔ کبھی بھی "
"نہیں۔ بھاجی کی طرح تو کبھی نہیں۔۔"

اس نے ہاتھ سے ان کے آنسو صاف کیئے تو وہ ٹھنڈی سانس لے کر رہ گئے۔ ان کی
چھوٹی سی بیٹی کئی مردوں سے زیادہ مضبوط تھی۔۔ آگے بڑھ کر انہوں نے اس کے
سر پر حسبِ عادت ہاتھ رکھا تو وہ آہستہ سے مسکرا دی۔۔ کھڑکی سے گرتی دھوپ اب تک
ان دونوں کو ڈھانپے ہوئے تھی۔ ایسی دھوپ جو جھلسایا نہیں کرتی تھی۔۔ بلکہ نرمی سے
انسان میں جمی برف کو پگھلا دیا کرتی تھی۔۔

بختیار کی تیزی کے ساتھ دوڑتی کار کا رخ ہاشم کے گھر کی جانب تھا۔ اسے ابھی اس سے بہت سے حساب لینے تھے۔ پچھلے قصوں کا حساب وصولنا تھا۔ اس نے گاڑی کچے راستوں پر تیزی کے ساتھ دوڑائی۔۔۔ لیکن۔۔۔ پھر جیسے ہی وہ ان کے علاقے کی حدود میں داخل ہوا تو اس نے بہت سے لوگوں کا ہجوم دیکھ کر اپنی کار ایک جانب کو لگائی۔ باہر کے منظر کو دیکھتے وہ اپنی کار سے نکل آیا تھا۔ اونچے ستونوں پر جمی مضبوط حویلی کے سامنے پولیس کی بہت سی گاڑیاں کھڑی تھیں۔۔۔ کچھ اہلکار گھر کے اندر بھی داخل ہوتے دیکھے تھے اس نے۔۔۔ وہ بھی تیزی سے آگے بڑھا۔۔۔

دوسری جانب ہاشم حسین کے کمرے میں بیٹھا انہیں خاموشی سے دیکھ رہا تھا کہ باہر یکدم عجیب قسم کا شور اٹھا۔ بہت سی گاڑیوں کا شور۔۔۔ بیک وقت بہت سے دروازے کھل کر بند ہونے کا شور۔۔۔ تیزی سے اندر کی جانب بڑھتے قدموں کی آواز۔۔۔ اس کی سماعت میں جیسے یہ سب کسی صور کی طرح اتر اترتا تھا۔۔۔

نگار بیگم تیزی سے اندر بھاگتی آئیں۔۔ ان کی رنگت متغیر تھی اور سانس۔ سانس اکھڑا ہوا۔۔

"ہا۔۔ ہاشم۔۔ باہر پ۔۔ پولیس آئی ہے تجھے گرفتار کرنے۔۔"

اس نے اسی خاموش سے نگار کو دیکھا، پھر ایک نظر حسین پر ڈالتا اٹھ کر باہر نکل آیا۔۔
زینوں سے اترتے اس نے دیکھا کہ بہت سے اہلکار سبزہ زار پر کھڑے بندوقیں اس کی جانب تانے ہوئے ہیں۔ ان سب سے آگے عدیل کھڑا تھا۔۔ اے ایس پی عدیل۔۔
اس نے ایک نگاہ ان سب پر ڈالی اور پھر عدیل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے قریب ہوا۔۔ ایک ساتھ بہت سے گنز لوڈ ہونے کی آواز آئی تھی۔

تمہیں قتل، اسمگلنگ اور بیشتر غیر قانونی سرگرمیوں کے جرم میں اس اریسٹ وارنٹ"
"کے تحت گرفتار کیا جاتا ہے ہاشم حسین۔۔"

اس نے مسکراتے ہوئے بنا کسی پس و پیش کے ہاتھ آگے کیئے تو عدیل نے ایک۔۔
بس ایک پل کو رک کر اسے دیکھا۔۔ پھر اسکی کلائیوں میں ہتھکڑیاں پہناتا اسے لیئے باہر
کی جانب بڑھنے لگا۔۔ باہر دروازے کے پاس ہی اسے مختیار مل گیا تھا۔ اس نے آگے
بڑھ کر اسے گریبان سے دبوچا تو پولیس اہلکار یکدم آگے آئے۔

"!میں نے تمہیں ہمیشہ اپنا دوست سمجھا تھا ہاشم لیکن تم۔۔"

اس کی آنکھوں میں دہکتی نفرت کو ہاشم نے بے تاثر نظروں سے دیکھا تھا۔۔

تم تو سانپ نکلے۔۔ میرے لباس کا سانپ نکلے تم ہاشم جس نے مجھے موقع ملتے ہی " دس لیا۔ اب تم بھی دیکھنا کہ میں تمہاری بہن کے ساتھ کیا کرتا ہوں۔۔ جب تمہیں درد "ہوگا تب ہی تم اندازہ کر پاؤ گے کہ یہ تکلیف کیا تکلیف ہوتی ہے۔۔

اس نے ایک جھٹکے سے اسے چھوڑا تو ہاشم کی پیشانی پر پہلی دفعہ فکر چمکی۔ لیکن پھر کچھ بھی بولنے کا موقع دینے بغیر اہلکار اسے گھسیٹتے ہوئی باہر لے گئے۔ تختیار نے ایک قر آلود نگاہ اس پر ڈالی اور پھر اندر کی جانب بڑھا۔ شازیہ جو نگار بیگم کے ساتھ دروازے میں ٹکی کھڑی تھی اس کے ایسے جارہانہ سے انداز کو دیکھ کر وہ بے ساختہ پیچھے ہوئی۔ اسے کیا پتہ تھا کہ اسے اس کے بھائی کے کیئے گئے اعمال کی سزا ساری زندگی بھگتنی تھی۔۔

دوسری جانب جاسم کے اپارٹمنٹ میں صبح کی مخصوص چہل پہل تھی۔ ولی جو کچھ ہی دیر پہلے گہری نیند سے جاگا تھا اب منہ ہاتھ دھو کر فریش ہوا ناشتے کی گول ٹیبل پر جاسم کے ناشتے کا انتظار کر رہا تھا۔۔ جاسم نے سہرے سے آملیٹ کی پلیٹ اس کے سامنے رکھی اور پھر اصغر کو آواز دی۔ اصغر چائے بہت اچھی بناتا تھا اسی لیے آج یہ ذمہ داری اسے سونپی گئی تھی کہ چائے وہ بنائے گا۔ جس پر اس نے برے برے منہ بنا کر چائے بنا ہی لی تھی۔ وہ صبح ہی صبح اس کے گھر آدھمکا تھا۔

”ہاشم کو گرفتار کر لیا ہے پولیس نے۔۔“

ٹیبل پر چائے رکھتے جیسے اصغر نے موسم کی کوئی خوشگوار سی خبر سنائی تھی۔ ولی نے ایک نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ رات سے کافی بہتر لگ رہا تھا۔ چہرے پر صحت مندی اور سکون کی جھلک لیے۔۔

"جانتا ہوں۔۔"

جاسم نے آملیٹ کا ٹکڑا منہ میں رکھتے ہوئے اسے دیکھا۔ وہ ان کا یونی فرینڈ تھا۔ بہت نیک دل اور انتہائی شریف سا۔

"پھر خوش کیوں نہیں ہو تم۔۔؟"

"کس بات پر خوش ہونا چاہیئے مجھے۔۔؟"

اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر اپنی چائے اٹھائی۔ زخمی ہاتھ البتہ اس نے گود میں رکھا ہوا تھا۔

”اسے گرفتار کر لیا ہے پولیس نے۔“

اصغر بھی اس کے مقابل کرسی پر بیٹھا چائے کپ میں انڈیل رہا تھا۔

ایک دو دن بھی نہیں لگیں گے اسے اس جیل سے نکلنے میں۔ اس جیسے بارسوخ”
لوگوں کو صرف اس کے جیسے بارسوخ لوگ ہی قابو کر سکتے ہیں۔ پولیس تو جیب میں
”رہتی ہے ان کے۔“

وہ بہت سکون سے ان دونوں کو جیسے حقیقت کا آئینہ دکھا رہا تھا۔ جاسم بے سکونی سے آگے کو ہوا۔۔

"پھر۔۔ تو کیا کوئی راستہ نہیں ہے اسے قید کرنے کا۔۔؟"

میں نے یہ کب کہا کہ کوئی راستہ نہیں ہے۔ میں تو صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ سب " پولیس کے بس کی بات نہیں ہے۔ باقی انسان کو تباہ کرنے کے لیے اس کے اعمال "ہی کافی ہوتے ہیں۔۔"

"تم کیا کرنے لگے ہو۔۔؟"

اصغر کے سنجیدہ سے سوال پر اس نے پہلی دفعہ ہلکے سے مسکرا کر ان دونوں کی جانب دیکھا تھا۔۔

”سوری۔۔ یہ کانفیڈینشل ہے۔ میں آپ دونوں میں سے کسی کو بھی نہیں بتا سکتا۔۔“

”یار ولی بتانا۔۔“

اصغر نے ناشتہ چھوڑ کر بہت بے چینی سے اس سے پوچھا تو اس نے مزے سے کندھے اچکائے۔۔

”تمہارے بابا کو پتہ ہے۔ ان سے پوچھ لینا جا کر۔۔“

"چلو اس کے تو بابا کو پتہ ہے لیکن مجھے کون بتائے گا۔۔؟"

جاسم کو اپنا نظر انداز کیا جانا کچھ پسند نہیں آیا تھا۔۔

"تمہیں کیا کرنا ہے جان کر۔ چپ کر کے ٹانگے لگاؤ بس لوگوں کی کھال میں۔۔"

اصغر نے ہنس کر کہا تو ولی بھی ہنس دیا۔ جاسم نے البتہ اس کے تبصرے پر آنکھیں نکال کر دیکھا تھا اسے۔۔

کسی دن تمہارے اس منہ پر ہی ٹانکا لگا دوں گا میں۔ جتنی یہ زبان کم چلے گی اتنا ہی سب "

"کے لیے اچھا ہوگا۔۔ کیوں ولی۔۔؟

"(bingo) بنگو"

انگشتِ شہادت کو انگوٹھے پر رکھ کر اس نے جاسم کے ارادے کو سراہا تھا۔ اصغر نے ان دونوں کو کڑے تیوروں سے گھورا تو وہ دونوں ہنس پڑے۔ انہیں ہنستا دیکھ کر اس کے چہرے پر بھی ہنسی ابھری تھی۔۔ آملیٹ اور چائے کی اشتہا انگیز سی مہک سے بھرے اپارٹمنٹ میں تین دوست آج بہت دنوں بعد ایک ساتھ یوں ہنسے تھے۔ کیونکہ زندگی کی ایک بہت کٹھن اور طویل رات کا اختتام، بہر حال ہو چکا تھا۔۔

اس نے زمان کے ساتھ کھانا کھایا۔ سارے دورانیے میں زمان کی باتوں پر مسکراتی وہ اب کے بہت بہتر محسوس کر رہی تھی۔ گردن کا زخم البتہ ذرا سی جنبش پر تکلیف دیا کرتا تھا باقی کے زخموں اور چھوٹی چوٹوں میں تکلیف کا اثر بہت کم تھا یا پھر شاید اسے محسوس کم ہو رہا تھا، وہ اندازہ نہیں کر پائی۔ اس نے کھانا کھایا اور پھر ان کو سلام کرتی کھانے کے برتن لیے کمرے سے باہر نکل آئی۔ لاؤنج سے گزرتے اس کی نگاہ بے ساختہ اس کے کمرے کے بند دروازے پر پھسلی تھی۔

جانے کہاں تھا وہ۔۔؟

گہرا سانس بھرتی وہ آگے بڑھی تو بی جان کو کچن میں کام کرتا دیکھ کر انہی کے پاس چلی آئی۔ تختیار کی ساری باتیں یقیناً وہ بھی سن چکی تھیں اور اب اس سے رخ پھیرے کھڑی تھیں کہ اس کا سامنہ کرنا ان کے لیے مشکل ہو رہا تھا۔۔

"بی جان۔۔"

اس نے پاس جا کر انہیں پکارا پھر سلیب پر برتن رکھتی ان تک آئی۔ انہوں نے خواہ
مخواہ ہی سنری۔ ہوتی پیاز میں چمچ چلایا تھا۔

"بی جان۔۔؟"

اس نے اب کے انہیں کندھے سے تھام کر اپنی جانب نرمی سے گھمایا تو دھک سے رہ
گئی۔ ان کی خوبصورت آنکھوں میں بے تحاشہ آنسو جمع تھے اور پلکوں پر تو اتنا پانی لدا تھا
کہ حد نہیں۔۔

"بی جان۔۔! کیا ہوا ہے۔۔۔؟"

اس نے بوکھلا کر ان کا چہرہ دوبارہ اپنی جانب پھیرا تھا۔

بختیار نے جو کچھ بھی کہنا چاہا، م۔۔۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ اس سب کے بعد تمہارا سامنہ " کیسے کروں۔ وہ کیسے اتنی گھٹیا بات کر سکتا ہے۔۔۔!! اسے میں نے یہ تو نہیں سکھایا تھا۔ میں نے تو کبھی اس میں اور ولی میں فرق نہیں کیا۔ پھر کہاں سے بھر گیا ہے اس کے اندر اتنا زہر۔۔۔! اسے اور ولی۔۔۔ دونوں کو ہر ہر نوالہ کلمہ پڑھ کر کھلایا ہے۔ دونوں کو قرآن سناتے سناتے بڑا کیا ہے میں نے تو اہل۔ پھر۔۔۔ پھر کیوں ہے ایسا کہ ایک ریشم ہے اور دوسرا ٹاٹ۔۔۔ ایک عزت کا محافظ ہے تو دوسرا سر سے چادر کھینچنے کی باتیں کرتا ہے۔ ایک زخم سمیٹتا اور دوسرا زخم دیتا ہے۔۔۔ میں نے تو کبھی فرق کی کسی لیکر کو ان دونوں کے درمیان نہیں آنے دیا پھر یہ سب۔۔۔ یہ سب اس نے کہاں سے سیکھ لیا۔۔۔!! مجھے لگتا ہے میرا دل پھٹ جائے گا اہل اسے ایسے دیکھ کر۔ مجھے نہیں سمجھ "آ رہا کہ مجھے اسے کیسے سمجھانا چاہیئے۔۔۔

ایک ماں اپنی زندگی بھر کی ریاضت کو ضائع ہوتے دیکھ کر بلبلا اٹھی تھی۔۔ ہاں اب ان کی برداشت سے بھی سب کچھ باہر ہونے لگا تھا۔ اس نے دکھ سے انہیں دیکھا اور پھر آہستہ سے انہیں اپنے گلے لگا لیا۔

یہ ہمت اسے ہی کرنی تھی۔ اچھی بیٹی اسے ہی بننا تھا۔ اس کے والدین۔۔ ہاں اس کے والدین بوڑھے ہونے لگے تھے اور انہیں اب سنبھالنا اس کی ذمہ داری تھی۔ ان کے ہر ہر آنسو کو سمیٹنا اب اس کے کندھوں پر آگرا تھا۔ وہ وقت آگیا تھا کہ جب ان کی زندگی بھر کی محنت کا صلہ انہیں مل ہی جانا چاہیئے تھا۔ اور اب وہ وقت بھی آگیا تھا کہ جب اسے اپنے آنسوؤں کو بھی خود ہی صاف کرنا تھا۔۔! اگر کر خود اٹھنا تھا۔ گرے ہوؤں کو اٹھانا تھا۔

اس نے انہیں خود سے الگ کیا پھر مسکرا کر ان کی جانب دیکھا۔۔

ہر پودا، ہر درخت اور ہر غذا ایک سی نہیں ہوتی بی جان۔ ایک ہی پانی، دھوپ، ہوا" اور کڑی نگرانی کے باوجود بھی کچھ کو کھار بننا ہوتا ہے اور کچھ کو گلاب۔۔! یہ انسان کے بس کی بات نہیں ہوتی بی جان۔ یہ تو اللہ کے کام ہوتے ہیں کہ کسے ببول بنا دے اور کسے ریشم عطا کرے۔ آپ نے زندگی بھر دھوپ میں اپنی پشت جلا کر انہیں سنوارا ہے۔ "لیکن جن کا مقدر ہی کلنٹے ہوں وہ پھول نہیں بن سکتے۔۔ کبھی نہیں بن سکتے۔۔"

بی جان اپنی آنکھیں دوپٹے سے صاف کرتیں اسے سن رہی تھیں۔۔

ولی کو گھنا درخت بن کر آپ پر سایہ فگن ہونا ہی تھا اور بھاجی کو۔۔ بھاجی کو اپنی "شاخیں تمازت میں جلا کر ایک اجاڑ درخت کی صورت ہی اختیار کرنی تھی۔ اس میں آپ قصور وار نہیں ہیں بی جان۔ خود کو ان باتوں کے لیئے الزام مت دیں جن پر آپ قادر نہ ہیں۔۔"

مسکرا کر اس نے ان کی دونوں بھیگتی آنکھوں کو نرمی سے اپنے انگوٹھوں سے صاف کیا
اور پھر انہیں زور سے بھیجنے لگا۔

اب بس بھی کریں رونا دھونا۔۔ کیا پکا رہی تھیں آپ میرے لیے۔۔۔؟ سوپ تمہا شاید۔"
"جلدی کریں ناں پھر۔۔ بھوک لگی ہے مجھے۔۔

وہ ہنس کر ہانڈی کی جانب پلٹی تھیں۔۔

"ابھی تو کھانا کھایا ہے تم نے۔۔ پھر سے بھوک لگ گئی۔۔؟"

سمجھا کریں ناں بی جان۔ سوپ کی بھوک لگی ہے مجھے۔ اب جلدی سے بنائیں پلیز،"
میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں۔ تھوڑا ریسٹ کرونگی۔ اور اب آپ نے رونا نہیں ہے
"ٹھیک۔۔؟ میں چلتی ہوں۔

ایک دفعہ پھر انہیں خود سے لگا کر وہ پلٹی تو بی جان نے اپنی لاڈلی کو آسودہ دیکھ کر سکون
کا سانس۔ خارج کیا تھا۔ کچن سے باہر نکلتے ہی اس کی مسکراہٹ پھیکی پڑی اور شہد رنگ
آنکھیں آنسوؤں کے پانی سے جگمگانے لگیں۔ اسے سب کو بہر حال یہ یقین دلانا ہی تھا
کہ وہ ٹھیک تھی۔ بالکل ٹھیک تھی۔۔ آہستگی سے اپنے چڑھتے اس کا دل بھاری ہونے
لگا تھا اور بوجھ اٹھاتے اٹھاتے اب اس کی جان ختم ہونے لگی تھی۔ کمرے میں آکر
اس کی نگاہ بیڈ پر پڑی اس کی، سیاہ شال کی جانب اٹھی۔ اس کے ساتھ ہی اس کی
سیاہ جیکٹ رکھی تھی جو اس نے اس رات امل کے کندھوں پر ڈالی تھی۔ اس کے
حلق میں آنسوؤں کا گولہ سا بننے لگا۔ آنکھوں میں ڈھیروں پانی لیے وہ نزدیک چلی آئی۔
شال کو ہاتھ میں لے کر خود سے قریب کیا۔

ایک پل کو آنکھیں بند کر کے اس نے اس کے ملبوس کی مہک خود میں اتاری تو سانسیں۔
تک مہکنے لگیں۔۔

اسے ابھی بہت سارا رونا تھا۔ بے تحاشہ رونا تھا۔۔ بے حد بے حساب رونا تھا۔ گرمی
ہوتی کسی شام میں، بہتی جھیل کے پاس بیٹھ کر وہ بہت سارا رونا چاہتی تھی۔۔

آگے بڑھ کر اس نے اس کی جیکٹ اٹھائی اور اسے بھی خود سے لگا کر وہ پھوٹ پھوٹ
کر رو پڑی۔ اسے آج، اسی لمحے احساس ہو رہا تھا کہ وہ ولی سے پہلے سے بھی زیادہ۔۔
بہت زیادہ محبت کرنے لگی تھی۔ جب اس نے اس کے گرد چادر لپیٹی تھی۔۔ جب
اس نے اس کے اتنے قریب آ کر بھی نظریں اٹھانے کی گستاخی نہیں کی تھی۔۔ جب
اس کی تکلیف پر اس نے آنکھیں میچی تھیں۔۔ اور جب۔۔ جب اس کے لیے وہ اپنے
زخموں کی پرواہ کیئے بغیر دیوانوں کی طرح بھاگتا آیا تھا۔۔ ہاں۔۔ اسے اس سارے عرصے
میں وہ پہلے سے بھی زیادہ عزیز ہو گیا تھا۔۔ اسے وہ پہلے سے بھی زیادہ اپنا لگنے لگا تھا۔۔

لیکن ان ساری ساعتوں میں اس سے کی جانے والی محبت پہلے سے بھی زیادہ زخم چنے
! لگی تھی۔۔ زخموں کو ادھیڑ نے لگی تھی۔۔

کھڑکی سے لگ کر گرتی دھوپ اداسی سے گردن جھکا کر بیٹھی۔ ایک روتی ہوئی لڑکی کو دیکھ
رہی تھی کہ جس کی محبت نے اسے ہمیشہ رلایا ہی تھا۔۔

لگے دن جاسم ہاسپٹل کے لیئے تیار ہو رہا تھا اور ساتھ ساتھ اس کی ولی کو نصیحتیں بھی
جاری تھیں۔

ویسے تو اب تم پوری طرح سے صحت یاب ہو لیکن پھر بھی زخم تازہ ہے۔ احتیاط کرنا"
"بہتر ہے تمہارے لیئے۔

اس نے بیزائیت سے یہاں وہاں دیکھا اور پھر جاسم کو آواز دی۔

"یہ محسن میرے کپڑے نہیں لے کر آیا ہاسپٹل سے۔۔؟"

"لایا ہے۔۔ اندر کمرے میں رکھ دیئے تھے اس نے سارے شاپنگ بیگز۔۔"

سر ہلا کر وہ کمرے کی جانب بڑھا اور کچھ ہی دیر بعد فریش ہو کر گیلے بالوں کو تولیئے سے رگڑتا باہر بھی چلا آیا۔ اس کا مخصوص قمیض شلوار والا لباس گاؤں میں ہی تھا اور جو شاپنگ اس کے لیئے اصغر نے کی تھی وہ ساری جینز، شرٹ اور جیکٹس پر مشتمل تھی۔ اسے فی الحال اسی میں سے کچھ پہننا تھا۔ اسی لیئے اس نے بلیو جینز کے ساتھ،

سفید ٹی شرٹ پر ہلکے ٹھنڈے موسم کی مناسبت سے بھوری جیکٹ پہن لی تھی۔ جاسم
جو بس اپنی چابیاں اٹھاتا گھر سے نکلنے ہی لگا تھا اسے دیکھ کر لمحے بھر کے لیے ٹھہر گیا۔
وہ اب برش سے بالوں کو پیچھے جما رہا تھا۔ دیو مالائی کہانیوں کا بے حد خوبصورت
! مجسمہ۔۔

"خیال رکھنا اپنا ولی۔"

اس نے اپنائیت سے بس اتنا ہی کہا تو ولی نے لاپرواہی سے سر ہلایا۔ جاسم اسکی
لاپرواہی پر سر ہلاتا باہر نکلا تو اس نے بھی اپنی گاڑی کی چابیاں اٹھائیں اور باہر کی
جانب بڑھا۔ گاؤں کے جانب واپسی کے سفر پر اس کا چہرہ بے حد سنجیدہ تھا۔ خوفناک
حد تک سنجیدہ۔۔ گاڑی خلافِ توقع حویلی کی جانب موڑنے کے بجائے اس نے تمھانے کو
جاتے راستے پر موڑی تھی۔ بمشکل آدھے گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد وہ تمھانے کے سامنے

گاڑی روک رہا تھا۔ پھر چابی ایگنیشن سے نکالتا باہر نکل آیا۔ اندر کی جانب جاتی راہداری کو پار کرتے بہت سے اہلکاروں نے اسے سلام کیا تھا۔ اس نے محض سر کے خم سے انہیں جواب دیا اور اندر ہی اندر بڑھتا گیا۔۔ ٹارچر سیل کی جانب بڑھتے اس کے قدموں کی دھمک سے آنے والی ساعتیں سکڑنے لگی تھیں۔ ایک پل کو اس نے باہر کھڑے اہلکار کی جانب دیکھا اور پھر اس کے تسلی بخش سے اشارے پر وہ دروازہ کھولتا اندر داخل ہو گیا۔۔

اندر کا ماحول سالوں بعد بھی ویسا ہی تھا۔ خاموش، بے رحم اور ٹھنڈا۔۔ درمیانی ٹیبل کے اس طرف کرسی پر جوگی گردن جھکائے بیٹھا تھا، ایسے کے ولی کی جانب اسکی پشت تھی۔۔ وہ طیش سے دانت جھماتا آگے بڑھا اور اس کی کرسی کو ایک زوردار لٹ مارا۔ جوگی کرسی سمیت دور جاگرا تھا۔ اس نے اس حملے پر بوکھلا کر یہاں وہاں دیکھا بھی لیکن اسے ولی نظر نہیں آیا۔ وہ اس کے عین پیچھے کھڑا تھا۔ پھر ایک جھٹکے سے آگے بڑھا۔۔ ٹیبل کو لات سے پرے کیا اور جیب سے تیز دھار چھوٹا سا چاقو نکال کر اس نے جوگی کا ہاتھ بے رحمی سے پکڑا اور تین چار بار شرپ شرپ کی آواز کے ساتھ چاقو پھیرا تو ٹارچر

سیل انسانی چیخوں سے گونج اٹھا۔۔ اس کے ہاتھ سے خون ابل ابل کر کچی مٹی میں
جذب ہونے لگا تھا۔ اور وہ درد سے بلبلا تا زمین پر ادھ مرا سا پڑا تھا۔

اس نے اسے بالوں سے پکڑ کر سیدھا کر کے دیوار سے لگایا۔ پھر اس کے سامنے کرسی
رکھتا بیٹھا۔ جوگی کی خوفزدہ نظروں نے پل بھر کو اس کے بے رحم سے تخی تاثرات والے
چہرے کو دیکھا تھا۔ اپنے کانپتے ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے دباتا وہ بالکل دیوار سے چپک کر
بیٹھ گیا تھا۔

"درد ہو رہا ہے۔۔؟"

ولی کی آواز اونچی نہیں تھی۔۔ لیکن اس کی سرسرا تہی مدھم سی آواز نے جوگی کی گردن
کے بال تک کھڑے کر دیے تھے۔

"بہت شوق ہے تمہیں لوگوں کے خون کی بو سونگھنے کا۔۔؟"

جوگی کا وجود تھر تھر کانپنے لگا تھا۔ اس نے ایک جھٹکے سے اسے گلے سے دبوچ کر دیوار میں مزید جمایا۔ جوگی کی آنکھیں اتنی شدت پر ابلنے لگیں۔ مگر ولی کا غصہ کم نہیں ہو رہا تھا۔ اس کا سپاٹ سا ٹھنڈا چہرہ رگوں میں گردش کرتے لہو تک کو جما رہا تھا۔

اس رات۔۔ اگر جو وہ مجھے نہیں روکتی تو خدا کی قسم میں تمہیں جان سے مار دیتا۔۔ لیکن"

"کیا ہوا اگر جو میں تمہیں اس رات نہیں مار سکا تو۔۔؟"

جوگی کی آنکھیں پھٹ کر باہر گرنے لگی تھیں۔۔ اس نے پوری قوت سے اس کا حلق دبایا تو جوگی کا سانس رکنے لگا۔ لگتا تھا گلے ہی لمحے روح پرواز کر جائے گی۔۔ لیکن ولی۔۔

اس کی سماعت میں کوئی آواز سی گونج رہی تھی۔ اس نے ایک دو بار سر بھی جھٹکا لیکن وہ اس آواز کو نہیں جھٹک سکا۔۔ وہ اسے جھٹک پنے پر بھلا قادر ہی کب تھا۔۔

"!!آپ قاتل نہیں ہیں ولی۔۔"

"آپ ان سب جیسے نہیں ہیں۔۔"

نہیں۔۔ اس نے دوبارہ سر جھٹکا تھا۔۔ پسینے کی بوندیں اس کی کنپٹی سے پھسل کر گرنے لگیں۔

"آپ جانور نہیں ہیں ولی۔"

"آپ بے قصور ہیں ولی۔۔"

اور یہ حد تھی۔۔ اس نے ایک جھٹکے سے اسے چھوڑا تو وہ بری طرح کھانستا ہوا دوسری جانب کو گرا۔ اسے اپنی بے بسی پر حد درجہ غصہ آیا تھا۔ لیکن وہ تھی کہ اسے انسان سے جانور بننے ہی نہیں دیتی تھی۔ وہ بھی ان سب جیسا بن کر انہیں اسی طرح جہنم رسید کرنا چاہتا تھا لیکن وہ اسے خدا بننے سے روک لیا کرتی تھی۔ ہر دفعہ روک لیا کرتی تھی۔

کرسی سے اٹھ کر وہ اس کے سامنے پنچوں کے بل بیٹھا۔ جوگی نے بمشکل ذرا کی ذرا نگاہ اس پر گھمائی تھی۔ اس نے جمے دانتوں کو مزید پیس کر اسے گرمیابان سے اٹھایا۔ پھر دیوار سے لگا کر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔۔

یہ آخری وار اس لیے ہوگا کیونکہ اس رات تم نے اسے اذیت دی تھی۔ تم نے اسے "ہاتھ لگایا تھا۔۔ تم نے۔۔ اس کے ساتھ۔۔ بدتمیزی کی تھی۔۔ اور یہ کرنے سے پہلے "تمہیں سوچنا چاہیئے تھا جوگی۔۔ ہزار بار سوچنا چاہیئے تھا۔

اگلے ہی لمحے اس نے ایک زوردار جما مکا اس کے جبرے پر مارا تو جوگی کے سر پر پل بھر کو سارا ٹاچر سیل گھوم کر رہ گیا۔ وہ اب کے بے دم ہو کر زمین پر گر پڑا تھا۔ اس نے جیکٹ کی آستین سے ملتے پر آیا پسینہ صاف کیا اور خاموشی سے سپاٹ چہرہ لیے باہر نکل آیا۔ وہ آج جوگی کو مارنے آیا تھا۔ قتل کرنے آیا تھا وہ اسے۔۔ لیکن وہ اسے قتل نہیں کر پایا تھا۔

تنگ و تاریک راہداریوں میں آگے ہی آگے بڑھتے اب کے اس کا بے تاثر چہرہ واضح نہ تھا۔ اس پر جمی برف جیسے صدیوں کی دشمنی کا نتیجہ تھی۔ مگر اسے اس طرح مار کر، ولی

احمد کے اندر جلی آگ کو جیسے کسی نے تسکین پہنچائی تھی۔ ایسی تسکین جو سکون سے خالی ہوا کرتی تھی۔۔

بختیار نے شازیہ کو بالوں سے پکڑ کر گھسیٹا اور اندر کی جانب بڑھا۔ وہ اس سے اپنا آپ چھڑا رہی تھی، بری طرح چلا رہی تھی مگر بختیار پر تو جیسے کوئی جنونی سی کیفیت سوار تھی۔ اس نے اسے لاؤنج میں لا کر دھکا دیا تو وہ دور جا گری۔ بی جان اپنے کمرے سے گھبرا کر بھاگتی آئی تھیں اور زمان جو کچھ ہی دیر پہلے سونے لیٹے تھے اس دوپہری میں، اٹھ کر آنا فنا چشمہ لگاتے کمرے سے باہر نکلے۔۔ اہل بھی زینوں سے تیزی کے ساتھ اترتی نیچے آرہی تھی۔۔

آپ کیوں میرے ساتھ ایسا کر رہے ہیں ہاں۔۔؟ وہ سب جو میرے بھائی نے کیا اس "
"میں میرا تو کوئی قصور نہیں پھر مجھے سزا کس بات کی مل رہی ہے۔۔"

شازیہ اس پر چیخی تو بختیار بگڑتے چہرے کے ساتھ اسے مارنے کے لیے آگے بڑھا۔
امل بے ساختہ ان کے درمیان آئی تھی۔

یہ آپ کیا کر رہے ہیں بھاجی۔۔؟ انسانیت کی آخری حدوں سے بھی گرنا چاہتے ہیں کیا "
آپ۔۔! جو اس کے بھائی نے کیا سو کیا۔ اس کی سزا بھاجی کو نہیں دے سکتے آپ۔
"انہیں سزا دینے کا کوئی جواز نہیں ہے آپ کے پاس۔۔"

اس نے بختیار کے سینے پر پوری قوت سے زور ڈال کر اسے پیچھے دھکیلا تھا۔ زمان نے
بھی ایک گرجدار آواز میں اسے تنبیہ کی۔۔

بختیار۔۔ انسان کا بچہ بن۔ اپنی نظروں میں اس قدر نہ گر کہ پھر اٹھنا عذاب "
"ہو جائے۔۔"

امل نے جھک کر روتی ہوئی شازیہ کو ہاتھ دے کر اٹھایا۔ لیکن بختیار یکدم آگے بڑھا۔

میں کہتا ہوں کہ تو ابھی کہ ابھی درمیان سے ہٹ جا امل۔ مجھے اس سے حساب لینے "
"دے۔۔"

اس نے امل کو ہاتھ سے کھینچ کر ایک طرف کیا لیکن وہ پھر سے ان کے درمیان آگئی
تھی۔ بی جان نے بھی شازیہ کو سہارا دے کر پکڑ رکھا تھا۔ اس کی حالت بہت خراب

ہورہی تھی۔۔ بکھرے بال، آدھلے آنچے کو جھولتا دوپٹہ اور ہچکیوں سے روتی ہوئی وہ غیر ہوتی
حالت کے ساتھ سم کر بختیار کے بگڑتے تیور دیکھ رہی تھی۔

بھاجی یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔۔! جو اس کے بھائی نے کیا آپ بھی وہی کر رہے ہیں۔"
"خدا کے لیے ہوش میں آئیں۔۔"

بختیار نے یکدم طیش میں آکر امل پر ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ اگلے ہی پل کسی نے مضبوطی
سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ بختیار نے چونک کر پیچھے دیکھا۔

جب بات کرنے نہیں آتی ہے۔ تو بات کیا بھی مت کرو۔ گھر کہ عورتوں پر ہاتھ اٹھا کر"
کونسی مردانگی ہے جو ثابت کرنا چاہ رہے ہو تم۔۔ اور تمہیں اتنا حق کس نے دیا ہے ہاتھ
اٹھانے کا۔۔"

وہ وہی تھا کہ جس کی آواز سینکڑوں مردوں میں ممتاز ہوا کرتی تھی۔ امل نے چونک کر آنکھیں کھولیں۔ ولی نے آرام سے تختیاء کے سرخ بھبھوکا چہرے کو دیکھا اور اسے پیچھے کو دھکا دیا۔ وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہوا تھا۔

پھر چند قدم چل کر وہ جھکا اور زمین پر گرا شازیہ کا دوپٹہ اٹھایا۔۔ اسے امل کے ہاتھ میں دیا۔

"کمرے میں لے کر جائیں انہیں بی بی۔۔"

امل نے اثبات میں سر ہلایا اور ہولے ہولے کانپتی ہوئی شازیہ کو لیتے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ وہ تختیار کی طرف پلٹا۔۔

کیا کرنا چاہ رہے ہو تم۔۔؟ جس نے ایسی گھٹیا حرکت کی ہے حساب جا کر اس سے لو"
"نہ کہ کسی ایسے انسان پر اپنا غصہ اتارو جو اس کا مستحق نہ ہو۔

مجھے تم سے ڈکٹیشن لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ مجھے کیا کرنا"
ہے اور کیا نہیں۔ وہ میری بیوی ہے میں اسے کسی کی بھی سزا دوں اس سے تمہیں
"کوئی مسئلہ نہیں ہونا چاہیئے۔

اسکی سرخ انگارہ آنکھیں دیکھ کر ولی بے طرح چونکا تھا۔ یہ آنکھیں۔۔۔ یہ آنکھیں کسی نشے
کے زیر اثر لگتی تھیں۔۔

"کہاں تھے تم کل ساری رات۔۔؟"

اس کے پوچھنے پر زمان جو بختیار کی جانب بڑھ ہی رہے تھے چونک کر رک گئے۔ بی جان بھی ٹھہر گئی تھیں۔ بختیار کے لڑکھڑاتے قدم بے ساختہ پیچھے ہٹے تھے۔۔

"دیکھ لونگا میں تمہیں۔۔ تمہیں بھی اور اس ہاشم کو بھی۔ دیکھ لونگا میں سب کو۔"

پسینے سے شرابور ہوتا وہ باہر کی جانب بڑھا۔ زمان جو اس کے پیچھے جانے لگے تھے ولی نے انہیں روک لیا۔ انہوں نے اسے فکر مندی سے دیکھا تھا۔۔

"یہ۔۔ یہ کہاں تھا پچھلی ساری رات ولی۔۔؟"

ان کی آواز کانپ رہی تھی۔ ولی نے انہیں کندھوں سے تھام کر ان کی آنکھوں میں دیکھا۔۔

"کہیں بھی نہیں سردار بابا۔ شاید مجھے غلط فہمی ہوئی ہو۔۔"

وہ انہیں مزید کچھ بھی بتا کر تکلیف میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ انہوں نے تھکن زدہ سی سانس خارج کی۔۔

میں بوڑھا ہو گیا ہوں ولی لیکن اس کا ہرگز مطلب یہ نہیں کہ میں نے اپنے بال دھوپ میں سفید کیئے ہیں۔ اس کے قدموں کی لرزش بتا رہی تھی کہ وہ کل ساری رات کہاں "رہا ہے۔۔"

اس نے گہرا سانس لے کر ان کے کندھوں سے ہاتھ ہٹائے اور پھر بی جان کی جانب پلٹا۔ مسکرا کر انہیں دیکھا۔۔ وہ اس کے ایسے مسکرانے پر نہال ہی تو ہو گئی تھیں۔۔

کیسی ہیں آپ بی جان۔۔؟ میں نے ان سارے دنوں میں آپ کے ہاتھ کے کھانے کو"
"بہت یاد کیا ہاسپٹل میں۔ وہاں تو مجھے اصغر کے ہاتھ کا بنا عجیب سا کھانا کھانا پڑتا تھا۔۔"

بی جان اس کی بات پر خم آنکھوں سے ہنس دی تھیں۔ پیچھے کھڑے زمان بھی آنکھوں
کی نمی صاف کرتے بے ساختہ مسکرائے تھے۔ اس سخت سے لڑکے کو نرم باتیں کرنا
بھی آتی تھیں۔۔

"ابھی لاتی ہوں۔ ٹو بیٹھ۔۔ آرام کر۔۔ زخم کیسا ہے اب ہاتھ کا۔۔؟"

"بہت بہتر ہے پہلے سے۔۔"

اس کے کہنے پر انہوں نے مسکرا کر اسکے چہرے پر ہاتھ پھیرا پھر اپنی نظروں سے اس کی نظر اتارتیں کچن کی جانب بڑھ گئیں۔ وہ زمان کے بلانے پر ان کے ساتھ لالوچ میں آ بیٹھا تھا۔

"کہاں چلے گئے تھے تم۔؟"

"اپنے دوست کے پاس تھا سردار بابا۔۔"

"زخمی تھے تم۔۔ کتنا روکا میں نے تمہیں مگر مجال ہے جو تم اپنی ضد سے باز آ جاؤ۔۔"

ان کی نرم سی ڈانٹ پر اس نے مسکرا کر سر جھکایا تھا۔۔ زمان کو وہ پر سکون لگا۔۔ غیر معمولی سا پر سکون۔۔ اس کے سکون نے زمان کو ذرا بے سکون کیا تھا۔۔ ولی احمد انہیں بہت بدلا ہوا لگ رہا تھا۔۔

"تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا کہ اس سب کے پیچھے اس ہاشم کا ہاتھ ہے۔۔؟"

زمان کے سوال پر اس نے سنجیدگی سے چہرہ اٹھایا تھا۔۔

میں اس سے خود ڈیل کرنا چاہتا تھا سردار بابا۔ وہ ایک بہت خطرناک اور شاطر انسان " ہے۔ ہر کوئی اس کے ساتھ مقابلے پر نہیں جا سکتا۔۔

لیکن اسے تو پولیس لے گئی ہے گرفتار کر کے۔ مشکل ہی ہوگا اس کا اب جیل سے "

"نکلنا۔

ولی نے ان کی بات پر تلخی سے سر جھٹکا تھا۔

آج ہی رہا ہو جائے گا وہ سردار بابا۔ اور مجھے نہیں لگتا کہ مجھے آپ کو یہ بتانے کی "

"ضرورت ہے کہ وہ کیسے رہا ہوگا۔۔

زمان نے پریشانی سے اپنا ماتھا مسلاتھا۔۔

پھر۔۔۔؟ میں تو اسے اتنا بڑا ظلم کر کے دندناتا ہوا نہیں دیکھ سکتا ولی۔۔ کچھ کرنا پڑے "

"گا۔۔ ایسا کرتا ہوں کچھ آدمیوں کو۔۔

اس سب کی کوئی ضرورت نہیں ہے سردار بابا۔ ان سب باتوں کو میں پہلے ہی طے " "کرچکا ہوں۔

"اور وہ کیا ہے۔۔؟"

اسی پل بی جان نے اسے کچن سے آواز دی تھی۔۔ اس نے مسکرا کر زمان کو دیکھا۔۔

"بی جان بلا رہی ہیں۔ ان کے بلانے پر نہیں گیا تو جلتے ہیں ناں کیا ہوگا۔۔"

ان کے سوال کو آرام سے ڈاج دے کر اب وہ کچن کی جانب بڑھ رہا تھا۔ زمان نے سوچتی نظروں سے اس کی چوڑی پشت کو دیکھا۔ ولی احمد ہمیشہ کی طرح انہیں آج بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ اسی پل امل شازیہ کے کمرے سے نکل کر کچن کی جانب بڑھی۔

"بی جان وہ بھا بھی۔۔"

وہ بی جان کے ساتھ کھڑا باتیں کر رہا تھا۔ اسکی آواز پر بی جان سمیت پلٹا۔ اس کی نظر اس سے پل بھر کو الجھی تھی۔

"ہاں۔۔ کیا ہوا۔۔؟"

بی جان نے تازہ بنے سالن کی آنچ بند کر کے اسے دیکھا۔۔

"بھابھی۔۔ بلا رہی ہیں آپ کو۔۔"

اس نے کہا اور جلد از جلد کچن سے جانے کے لیئے پر تولنے لگی۔ اس کی چند دنوں کی غیر موجودگی کے بعد وہ ہمیشہ اس کے سامنے آتے ہوئے نروس ہو جایا کرتی تھی۔ ولی نے سنجیدگی سے رخ پھیرا۔ اس کی ہچکچاہٹ اس سے بھلا کہاں چھپی رہ سکتی تھی۔۔

"اچھا۔ ادھر آؤ، ذرا یہ ولی کو کھانا نکال دو۔ میں دیکھوں شازیہ کیا کہہ رہی ہے۔"

نہیں نہیں۔۔ وہ انہیں روکنا چاہ رہی تھی لیکن بے سود۔ بی جان کچن سے نکل کر گڈیں تو اندر ایک عجیب سا احساس تحلیل ہونے لگا۔ اس نے تیزی سے آگے بڑھ کر ریک سے پلیٹ اٹھائی اور جلدی جلدی کھانا نکالنے لگی۔ ولی خاموشی سے ٹیبل کے گرد

لگی کرسی پر جا بیٹھا تھا۔ ہاف بندھے بالوں کے ہالے میں دمکتا چہرہ لیئے اس نے جھکی
نظروں کے ساتھ کھانا اس کے سامنے رکھا تو ولی نے اسے بس ایک نظر دیکھا۔۔۔ دل رکنے
لگا تھا۔۔۔

"شکریہ۔۔۔"

اس کے کھانا لگا کر پینے پر اس نے لیا دیا سا "شکریہ" کہا تو امل پلٹتے پلٹتے رک سی گئی۔
اس کے رک جانے پر اس نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ وہ ٹیبل پر رکھے اس کے
ہاتھ کی پشت کو دیکھ رہی تھی۔۔۔ اس نے بھی اس کی نگاہوں کے تعاقب میں اپنے ہاتھ
کی جانب دیکھا اور پھر جلدی سے ہاتھ ٹیبل سے ہٹائے۔۔۔
لیکن امل اس کے دونوں ہاتھ کی زخمی جلد کو دیکھ چکی تھی۔

"آپ میری وجہ سے بہت زخمی ہوئے ہیں ولی۔۔ آئی ایم سوری۔"

شہد رنگ آنکھوں میں چمکتا مدھم سا پانی ولی کو اذیت دینے لگا۔ کیا یہ لڑکی جانتی تھی کہ وہ کتنی خوبصورت تھی۔۔؟ کیا اسے پتہ نہیں تھا کہ ایسے براہِ راست دیکھ کر وہ اسے آزمائش میں ڈالا کرتی تھی۔ اس نے بے ساختہ اس کی نظروں سے نظریں چرائی تھیں۔ پھر ہلکا سا مسکرایا۔۔

ایسی کوئی بات نہیں ہے بی بی۔ یہ چھوٹے موٹے زخم تو لگتے ہی ہستے ہیں۔ نارمل سی "بات ہے۔ اور یہ آپ کی وجہ سے نہیں لگے۔ میری اپنی لاپرواہیوں کا نتیجہ ہیں یہ۔۔"

اے اس کے پہلو بچانے پر زخمی سا مسکرائی تھی۔

"لیکن مجھے تو لگتا ہے کہ میں آپ کا سب سے گہرا زخم بنتی جا رہی ہوں ولی۔۔"

اس کی بات پر اس نے چونک کر جھکا چہرہ اٹھایا تھا۔ کیا کہہ گئی تھی یہ لڑکی۔۔! کیا کہہ رہی تھی۔۔

اس کے دل پر زخموں کے نشان گہرے ہونے لگے۔ آتی جاتی سانسوں کے ساتھ اذیت رگوں میں تحلیل ہونے لگی تھی۔ نہ چاہتے ہوئے بھی نسواری آنکھوں کے کلچ میں سرخی اترنے لگی تھی۔

"ایسی بات نہیں ہے امل بی بی۔۔"

"لیکن مجھے تو ایسی ہی بات لگتی ہے ولی۔"

وہی دو بدو جواب دینے والی لڑکی پھر سے کہیں اس کی ہچکچاہٹ پر غالب آنے لگی تھی۔

آپ خوش رہیں گی بی بی۔ آپ کے قابل نہیں ہوں میں۔ کبھی بھی آپ کے قابل " نہیں تھا۔ زندگی کے کئی سال بھی اسی طرح خدمت کرتا رہوں تب بھی آپ کے قابل "نہیں ہو سکونگا۔۔ سمجھیں میری بات کو۔۔ خدمت کیا کریں۔۔

اس نے جیسے التجا کی تھی اس سے۔ امل کی آنکھ سے آنسو پھسلا۔ کھانا ٹھنڈا ہونے لگا تھا اور جذبات ابلنے لگے تھے۔۔

"میں نے کب ضد کی ہے ولی۔۔؟"

"اور آپ کیا کر رہی ہیں۔۔؟"

"کیا کر رہی ہوں میں۔۔؟"

"آزمائش میں ڈال رہی ہیں مجھے۔ ایسے مت کریں۔۔"

"اور جس آزمائش میں آپ نے مجھے ڈالا ہے ولی۔ اس آزمائش کا کیا کروں میں۔۔؟"

تکلیف اب سوا ہونے لگی تھی۔ ادھرے زخموں سے خون رسنے لگا تھا۔ آنکھوں میں جما ہوتا نمکین پانی منظر دھندلانے لگا تھا۔۔

"میں معافی چاہتا ہوں۔"

معافی مت مانگیں۔ معافی مانگ کر میری زندگی بھر کی پاکیزہ سی چاہت کو داغدار مت "
"کریں ولی۔ آپ یہ حق نہیں رکھتے۔ آپ کو کسی نے یہ حق نہیں دیا ہے۔۔"

"اے بی بی۔۔"

لیکن اے نے ہاتھ اٹھا کر اسے کچھ بھی کہنے سے روک دیا تھا۔ وہ بے ساختہ رکا۔ اے کی
آنکھوں سے پھسلتے آنسو شیشے کے ٹیبل پر رکھے اس کے ہاتھ کی پشت پر قطرہ قطرہ
گرنے لگے۔

"بی بی۔۔"

نہیں ولی۔۔ اب سب ختم ہو گیا ہے۔ آپ نے مجھے کھودیا ہے ولی۔ اب تک میں اسی "امید میں تھی کہ آپ مجھے کسی اور کا نہیں ہونے دیں گے۔ آپ مجھے ہمیشہ کی طرح کسی بھی تاریک کوٹھڑی سے بچانے آجائیں گے۔۔ لیکن ولی مجھے لگتا ہے کہ اب مجھے "حقیقت کا سامنہ کر لینا چاہیئے۔ کیونکہ آپ ہمیشہ مجھے بچانے نہیں آئیں گے۔۔

اس نے کہہ کر ابلتی سسکیوں کو منہ پر ہاتھ رکھ کر روکا اور پھر بھاگتی ہوئی کچن سے نکلتی چلی گئی۔ وہ ویسے ہی سن سا بیٹھا رہ گیا۔۔ اپنے ہاتھ پر گرے اس کے آنسو نجانے کیوں دہکنے لگے تھے۔ اس کے حلق میں کانٹے لگنے لگے۔۔ کھانے کو دیکھ کر دل اوب گیا۔ آہستہ سے ٹیبل سے اٹھتے ہوئے اس نے ایک فیصلہ کیا تھا۔۔ ایک ایسا فیصلہ۔۔ جو اس کے اور امل کے حق میں بہت بہتر تھا۔۔ ایک ایسا فیصلہ جو اسے بہت پہلے کر لینا چاہیئے تھا۔۔ ہاں ایک ایسا فیصلہ۔۔۔

آنے والے وقت کے گرتے آنسوؤں کی نمی کوئی بھی محسوس کر سکتا تھا۔ کیونکہ زندگی تو
آج بھی اتنی ہی ظالم تھی جتنی کئی سالوں پہلے تھی۔۔

ہاشم جیل سے رہا ہو کر آگیا تھا۔۔

لیکن حویلی میں قدم رکھتے ہی اسے عجیب سا اندھیرا محسوس ہوا۔ ایک ایسا اندھیرا جو اب
تمام قہقروں کو روشن کرنے پر بھی اس حویلی سے نہیں جایا کرتا تھا۔ نگار بیگم کھنڈر ہوتا
وجود لیئے کچن میں اکیلی بیٹھی کھانا کھا رہی تھیں۔ کسی آہٹ پر چونک کر پیچھے دیکھا تو دھک
سے رہ گئیں۔۔

پھر بھاگتی ہوئی اس تک آئیں۔

تو کہاں چلا گیا تھا ہاشم۔۔! تیرے بابا کی طبیعت بہت خراب ہو گئی تھی بیٹا اور"
شازیہ۔۔ بختیار شازیہ کو مارتا ہوا لے کر گیا ہے یہاں سے ہاشم۔۔ تو نے۔۔ تو نے کیا، کیا
ہے اہل کے ساتھ۔۔؟ تیری ایک نہیں دو دو بہنوں کا گھر ہے وہ۔ اتنی بڑی بے وقوفی
"کیسے کر سکتا ہے تو بیٹے۔۔"

اس کے ساتھ لگی روتی ہوئیں وہ جیسے سارے زمانے کے غم رو رہی تھیں۔ ہاشم نے
مسکرا کر انہیں ساتھ لگایا۔۔

کچھ نہیں ہوگا ماں جی۔۔ ہاشم آگیا ہے ناں اب تمہارا۔ سب ٹھیک کر لے گا۔ اور رہے"
وہ لوگ جنہوں نے ہماری زندگیوں کو ایسا زنگ لگادیا ہے۔ انہیں تو میں دیکھ ہی لونگا۔ تو
"فکر نہیں کر۔۔ کسی کا بھی گھر نہیں خراب ہونے دوں گا میں۔۔ دیکھ لونگا ایک ایک کو۔۔"

نگار اس کے ساتھ لگیں بے تحاشہ روئے جارہی تھیں۔ اور وہ دھیرے دھیرے دور کسی غیر مرئی نکتے کو چمبھتی نگاہوں سے دیکھتا اپنے ذہن میں ایک بار پھر سے خونی کھیل ترتیب دینے لگا تھا۔ رات اپنے کمرے میں آکر بیٹھتے اس نے سکون سے راجا کو فون کیا اور پھر راکنگ چیئر پر جھولتا دور جاتے فون کو سنے گیا۔۔

کیا ہوا جو ولی نے ایک جوگی کو پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دیا تھا۔؟ اس نے تو ایسے ہزاروں جوگی پال رکھے تھے۔ ولی ان سب کو ہرگز بھی نہیں پکڑ سکتا تھا۔ ایک بار پھر سے زندگیاں کھینچنے کا حکم دے کر اب وہ بہت آرام دہ سے انداز میں کرسی پر جھولنے لگا تھا۔ دوسری جانب اسی لمحے سفید حویلی میں ارجمند اور ناجیہ پھلوں، پھولوں اور خوشبوؤں سے لدی پھندی داخل ہوئی تھیں۔ آج انہیں اہل کو رسم حنا سے پہلے والا جوڑا دینا تھا۔ اس کے ساتھ اس کے لیے اور گھر والوں کے لیے بیشتر تحائف بھی تھے۔ ان کے آجانے سے ایک دم مرجھائی سی سفید حویلی میں ہلچل سی مچ گئی تھی۔ لاؤنج میں آج ڈھولکی رکھی گئی تھی۔ جس کے لیے لڑکیاں بھی وہ اپنے ساتھ لے کر ہی آئی تھیں۔

نفیس کی خالائیں بھی ساتھ ہی تھیں۔۔ عجیب سی رونق کا سماں تھا۔۔ جگمگاتے قمعوں میں جیسے کسی کے آنسوؤں کی نی محسوس ہوتی تھی۔

ولی اپنے کمرے سے باہر نکلا۔۔ نگاہ ایک پل کو لاؤنج کی جانب اٹھی تو پتھر کا ہو گیا۔۔ نفیس کی خالائیں اب اہل کو درمیان میں بٹھائے اس کی بلائیں لے رہی تھیں۔۔ اس پر سے پیسے وار رہی تھیں۔۔ قہقہے۔۔ خوش گپیاں۔۔

کیا کہیں اسکی گنجائش رہ گئی تھی۔۔؟ اس نے بے تحاشہ درد کرتے دل کے ساتھ قدم لان کی جانب پھیرے۔ دوسری جانب جاتے فون کو بھی کان پر لگائے وہ ساتھ ساتھ سن رہا تھا۔۔

"کیا تمہاری شہر میں رہ کر کام کرنے والی آفر اب تک ویلڈ ہے اصغر۔۔؟"

اور ایک فیصلہ تھا کہ جسے عملی جامہ پہنانے کا وقت آچکا تھا۔۔

دو دن ہو گئے تھے اسے ڈیرے سے اپنا سامان سمیٹتے ہوئے اور سارا ڈیرہ، اس میں کام کرتے لوگ اور در و دیوار۔۔۔ سب جیسے اس کے جانے پر اداس تھے۔ نواز بھی خاموشی سے اس کے ساتھ سامان سمیٹ رہا تھا۔ ایک دو بار ولی کے سنجیدہ سے چہرے کو بھی دیکھ لیتا۔ لیکن وہاں کسی بھی قسم کا کوئی افسوس، کوئی ملال نہیں تھا۔ وہ یہاں سے جانے پر خوش تھا یا نہیں لیکن وہ مطمئن ضرور تھا۔۔۔ ہاں اتنا اندازہ تو نواز کر ہی سکتا تھا۔۔۔

اگل کی شادی میں بس اب ایک ہفتے ہی کا فرق رہ گیا تھا۔ حویلی میں ڈھولکی رکھی جانے لگی تھی اور بلاشبہ وہ گھر شادی کا گھر ہی لگنے لگا تھا۔ اس نے فائزز سمیٹ کر ایک جانب کو شیلف میں رکھیں اور جیسے ہی پلٹا نواز کو دیکھ کر بے ساختہ رک سا گیا۔۔۔

"آپ کیوں جارہے ہیں یہاں سے۔۔۔؟"

وہ بہت دلگرفتگی سے پوچھتا اسے گہرا سانس لینے پر مجبور کر گیا تھا۔

"بتا چکا ہوں میں تمہیں آلریڈی۔۔"

لیکن سردار بابا یہاں آپ کے بغیر بہت تنہا ہو جائیں گے ولی سر۔ آپ ان کو ایسے چھوڑ
"اگر نہیں جاسکتے۔ وہ آپ کا یوں جانا برداشت نہیں کر پائیں گے۔"

نواز بس اسے روک لینا چاہتا تھا لیکن ولی کے وجود پر جما اٹل سا تاثر اسے پیچھے ہٹنے پر
مجبور کر رہا تھا۔ اس نے ہاتھ روک کر ایک پل کو نواز کی جانب دیکھا۔۔

اور اگر میں یہاں رک گیا تو تم نہیں جانتے کہ کتنا نقصان ہوگا نواز۔ اسی لیے مجھے مت "

"روکو۔ میں مزید یہاں نہیں ٹھہر سکتا۔ مجبور ہوں میں۔۔"

"میں جانتا ہوں کہ آپ کو کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔۔"

اس کے بچکانہ سے جواب پر ولی اداسی سے مسکرایا تھا۔

انسان تو واقعی نہیں کر سکتے نواز مجھے مجبور۔ لیکن انسان کے اوپر ایک اور بھی طاقت "

ہوتی ہے جسے ہم قدرت کہتے ہیں۔ وہ ہم سے بہت سے ایسے کام کروالیتی ہے جو کوئی

"انسان نہیں کروا سکتا۔ میں بھی اسی کے سامنے بے بس ہوں۔

"لیکن ولی سر۔۔"

"!نواز جو میں نے کہہ دیا وہ تم نے سن لیا۔۔"

اس کی نرم سی تنبیہ کو وہ بخوبی سمجھتا تھا۔ اسی لیے خاموشی سے اس کے ساتھ سامان سمیٹنے لگا۔

"سردار بابا کو بتا دیا آپ نے۔۔؟"

کچھ دیر بعد اس نے پھر سے ہمت کر کے سوال کیا تو ولی کے چلتے ہاتھ رک سے گئے۔
ایک بہت مشکل مرحلہ تو رہتا ہی تھا۔

"آج بتا دوں گا ان کو بھی۔۔"

"لیکن شہر میں آپ کریں گے کیا۔۔؟"

میرے دوست کے والد پلاسٹک کا کام کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ ہی کام کروں گا۔ بہت "
"بڑی فرم چلاتے ہیں وہ۔ مجھے بھی جاب مل ہی جائے گی۔۔"

اس نے فائلز کو ایک جانب رکھا اور ٹیبل سے موبائل اٹھا کر ٹائم دیکھا۔ پھر کچھ سوچتا ہوا
نواز کی جانب مڑا۔۔

"مجھے کچھ کام ہے نواز۔ میں ابھی آتا ہوں تھوڑی دیر میں۔۔"

نواز پلٹا بھی کہ اس سے پوچھے وہ کہاں جا رہا ہے لیکن وہ تیزی سے باہر نکل گیا تھا۔
اس کے آفس کی ہر چیز جیسے اداسی کی گہری چھاپ کے زیر اثر لگتی تھی۔ ہر چیز پر اس
کا لمس تھا۔۔ ہر چیز پر اس کا نشان ثبت تھا۔ نواز نے بھاری ہوتے دل کے ساتھ
ایک بار پھر سے سامان سمیٹ کر ایک جانب کو رکھا تھا۔

اس نے گاڑی ہاشم کے ڈیرے کی جانب جاتے راستے پر ڈالی۔

آج اس کے انداز میں بے سکونی نہیں تھی۔۔ نہ ہی بے چینی تھی اور نہ کسی اضطراب
کا شائبہ تھا چہرے پر۔ بس وہاں خاموشی تھی۔ گہری اور تھکاپنے والی بھیانک
خاموشی۔۔ آدھے گھنٹے کا سفر طے کر کے اب وہ گاڑی اس کے ڈیرے کے آگے روک
رہا تھا۔ ایک نظر اس کے ڈیرے کو دیکھا اور پھر سرد مسکراہٹ لیئے گاڑی سے نکل
آیا۔۔

آج وہ اپنے پرانے حلیے میں ہی تھا۔ سیاہ قمیض شلوار پر بھوری شال گردن کے گرد لپیٹے۔۔ خوبصورت اور ظالم۔۔

ڈیرے پر کام کرتے بہت سے لوگوں نے اسے گردنیں گھما گھما کر دیکھا۔ ہاں وہ تھا ہی اتنا سحر انگیز۔۔ کچھ اسے کسی اور حیثیت سے بھی جانتے تھے اور کچھ کو اس کے بارے میں خاصی معلومات بھی تھی۔ کہ وہ ہاشم سے مقابلہ کرنے والا ایک بہت جرأت مند اور اکھڑ سا آدمی تھا۔

اس نے سب کو نظر انداز کرتے ہوئے قدم اندر کی جانب بڑھائے۔ راہداریوں میں بھی لوگ اسے رک رک کر دیکھتے تھے۔ اس نے پرواہ کیے بغیر ہاشم کے آفس سے نکلتے شہیر کو دیکھا۔۔ شہیر اسے دیکھ کر یکدم الرٹ ہوا تھا۔۔

"جا کر بتادو اندر کہ ولی آیا ہے۔۔"

اس نے سکون سے ہونق بنے شہیر کو کہا تو وہ بے ساختہ اندر پلٹا۔ کچھ ہی دیر بعد وہ باہر نکلا تو دروازہ ادھ کھلا چھوڑ دیا۔ جس کا مطلب تھا کہ وہ اندر جاسکتا تھا۔ اس نے گہرا سانس لیا اور اندر بڑھا۔ ہاشم اپنی مخصوص کرسی پر بیٹھا جھول رہا تھا۔ اسے دیکھ کر مسکرایا۔۔ ولی بھی مسکرایا تھا۔۔

پھر اس کے مقابل لگی کرسی پر ٹانگ پر ٹانگ چڑھانا بیٹھا۔۔

"کیسے ہو۔۔؟"

پہل ہاشم نے کی تھی۔۔

"ٹھیک۔۔ تم کیسے رہے جیل میں۔؟"

ہاشم نے اس کی بات پر ناک سے مکھی اڑائی۔۔

"جیل تو میرا دوسرا گھر ہے ولی۔ تم بھی کیا بات کرتے ہو۔۔"

ولی نے اس کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے سر ہلایا تھا۔

"کیسے آنا ہوا۔۔؟"

اس نے مسکرا کر پوچھا تھا لیکن آنکھیں۔۔ اس کی سیاہ آنکھیں ولی کو دیکھ کر دہک رہی تھیں۔ دوسری جانب ولی کا بھی چہرہ مسکرا رہا تھا لیکن آنکھوں میں جما ہر فیلا سا تاثر سب کچھ جمانے لگا تھا۔ ہاں۔۔ وہ ایک دوسرے کا عکس تھے۔۔

آج میں تمہیں ایک کہانی سنانے آیا ہوں ہاشم۔ ایک ایسی کہانی جو تمہیں سننی چاہیے۔"

"ایک بہت دلچسپ کہانی جس کا تمہارے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے۔"

اس کی بات پر وہ دلچسپی سے آگے کو ہوا۔

"اور کیا ہے وہ کہانی۔۔؟"

ولی کی مسکراہٹ ایک۔۔ بس ایک لمحے کو گہری ہوئی تھی۔

"کیا تم جانتے ہو ہاشم کہ تم بھی میرے جیسے ہی ہو۔۔؟"

وہ نا سمجھی سے پیچھے کو ہوا۔۔۔۔

"کیا مطلب۔۔؟"

"مطلب یہ کہ تم۔۔۔ اور میں۔۔ ہم دونوں۔۔ ایک جیسے ہیں۔۔"

ہر ہر لفظ پر زور دے کر کہتا وہ اسے طیش دلا گیا تھا۔۔

"کیا بکواس کر رہے ہو۔۔؟"

اس میں بکو اس کچھ بھی نہیں ہے ہاشم۔۔۔ سنو۔۔ میں تمہیں ایک کہانی سناتا ہوں۔"

ایک ناجائز بچے کی کہانی۔ ایک ایسے بچے کی کہانی جو حرام رشتوں سے وجود میں آیا تھا۔ ایک ایسے بچے کی کہانی جو معاشرے کا زہر آلود سا حصہ تھا۔ ایک ایسے بچے کی کہانی جو لوگوں کی بے جا گالیاں سنتا بڑا ہوا تھا۔ ایک ایسے بچے کی کہانی جس نے ظلم کی ہر انتہا کو دیکھ کر خود کو ظالم اور مظلوم کے دائروں سے آزاد کیا تھا۔ ایک ایسے بچے کی کہانی کہ جس نے ہر "اس جرم کی سزا کاٹی جو اس نے کیا ہی نہیں تھا۔ اور وہ بچہ۔۔ وہ بچہ ولی احمد تھا۔۔"

اسی لیے تو۔۔ تم اور میں ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔ میں حلال ہوں اور تم ولی۔۔ تم "

"حرام ہو۔۔"

آفس میں یکدم موت کا سا سناٹا چھا گیا تھا۔ سب کچھ ساکت ہو گیا۔۔ ہر شے۔۔ ہر سانس اور ہر جنبش۔۔

ولی مسکرا کر آگے کو ہوا اور اس کی سیاہ آنکھوں میں اپنی نسواری آنکھوں کے کانچ
گاڑے۔۔

"! لیکن وہ صرف ایک بچہ نہیں تھا ہاشم۔۔"

ہاشم یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا۔۔

"وہ صرف ولی احمد نہیں تھا۔۔"

ہاشم کا وجود پل بھر کو برف بن گیا۔۔ برف کا سفید ڈھیر۔۔

"!! تم بھی۔۔ میرے جیسے ہی ہو ہاشم۔ کیونکہ تم بھی میری طرح۔۔ ناجائز ہو۔۔"

کیا تم نے کبھی روح قبض کی جانے کی آواز سنی ہے۔۔؟ وہ بھی اتنی ہی بھیانک ہوتی ہے۔۔ اتنی ہی دلخراش۔۔ اتنی ہی بے رحم۔۔ ہاشم بنا پلکیں جھپکائے اسے دیکھ رہا تھا۔ ایسے لگتا تھا جیسے کسی نے اس پر سفید پینٹ پھیر دیا ہو۔۔

مجھ پر ساری زندگی تم نے ظلم اس لیے کیا کیونکہ میں ناجائز تھا لیکن کیا میں تمہیں "بتاؤں ہاشم کے تم خود کیا ہو۔ تم بھی ایک حرام زادے ہو۔ تم بھی حرام کی تسکین کا!" نتیجہ ہو ہاشم اور تم بھی۔۔ میرے۔۔ جیسے ہو۔۔

ولی یکدم اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ لیکن ہاشم اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ لگتا تھا جیسے ساری دنیا راکھ کا ڈھیر بن گئی ہو۔

اور اگر تمہیں میری بات پر یقین نہ آئے تو جا کر اپنے اس باپ سے پوچھنا لیکن ایک "منٹ"۔۔

اس کے ٹیبل پر ہاتھ رکھتا وہ اس کے سامنے جھکا۔۔

گلابی آنکھوں سے اس کا سفید پڑتا وجود دیکھا۔۔

تمہارا باپ تو اپنے گناہوں کی سزا اسی دنیا میں پا کر لاغر ہو چکا ہے۔۔ تم یہ سب اپنی "اس نقلی ماں سے پوچھنا کہ جس نے ساری زندگی تمہیں اپنا سگا بیٹا ملنے کا دعوہ کیا ہے۔ اور آج۔۔ اس وقت۔۔ اس تاریخ میں۔۔ تم بھی جی کر دیکھو۔۔ ایک ناجائز اور حرام اولاد کی حیثیت سے۔ اور اندازہ کرو کہ ولی احمد نے ہر گزرتے دن کس اذیت کو کاٹا ہے۔ چلتا "ہوں۔۔ خدا حافظ۔۔"

وہ سیدھا ہوا اور ملتھے تک ہاتھ لے جا کر سلام کیا۔۔ اس پر ایک پھنکارتی ہوئی نگاہ ڈالی۔۔ اور باہر نکل گیا۔ اسے پتہ تھا کہ اس نے ہاشم حسین کو آج زندگی کا سب سے بڑا عذاب دیا تھا۔ ایک ایسا عذاب جس سے وہ خود کو آزاد کبھی نہیں کر پائے گا۔ اس نے اس کی ذات کو راکھ کا ڈھیر بنا دیا تھا۔۔ ہاں اس نے ہاشم حسین کو آج تباہ کر دیا تھا۔۔ باہر نکلتے ہوئے بجتا فون اس نے نگاہوں کے سامنے کیا۔ اور پھر کال رسیو کر کے چلتے ہوئے فون کان سے لگایا۔۔

"کرتار پور والے کب تک آئیں گے محسن۔۔؟"

"بس آج شام ولی سر۔۔"

اس نے بے تاثر سا کہا اور پھر پلٹ کر ایک نگاہ اس کے ڈیرے پر ڈالی۔

"آج سے تمہارا باب ہماری زندگیوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہاشم۔۔"

اس نے تیزی سے قدم آگے بڑھائے اور اس کے سیاہی میں ڈوبے ڈیرے کو پیچھے چھوڑتا گیا۔ واپسی پر اس کی کار کا رخ قبرستان کی جانب تھا۔ اسی قبرستان کی جانب جس میں اس نے اپنے ہاتھوں سے کرم کو دفنایا تھا۔ ایک پل کو اس نے گہرا سانس لیا اور پھر مغرب کی گہری ہوتی سیاہی میں ڈوبے قبرستان کو دیکھا۔

لگلے لگلے اب وہ بیشتر قبروں کے پاس سے گزرتا کرم کی تازہ قبر کے سامنے موجود تھا۔ قبرستان میں آج مردوں کے رونے کی آوازیں مفقود تھیں۔۔ شام کی سیاہی میں ڈوبا

قبرستان۔ اسے آج بے حد پرسکون لگا تھا۔ وہ چند پل خالی خالی نظروں سے اس کی تازہ
قبر پر مرجھائے ہوئے پھولوں کو دیکھے گیا۔ پھر آہستہ سے گھٹنوں کے بل اس کی قبر
کے سامنے بیٹھا۔۔ دور سے دیکھنے پر بس یہی دکھائی دیتا تھا کہ ایک اونچا سا لڑکا سر
جھکائے کسی قبر پر بیٹھا ہے۔ روشن، پرسکون اور آرام دہ سی قبر پر۔۔

ہاشم تابڑ توڑ گھر کے اندر داخل ہوا تھا۔ دیوانوں کی طرح بھاگتا ہوا لاؤنج میں آیا لیکن لاؤنج
زرد قمقموں میں سنسان لگ رہا تھا۔ خالی پڑے لاؤنج کو دیکھ کر وہ اوپر کی جانب بھاگا۔
اس کے قدم جو کبھی بھی لڑکھڑایا نہیں کرتے تھے آج کانپ رہے تھے۔۔ ایک انجانہ سا
خوف تھا جو اس کے گرد حصار کھینچنے لگا تھا اور اس حصار میں۔۔ اس حصار میں اس کا
دم چند ہی گھنٹوں میں گھٹنے لگا تھا۔

حسین کے کمرے کا دروازہ دھاڑ سے کھول کر وہ چند لمحے سرخ نگاہیں لیئے اس لاغر سے
ناکارہ وجود کو دیکھے گیا۔ نگار جو اس کے یوں آنا فنا آنے پر بے ساختہ مڑی تھیں۔ اس
کی خون آشام نظروں کو دیکھ کر نا سمجھی سے اٹھیں۔ اس نے آگے بڑھ کر انہیں دونوں
کندھوں سے تھاما اور بری طرح جھنجھوڑا۔

ایک۔۔ ماں جی۔۔ میں صرف ایک دفعہ پوچھوں گا تم سے۔ مجھے جھوٹ بولنے کی غلطی "
"مت کرنا۔ مجھے سب سچ سچ بتانا۔"

نگار خوفزدہ ہو کر اس کا سیاہ پڑتا چہرہ دیکھ رہی تھیں۔ انہیں سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ ایک
ہی رات میں اسے کیا ہو گیا۔۔؟

"کیا تو میری سگی ماں ہے۔۔؟"

اور نگار کی نگاہیں پھٹ کر باہر آگئیں۔ دھڑکتے دل اور پھولتے سانس کے ساتھ وہ اسے دیکھ رہی تھیں جو ان کے ہاشم سے بہت مختلف لگ رہا تھا۔ ہاں وہ ان کا ہاشم لگ ہی نہیں رہا تھا۔۔ وہ تو کوئی بہت بدلا ہوا انسان لگ رہا تھا۔۔ ایک ایسا انسان جو سب کچھ تھا مگر ان کا ہاشم نہیں۔۔

"می۔۔ م۔۔ بتا۔۔"

"!! میں نے پوچھا کیا میں تیرا سگا بیٹا ہوں یا نہیں۔۔"

وہ اتنی زور سے چیخا تھا کہ ساری حویلی لرز اٹھی۔ در و دیوار اس کی دیوانگی پر کانپ اٹھے تھے۔ نگار بیگم کا سارا جسم پسینے میں نہا گیا۔ بولنے کی کوشش کی لیکن ہونٹوں کی بے

تحاشہ لرزش پر کوئی بھی لفظ لبوں سے نکلنے سے انکاری ہو گیا۔۔ سب کچھ ختم ہو رہا تھا۔۔ ختم ہوتا جا رہا تھا۔۔

"ہا۔۔ ہاشم۔۔"

لیکن اس نے انہیں زور سے ایک طرف کو دھکیل دیا تھا۔ وہ پھسلتی ہوئیں کمرے میں رکھے ٹیبل سے جا لگیں۔ ماتھے سے خون کی پتلی سی لکیر پھوٹ کر اب چہرے پر لڑھک رہی تھی۔ ہاشم پرواہ کیے بغیر آگے بڑھا اور حسین کے لاغر پڑے وجود کو بری طرح جھنجھوڑا۔۔

کیا میں ناجائز ہوں۔۔؟؟ بولو بابا کیا میں ناجائز ہوں۔ کہہ دو کہ ایسا کچھ نہیں ہے۔۔"

بول دو۔۔ بس ایک بار۔۔ کہ میں تمہارا جائز بیٹا ہوں۔۔ خدا کے لیے بس ایک بار مجھے

بتادو کہ وہ ولی جھوٹ بول کر گیا ہے۔ میں۔۔ میں جائز ہوں۔۔ میں کبھی اس جیسا نہیں
ہو سکتا۔۔ کبھی بھی نہیں ہو سکتا میں اس جیسا۔۔ میں اور وہ ایک سے نہیں ہیں۔ وہ
مجھ سے کمتر ہے۔۔ وہ مجھ سے ہر لحاظ میں کمتر ہے۔۔ اس کا اور میرا کوئی مقابلہ
"نہیں۔۔ بولو۔۔ ایک دفعہ بولو۔۔ بس ایک دفعہ ایسے بول دو۔۔"

لیکن حسین کے حلق سے سوائے بے معنی آوازوں کے اور کوئی آواز نہیں نکل رہی
تھی۔ وہ بولنے کی پوری کوشش کر رہا تھا لیکن حلق سے غر غر کرتی آوازوں کے سوا اور
کچھ نہ نکلا۔۔

اس نے یکدم طیش میں آکر زور سے اسے بیڈ پر پھینکا تو وہ لڑھک کر ایک جانب کو گرا۔
نگار بھاگ کر اس طرف آئی تھیں۔۔ اسے سیدھا کیا اور ہاشم کو دیکھا۔۔ اس کا چہرہ مردہ
ہو رہا تھا۔۔ یوں لگا جیسے وہ گل سڑ رہا ہو۔ قدم قدم پیچھے جاتے وہ بس ایک ہی بات
دہرا رہا تھا۔۔ بس ایک ہی جملہ۔ کہ وہ ولی جیسا نہیں ہو سکتا۔۔ وہ اس جیسا کبھی بھی

نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن اس کے بولنے سے اب کسی بات پر کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ جو طے ہو گیا تھا وہ طے ہو گیا تھا۔ انسانوں پر ساری زندگی ظلم کرتے اس نے ایک بار بھی یہ نہیں سوچا تھا کہ اس کا انجام اتنا بھیانک ہوگا۔ اتنا خوفناک اور اتنا تاریک۔۔۔ لیکن اب اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ ولی جو بھی بول کر گیا تھا وہ سب سچ تھا۔۔۔ اسے سچ کے عذاب میں ڈال کر وہ تو پلٹ گیا مگر زندگی کے ایک نہ ختم ہونے والے عذاب کے حوالے اسے کر گیا۔۔۔ چند گھنٹے۔۔۔ محض چند گھنٹے ہوئے تھے اسے یہ جانے کہ وہ ناجائز تھا۔۔۔ وہ ایک حرام زادہ تھا۔ اور ان چند گھنٹوں میں گویا اس نے صدیوں کی اذیت خود پر گزار لی تھی۔ ولی احمد سہی کہتا تھا۔۔۔ ٹھیک کہتا تھا وہ بالکل کہ وہ جو برداشت کرتا آیا ہے اب اس سب کو برداشت کرنے کی باری ہاشم کی تھی۔ اس پاگل کرینے والے سچ کو جھیلنے کی باری اب اس کی تھی۔

اپنی حویلی سے باہر بھاگتے ہوئے اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے۔ کس طرف کو جا رہا ہے۔۔۔ کس سمت میں بھاگ رہا ہے۔۔۔ اسے بس بھاگ جانا تھا۔۔۔ کسی جنگل یا پھر کسی ایسی جگہ میں جہاں کبھی بھی روشنی کا کوئی عندیہ نہ ہوتا۔۔۔ جہاں روشنی کا کوئی

وجود نہ ہوتا۔۔ جہاں صرف سیاہی ہوتی۔۔ گہری سیاہی۔۔ ایسی سیاہی جس میں وہ خود سے بھی نظر نہ ملا سکتا۔۔

اچھا تو یہ ہوتا ہے انتقام۔۔ اسے کہتے ہیں انتقام۔ اسے کہتے ہیں وقت کے دائروں کا الٹی طرف کو گھومنا۔ اسے کہتے ہیں اعمال کا پلٹ آنا۔ ظلم کا لوٹ آنا۔ اس نے لوگوں پر بہت ظلم کیئے تھے۔۔ بہت سی عزتیں پامال کی تھیں بہت سی جانیں موت کے گھاٹ اتاری تھیں۔ اس نے دولت اور طاقت کے نشے میں بھول کر ہر غیر انسانی حرکت کی تھی۔ لیکن یہ خدا کی دنیا ہے۔ یہاں اس کا قانون چلتا ہے۔ یہاں اس کی حکمرانی زندہ رہتی ہے۔ ڈھیل چنے پر اگر وہ بہت سے فرعونوں کو اس زمین کی بادشاہی سونپ دے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ لگامیں ڈھیلی کر کے بھول گیا ہے۔ ساری کائنات۔۔ ساری دنیا۔۔ سارے آسمان اور ساری زمینیں ظلم کو بھول سکتی ہیں مگر اللہ۔۔ اللہ ظلم کو کبھی نہیں بھولا کرتا۔ اس زمین پر موجود ہر فرعون کو ایک نہ ایک دن غرق ہونا ہی ہوتا ہے۔ اسے بھی غرق ہونا تھا۔۔ اپنی سیاہ کاریوں اور بد کاریوں کے

ساتھ آج اسے بھی کسی سمندر میں غرق ہو جانا تھا۔۔ کیونکہ غرق ہو جانا ہی ہر فرعون کا آغاز بھی تھا اور انجام بھی۔

بھگتے بھگتے وہ کسی گاڑی سے بری طرح ٹکرا کر نیچے گرا۔ وہ ایک بہت لش چمچماتی ہوئی کار تھی۔ اس میں اتنی سکت نہیں تھی کہ اٹھ کر مزید بھاگ سکتا، اسی لیے خاموشی سے پڑا رہا۔ چند آدمیوں نے باہر نکل کر اسے سیدھا کیا تھا۔ پھر اس کے چہرے پر ٹارچ مار کر دیکھی تو ایک دوسرے کو اشارہ کیا۔ وہ سب ابھی اسی کے گھر میں گھس کر اسے گھسیٹتے ہوئے باہر نکلنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ لیکن ان کی خوش قسمتی یہ تھی کہ وہ انہیں باہر ہی مل گیا تھا۔ اسے گھسیٹ کر وہ گاڑی میں ڈالنے لگے تو ہاشم نے پس و پیش سے اپنے بازو ہلانے چاہے۔۔ ان میں سے کسی ایک نے اس کی گردن پر پستول کی ٹھنڈی نال رکھی تو وہ سُن ہو گیا۔

"چپ چاپ گاڑی میں بیٹھ۔ ابھی کہ ابھی۔۔"

اس نے تھوک نکل کر تیز تیز سر ہلایا تھا۔ اعصاب تو گویا منجمد ہی تھے لیکن اب اس کا جسم بھی جمنے لگا تھا۔ انہوں نے اسے گاڑی میں ٹھوسا اور پھر تیزی سے گاڑی آگے بھگا لے گئے۔ آج ہاشم حسین نے زندگی کی شام آخری بار دیکھی تھی۔ کچھ دور لے جا کر گاڑی روکی گئی اور اسے گاؤں کے آخری سرے پر بہتی نہر کے قریب اتارا گیا۔ ایک آدمی نے آگے بڑھ کر اس کے چہرے پر سیاہ کپڑا ڈالا تھا۔ بالکل ویسا ہی جیسا پھانسی دیتے وقت مجرم کے چہرے پر ڈالا جاتا ہے۔ اس کے پیچھے کو بندھے ہاتھ پوری طرح سے قابو تھے اور وہ سفید چہرہ لیئے خاموشی سے ان سب کی کارروائیاں دیکھ رہا تھا۔

"ک۔۔ کس کے لوگ ہو تم۔۔؟"

ہمت کر کے اس نے پوچھا تو اسکے کندھوں پر زور ڈال کر اسے گھٹنوں کے بل کچی زمین پر بٹھایا گیا۔۔

کیا تمہیں یاد ہے کہ کرتار پور والے سکھوں کی بیٹی کا رپ تم نے اس سال کی کونسی "شب کو کیا تھا۔۔ اور پھر اس لڑکی کو مار کر تم نے اسی طرح کسی بہتی نہر میں ڈال دیا تھا۔ لیکن ہاشم حسین وہ لڑکی زندہ بچ گئی تھی۔ اس لڑکی کے بسترِ مرگ کے آخری لفظ تھے کہ اسے ہاشم حسین نے درندگی کا نشانہ بنایا ہے۔ آج۔ اور اس وقت۔۔ تمہیں اسی کا بدلہ لوٹایا جا رہا ہے۔۔

اسکی ساری غلط فہمیاں دور ہو گئی تھیں۔ پل بھر میں جیسے ساری گتھیاں سلجھ گئی تھیں۔ لیکن اب وقت ختم ہو چکا تھا۔۔ وقت اب تمہم چکا تھا۔ اس کے سامنے کھڑے آدمی نے پستول لوڈ کیا تو اس نے آنکھیں بند کر لیں۔۔

ولی اسی پل قبرستان سے نکلا تھا۔ کندھوں پر دھری بھوری شال کو درست کرتا۔
سپاٹ چہرہ اور خالی وجود لیئے۔

ایک گولی فضا میں تیرتی آئی اور ہاشم کے دل میں پیوست ہو گئی۔ پھر دوسری۔۔
تیسری۔۔ اور جب تک آگے والے کے پستول میں گولیاں ختم نہیں ہو گئیں تب تک
اس کا وجود گولیوں سے چھلنی ہوتا رہا۔

ولی کی گاڑی کچے راستوں پر ایک بار پھر سے دوڑ رہی تھی۔ اس کے اندر خوشی کا کوئی
احساس نہیں تھا۔۔ سرشاری کی کوئی کیفیت نہیں تھی۔ ایسا کچھ نہیں تھا کہ جس سے
اس کا وجود کھل اٹھتا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ انتقام خوشی نہیں دیا کرتا۔۔ بس ایک تسکین
ہوتی ہے جو رگوں میں بہتے لہو کو سرد کرتی اترتی جاتی ہے۔

اس کا جھٹکے کھانا جسم جیسے ہی ساکت ہوا انہوں نے اسے لات مار کر نہر کے منہ زور پانی میں پھینک دیا۔ آنکھ کے بدلے آنکھ، کان کے بدلے کان اور جان کے بدلے جان۔۔! اس کی خون سے لت پت لاش لاوارثوں کی طرح آگے ہی آگے بہتی جا رہی تھی۔ دوسروں کو کتے کی موت پینے والا آج خود ایسی موت مر گیا تھا کہ جس سے جسم کا ہر عضو کانپ اٹھتا۔ ایک ایسی اذیت سے مرا تھا کہ سننے والوں کے دل بند ہونے کا خدشہ لگتا تھا۔۔ قدرت کا انتقام اتنا ہی ظالم اور کڑا ہوا کرتا ہے۔ مرتے وقت اس نے آخری بات یہی سوچی تھی۔۔ ہاں۔۔ ایک آخری بات جو ہر انسان لقمہ اجل بنتے ہوئے سوچا کرتا ہے۔ ایک ایسی بات جو اس کی ساری زندگی کا عکس ہوتی ہے۔۔

ولی نے گاڑی سفید حویلی کے سامنے روکی اور خاموشی سے باہر نکل آیا۔ آج بہت سی جانوں کا بدلہ پورا ہو گیا تھا۔ آج بہت سے حساب چکلتا ہو گئے تھے۔ آج بہت سی قبروں سے آنے والے بین کی آوازیں بند ہونے والی تھیں۔۔ اور آج بہت سے مردار اپنا رزق! سمیٹنے والے تھے۔۔

وہ جیسے ہی گھر میں داخل ہوا تو چونک کر رک گیا۔ زمان لاؤنج میں بیٹھے تھے اور ساتھ ہی بی جان پریشانی سے شاید اسی کا انتظار کر رہی تھیں۔

اسے دیکھتے ہی وہ یکدم اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ اس نے زمان کو دیکھا مگر! ان کے بے تاثر چہرے کا ہر تاثر اسے سمجھ آتا تھا۔ تو نواز سے صبر نہیں ہوا۔۔۔
اس نے گہرا سانس لیا اور پھر لاؤنج ہی میں چلا آیا۔۔۔ بی جان بے صبری سے اسکی جانب بڑھیں۔۔۔

ولی یہ نواز۔۔۔ نواز کیا کہہ رہا ہے کہ تم جارہے ہو۔ جھوٹ کہہ رہا ہے ناں وہ۔ تم۔۔۔ تم۔۔۔
"تو کہیں نہیں جارہے ناں۔۔۔؟"

اس کا چہرہ جانچتے جیسے وہ بہت سے سوالات کر رہی تھیں۔ کانپتے دل کے ساتھ۔۔ وہ
اگر چلا گیا تو لگتا تھا زمانی زندہ نہیں رہ سکیں گی۔۔ اس نے مسکراتے ہوئے انہیں اپنے
ساتھ لگایا۔۔ پھر زمان کی جانب متوجہ ہوا۔۔ وہ اسے ہی دیکھ رہے تھے۔۔ بے یقینی
سے۔۔

وہ خاموشی سے جا کر ان کے عین سامنے بیٹھا۔ گھٹنوں کے بل۔۔ چھوٹے ولی کی طرح۔۔
پھر ان کا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں لے کر عقیدت سے چوما اور آنکھوں سے لگایا۔ زمان
کی آنکھیں نہ جانے کیوں بھگی گئی تھیں۔۔

"! تو تم جارہے ہو۔۔"

وہ سوال نہیں تھا۔۔ جواب تھا۔۔ خالص جواب۔

اس کا سر جھک گیا۔ گلے میں شاید کچھ اٹکنے لگا تھا۔۔ پھر مسکرا کر چہرہ اٹھایا۔۔ وہ دکھی
دل کے ساتھ اسے ہی دیکھ رہے تھے۔۔

"جی سردار بابا۔۔"

"کیوں ولی۔۔؟"

ہاں اب کہ انہوں نے سوال کیا تھا۔۔ اپنی بیٹی کی طرح ہمیشہ سے مشکل سوالات کیا
کرتے تھے وہ۔۔

میں مزید اس ساری ذلت کو برداشت کرنے کی سکت خود میں نہیں پاتا سردار بابا۔"

میں کسی ایسی جگہ جانا چاہتا ہوں، جہاں کوئی مجھے نہ جانتا ہو۔۔ میری شناخت سے متعلق مجھے ذلت کا نشانہ نہ بنانا ہو۔۔ میں اس ماحول سے اکتا گیا ہوں۔ میں تھک گیا

اس کا لہجہ واقعی برسوں کا تھکن زدہ لگتا تھا۔ زمان اسے چند پل دیکھے گئے۔

مجھے صرف ایک بات کی تسلی کروادو۔ کیا تم وہاں خوش رہو گے۔۔؟"

ان کا انداز اسے ٹھٹھا لگتا تھا۔۔ اور یہ کیسا سوال کر رہے تھے وہ۔۔ وہ خوش رہے گا۔۔

اس کا جواب تو اس کے پاس تھا ہی نہیں۔۔

میں خوش رہوں یا نہیں لیکن میں سکون میں رہونگا سردار بابا۔ میری ذات ہر پل طنز"
"اور حقارت کے نشانے پر نہیں ہوگی۔

زمان اس کا خوبو چہرہ خاموشی سے دیکھے گئے۔ وہ جیسے اس چہرے کو یاد کرنے کی سعی
کر رہے تھے کیونکہ اب وہ ان کی نظروں سے اوجھل ہونے والا تھا۔ ان کے ایسے دیکھنے پر
اس نے شرمندگی سے سرخ پڑتا چہرہ بے ساختہ جھکایا تھا۔ انہوں نے اس کے بالوں
سے بھرے سر پر ہاتھ رکھا اور مسکرا دیئے۔

"جہاں رہو خوش رہو۔۔ اور ہاں ہم دو بوڑھوں کو مت بھولنا۔۔"

زمانی اس کے پیچھے خاموشی سے آنسو بہاتی کھڑی رہیں۔ اس کا سکون تو انہیں اپنی خوشی سے زیادہ عزیز تھا پھر بھلا وہ کیسے اسے روک سکتی تھیں۔ کیا ان کے پاس روکنے کا کوئی جواز رہ گیا تھا۔۔؟

میں کیسے بھول سکتا ہوں آپ دونوں کو۔۔! میں بی جان اور آپ کی محبت کو ساری " زندگی خود میں سمیٹ کر رکھنا چاہتا ہوں۔ یہ میری متاعِ کل ہے۔ میرے پاس کسی کی محبت کسی کی دعائیں نہیں ہیں سردار بابا۔ ولی اپنے آپ کو تو بھول سکتا ہے لیکن وہ "آپ دونوں کو کبھی نہیں بھول سکتا۔۔ کبھی نہیں۔۔"

اس کی نسواری آنکھیں نم نم سی لگتی تھیں۔ اور لہجے میں تو گویا سارے جہان کی عزت سمٹ آئی تھی۔۔

اب باتیں ہی کرتے رہو گے یا پھر مجھ سے گلے مل کر مجھے ٹھنڈک بھی پہنچاؤ۔"

"گے۔۔؟"

وہ لٹھے تو وہ بھی ساتھ ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ اور پھر مسکراتے ہوئے ان کے گلے لگ گیا۔
مضبوطی سے اپنے جاندار بازو ان کے گرد کھینچ دیے۔۔ سردار بابا نے آنکھیں موند لی
تھیں۔۔ ان کے سینے میں واقعی ٹھنڈک اترنے لگی تھی۔۔

ارے جوان ہو۔۔ میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ اتنی مضبوطی سے گلے لگاؤ گے تو ہڈیاں ٹوٹ۔"

"جائیں گی میری۔۔"

ان کی شرارت پر وہ ہنس کر ان سے الگ ہوا۔ پھر بی جان کی جانب پلٹا۔ وہ آنسو صاف
کر رہی تھیں۔ مسکرا بھی رہی تھیں شاید۔۔

جھلا نہ ہو تو۔۔ ہر دفعہ ہنساتا ہے اور آج دیکھو رُلا دیا۔۔ لیکن یاد رکھ۔۔ شادی کرنی ہی "پڑے گی تجھے۔۔"

وہ ہنس کر آگے بڑھا اور ان کے گرد اپنے بازو پھیلائے۔ بی جان کے بے طرح ابلتے آنسوؤں سے اس کی قمیض بھگینے لگی تھی مگر وہ پھر بھی خوش تھیں۔ ان کا ولی خوش رہے گا، انہیں اور چاہیئے ہی کیا تھا۔۔

"کب۔۔ تک جاؤ گے۔۔؟"

سردار بابا کے لیئے یہ لفظ بہت تکلیف دہ تھے۔۔

"بی بی کی۔۔ شادی کے بعد۔۔"

اور اس کے لیئے یہ لفظ اذیت تھے۔۔

"جاتے جاتے بھی ساتھ دے رہے ہو بر خوردار۔"

وہ مسکرائے۔۔ ولی نہیں مسکرا سکا۔۔

"اچھا اب جاؤ۔۔ جا کر آرام کرو۔ صبح سے مصروف ہو۔۔"

وہ سر ہلاتا اپنے کمرے کی جانب بڑھ آیا مگر دو شہد رنگ آنکھوں کے پر شکوہ سے ارتکاز پر اس نے نگاہیں لمحے بھر کو زینوں کی جانب پھیری تھیں۔ اور پھر۔۔ ہاں پھر وہاں وہ کھڑی تھیں۔۔ سرخ لباس میں ساری کائنات کی روشنی خود میں سموئے۔۔ اس نے تیزی سے قدم آگے بڑھائے۔ اہل اسے جاتا ہوا دیکھتی رہی۔۔ وہ تو ہمیشہ ہی سے پیچھے کھڑی رہ جایا کرتی تھی۔۔

وہ کمرے میں آتے ہی بے دم سا صوفے پر گرا تھا۔ آرام۔۔! اسے ساری زندگی آرام نہیں آتا تھا۔۔ اہل کی سانسیں اس کے ساتھ جڑی تھیں۔ اسے آرام کیسے آسکتا تھا۔۔؟ اس نے خفیف سی سرخ آنکھوں کو موند کر سر صوفے کی پشت سے لگایا۔۔ اہل کا نازک سراپا چھم سے اس کے سامنے آیا تھا۔ اس نے تھک کر آنکھیں کھول دیں۔ نسواری آنکھوں میں برسوں کی تھکن پہناں تھی۔

اہل نے اپنے من من بھر ہوتے قدموں کو اوپر کی جانب موڑا۔ چکنے رخساروں پر آنسو اب تک چمک رہے تھے اور وہ انہیں روکنے کی کوشش میں ہلکان ہونے لگی تھی۔۔

اندیکھی سی چہل پہل ہر آن حویلی کا احاطہ کیئے ہوئے تھے۔ وہ مصروفیت تلے اپنے اندر پلتے خوفناک سے ناسور کو روند رہا تھا۔۔ وہ اس مصروفیت تلے خود کو بھی روند دینا چاہتا تھا۔ اہل سے اس کا اب تک سامنے نہیں ہوا تھا اور اس پر اس نے شکر کا کلمہ پڑھا تھا کہ اگر وہ سامنے ہوتی تو وہ کسی کام کام نہ رہتا۔

سلطان یہ یہاں لائڈس کا انتظام کرواؤ۔ اور ابھی تک گیندے کے پھول کیوں نہیں "پہنچے۔۔؟ کمال کرتے ہو۔۔ شام کو مہندی ہے۔۔ حویلی سبانی ہے۔ اور تمام کام "ادھورے ہیں۔۔"

وہ سلطان کو لتاڑتا مستقل ملازمین کو ہدایات دے رہا تھا۔ مسلسل ایک ہفتے سے وہ گھن چکر بنا ہوا تھا۔ شادی کے تمام انتظامات اسی کے ذمے تھے اور اس ذمہ داری میں وہ کوئی کوتاہی کوئی کمی برداشت نہیں کرنا چاہتا تھا۔

”اولی۔۔“

بی جان کی آواز پر اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ کاٹن کا سفید کرتا لیٹے اس کی جانب بڑھ رہی تھیں۔

”یہ میں تیرے لیٹے سفید کاٹن کا کرتا لائی ہوں۔۔“

”بہت اچھا ہے بی جان پہن لوں گا۔۔“

اس نے ایک نظر کُرتے کو دیکھا تک نہ تھا۔ بی جان خفا ہوئیں۔۔

خود تو تم نے کچھ لینا نہیں تھا سوچا میں ہی کچھ لے آؤں۔ خود سے اتنی بے توجہی،"
"اتنی لاپرواہی درست نہیں ہے ولی۔۔! اپنا خیال رکھا کر۔۔

ان کے لہجے میں فکر بول رہی تھی۔۔ وہ مبہم سا مسکرایا۔۔

"اچھا اب رکھونگا۔۔"

انداز سراسر انہیں بہلانے والا تھا۔

"اچھے سے خبر ہے مجھے کہ تم نے کیسا خیال رکھنا ہے خود کا۔"

"میں واقعی رکھوں گا۔"

"مجھے یقین نہیں آ رہا۔"

"تو یقین دلانے کے لیے کیا کروں۔۔؟"

"یہیں رک جاؤ ہمارے پاس۔"

بی جان نے اتنا اچانک کہا کہ اس کی مسکراہٹ غائب ہونے میں پل نہ لگا۔

”میں۔۔ آتا جاتا رہونگا بی جان۔۔“

مگر مجھے تو تسلی نہیں ہوگی ناں ولی۔ ان بوڑھی آنکھوں کو تجھے دیکھنے کی عادت ہوگئی ”
”ہے۔

ان کی آواز بھینگنے لگی تھی۔ ولی کے دل کو کچھ ہوا۔ بی جان کی نرم سی آغوش نے اسے ہمیشہ سخت دنیا میں محفوظ رکھا تھا۔ وہ کل رخصتی کے وقت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہاں سے جانے والا تھا۔ اور بی جان کے لیے یہی احساس سوہانِ روح تھا کہ ان کا ولی ان کو چھوڑ کر جا رہا تھا۔

"تو آپ کو بھی لے چلوں گا۔۔"

"ہاں مجھے بھی یہاں نہیں رہنا۔ لیکن پھر تیرے سردار بابا۔ وہ تنہا ہو جائیں گے۔۔"

"تو آپ دونوں چلیں۔۔"

"اور پھر تولی پر بھوت راج کریں گے۔"

وہ ان کی بات پر بے ساختہ مسکرایا تھا۔

"تو جہاں رہے خوش رہے۔"

انہوں نے مسکرا کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور پھر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئیں۔
وہ سر جھٹک کر دوبارہ سے کاموں کی جانب متوجہ ہوتا مڑا ہی تھا کہ یکدم زرد لباس میں
قید کلنچ سا وجود اسے ٹھٹکا گیا۔ اہل کی پُر نم شکوہ کرتی آنکھیں اس سے کلام کر رہی
تھیں۔ خاموش کلام۔۔ اسے زخمی زخمی کر رہا تھا۔۔
وہ دم بخود اس کی چھیدتی نگاہوں کو دیکھے گیا۔۔

ایسے مت کریں ولی۔۔
یوں مجھے کسی کے حوالے مت کریں۔۔
آپ مجھے کس کو سونپ کر جا رہے ہیں۔۔؟
یہ آپ کیا کر رہے ہیں ولی۔۔؟

اسے اپنے قدموں پر کھڑا ہونا عذاب لگ رہا تھا۔ ان آنکھوں کی بولی اتنی ظالم ہوگی اس کا اندازہ اسے آج ہوا تھا۔۔ اس پل ہوا تھا۔۔

میں تو کلنچ سے بنی ہوں۔۔

مجھے کرچی کرچی ہونے سے بچالیں ولی۔۔
دیکھیں۔۔

میں مر رہی ہوں۔۔

میں مر جاؤنگی ولی۔۔

اس نے کبھی خاموشی کو یوں چلاتے نہیں سنا تھا۔ مگر آج یہ خاموشی اس کے اندر باہر کو خاموش کر گئی تھی۔ وہ زیادہ دیر نہ رکی۔ بس ایک آخری زخمی نگاہ اس پر ڈالی اور

اس کو زخم زخم کر دیا۔۔ ولی نے ضبط سے آنکھیں بند کیں۔۔ جیسے تازہ تازہ لگے زخم کو
!سننے کی ہمت مجتمع کی ہو۔۔

رات مہندی کا فنکشن بہت اچھا ہوا۔ سوائے دو نفوس کے ہر دل خوش تھا۔۔ چمک رہا
!تھا۔۔

رات تھک ہار کر جب سب اپنے اپنے کمروں کی جانب بڑھے تو امل نے تھکے تھکائے سے
قدم چھت کی جانب موڑے۔ نیند تو ویسے بھی ساری رات نہیں آئی تھی۔ اس سے اچھا
تھا کہ وہ کھلی ہوا میں چمکتے چاند کو دیکھ کر خود کے اندر پلٹی تکلیف کو کم کر لیتی۔ تکلیف
جو اب ساری زندگی اس کے ساتھ رہنی تھی۔

اس نے چھت کا دروازہ کھولا اور ٹیرس کی جانب چلی آئی۔ مدھم سی ٹھنڈی ہوا اور دھکتے
چاند نے جیسے چپکے سے اسکے سارے آنسو سمیٹ لیے تھے۔ اس کا دوپٹہ کندھے سے
ڈھلک کر ہاتھوں پر آگرا۔ سیاہ ہاف بندھے بال ایک جانب کو اڑنے لگے۔۔ یکایک اسے

کسی کے قدموں کی بھاری چاپ سنائی دی تھی۔ اہل جم سی گئی۔۔۔ وہ اس چاپ کو پہچانتی تھی۔۔۔ ہاں وہ اسے کیسے بھول سکتی تھی بھلا۔۔۔؟

وہ اس سے ذرا فاصلے پر آکھڑا ہوا تھا۔ آستینیں حسبِ عادت کہنیوں تک موڑے۔۔۔ رات کے اس پہر شال سے بے نیاز۔۔۔ اندھیرے میں بھی دیو مالائی سے کرداروں کی عکاسی کرتا ہوا۔۔۔ ہاں وہ وہی تو تھا۔۔۔

اس نے اسے دیکھنے کے لیے گردن نہیں موڑی۔۔۔

خاموشی سے چاند کو دیکھے گئی۔ وہ بھی چہرہ اٹھائے چاند ہی کو دیکھ رہا تھا۔۔۔

”کیسی ہیں آپ۔۔۔؟“

”ٹھیک ہوں۔۔۔“

”میرا حال نہیں پوچھیں گی۔۔؟“

”!خوش تو ہیں مجھے اذیت دے کر۔ اور کیا پوچھوں آپ سے۔۔“

وہ اس کے طنز پر مسکرایا تھا۔ چاند کا سحر ہر جانب بکھرنے لگا۔ ہر شے پر چڑھنے لگا۔۔
ہر وجود کو دھانپنے لگا۔

”میں آپ کو اذیت دینے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔“

”لیکن اذیت دے سکتے ہیں۔۔“

اس کے جوابات بہت برجستہ، بہت دل گرفتہ تھے۔ کیا کبھی تم نے کسی کو اتنی
برجستگی سے جواب پتے دیکھا ہے۔۔؟ اس نے دیکھا تھا۔۔ اس نے اہل کو دیکھا تھا۔۔

”کیا اذیت دی ہے۔۔؟“

”میرے اندر اپنی عادت ڈالی ہے۔ کیا کسی اذیت سے کم ہے یہ۔۔؟“

”میں معافی چاہتا ہوں۔۔“

”کوئی معافی نہیں ملے گی آپ کو۔۔“

ان دونوں میں سے کسی نے بھی ایک دوسرے کی جانب نہیں دیکھا تھا۔۔ چہرہ اٹھائے
وہ دونوں چاند دیکھ رہے تھے۔۔ دور سے دیکھنے پر لگتا تھا گویا وہ ہم کلامی کر رہے ہوں۔۔

"آپ معاف نہیں کریں گی تو بہت مشکل ہو جائے گی۔۔"

"میں بھی تو مشکل میں ہوں۔ آپ بھی رہیں۔۔"

"!ظالم شہزادیوں کے نقشِ قدم پر گامزن ہیں شاید آپ۔۔"

چاند کو دیکھتا لڑکا مسکرایا تھا۔ امل کی آنکھ سے آنسو پھسل کر کنپٹی میں جذب ہوا۔۔

جی بالکل۔ بلکہ بہت پہلے مجھے ان کی روش اختیار کر لینی چاہیے تھی۔ آپ کے ساتھ "نرمی برت کر بہت بڑی غلطی کی ہے میں نے۔۔"

"غلام حاضر ہے۔۔ جو سزا دینی ہے دے دیں۔۔"

اس نے پہلی دفعہ چہرہ اسکی جانب پھیرا تھا۔ چاند کی چاندنی میں اسے امل کے رخساروں پر کچھ چمکتا ہوا محسوس ہوا۔۔

"آپ کی سزا یہی ہے کہ میں نفرت کرنے لگی ہوں آپ سے۔۔"

وہ ہنسا تھا۔۔ عجیب آنسوؤں سے نم ہوتی ہنسی تھی وہ۔ امل کے آنسو تیزی کے ساتھ گرنے لگے تھے۔۔

"بہت ظالم ہیں آپ۔۔"

"آپ سے کم ہوں۔۔"

ہوسکے تو مجھے معاف کر دیجئے گا بی بی۔ میں آج بھی۔۔ آخر تک آپ کے قابل نہیں "

ہوں۔ آپ بہت اچھی ہیں۔ مجھ سے نفرت کریں۔ میں اسی قابل ہوں۔ اور آپ خوش قسمت ہیں کہ مجھ سے نفرت کر پارہی ہیں۔ مجھے دیکھیں۔۔ میں تو کبھی بھی آپ سے

"نفرت نہیں کر سکونگا۔۔ مجھے تو ساری زندگی آپ سے محبت کرتے گزارنی ہے۔۔"

اہل کے آنسو بہت تیزی کے ساتھ لڑھک رہے تھے۔ اس نے اپنی جیب سے رومال نکال کر اس کی جانب بڑھایا۔ وہ اس کے لیئے اتنا ہی کر سکتا تھا۔۔ اس سے آگے کی

اس کو اجازت نہیں تھی۔۔ اہل نے اس کے ہاتھ سے رومال لیا اور خاموشی سے بہتے آنسوؤں کو اس میں جذب کیا۔ ولی آہستہ سے پیچھے ہٹا تھا۔ اہل نے اسے مڑ کر نہیں دیکھا۔ وہ اسے جاتے ہوئے نہیں دیکھ سکی۔۔ وہ مڑا اور تیزی کے ساتھ اپنے پھلانگتا اترتا چلا گیا۔۔ اور اہل۔۔ وہ ساری رات ٹیرس سے لگ کر بیٹھی روتی رہی۔۔ وہ آج آخری دفعہ ایک ساتھ ہی سارا رو لینا چاہتی تھی۔۔

ہمیشہ سے دو نفوس کی محبت کا گواہ چاند آج بھی اتنا ہی خاموش تھا جتنا ہمیشہ رہا کرتا تھا۔۔

صبح بہت جیس زدہ سی طلوع ہوئی تھی۔ ماحول میں ابر آلود موسم کی گھٹن رچی بسی تھی۔ آج دوپہر نکاح تھا۔ اور پھر ولی کی اس حویلی سے ہمیشہ کے لیے جدائی تھی۔ وہ

سپاٹ ساتیزی سے کاموں کو سر اجام دیتا اپنے اندر مچی توڑ پھوڑ کو بمشکل ڈھانپ رہا تھا۔
وہ ان کاموں میں خود کو بھی ختم کر لینا چاہتا تھا۔

نکاح خواں اہل کے کمرے کی جانب بڑھا تو اس کے قدم -- ایک -- بس ایک پل کو
لرز کر رہ گئے۔ وہ گہرے سانس لے کر خود کو نارمل کرنے لگا۔ وہ اس کی سانسوں میں
قطرہ قطرہ تحلیل ہونے لگی تھی۔

اہل نے زور سے دوپٹہ مسٹھی میں بھینچا۔

ولی کا سانس رکنے لگا تھا۔ اس کی کوئی روح بھینچ رہا تھا۔

"ولی تم ٹھیک تو ہوناں --؟"

بی جان پریشان ہو گئی تھیں۔ اس نے اثبات میں سر ہلا کر انہیں تسلی دی اور پھر ان
سے معذرت کرتا اپنے کمرے کی جانب دوڑا۔

سفید شلوار قمیض میں اس کا کسرتی جسم نمایاں تھا۔ وہ لوگوں کو دھکیلتا، درمیان میں راستہ بناتا بھاگ رہا تھا۔۔

اٹل کا جسم برف ہو رہا تھا۔۔ اس کے لب سفید پڑ رہے تھے۔ نگاہیں پتھرا رہی تھیں۔۔
ولی نے کندھے پر دھری کتھئی شال کا ایک سیرا زور سے دوسرے کندھے پر ڈالا۔۔
نکاح خواں معمول کی کارروائی کر رہا تھا۔ وہ دھواں دھواں چہرہ لیئے نکاح نامے کو دیکھے
گئی۔ اس کی انگلیاں بے جان ہو رہی تھیں۔ ہاتھ میں پھنسا قلم لرز رہا تھا۔

”کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے۔۔؟“

ولی آستینیں موڑتا واش بیسن پر جھکا۔ چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے۔

”قبول ہے۔۔“

لرزتی آواز سب کی سماعت سے ٹکرائی تھی۔

ولی نے بیسن کے کناروں کو زور سے تھاما۔۔

”قبول ہے۔۔“

اہل کی آنکھیں متواتر بہنے لگی تھیں۔۔

ولی کی آنکھ سے آنسو ٹوٹ کر گرا۔ اسے اپنی زندگی کی ساری ذلت یاد آرہی تھی۔ اسے ہر

در سے ملی دھتکار۔۔ ہر دروازے سے پڑی گالیاں۔ یاد آرہی تھیں۔۔ اسے سب یاد آرہا

تھا۔ گہرے گہرے سانس لے کر اس نے اندر مچی توڑ پھوڑ کو سنبھالنے کی کوشش کی۔۔
نسواری آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔۔ دانت پر دانت جمے تھے۔۔

”قبول ہے۔۔“

اس نے تولیئے سے چہرہ خشک کیا، سامان سمیٹا اور کچا کچھ بھری حویلی سے نکل آیا۔۔
اب کے سپاٹ سا ڈرائیو کرتا وہ آگے ہی آگے بڑھ رہا تھا۔ اس کے چہرے سے اندازہ
لگانا مشکل تھا کہ وہ کیا سوچ رہا ہے۔۔ اس نے سفید حویلی اور اس کے مکینوں کو کہیں
بہت پیچھے چھوڑ دیا تھا۔۔ اس نے اپنا آپ بھی کہیں وہیں پیچھے چھوڑ دیا تھا۔۔ زمان نے
دھول اڑاتی اس کی گاڑی کو جاتے دیکھا اور درد سے مسکرا پئے۔۔

قتل کے بعد۔۔

نگار بیگم جو اس کے اس طرح آناً فاناً آنے پر ابھی سنبھلی ہی نہیں تھیں کہ وہ ان کو ہونق بنا چھوڑ کر جا بھی چکا تھا۔ انہوں نے بمشکل حسین کے لاغر وجود کو سیدھا کیا اور پھر دوپٹے سے آنسو پونچتی باہر کو بھاگیں۔ وہ جس حالت میں گیا تھا، انہیں بالکل بھی ٹھیک نہیں لگا تھا۔ اس کی حالت بہت بکھری ہوئی بہت لڑٹی ہوئی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے کوئی تنومند سا مرد آگاہی کے ایک ہی جھٹکے سے ڈھے گیا ہو۔ باہر بھاگتے ہوئے ان کا دل لرز رہا تھا اور جسم پسینے میں شرابور تھا۔۔ ہر ہر مسام سے گویا پسینے کی بوندیں پھوٹ کر بہہ نکلی تھیں۔ وہ ان کا سگا بیٹا نہیں تھا۔۔ لیکن وہ انہیں سگے بیٹوں جیسا ہی عزیز تھا۔ یہ ان دنوں کی بات تھی کہ جب نگار کی گود بالکل خالی تھی۔ اجاڑ اور خاموش۔۔ تب ایک دن حسین نے ان کی آغوش میں ہاشم لائے تھمایا تھا اور کہا بھی تھا کہ آج سے وہ ان کا بیٹا ہے۔ لیکن انہوں نے نگار کو ساری زندگی یہ نہیں بتایا کہ وہ انہی کا ناجائز بیٹا تھا۔ وہ اکثر حیران ہو کر حسین سے کہتی بھی تھیں کہ ہاشم بالکل ان کا پرتو لگتا تھا۔۔ بالکل۔ ان کی سی شخصیت لیئے۔۔ انہی کی طرح کا قد کاٹھ لیئے۔ اونچا لمبا اور

سیاہ چمکتی آنکھوں والا زیرک سا ہاشم۔۔ لیکن وہ ان کی بات کو ہر دفعہ کا اتفاق کہہ کر ٹال دیا کرتا تھے۔

باہر بھگتے ہوئے نگار بیگم کا پسینے میں شرابور جسم ہولے ہولے کانپ بھی رہا تھا۔ وہ ان کا سگا بیٹا نہیں تھا لیکن وہ ان کے لئے سگوں سے بڑھ کر تھا۔ انہیں یہ جان لینے کے بعد بھی اس سے گھن نہیں آئی تھی کہ وہ ناجائز تھا۔۔ وہ ایک ایسی اولاد تھا جو حرام کی تسکین سے وجود میں آئی تھی۔۔ یہ سب جان لینے کے بعد بھی ان کے اندر اس سے نفرت کا کوئی رنگ نہ جاگا۔ کسی تنفر، کسی تضحیک اور کسی کمتری نے ان کا دل ایسے نہیں جکڑا تھا جیسے ہاشم کی ٹوٹی بکھری حالت نے جکڑ لیا تھا۔ اور رہا وہ ولی۔ تو اس کا انکشاف بھی ان پر آج ہو ہی گیا تھا کہ وہ بھی ان کے شوہر ہی کا بیٹا تھا۔ حسین کی ایک اور ناجائز اولاد۔ ایک ایسی اولاد جس سے نگار نے ہمیشہ اس کی پیدائش کی وجہ سے نفرت کی تھی۔ اس کے وجود سے ہمیشہ گھن صرف اسی لئے کھائی تھی کیونکہ وہ ان کے مقابلے پر نہیں تھا۔ وہ ان کے مقابلے پر کبھی آ ہی نہیں سکتا تھا۔ وہ ایک کمتر اور ذلیل انسان تھا کیونکہ اس کے ماں باپ نے اس کو پیدا ہی ذلت کے ساتھ کیا تھا۔ لیکن

ہاشم۔۔ آج انہی کا ہاشم اس سچے میں پورا اتر رہا تھا جو سانچہ انہوں نے ولی کے لیے تیار کر رکھا تھا۔ یہ قدرت کا آخر کیسا انتقام تھا۔۔ یہ اس کہانی کا کونسا ورق تھا کہ جس کے الٹنے پر دل اس قدر کٹ جایا کرتا تھا۔ آخر یہ سب کیا تھا۔

لوگ کہا کرتے ہیں کہ کہانیاں آغاز کے ساتھ جڑی ہوتی ہیں لیکن کیا میں تمہیں بتاؤں۔۔ کہانیاں انجام کے ساتھ نکھی ہوتی ہیں۔ کہانیوں کا وجود، ان کی بقاء اور ان کا سروائیول ہمیشہ انجام کے ساتھ جڑا ہوتا ہے۔ وہ عورت جس نے برسوں سے ہاشم کی تربیت ہی ایسی کی تھی کہ جس میں انسانیت کا کوئی شائبہ تک نہ تھا، جس میں اپنے حلال اور برتر ہونے کا گھمنڈ اور تکبر کوٹ کوٹ کر بھرتے انہیں اتنا اندازہ نہ تھا کہ ایک دن۔۔ ہاں ایک دن حقیقت کا آئینہ اس طرح کا عکس بھی دکھائے گا۔ اس طرح کا رنگ بھی دکھائے گا۔

اپنے بے طرح ابلتے آنسو، کانپتے ہاتھوں سے پونچتے ان کا دل ہر آن سمندر کی گہری اور لپیٹی لہروں میں ڈوب ڈوب کر ابھر رہا تھا۔ حویلی کے داخلی دروازے سے قد آور گیٹ کی جانب جنوبی سے انداز میں بھاگتے ہوئے انہیں اتنا اندازہ تھا ہی نہیں کہ ان کا

ہاشم۔۔ ہاں ان کا ہاشم ان سے کھو چکا ہے۔۔ ان کے ہاتھوں سے جا چکا ہے۔۔ کسی
بہتی نہر کے منہ زور پانی میں اس کی لاش آگے ہی آگے بہتی جا رہی ہے۔۔ ایک ایسی
لاش۔۔ جو انتہائی نجس اور بدبودار ہوتی ہے۔۔

ولی اسی وقت سردار بابا اور بی جان کے سوالوں پر انہیں مطمئن کرتا واپس اپنے کمرے
میں آیا تھا مگر لگتا تھا کہ قدموں سے کسی نے جان سلب کر لی ہو۔ دھم سے صوفے پر
بیٹھتے وہ اس پری زاد ہی کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ جس کی خاموش آنکھیں اس
کے اندر کئی دنوں تک کی باتیں چھوڑ جایا کرتی تھیں۔ اگر جو وہ سردار بابا کو ایک دفعہ بھی
اس کے رشتے پر غیر مطمئن یا پریشان دیکھتا تو وہ ضرور ان کا ہاتھ روکتا یا انہیں اس
شادی سے منع کرتا لیکن مسئلہ تو یہی تھا کہ اس نے زمان کو کبھی اس رشتے پر کوئی
!اعتراض کرتے دیکھا ہی نہ تھا۔ آخر وہ خود سے اعتراض کرتا بھی تو کس بات پر۔۔۔

نفسیں اور اس حویلی کے ہر لڑکے کا کردار تو اسے معلوم تھا۔ سردار بابا ان سب باتوں سے بے خبر نہیں تھے لیکن بہر حال، وہ ان سب باتوں سے اتنے باخبر بھی نہیں تھے کہ جن سے ولی نے ہمیشہ ان کے سامنے نگاہ چرائی تھی۔ اگر جو وہ انہیں بتا دیتا کہ نفسیں بھی انہی جہنمی راتوں کا مسافر ہے کہ جس کا بختیار اور ہاشم عادی تھا تو کیا وہ اپنی اس شفاف آئینہ سی نازک بیٹی کا نکاح اس سے ہونے دیتے؟ اس سب میں وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ بختیار اور نثار نفسیں کی حقیقت سے واقف ہونے کے بعد بھی اپنی بہن کی شادی ہنسی خوشی اس لفنگے سے کر رہے تھے تو یہ مشکل ہی تھا کہ اس کے لاکھ دلائل پر بھی یہ شادی رک سکتی۔ اسی لیے اس نے بہتی لہروں کے ساتھ بہنے کا فیصلہ کر لیا۔

اے جو اس کی وجہ سے اس سارے عذاب، دکھوں اور ذلت کا شکار ہوئی تھی بہتر تھا کہ اب وہ اس کی زندگی سے کہیں بہت۔۔ بہت دور چلا جاتا اور اس دن کچن میں اسے بلک بلک کر روتے دیکھ کر اس نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ اب وہ اس کے سامنے کسی صورت بھی نہیں آئے گا۔ کیونکہ اگر اس سے زیادہ وہ اس کا امتحان لے گا تو شاید اس کا گھنگار ہو جائے گا، جو وہ کسی بھی صورت ہونا نہیں چاہتا تھا۔ وہ یہی چاہتا تھا کہ جب یہاں

سے جائے تو ہلکے کندھے اور ہلکے وجود کے ساتھ جائے۔۔ وہ اس کی زندگی کو کسی بھی طرح اپنی موجودگی کے باعث تماشہ نہیں بنانا چاہتا تھا سو اس نے بھی وہ فیصلہ کر ہی لیا جو اسے بہت پہلے کر لینا چاہیئے تھا۔

یہاں سے جانے کا فیصلہ۔۔

کبھی یہاں نہ لوٹنے کا فیصلہ۔۔

سردار بابا اور بی جان کو اس نے کہہ دیا تھا کہ وہ آتا جاتا رہے گا، ان سے رابطے میں رہے گا وہ انہیں کبھی نہیں بھولے گا۔۔ لیکن درحقیقت وہ نہ تو ان سے رابطہ رکھنے والا تھا، نہ ہی آنے جانے والا تھا اور نہ ہی وہ سردار بابا، بی جان اور اہل کے علاوہ کسی کو یاد رکھنا چاہتا تھا۔ سو بس۔۔ اب یہاں سے چلے جانے ہی میں عافیت تھی۔۔ عزت تھی! اور سکون بھی تھا شاید۔۔

اس نے رات کے چار بجاتی گھڑی کی جانب دیکھ کر سر جھٹکا اور پھر واش روم میں شاور لینے چلا گیا۔ وجود پر چڑھی تھکن اور اعصاب پر جمی برف شاید اسی طرح پگھل سکتی

تھی۔ اس نے گہرا سانس لے کر رخ ڈریسنگ روم کی جانب پھیرا اور پھر اگلے ہی چند لمحوں میں سر کے بالوں کو رگڑتا وہ باہر نکل رہا تھا۔ سنگھار میز کے آگے کھڑے بالوں کو رگڑتے اس کے ہاتھ پل بھر کو ساکت ہوئے تھے جب اس نے اپنے وائبریٹ موڈ پر لگے موبائل کو زوں زوں کی آواز کے ساتھ بجتے دیکھا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر ایک نظر گھڑی کو دیکھا اور پھر پیشانی پر لکیریں لیئے موبائل اٹھا لیا۔ اسے اس سارے عرصے میں صرف اتنا ہی اندازہ تھا کہ کرتار پور والوں کی ہاشم سے کیا دشمنی تھی اور وہ انہیں زندہ سلامت کیوں چاہیے تھے۔ لیکن اس کال کے بعد اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ انہیں کیوں چاہیے تھا۔

انجان نمبر سے آئی کال اس نے محتاط سے انداز میں رسیو کر کے کان سے لگائی اور پھر خاموشی سے کھڑا رہا۔ یہ احتیاط اسے اس جنگل نے سکھا ہی دی تھی۔ پھر اسے کوئی انجان سی آواز سنائی دی۔ وہ اس آواز کو نہیں پہچانتا تھا لیکن جو وہ آواز کہہ رہی تھی اسے سن کر اس کا سارا جسم پل میں جم کر پگھلا تھا۔

اس کے آدمی نے ہاشم کی لاش لگے سے لگے گاؤں میں دیکھی تھی۔ وہ نہر کے پانی کے ساتھ بہتا اب گاؤں کے کسی کنارے پر بے یار و مددگار پڑا تھا۔ بغیر کسی جنازے اور بغیر کسی غسل کے۔ اس نے خالی خالی نظروں سے سنگھار آئینے میں نظر آتے اپنے عکس کو دیکھا۔۔ اس کا دل لمحوں میں سکڑ کر پھیلا تھا۔ تولیہ بیڈ پر ڈالتے اس نے بے جان ہوتے قدموں کے ساتھ خود کو بمشکل کھڑا رکھا۔ اس کا دل واقعی سکڑ کر پھیل رہا تھا۔ کوئی آواز سی تھی جو اسے بہت بری طرح جھنجھوڑ رہی تھی۔ اس نے بے تحاشہ بند ہوتے دل پر ہاتھ رکھا اور پھر بیڈ پر آبیٹھا۔۔ سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا۔۔ بار بار سر جھٹکا۔۔ کڑے ضبط کی وجہ سے اس کے دانت جم گئے تھے اور کنپٹی کو جاتی رگ سختی کے باعث پھول گئی تھی۔۔ سواری آنکھوں میں گہری سرخی اترنے لگی۔۔ ولی احمد ٹپنے لگا۔۔

نہیں۔۔

اس نے بار بار آنکھوں میں آتی گلابی سی نمی کو مسل کر عنقا کیا لیکن یہ کیا۔۔! اس کی آنکھیں اس کے اختیار سے باہر ہو رہی تھیں۔ اس کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔ نہیں۔۔ ہاشم کے مرنے کا اسے دکھ نہیں تھا۔۔ اسے اس کا کوئی افسوس کوئی ملال نہیں تھا۔۔ مگر جس چیز، جس احساس اور جس خیال نے اسے جکڑ لیا تھا وہ تھا اس کا سب سے بڑا خوف۔۔ اس کا دل کو جکڑ کر بھیجنے والا خوف۔۔

بغیر کسی جنازے اور غسل کے مرجانا۔۔ بغیر کسی قبر کے مرجانا۔۔

چہرے پر ہاتھ پھیرتا وہ سیدھا ہوا۔۔ نفی میں زور زور سے سر ہلا کر اپنے اندر شور کرتی سوچوں کو بھی جھٹکنے کی کوشش کی لیکن وہ اس سب کو نہیں جھٹک پایا۔۔ وہ اس سب کو نہیں جھٹک پارہا تھا۔۔

"نہیں۔۔۔"

اس نے پُر شکوہ آسمان کی جانب اٹھائی تھی۔ آسمان والا اسی کی جانب متوجہ تھا۔۔

آپ مجھے ابھی یہ سب یاد نہیں دلا سکتے۔ میں۔۔ میں نفرت کرتا ہوں اس انسان " سے۔۔ نفرت کرتا تھا، نفرت کرتا ہوں اور میں اس سے نفرت کرتا رہونگا۔

اس نے آج بہت دنوں بعد آسمان والے کو یوں مخاطب کیا تھا۔ ہاں بہت دنوں بعد آج اس نے اللہ سے بات کی تھی۔۔ بات کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن شاید وہ طے کرچکا تھا۔۔ وہ ہی۔۔ جو ہمیشہ سے سب طے کر رکھتا تھا۔۔

اس نے میری زندگی برباد کر دی تھی۔ اس نے مجھے جیتے جی مار دیا تھا۔۔ اس نے "میری ذات پر ظلم کے پہاڑ توڑے تھے اے اللہ۔! آپ مجھے اس وقت یہ سب یاد نہیں دلا سکتے۔۔ آپ ایسا نہیں کر سکتے۔۔"

لیکن اس آواز کے پار اب سب کچھ دھندلانا جا رہا تھا۔ وہ آواز اس سے کہہ رہی تھی کہ وہ اس جیسا نہیں۔۔ وہ اس جیسا کبھی بھی نہیں تھا۔۔ وہ اس ہاشم جیسا کبھی بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ اس نے کھینچ کر سانس لیا۔۔ اس کی حالت غیر ہونے لگی تھی۔ سب کچھ اس کے ہاتھ سے ایک بار پھر پھسل رہا تھا۔ وہی چودہ سالہ خوفزدہ سا بچہ ایک بار پھر سے اس کے اندر سانس لینے لگا تھا۔ ولی احمد جانور نہیں تھا۔۔ ولی احمد انسان تھا۔۔ اسے انسان ہی رہنا تھا۔۔ اور بس۔۔

ایک لمحے کی دیر تھی۔۔ ایک لمحے کا فیصلہ تھا۔ ایک ساعت کا تعین تھا۔۔ ساری دشمنیاں، ساری زخم اور سارے قصے جیسے قصہ پارینہ ہو گئے۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھا۔۔

اور سنگھار میز سے چابیاں اٹھا کر باہر بھاگتے اس نے ایک۔ بس ایک پل کو خود کا عکس آئینے میں دیکھا تھا۔۔

وہ اس مکروہ سے حسین کا ہی بیٹا تھا۔۔ ہاں وہ اسی کی اولاد تھا لیکن عجیب بات تو یہ تھی کہ وہ اس کے جیسا بالکل بھی نہیں تھا۔ اس کے باریکی سے بنے ہونٹ اور اٹھی ناک، گہرے ابرو اور عجیب پرکشش سی نسواری آنکھیں۔۔

اسکے برعکس حسین اور ہاشم کے نقوش بہت بھدے اور خاصے ایک جیسے تھے لیکن ولی۔۔ اس نے آج۔۔ اس پل خود پر غور کیا تھا۔۔ وہ ان جیسا تھا ہی نہیں۔۔ وہ ان جیسا کبھی بھی نہیں تھا۔۔ وہ ان جیسا کبھی نہیں ہو سکتا تھا۔۔ کیونکہ وہ انسان تھا۔۔ عزت کرنے والا اور دل رکھنے والا انسان۔ وہ ان جیسا جانور نہیں تھا۔۔ اسی لیے وہ جائے گا۔۔ ہاں وہ جائے گا۔۔ اسے ہی جانا ہوگا۔۔ وہ ان جیسا نہیں ہے۔۔ وہ انسانیت دکھائے گا۔۔ اس کا حساب وہ اللہ پر چھوڑتا ہے۔ وہ اس سب کا حساب اللہ کو دے رہا تھا۔۔ اس نے قبول کر لیا تھا کہ اللہ تھا۔۔ اللہ اس کائنات کی سب سے بڑی حقیقت تھا۔۔ وہ خود خدا نہیں تھا۔۔ وہ واقعی خدا نہیں تھا اور یہ احساس۔۔ یہ ایک احساس

کے خدا کوئی اور تھا۔ یہ ایک احساس کے میزان اور عدل کا ترازو رکھنے والا خدا اس کے ساتھ تھا تو اسے کسی بات کی پرواہ نہیں ہونی چاہیے۔۔ باہر بھگتے ہوئے اس کے کندھے بے حد ہلکے تھے۔۔ اس کا وجود گویا ہوا سے بھی زیادہ ہلکا ہو گیا تھا۔۔ اسے ہاشم سے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔۔ اسے اس سے اب بھی نفرت تھی لیکن اب وہ ان جیسا نہیں تھا۔۔ اب اسے اپنا انجام یاد رکھنا تھا کیونکہ کہانیاں اپنے آغاز نہیں انجام کے ساتھ جڑی ہوتی ہیں۔۔۔۔

کئی گھنٹوں کی ڈرائیو کے بعد اس نے صبح ہوتی فجر میں گاؤں کا دروازہ پار کیا۔۔ نہر گاؤں کی داخلی حدود کے ساتھ ہی بہہ رہی تھی۔۔ بہتی جا رہی تھی۔۔ اس نے لوگوں کا ہجوم دیکھ کر گاڑی ایک طرف کو لگائی اور پھر کار سے نکل آیا۔ اس نے دیکھا کہ ہاشم کی پھولی لاش سے کئی فاصلے پر کھڑے لوگ اپنی ناک پر ہاتھ رکھے، خدا سے معافی مانگتے ایسے

انجام سے پناہ طلب کر رہے تھے۔ اس نے انہی کے تعاقب میں دیکھا۔۔ کچی زمین پر بلاشبہ وہ ہاشم ہی تھا۔۔ اس کے گیلے بال چہرے پر چپکے تھے اور چہرہ برف سا سفید ہو رہا تھا۔ لیکن عجیب بات یہ تھی کہ اس کی لاش سے ناقابلِ برداشت بدبو اٹھ رہی تھی۔۔ ایسا تعافن اٹھ رہا تھا کہ جس میں سانس لینا بھی محال ہونے لگا تھا۔۔ اسے حیرت ہوئی۔ کسی کی لاش کا اس قدر جلدی تعافن زدہ ہو جانا حیران کن بات تھی۔۔ اس نے آگے بڑھ کر کانپتے ہاتھوں سے اس کے سینے پر زور ڈال کر اندر جما پانی باہر نکالا۔۔ پھر بمشکل اس نے گاؤں میں سے چند نوجوانوں کو راضی کیا اس کی لاش اس کے ساتھ اٹھانے میں۔۔ کوئی بھی اس کی بدبودار لاش کے قریب نہیں آنا چاہتا تھا۔۔ یوں لگتا تھا گویا اس سے سیاہ اعمال کا تعافن اٹھ رہا ہو۔۔

دو چار لوگوں کے ساتھ مل کر اس نے اسے گاڑی میں ڈالا اور پھر لوگوں سے قبرستان کا راستہ پوچھتا آگے بڑھ گیا۔ قبرستان پہنچ کر اس نے قبر کی کھدائی کرنے والے کے ساتھ مل کر اس کی قبر تیار کی۔۔ لیکن اسے قبرستان میں دفنانے کے بجائے اس نے اسے ایک پہاڑی پر دفنایا تھا۔ اسے لحد میں اتارتے اس نے ایک آخری بار اس کا چہرہ

دیکھا اور پھر گہرا سانس لیتا قبر سے باہر نکل آیا۔ وہ اسے جنازہ نہیں دے سکا۔۔ نہ ہی غسل۔۔ لیکن ہاں وہ اسے قبر دے سکتا تھا جو اس نے دے دی تھی۔ اس نے کوئی بھی بے حرمتی کیئے بغیر اس کو عزت کے ساتھ قبر میں دفنا دیا تھا۔ واپسی کے سارے راستے اس کا دل بہت شانت تھا۔۔ خوشی نہیں تھی لیکن ایک خاص قسم کا سکون تھا کہ اس نے جو کیا وہ ایک انسان ہونے کی حیثیت سے اسے کرنا ہی چاہیئے تھا۔ اس نے انتقام کی جنگ کے آخر تک انسانیت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا۔۔ ہاں۔۔ وہ اس سب میں بھیڑیا نہیں بنا تھا۔ وہ انسان ہی رہا تھا۔۔ واپسی پر شاور لینے کے بعد آج بہت دنوں بعد۔۔ ہاں بہت بہت دنوں بعد وہ فجر پڑھنے مسجد جا رہا تھا۔۔ اگرچہ فجر قضا ہو چکی تھی۔ اگرچہ اسے نماز کی دیر ہو گئی تھی لیکن آج وہ نماز پڑھنا چاہتا تھا۔۔ آج وہ واقعی نماز پڑھنا چاہتا تھا۔۔

جھکے سر اور ہر بوجھ سے آزاد دل کے ساتھ مسجد میں داخل ہوتے، ولی احمد نے ایک بار پھر اپنی کھوئی ہوئی نماز پالی تھی۔۔

دوسری جانب تاریکیوں میں ڈوبی حسین احمد کی ٹیلی میں نگار اب تک دروازے پر جمی تھیں اور حسین۔۔ وہ بے حس و حرکت چھت کو سرخ آنکھوں سے تکتا خون کے آنسو رو رہا تھا۔۔ ایسے آنسو جو دکھائی نہیں دیتے تھے مگر ان کی اذیت اور تکلیف۔۔ سب تکلیفوں اور اذیتوں سے زیادہ کڑی اور دل چیرنے والی ہوتی تھی۔

اگر جو وہ بھی ہاشم اور ولی کی ماؤں کو مارنے کے بجائے ان کے ساتھ طریقے سے نکاح کر کے اپنی خواہش پوری کر لیتا۔۔ اگر جو وہ کبھی بھی کوئی ایسا راستہ اختیار نہ کرتا جو اسے اس لاغر مقام تک پہنچاتا۔۔ کاش کے وہ بھی ولی کو ہاشم ہی کی طرح پال لیتا۔۔ کاش کہ وہ لوگوں کے ڈر سے زیادہ اللہ کا ڈر دل میں رکھتا تو آج ایسا نہیں ہوتا۔ اس نے ہاشم کو نگار کی گود میں لا کر اس لیے ڈال دیا تھا کیونکہ پہلے پہل وہ بہت گھبرا گیا تھا۔۔

وہ اس ناجائز بچے سے ڈر گیا تھا لیکن جب ولی پیدا ہوا تو حسین اپنے گناہوں پر بہت شیر ہو چکا تھا۔ اسے اب کسی کا بھی ڈر نہیں تھا اور نہ اسے مزید کسی بچے کو پلنے میں دلچسپی تھی۔ اس کی صحت کے لیے ایک ہاشم ہی کافی تھا جو کہ آج۔۔ اس وقت اسے چھوڑ کر چلا گیا تھا۔۔

اس کی سرخ پڑتی آنکھوں سے ایک آنسو پھسل کر اس کی سفید بالوں سے چمکتی کنپٹی
میں جذب ہوا تھا۔۔

کاش کہ وہ اٹھ سکتا۔ بس ایک بار وہ اس بستر سے اٹھنا چاہتا تھا۔ بس ایک دفعہ کی
مہلت درکار تھی اسے۔ وہ ایک بار ولی سے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگنا چاہتا تھا۔ وہ ایک بار
اس سے کہنا چاہتا تھا کہ وہ اسے اس گہرے، ہر پل رگوں میں سرایت کرتے احساس
گناہ سے نجات دلا دے۔۔ وہ بس ایک بار اس کے سامنے اپنے کیئے کی تلافی کرنا چاہتا
تھا۔۔ اگر جو وہ بس ایک بار اٹھ جائے۔۔

اس نے اپنا لاغر پڑا ہاتھ اٹھانے کی کوشش کی، گردن کے ارد گرد بچھی رگیں زور لگانے
کے باعث پھول گاڑیں، دانت جم گئے، تکلیف بڑھنے لگی۔ آنکھوں کے آگے موت کا سا
اندھیرا چھانے لگا لیکن بے سود۔۔ اس سے ہاتھ اٹھانا تو دور کی بات ایک انگلی بھی ہلائی
نہیں جارہی تھی۔ تیز تیز سانسیں لیتا وجود پہلے سے بھی زیادہ کمزوری محسوس کرنے لگا
تھا۔ اگر جو وہ ایک دفعہ بھی اپنے کیئے پر غور کر لیتا تو آج یہ سب نہیں ہوتا۔۔ لیکن اب
سب ہو گیا تھا۔ اب سب ختم ہو گیا تھا۔۔ اس نے بگڑے زاویے والے چہرے پر بہتے

آنسوؤں کو بہنے دیا کیونکہ وہ ان آنسوؤں کو صاف کرنے پر اب قادر نہیں تھا۔ اب وہ ان کو صاف کرنے پر کبھی بھی قادر نہیں ہو سکتا تھا۔

اگلے ہی دن اسے قبر کھودنے والے کی عجیب سی کال موصول ہوئی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا کہ ہاشم، جسے اس نے اپنے ہاتھوں سے دفنایا تھا وہ اب دوبارہ قبر سے باہر پڑا تھا۔۔ یوں لگتا تھا جیسے کسی نے اسے قبر سے باہر نکالا ہو۔

اس نے نا سمجھی سے ابرو سکڑے اور ایک بار پھر اس آدمی سے قبر کھود کر ہاشم کو اس میں دفنانے کے لیے کہا اور پھر دوبارہ موصول ہوئی کال پر اس کا سارا جسم سنسناتا اٹھا تھا۔۔

"صاحب جی مجھے لگتا ہے اسے زمین قبول نہیں کر رہی۔۔"

اور اس بات پر ولی کی پیشانی کا ہر بل ڈھیلا ہو گیا تھا۔ نگاہیں ساکت ہو گئی تھیں اور سانس تک رک گیا تھا۔۔

"ہاشم کو زمین قبول نہیں کر رہی تھی۔۔"

"ہاشم کی لاش کو زمین نے اپنے اندر جگہ دینے سے انکار کر دیا تھا۔۔"

کیونکہ ایک بار پھر سے دفنانے کے بعد اس کی لاش دوبارہ سے باہر دیکھی گئی تھی۔ وہ اس سارے دن میں سن رہا تھا۔ اچھا۔۔ تو ایسا ہوتا ہے بددعاؤں کا پلٹ آنا۔۔ یا اللہ۔۔

اسکا دل جیسے لمحے بھر کو لرز کر رہ گیا تھا۔ یہ احساس کہ مرنے کے بعد زمین بھی آپ کے جسم کو قبولنے سے انکار کر دے تو کیسا لگتا ہوگا۔۔! اس کی ریڑھ کی ہڈی سرسرا اٹھی

تھی۔ جس کا جسم یہ زمین نہیں قبول رہی تھی تو آسمان کی جانب سفر کرتی اس کی روح کا کیا بنا ہوگا۔ کیا اسے بھی زمین پر زور سے پھینکا گیا ہوگا۔؟ کیونکہ بدکاروں کی تو آسمانوں پر جگہ ہی نہیں تھی۔

اسے ایک بات اس دن بہت اچھے سے سمجھ آگئی تھی کہ انسان کو خود سے انتقام اور بدلے کے فیصلے کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ یہ تو ظالم انسان کے اعمال ہی طے کر دیتے ہیں کہ آگے جا کر اس کا کیا بننے والا ہے۔ ہاں۔۔ اسے کسی بھی قسم کے انتقام کے چکر میں پڑنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ یہ اس کا کام ہی نہیں تھا۔ اس کا کام تو بس اتنا رہ گیا تھا کہ وہ بس خاموشی سے کھڑا ان کو تباہ ہوتے دیکھتا رہتا۔ کرتار پور والوں نے ہاشم کو گولیوں سے چلنی کر دیا تھا اور حسین کو محسن نے ایسی حالت میں پہنچا دیا تھا۔ کیا کہیں اس کے کچھ کرنے کی گنجائش باقی رہ گئی تھی۔

اس کی گردن میں گلی ابھر کر معدوم ہوئی تھی۔ پہلی بار۔۔ زندگی میں پہلی بار اسے اوپر والے سے کوئی شکوہ نہیں رہا تھا۔ جس جس نے اس پر ظلم کیا تھا وہ سب آج اپنے انجام کو پہنچ گئے تھے۔ اسے کسی کو بھی جہنم واصل کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ کیونکہ

جہنم واصل کرنے کے لیے تو ان کے اپنے اعمال ہی کافی تھے۔۔ اور ہاں۔۔ اعمال۔۔ جو بہت سی زندگیوں کی بربادی کے ذمے دار تھے۔۔

حویلی سے اپنا سمیٹ کر نکلتے اس نے ایک دفعہ بھی پلٹ کر اس حویلی کو نہیں دیکھا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے اس حویلی کو پلٹ کر دیکھا تو وہ پتھر کا ہو جائے گا مگر اپنی جگہ سے ہل نہیں پائے گا۔

اس حویلی سے بہت دور جاتے اس نے اپنی محبت کو ایک ہی رات پہلے خدا حافظ کہہ دیا تھا۔ اسکی چلچلاتی دھوپ جیسی زندگی میں ٹھنڈی پھوار جیسی محبت۔۔ اس کی زندگی کی واحد آسانی۔۔ اس کی آتی جاتی سانسوں کو معطر کرینے والی محبت۔۔ ایک ایسی چاہت جس نے اسے گرم تھپیڑوں جیسی زندگی میں نرم بہتی ہوا کا سا احساس دلایا تھا۔ جس نے اسے یہ بتایا تھا کہ اس سب میں اس کا کوئی قصور نہیں۔ وہ اسے رلانا نہیں چاہتا تھا۔۔ وہ اسے رلا کر نہیں جانا چاہتا تھا لیکن وہ کیا کرتا۔۔ وہ رونے پر مصر تھی اور ولی۔۔ اس نے اندھیرے میں اس کی جانب بڑھتے اپنے ہاتھ کو مٹھی بھینچ کر ڈانٹا تھا۔۔ وہ اس کے آنسو صاف کرنا چاہتا تھا۔ بس ایک دفعہ وہ اس کے آنسو اپنے پوروں پر سمیٹنا

چاہتا تھا۔۔ ہاں بس ایک بار۔۔ لیکن کیا یہ ٹھیک تھا؟ اسے اس طرح سے چھونا۔۔ لگے ہی لمحے اس کا بڑھتا ہاتھ مٹھی میں بند ہو کر نیچے گر چکا تھا۔۔ پھر اس نے اپنا رومال جیب سے نکال کر اس کی جانب بڑھایا۔ اسے لگا وہ اس کا رومال اس کے منہ پر مار کر چلی جائے گی لیکن اس نے بغیر کسی پس و پیش کے خاموشی سے رومال لے کر آنسو پونچھ لیے تھے۔۔ اپنی گاڑی کو پوری رفتار سے دوڑاتے وہ بمشکل اپنی بہتی سانسوں کو زہریلا ہونے سے روکے ہوئے تھا۔ ضبط سے گلابی پڑتی آنکھیں بے حد سپاٹ ہو رہی تھیں اور جسم تو جیسے برف کا کوئی گلشیر بن گیا تھا۔ لیکن یہ اس کا ان کچی سڑکوں پر آخری سفر تھا وہ جانتا تھا۔۔ بس کچھ پل کی اذیت۔۔ بس چند لمحوں کا عذاب۔۔ ہاں بس کچھ ذرا اور۔۔

دوسری جانب پہاڑی پر پڑی ہاشم کی لاش اب کے گلنے سڑنے لگی تھی۔ اور اس کی لاش سے اٹھتا تعافن اب پھیل کر سارے گاؤں کی فصلوں کو بدبودار کر رہا تھا۔۔

ہاشم۔۔ جس کا آغاز اور انجام۔۔

دونوں ہی بھیانک تھے۔۔

ڈیڑھ سال بعد۔۔۔

آج پورے ڈیڑھ سال بعد سفید حویلی کے سامنے اپنی گاڑی سے نکلتے ولی نے ایک نظر اس اونچی شان سے کھڑی نگاہیں چندھیاپینے والی حویلی کو دیکھا تھا۔ وہ آج بھی، ڈیڑھ سال کا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی ویسی ہی تھی۔۔ بے داغ، ٹھنڈی اور
!پر سکون۔۔

گہرا سانس لے کر اس نے قدم اندر کی جانب بڑھائے۔ وہ یہاں نہیں آنا چاہتا تھا۔ اس نے یہاں کبھی نہ پلٹنے کا تمہیہ کر رکھا تھا۔ لیکن پھر بھی، آج نہ جانے کس احساں کے تحت مجبور ہو کر وہ یہاں چلا آیا تھا۔ بس ایک بار سردار بابا، بی جان اور۔۔

اندر بڑھتے ولی نے دل میں اہلی خواہش پر سر جھٹکا تھا۔ سفید لباس سے ڈھکا اس کا اونچا سراپا آج بھی اتنا ہی خوبصورت اور سحر انگیز تھا۔ پہلے سے زیادہ سنجیدہ اور خاموش۔ بڑھتی ٹھنڈ کے پیشِ نظر گردن کے گرد لپیٹ شال اب بھی ویسی ہی تھی۔۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے وہ یہاں سے گیا ہی نہ ہو۔ بس ابھی ابھی ڈیرے سے پلٹا ہو۔۔

قد آور سا داخلی دروازہ پار کرتے ہوئے اس کی نگاہ چوکیدار پر پڑی۔ وہ بے یقینی سے اسے دیکھتا اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ولی مسکرا کر آگے بڑھا۔

چوکیدار بھاگ کر اس سے لپٹ گیا۔ ساتھ ساتھ وہ شاید رو بھی رہا تھا۔۔

اس نے مسکرا کر اسے خود سے الگ کیا۔ پھر گردن ذرا جھکا کر اس کی بوڑھی نم سی آنکھوں کو دیکھا۔۔

آپ۔۔ صاحب آپ کہاں چلے گئے تھے۔۔؟ آپ کے جانے کے بعد اس حویلی میں کچھ۔۔
بھی ٹھیک نہیں ہوا۔ آپ کو یہاں سے نہیں جانا چاہیئے تھا صاحب۔۔ آپ نے غلطی کی
"یہاں سے جا کر۔"

اپنے آنسو لرزتی انگلیوں سے صاف کرتا برسوں پرانا چوکیدار زار و قطار رو پڑا تھا۔ اس کی
پیشانی پر یکدم فکر ابھری۔۔ ایک نظر سفید ستونوں پر جمی حویلی کو دیکھا۔ دل جیسے کئی
خدشوں سے گھبرا کر پھڑپھڑایا تھا۔

"آپ کیسے ہیں گل بابا۔۔؟"

میں تو ٹھیک ہوں صاحب لیکن اس حویلی میں اب کچھ ٹھیک نہیں ہے۔۔ خدا کا
"واسطہ سرکار اب یہاں سے کہیں مت جائیے گا۔۔"

اس نے مشکل مسکرا کر ان کی پیٹھ تھپکی اور پھر تیزی سے آگے بڑھا۔ دل دھڑک رہا تھا اور سانسیں اب شاید کسی بوجھ کی وجہ سے مشکل سے چل رہی تھیں۔ داخلی دروازے کے اندر قدم رکھتے ہی وہ لمحے بھر کو ساکت سا ہو گیا تھا۔ باہر سے بالکل ٹھیک ٹھاک نظر آتی یہ حویلی اندر سے گرمی ویرانیوں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اس نے چہرہ گھما کر در و دیوار سے ٹپکتی وحشت کو دیکھا اور پھر بند ہوتے دل کے ساتھ آگے بڑھا۔ اتنی خاموشی۔۔ ایسی گرمی خاموشی تو اس حویلی کا حصہ کبھی نہیں تھی۔ کوئی خالی پن ساتھ جس نے حویلی کو اپنے آسیب زدہ سے حصار میں جکڑا ہوا تھا۔ لاؤنج ویران پڑا تھا۔۔ یوں لگتا تھا جیسے یہاں کبھی کوئی انسان رہے ہی نہ ہوں۔ وہ ساکت نگاہوں سے ویران پڑے لاؤنج کو دیکھے گیا۔ بہت سے منظر جیسے نگاہوں کے سامنے لہرائے تھے۔

بی جان کی زندگی سے بھرپور آوازیں۔۔ اہل کا ان صوفوں پر پیر چڑھا کر بیٹھنا، سردار بابا کی مسکراہٹ۔۔ سب جیسے گزرتے وقت کی دھول میں دھول بن کر رہ گیا تھا۔ اسی لمحے نوراں کچن سے نکلی تو اسے اس طرح ساکت و جامد کھڑے دیکھ کر ٹھٹھک کر رک گئی۔

آنکھوں میں ڈھیروں بے یقینی لیئے وہ چند پل اسے دیکھے گئی تھی۔ اس نے مشکل مسکرا کر سلام کیا۔۔ وہ جو اس کی موجودگی سے مہبوت ہوئی کھڑی تھی سلام کرنے پر یکدم جاگی۔ پھر مزید اس سے کوئی بھی بات کیئے بغیر اس نے رخ سردار بابا کے کمرے کی جانب پھیرا تھا۔ اسے بس اب جلد از جلد بی جان اور سردار بابا کو دیکھنا تھا۔۔

کمرے کے باہر پہنچ کر اس نے جیسے ہی دروازہ بجانے کے لیئے ہاتھ اٹھایا تو اس کا ہاتھ ہوا ہی میں معلق رہ گیا۔ کوئی دروازہ کھول کر باہر نکل رہا تھا۔ وہ بے اختیار چند قدم پیچھے ہٹا۔

نقاہت زدہ سے زمان نگاہوں پر لگا چشمہ درست کرتے باہر نکل رہے تھے۔ اسے یوں سامنے دیکھ کر وہ بھی جیسے اپنی جگہ پر ٹھہر سے گئے تھے۔ انہیں لمحے بھر کو اپنی آنکھوں پر یقین ہی نہیں آیا تھا۔ اور یقین تو اسے بھی نہیں آرہا تھا زمان کو ایسے دیکھ کر۔۔ اتنے کم عرصے ہی میں وہ اتنے بوڑھے اور کمزور لگنے لگے تھے کہ ولی کے دماغ میں ان کی پچھلی شخصیت کا اثر دھواں بن کر فضا میں تحلیل ہونے لگا۔۔

"!!!ولی۔"

ان کے لب بے آواز بے تھے۔ وہ ایک جھٹکے سے آگے بڑھا اور ان کے گلے لگ گیا۔
سردار بابا اب تک بے یقین تھے۔ انہیں سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا ہو رہا ہے۔ اس کی
مضبوط پشت پر اپنے کانپتے ہاتھ رکھتے ہوئے ان کی آنکھیں بلا اجازت بہنے لگی تھیں۔۔ اور
!! پھر وہ یکدم پھوٹ کر رو پئے۔۔ بالکل بچوں کی طرح۔۔

وہ بوکھلا کر ان سے الگ ہوا۔ سردار بابا واقعی بوڑھے ہو گئے تھے۔

سردار بابا کیا ہوا ہے۔۔؟ یہ سب اتنا بدلا بدلا کیوں ہے۔۔؟ سب۔۔ سب ٹھیک تو"
"ہے ناں اور بی جان۔۔ بی جان تو ٹھیک ہیں ناں بابا۔۔؟

سردار بابا نے چشمہ ہٹا کر اپنے آنسو صاف کیئے اور پھر چشمہ لگا ہوں پر جما کر دوبارہ اسے دیکھا۔ وہ آنکھیں پھیلائے انہیں ہی دیکھ رہا تھا۔ انہوں نے اسے ہاتھ سے تھاما اور اندر کمرے کی جانب بڑھ گئے۔ لیکن پھر وہ دروازے کے پاس ہی رک گئے تھے۔ صرف ولی تھا جو سن ہوتا وجود لیئے آگے بڑھ رہا تھا۔ بستر پر کوئی بہت کمزور سا وجود لیئے خاتون لیٹی ہوئی تھیں۔۔ انہوں نے آنکھیں موند رکھی تھیں اور چہرہ کمزوری کے باعث زردی مائل ہو رہا تھا۔۔ آنکھوں کے نیچے گہرے حلقے اور بھگی بھگی سی پلکیں۔۔ جیسے وہ تھوڑی دیر پہلے ہی رو کر سوئی ہوں۔۔ ہاں بلاشبہ وہ بی جان ہی تھیں۔۔ اس کی چمکتی دمکتی سی بی جان۔۔

وہ آہستہ سے ان کے برابر میں بیٹھا تھا۔ آہستہ سے ہاتھ آگے بڑھا کر ان کا چہرہ چھونا چاہا تو انہوں نے یکدم اپنی آنکھیں کھولیں۔۔ کسی کے لمس کے احساس نے انہیں جیسے جگا دیا تھا۔ اور اسے دیکھتے ہی وہ بے یقینی کے گہرے سمندر سے ڈوب کر ابھری تھیں۔ اس نے انہیں ہاتھ دے کر اٹھایا اور پھر بی جان کو تو جیسے برسوں بعد کندھا میسر آیا تھا۔ اس سے لپٹ کر وہ اپنا ہر غم رو لینا چاہتی تھیں۔۔

ولی میرا بچہ۔۔ میں نے تجھے بہت یاد کیا ولی۔ تو کہاں چلا گیا تھا ہمیں چھوڑ کر۔۔ ہم پر"
"کیا کیا ستم ٹوٹے تو نہیں جانتا ولی۔ سب ختم ہو گیا ہے۔۔ سب کچھ۔

وہ اس کے مضبوط حصار میں سمٹ کر روئے جا رہی تھیں اور وہ خاموشی سے انہیں
تھپک رہا تھا۔ اسے سمجھ ہی نہیں آیا کہ کیا کہنا چاہیئے اور کیا نہیں۔ اس کا ذہن ماؤف
ہوتا جا رہا تھا۔

ہم بہت تھک گئے ہیں یہ دن رات ایسی تنہائی میں کلٹے ولی۔ ہم سب بہت تھک گئے"
ہیں۔ اب اگر۔۔ اب اگر تو آگیا ہے تو بچے ہمیں چھوڑ کر نہ جانا۔ یہاں تیرے جانے کے
"بعد سب ختم ہو گیا تھا۔ سب کچھ۔۔

ان کی ہچکیاں بندھی تو اس نے انہیں نرمی کے ساتھ خود سے الگ کیا۔ ان کے بوڑھے سے چہرے پر ہاتھ پھیر کر آنسو صاف کیئے۔۔

میں اب آگیا ہوں بی جان۔۔ دیکھیئے گا میں اب سب ٹھیک کر دوں گا۔ سب ٹھیک"

"ہو جائے گا۔۔ کچھ بھی نہیں بگڑے گا۔۔

اس کے ہاتھوں پر اپنا چہرہ ٹکا کر وہ بے تحاشہ روئی تھیں۔۔ زمان اب تک دروازے کے ساتھ ہی کھڑے تھے۔ پھر اس نے بی جان کو آہستہ سے لٹایا۔۔ اٹھ کر ان پر چادر ڈالی۔۔ وہ نگاہیں گھما گھما کر اسے دیکھتی تھیں۔ ان کی نگاہیں جیسے ترس گئی تھیں اسے دیکھنے کے لیئے۔۔ وہ ان کے پاس ہی بیٹھا ان سے چھوٹی چھوٹی باتیں کرتا رہا۔۔ دوائیوں کا اثر تھا کہ وہ کچھ ہی لمحوں میں سو گئی تھیں۔ زمان نے اس کا ہاتھ تھاما اور دروازہ آہستگی سے بند کرتے اسے اپنے ساتھ لالونج میں لے آئے۔ وہ اس سرد سی خاموش

تویلی کو دیکھ کر حیران ہوئے جا رہا تھا۔۔ آخر اس کے جاتے ہی ایسا کیا ہو گیا تھا کہ سب کچھ اس قدر ویرانی میں ڈوب گیا تھا۔۔ ڈوب چکا تھا۔۔

لاؤنج میں خاموشی سے بیٹھے اس نے بھاپ اڑاتی چائے کو خالی خالی نگاہوں سے دیکھا اور پھر سردار بابا کی جانب نگاہ اٹھائی۔ اس کی نگاہوں میں مچلتے بے شمار سوالات کو دیکھ کر وہ تھکا تھکا سا مسکرائے تھے۔۔

"!!بی بی تو۔۔ خوش ہیں ناں اپنے گھر۔۔؟"

اس نے چائے کا کپ اٹھاتے لہجے کو حتی الامکان سرسری رکھا تھا۔ لیکن پھر زمان کی خاموشی پر چونک کر انہیں دیکھا۔۔

"کیا۔۔ خوش نہیں ہیں۔۔؟؟"

اس کا دل رکا تھا۔

"!! وہ اس گھر سے کبھی رخصت ہو کر گئی ہی نہیں تھی ولی۔۔"

! اور زمان کے جواب پر اسے لگا گویا تیلی کی پوری چھت اس کے سر پر آگری ہو۔۔

! اس کی پوری دنیا گویا ایک ہی نکتے پر ساکت ہو گئی تھی۔

ہاں ولی۔۔ وہ کبھی اس گھر سے رخصت ہو کر گئی ہی نہیں تھی۔ نکاح تو تم جلتے ہو"
ہمارے یہاں پر دوپہر ہی میں کر دیا جاتا ہے، رخصتی تو شام کو کہیں جا کر ہوتی ہے۔
نکاح ہو جانے کے بعد نفیس اور بختیار اپنے دوستوں کی ہمراہی میں شہر گئے تھے جہاں اس
"اے دوستوں نے ان دونوں کو زبردستی وہ حرام شے پلائی۔۔"

سردار بابا جیسے بولتے بولتے تھکنے لگے تھے۔ وہ پتھر کا مجسمہ بنا، بنا پلکیں جھپکائے انہیں دیکھ
رہا تھا۔۔

شہر سے واپسی پر شراب کے نشے میں دھت ہو کر ڈرائیو کرتے ہوئے نفیس کا"
ایکسیڈینٹ ہوا اور وہ وہیں، اسی مقام پر مر گیا لیکن ساتھ بیٹھے بختیار کی ٹانگیں ہمیشہ
ہمیشہ کے لیے معذور ہو گئیں۔ سب کچھ ختم ہو گیا ولی۔ ہماری زندگیوں کو تو پچھلے ڈیڑھ
"سال سے زنگ لگا ہوا ہے۔"

اس پر جیسے ہر خبر پہاڑ بن کر ٹوٹ رہی تھی۔ سمجھ نہیں آتا تھا کہ کونسا تاثر درکار ہے اور کونسا نہیں۔ خالی خالی وجود لیئے وہ جیسے پلکیں تک نہیں جھپک رہا تھا۔

کیسی بے حس اولاد ملی ہے ناں مجھے ولی کہ وہ نفیس کے کردار اور سرگرمیوں سے " بخوبی واقف ہونے کے باوجود بھی اپنی بہن کو اس سے بیاہ رہے تھے۔ میری بے قصور بچی کو اس عذاب میں پھنسا رہے تھے۔ زمانی نے اپنی اولادوں کا ایسا دل دہلا دینے والا دکھ کیا دیکھا چارپائی ہی پکڑ لی۔ بختیار کے معذور ہونے کے بعد سے بیمار رہنے لگی ہے۔ تمہیں اکثر یاد کر کے رو پڑتی تھی۔ اور میں۔۔ میری تو زندگی بھر کی ریاضت پر، میری اولاد نے لات ماری ہے ولی۔۔ میں تو اپنے پرکھوں، اپنے اللہ کو منہ تک دکھانے کے قابل "نہیں رہا۔۔"

انہوں نے آنکھوں سے عینک ہٹا کر نگاہوں میں چھاتی گلابی سی دھند کو انگلیوں سے
مسلا اور عینک دوبارہ سے لگا کر اسے دیکھا جو اب تک مجسمہ بنا انہیں ہی دیکھ رہا تھا۔

"اس ایکسیڈینٹ نے نفیس کی جان لے لی اور بختیار کو زندگی بھر کے لیے معذور کر دیا۔"

وہ خاموش ہوئے تو ساری حویلی میں سننا چھا گیا۔۔ حویلی واقعی سناٹوں میں ڈوب گئی
تھی۔۔

میری اہل۔۔ میری معصوم بچی ولی۔۔ اس حادثے کے بعد اس کا کوئی رشتہ نہیں"
"آیا۔ لوگ اسے منحوس گردانتے ہیں، کہ وہ نکاح ہوتے ہی اپنے شوہر کی زندگی کو کھا گئی۔

نہ جانے لوگ ایک کی سزا دوسرے کو کیوں پیتے تھے؟ ایک کے کیئے گئے جرم کی پاداش
میں دوسرے کو کیوں تختہ دار پر لٹکا دیتے تھے؟۔۔ پہلے دنیا اس کے ماں باپ کے کیئے
کی سزا اسے دیتی رہی اور اب نفیس کے کیئے کی سزا اہل کو سنائی جا رہی تھی۔ جانے
معاشرے کی یہ زہر آلود سوچ کب بدلے گی۔۔؟ کب لوگ ایک کے کیئے کی سزا
دوسرے کو دینا چھوڑیں گے۔۔؟

وہ تاسف سے انہیں دیکھتا سوچ رہا تھا پھر گہرا سانس لے کر اندر کی کثافت کو کم کیا۔۔

"مجھے بختیار سے ملنا ہے سردار بابا۔۔۔"

اور پھر وہ چند لمحوں بعد بختیار کے لاغر وجود کے سامنے بیٹھا تھا۔ بیڈ پر ہڈیوں کا کوئی
ڈھانچہ دراز تھا۔ اس کی ٹانگوں پر ایک چادر ڈلی تھی اور باقی سارا جسم بے حد کمزور اور بے
بس تھا۔۔

"!تم آگئے ولی۔۔"

اس کی تھکی تھکی سی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی تھی۔

تم اب کہیں مت جانا ولی۔ اس حویلی کو چھوڑ کر اب تم کہیں مت جانا۔ اس حویلی کو
تمہاری ضرورت ہے ولی۔ ہماری۔۔ ہماری بد اعمالیاں اس حویلی کی برکت کو کھا گئیں۔
ہم اسی زعم میں رہے ساری زندگی کہ ہم حلال ہیں تو ہر حرام کام ہمارے لیے حلال
"کی حیثیت رکھتا ہے لیکن ولی۔۔"

اس کی آنکھ سے آنسو پھسل کر کنپٹی میں جذب ہوا تھا۔۔

میں نے اس معذوری کے کڑے وقت میں جان لیا ولی کہ حرام اور حلال سے پیدا "ہونا انسان کے بس میں نہیں ہوتا۔ حرام اور حلال طریقے سے زندگی گزارنا انسان کے بس میں ہوتا ہے بس۔۔! لیکن میری بد نصیبی دیکھو ولی کہ مجھے یہ بات اس ناکارہ سے وجود کے ساتھ سمجھ آئی ہے۔۔ بیشک۔۔ بیشک انسان ٹھوکر کھائے بغیر نہیں سنبھلتا۔ اور ٹھوکر میں کھانے کے بعد سنبھلنے والے تو پہلے ہی اپنا سب کچھ کھو چکے ہوتے ہیں۔۔ "جیسے۔۔ ولی جیسے میں نے سب کچھ کھو دیا ہے۔۔

وہ پھوٹ پھوٹ کر اپنی سیاہ کاریوں کو یاد کرتا رو پڑا تو ولی نے گہرا سانس لیا۔۔ یہ سب آخر ہو کیا گیا تھا۔۔؟ وقت کے بڑے بڑے فرعون اب اس طرح سے روتے بلکتے اپنی

بے بسی پر آنسو بہا رہے تھے۔ اس کے سامنے اس کی ساری رعونت، سارا تکبر، سارا جاہ و جلال خاک ہوا پڑا تھا۔۔۔ ولی چپ چاپ گہرے افسوس کے ساتھ اسے دیکھے گیا۔ اس نے جن سے انتقام لینے کے بارے میں سوچا بھی نہیں تھا قدرت نے اس کا انتقام ان سے بھی لے لیا تھا۔

بختیار کی چھوٹی بیٹی اور اس کی بیوی کی بے بسی دیکھ کر اسے بہت اذیت ہوئی تھی۔ تکلیف کے ایک گاڑھے سے احساس نے لمحوں میں اس کے جسم کا احاطہ کیا تھا۔ لمحوں بعد اپنی آنکھوں سے ہاتھ ہٹانے کے بعد بختیار نے اس کی جانب اپنا لرزتا ہاتھ بڑھایا تو اس نے بے اختیار اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ وہ زار و قطار رو رہا تھا۔ اسے ساری زندگی اب رونا ہی تھا۔۔۔ بیڈ کے ساتھ لگ کر کھڑی شازیہ بھی اپنے شوہر کی بے بسی پر آنسو بہانے لگی تھی۔ اور وہ خاموشی سے اس کا ہاتھ تھامے بیٹھا ہوا تھا۔۔۔

"میں اٹل بی بی سے نکاح کرنا چاہتا ہوں سردار بابا۔۔"

اس کا لہجہ مضبوط تھا۔ جو بد عمل نہیں ہوتے ان کے لہجے اٹل ہی ہوا کرتے ہیں۔
سردار بابا چند لمحے اسے دیکھتے رہے اور پھر انہوں نے اسے بھیج کر گلے لگا لیا تھا۔۔

"تم میرے بیٹے ہو ولی۔۔"

وہ رو رہے تھے۔۔ وہ صرف ولی کے گلے لگ کر رو سکتے تھے۔ ولی نے گلابی پڑتی آنکھیں
موند لی تھیں۔ اسے جیسے برسوں بعد قرار آیا تھا۔۔

انہوں نے اسے خود سے الگ کر کے اس کا چہرہ دیکھا۔۔ وہی مہوت کرپنے والا
خوبصورت روشن سا چہرہ۔۔

"میں اس کا نکاح تم سے کرنے میں ذرا سی بھی دیر نہیں کرنا چاہتا ولی۔۔"

ان کی بات پر وہ کھل کر مسکرایا۔۔

لیکن مجھے چند گھنٹوں کی مہلت چاہیئے سردار بابا۔ کیونکہ مجھے اپنے کچھ لوگوں کو بلانا ہوگا"
"اس نکاح میں۔۔"

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔۔ جب تک میں زمانی کو جا کر بتاتا ہوں۔۔"

خوشی سے پھولے، بھرائے ہوئے لہجے میں کہتے وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھے تو اس نے ایک نظر اٹھا کر اس کے کمرے کے بند دروازے کی جانب دیکھا اور جیب سے موبائل نکالتا باہر کی جانب بڑھا۔۔ یکدم ہی جیسے ویران پڑی حویلی سے خوشبو سی آنے لگی تھی۔۔ آنے والے ساعتوں کی خوشبو۔۔! بہت سے وقت بعد اچھے وقت کی خوشبو۔۔ سانسوں تک کو معطر کر دینے والی محبت کو پالینے کی خوشبو۔ جو بات اس نے برسوں سے زمان سے نہ کہنے کا تمہیہ کر رکھا تھا وہ بات اس نے لمحوں میں کہہ کر جیسے ساری زندگی کے انتظار کا حساب چکلتا کر لیا تھا اور آج۔۔ آج وہ واقعی بہت خوش تھا۔ کیونکہ اہل۔۔ وہ اسی کے لیئے طے کی گئی تھی۔ اسے اسی کا ہونا تھا۔۔ وہ کسی اور کی کبھی تھی ہی نہیں۔ باہر کی جانب بڑھتے اس کے قدموں کی دھمک میں اب کے آنے والی ساعتوں کی خوشیاں دھمک رہی تھیں۔۔ کیا وقت ایسے بھی پلٹ جاتا ہے۔۔ ایسے۔۔ یوں لمحوں میں۔۔۔؟

!اس سے بھی جلدی پلٹ جاتا ہے۔۔

"ہاں ولی۔۔"

اصغر کی مصروف سی آواز سنائی دی تھی اسے۔۔

"اصغریار میں شادی کر رہا ہوں۔۔"

ہیں۔۔!! شادی کے لیے ایک عدد لڑکی کی بھی ضرورت ہوتی ہے محترم۔۔ وہ کہاں"

"سے لاؤ گے۔۔؟

وہ اسی وقت ورک آؤٹ کر کے فارغ ہوا تھا اور اپنی گردن پر آیا پسینہ تولیئے سے صاف کرتا پانی کی بوتل منہ کو لگا گیا تھا۔۔

"لڑکی ہے۔ میں اہل بی بی سے شادی کر رہا ہوں۔۔"

دوسری جانب اصغر کو زور دار کھانسی آئی تھی۔ اس کے منہ سے سارا پانی کسی فوارے کی صورت اہل کر بہہ نکلا تھا۔

"کیا۔۔ کیا کہا۔۔؟"

اس نے بوتل ٹیبل پر رکھ کر بے یقینی سے فون کان سے ہٹا کر دیکھا تھا۔ اسے لگا جیسے ولی کا دماغ چل گیا ہے۔۔

"سچ میں۔۔ آج شام ہے نکاح۔۔"

دوسری جانب ولی جیسے مسکرایا تھا۔۔

"ایک منٹ۔۔ مجھے سمجھاؤ کیا کہہ رہے ہو تم۔۔"

اصغر میں کہہ رہا ہوں کہ میرا نکاح ہے آج شام تم جلدی سے سفید حویلی پہنچو اور ہاں "
"حسن سر کو میں خود بتاؤنگا تم مت بتانا۔۔"

"اے سالے ٹھہر تو سہی۔۔"

لیکن ولی فون رکھ چکا تھا۔ وہ جلدی سے اپنے کمرے کی جانب بھاگا۔ اسے ابھی اپنا کرتا بھی استری کرنا تھا۔ دانت پیستا وہ عجلت میں اپنی وارڈاب کھولے اب گرتا تلاش کر رہا تھا۔ اور ایک تو اس کی وارڈاب۔۔ جس میں ہمیشہ زلزلہ ہی آیا رہتا تھا۔۔

دوسری جانب اپنے آفس میں بیٹھے حسن صاحب سامنے براجمان کسی ادھیڑ عمر سے وکیل سے کیس ڈسکس کر رہے تھے یکدم فون بجنے پر اس طرف متوجہ ہوئے۔ ایسے میڈنگ کے درمیان۔ وہ فون نہیں اٹھایا کرتے تھے مگر ولی کی کال کو نظر انداز کرنا انہیں آتا ہی نہیں تھا۔

"ہاں ولی کہو۔۔"

اگلی بات سن کر وہ سیدھے ہو بیٹھے۔

"اچھا۔۔ اوہو۔۔ کب تک ہے نکاح۔۔؟"

"آج شام۔۔ چلو بس ٹھیک ہے میں پہنچتا ہوں۔"

فون کان سے ہٹا کر مسکراتے ہوئے اب وہ کوئی نمبر ڈائل کر رہے تھے۔ انہیں جیسے یہ بھول گیا تھا کہ کوئی باقر صاحب بھی ان کے سامنے بیٹھے ہیں۔۔ ان صاحب نے انہیں نا سمجھی سے دیکھا۔۔ حسن نے چہرہ اٹھا کر انہیں دیکھا اور پھر عجلت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔۔

باقر ہم اس کیس کو بعد میں ڈسکس کریں گے۔ ابھی مجھے ایک ضروری جگہ پہنچنا ہے۔ میں "بعد میں بات کرتا ہوں تم سے۔"

فون کان سے لگاتے وہ جلدی سے باہر کی جانب بڑھے تو ہونق بنے باقر صاحب بھی
فائلیں سمیٹتے ان کے پیچھے باہر بھاگے۔۔

قانتہ بس ابھی اسٹاف روم سے نکل کر زین کو لینے اس کی کلاس کی جانب بڑھ ہی رہی
تھیں کہ ان کے ہاتھ میں پکڑا فون یکدم بج اٹھا۔ دھوپ کے باعث آنکھیں سکیڑ کر
انہوں نے فون کی اسکرین پر ہاتھ کا چھجا بنا کر رکھا اور پھر ولی کا جگمگاتا نمبر دیکھ کر جیسے
ان کے چہرے پر مسکراہٹ کھیلنے لگی تھی۔ انہوں نے کال رسیو کی اور اندر کی جانب
بڑھیں۔ لیکن پھر اگلے ہی لمحے ٹھہر بھی گئیں۔۔ آنکھیں پھیل گئی تھیں اور لب واثمے۔

”کب ہے نکاح اور ایسے اچانک۔۔ کہاں پر ہے۔۔؟“

انہیں سمجھ نہیں آیا کہ کیا پوچھنا چاہیئے۔۔

”!! اہل۔۔ اہل زمان۔۔“

”اوکے اوکے بس میں نکلتی ہوں کچھ دیر میں۔۔“

فون کان سے ہٹا کر پورے دل سے مسکراتی ہوئیں وہ زین کو لینے اس کی کلاس کی
جانب بھاگی تھیں۔ ولی اور اہل کانکاح۔۔ یا اللہ ان کانکاح۔۔ اتنی ساری خوشیاں۔۔ ان
کا بس نہ چلتا تھا اڑ کر سفید حویلی پہنچ جائیں۔ اب وہ زین کو لیئے تیزی کے ساتھ قدم
اٹھا رہی تھیں۔۔ اور زین گردن اٹھائے ان سے ایک ہی سوال کر رہا تھا۔۔

”ماما ہم کہاں جا رہے ہیں۔۔؟“

"بیٹا ولی کی شادی ہے۔۔"

"شادی۔۔ وہ ہی ناں جس میں دُلہن ہوتی ہے۔۔؟"

اسے بس شادی کی یہی ایک نشانی یاد تھی۔ تیزی کے ساتھ قدم اٹھاتیں قانتہ ہنس پڑی
تھیں۔۔

محسن جو اپنے کیبن سے بریک ٹائم میں کافی پینے نکلا تھا۔۔ بجتا فون جیب سے نکال کر
اب چلتے ہوئے ساتھ ساتھ کافی کے گھونٹ بھی بھر لیتا تھا۔۔

"جی جی ولی سر۔۔"

انداز کی لاپرواہی جیسے پل میں سمٹی تھی۔ کافی اس کی بے وقت کی کال پر ہاتھ سے
چھوٹ کر گرتے گرتے بچی۔۔

"شادی۔۔ لیکن یہ کس طرح کا انویٹیشن ہے۔۔؟"

کافی جھک کر ایک ٹیبل پر رکھتے اب وہ پوری طرح سے فون کی جانب متوجہ تھا۔ لیکن
اگلے ہی لمحے اسے بھی کافی اٹھا کر بھاگنا پڑا کیونکہ ولی کا نکاح تو دو گھنٹوں بعد ہی تھا۔۔

اس نے مسکرا کر ایک آخری فون کال ملاتے ہوئے دور سبزہ زار کو دیکھا تھا۔ جاسم جو اسی وقت سرجری روم سے ایک طویل اور تھکا چنے والی سرجری کر کے نکلا تھا، آفس میں بجتا فون دیکھ کر گلوں اتارتا ادھر پلٹا۔۔

”ہاں ولی۔۔“

اس نے جھک کر ایک فائل بھی اٹھالی تھی۔۔

”کیا۔۔ کب۔۔؟ لیکن اتنا جلدی۔۔!! اچھا میری بات۔ میری بات تو۔۔“

مگر ازل کا اکھڑ سا انسان اسے مزے سے دعوت دے کر فون رکھ چکا تھا۔ اس نے غصے سے فون کو گھورا اور اپنا کوٹ اتار کر ہاتھ میں لیتا باہر کی جانب بڑھا۔۔ یہ ولی اور

اصغر۔۔ دونوں کسی دن ایسی ناگہانی خبریں چنے پر مار کھائیں گے اس سے۔۔!! کار کا
دروازہ کھول کر اندر بیٹھتے اب وہ گاڑی گھر کی جانب موڑ رہا تھا۔۔

وہ بلاشبہ سب کا ورکنگ ڈے تھا جسے ولی احمد اچھی طرح سے برباد کر چکا تھا لیکن اسے
پھر بھی پتہ تھا کہ وہ سب ضرور آئیں گے۔ اس کی خوشیاں دیکھنے تو ضرور ہی۔۔! مسکرا
کر سر جھٹکتے اب وہ اندر بڑھ رہا تھا۔ اس کے انداز کا ازلی سا بیزار پن اور سپاٹ سا تاثر
جیسے اس تھوڑے سے عرصے میں سبزہ زار کی فضا میں تحلیل ہو کر گرم ہو چکا تھا اور اس
بار جو ولی تھا وہ مسکرا رہا تھا۔ وہ جو مسکرانے والی کسی بات پر بھی نہیں مسکرایا کرتا تھا
اب اس طرح مسکرا رہا تھا۔۔ بغیر کسی بات اور بغیر کسی وجہ کے۔۔

اہل نے ٹھنڈی پڑتی ظہر میں نماز ادا کی اور خاموشی سے جائے نماز پر بنے پھول بوٹوں کو دیکھے گئی۔ وہی جائے نماز پر نماز پڑھ کر بیٹھے رہنے کی عادت۔ اس کی شد رنگ آنکھیں خاموشی کے زیر اثر لگتی تھیں اور وجود پر جما ٹھہراؤ جیسے اس نے سالوں کی طویل محنت سے حاصل کیا تھا۔ ہلکے گلابی سے رنگ کے قمیض شلوار میں ملبوس اس کا دمکتا سا روپ آج بھی اتنا ہی حسین تھا جتنا ڈیڑھ سال پہلے تھا۔ وہی کلنچ سا وجود، من موہنی سی صورت اور سنہری پلکوں کی باڑ سے سبھی آنکھیں۔۔

اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور پھر نہ چاہتے ہوئے بھی سب سے آخر میں ولی کے لیے دعا کرتی جائے نماز سمیٹ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ پچھلے ڈیڑھ سالوں میں اس کا جتنا وقت اپنے کمرے میں گزرا تھا، اتنا وقت تو شاید ہی اس نے کہیں گزارا ہو۔ اپنے ہلکے نم بالوں کو دوپٹے سے آزاد کرتے ہوئے اس نے سوکھ کر ریشم ہوتے بالوں میں برش پھیرا۔ اگلے ہی لمحے اس کے کمرے کا دروازہ بجا تو وہ چونک کر پلٹی۔۔ سامیہ دروازہ کھولے کھڑی تھی۔۔

اسے ایسے دیکھ کر وہ خوشگوار سی حیرت سے پلٹی۔۔

”سامیہ۔۔! یوں ایسے اچانک۔۔! سب خیریت تو ہے ناں۔۔؟“

اسے اتنی حیرت نہیں ہوتی اگر جو وہ اس سے صرف دو دن پہلے ہی مل کر نہ گئی ہوتی۔
سامیہ تیزی سے آگے بڑھی اور اسے گلے لگا لیا۔۔ امل نا سمجھی سے مسکرائی۔۔

”!مبارک ہو۔۔“

اسے دونوں کندھوں سے تھام کر سامیہ نے نم آنکھوں کے ساتھ کہا تو اس نے اب
کے واضح نا سمجھی سے اسے دیکھا۔۔

"کیا ہوا ہے سامیہ اور مبارکباد کس بات کی۔۔؟"

سامیہ نے اسے ایک بار پھر زور سے گلے لگایا اور اپنا پرس چادر وغیرہ آگے بڑھ کر اس کے بیڈ پر رکھا۔ وہ اب تک اسے نا سمجھی بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔۔

"تم ولی سے کتنی محبت کرتی ہو امل۔۔؟"

اس نے ایک دم ایسا سوال کیا تو امل نے حیرت سے اسے دیکھا۔۔

"یہ کس طرح کا سوال ہے سامی۔۔؟"

"تم بتاؤ ناں۔۔ کتنا چاہتی ہو اسے۔۔؟"

"!میں نے کب کہا کہ میں اسے چاہتی ہوں۔۔؟ میں نفرت کرتی ہوں اس سے۔۔"

اس نے کڑوا اس سے کہہ کر تیزی سے رخ پھیرا تو سامیہ شرارت سے لب دبا کر اس کی جانب بڑھی۔۔

"سچ میں؟ کتنی نفرت کرتی ہو اس سے۔۔۔؟"

اسکے پیچھے سے چہرہ ذرا نکال کر معصومیت سے پوچھا تو امل نے دانت پیس کر اسے دیکھا۔۔

"بہت بہت نفرت کرتی ہوں میں اس سے۔۔ بہت زیادہ۔۔ بہت سے بھی زیادہ۔۔"

اس نے بالوں میں برش تیزی کے ساتھ چلا کر انہیں سمیٹ کر جوڑے میں لپیٹنے کے لیے سمیٹا تھا۔ چہرہ غصے سے سرخ ہو کر دہکنے لگا تھا۔۔ آنکھیں ضبط سے نم پڑنے لگی تھیں۔۔

"پھر بھی کتنی؟"

اب کے وہ اس کے سنگھار آئینے پر ٹک کر بیٹھی اس کا غصہ غصہ چہرہ دیکھ رہی تھی۔
اہل نے برش ٹیبل پر پٹخا۔۔

”میں اس سے حد درجہ نفرت کرتی ہوں۔ حد سے بھی زیادہ۔۔ ہر حد سے زیادہ۔۔۔“

”اچھا۔۔“

سامیہ نے سمجھ کر گردن ہلائی۔۔ اہل اب بالوں کو تیزی سے بل دیتی جوڑا بنا رہی تھی۔۔

”اور اگر میں یہ کہوں کہ ولی احمد مر جائے تو تم کیا کروگی۔۔؟“

انتہائی معصومیت سے سوال کیا تو اہل کے چلتے ہاتھ یکدم ساکت ہو گئے۔ تڑپ کر شہد رنگ آنکھیں اٹھائیں۔۔

"!سامیہ۔۔"

اسے جیسے اندر تک تکلیف ہوئی تھی۔ لمحوں میں دل کئی گہرائیوں میں ڈوب کر ابھرا تھا۔ یہ خیال ہی جان لیوا تھا کہ اگر اسے کچھ ہو گیا تو۔۔! اور اس کے آگے تو سوچنا بھی اس نے خود پر حرام کر رکھا تھا۔۔

یکدم اسے باہر سے شور کی آواز سنائی دی تو اس نے سامیہ کو نا سمجھی سے دیکھا۔ سامیہ مسکرا رہی تھی۔۔ جیسے سب جانتی ہو۔

"نیچے کیا کوئی آیا ہوا ہے۔؟"

بالوں کو جوڑے میں لپیٹ کر اس نے اس سے ایک بار پھر پوچھا تو سامیہ نے کندھے اچکائے۔ اس پر ایک "دفع ہو جاؤ" والی نگاہ ڈال کر اس نے کمرے کا دروازہ کھولا اور دوپٹہ شانوں پر پھیلاتی باہر نکلی۔ لیکن لگے ہی لمحے جیسے ٹھنڈے سفید ماربل پر رکھے اس کے قدم برف ہو گئے تھے۔

سفید شلوار قمیض میں ملبوس بلاشبہ وہ وہی تھا، وہی جو اپنے ارتکاز ہی سے لوگوں کی سانسیں مسخر کر لینے کا فن رکھتا تھا۔۔ ہاں وہ وہی تو تھا کہ جسے دیکھنے کے لیے اس نے ہر روز خاموش دعائیں مانگی تھیں۔۔ بس اسے ایک بار دیکھنے کے لیے۔۔ اور اب وہ لاؤنج میں کھڑا سردار بابا کے گلے لگ رہا تھا۔ ساتھ ہی بختیار بھی وہیل چیئر پر بیٹھا اسے آسودگی سے دیکھتا اس کی کسی بات پر مسکرا رہا تھا۔ بی جان۔۔ ہاں اس کی بی جان جو اپنے بستر سے لمحہ بھر کے لیے بھی اٹھ نہیں سکتی تھیں اب ملازمین کو تیزی سے ہدایات دیتی دوڑا رہی تھیں۔ ایک اس کے آجانے سے حویلی میں جیسے زندگی لوٹ آئی تھی۔ یکایک۔۔ داخلی دروازے سے اسے قانتہ داخل ہوتی ہوئی نظر آئیں۔ اس نے حیرت سے ان کے سب سے سنورے سے روپ کو دیکھا تھا۔ اب وہ لاؤنج میں بی جان سے

گلے مل رہی تھیں۔۔ ساتھ ساتھ جھک کر ولی زین کو پیار بھی کر رہا تھا۔ اس کے کانپتے قدم یکدم پیچھے کو ہٹے تھے۔ نگاہوں کے سامنے بار بار کچھ دھندلا جاتا تھا۔ اس نے دیکھا کہ شازیہ اور قانتہ اب بی جان کو بمشکل زینوں سے چڑھا کر اوپر لا رہی تھیں۔ اس کی پتھرائی ہوئی نگاہوں کے سامنے جیسے سب کچھ بہت تیزی کے ساتھ ہو رہا تھا۔ وہ اپنے کمرے کی جانب بھاگی۔۔ سامیہ سکون سے اس کا میک اپ کٹ نکالے سب سامان سنگھار میز پر سجا رہی تھی۔ وہ بے یقینی سے اس کے قریب چلتی آئی۔۔

"یہ۔۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے سامی۔۔؟ ولی۔۔ ولی یہاں کیا کر رہا ہے۔۔؟"

لیکن سامیہ کو کوئی جواب دینے کا موقع ہی نہ ملا۔ قانتہ اور شازیہ بی جان کو لینے اس کے کمرے میں داخل ہو رہی تھیں۔ اور وہ بے طرح چونک کر ان کی جانب پلٹی تھی۔ بی

جان نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا۔ اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر روتے ہوئے اسے ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازا۔۔ وہ بت بنی بس انہیں دیکھے جارہی تھی۔

”تیرا نکاح ہے اہل۔۔ ولی کے ساتھ۔۔“

سائیں سائیں ہوتے وجود کے ساتھ وہ ان کی خوشی سے لرزتی آواز کو سن رہی تھی۔ آنکھوں سے بہتے آنسو اور کھلا سا دمکتا چہرہ دیکھ کر اس کے سارے لفظ جیسے لبوں پر ہی دم توڑ گئے تھے۔ سارے دلائل جیسے اس سے گم ہو گئے تھے۔۔ کھو گئے تھے۔۔

بی جان شازیہ کے ساتھ واپس پلٹیں تو قانتہ نے آگے بڑھ کر اسے مبارکباد سے نوازتے ہوئے سنگھار آئینے کے سامنے بٹھایا۔ وہ خالی خالی سی بیٹھی رہ گئی۔۔ سامیہ نے اس کے

جوڑے میں بندھے بالوں کو کھولا تو سیاہ آبشار جیسے کمر پر بکھرتی چلی گئی۔۔ وہ بلاشبہ اس
! سال کی سب سے خوبصورت دلہن بننے والی تھی۔ ولی کی دلہن۔ اس کی منکوحہ۔۔

آئینے کے سامنے ظالم شہزادی اپنے تمام تر حسن کے ساتھ جگمگاتی ہوئی بیٹھی تھی۔ قانتہ،
سامیہ اور اب تو شازیہ بھی اسے تیار کرنے میں مشغول ہو گئی تھیں۔۔ سب جیسے لمحوں
! ہی میں بدل کر کیا سے کیا ہو گیا تھا۔۔۔

یکے بعد دیگرے بہت سی گاڑیاں آگے پیچھے حویلی میں داخل ہوئی تھیں۔ ان میں سے
پہلی گاڑی جاسم، دوسری محسن اور سب سے آخری اصغر کی تھی جس میں حسن بھی
اس کے ساتھ ہی تھے۔ اور مسلسل مزے سے ٹھنڈے انداز میں اسے جواب دیتے مزید
غصہ دلا رہے تھے۔ آج اصغر کو دیر بھی انہی کی وجہ سے ہوئی تھی جس پر پورے راستے

کھولتا وہ ان سے بحث کرتا آیا تھا۔ ابھی بھی پورچ میں گاڑی رکی ہی تھی کہ زمان باہر نکلے۔ نکھرے نکھرے، خوشی سے دھکتے چہرے کے ساتھ آگے بڑھ کر وہ مہمانوں سے بغل گیر ہو رہے تھے۔ ان کی ہمراہی میں موجود ملازمین مردوں کو مردانے میں لے جا رہے تھے۔ حسن شاہ سے گلے ملتے ہوئے جیسے انہیں بہت پرانی سی دوستی یاد آگئی تھی۔ ولی کے اسپتال میں ایڈمٹ ہونے کے وقت میں وہ ان سے مل چکے تھے اور تب سے ہی دونوں کی بہت دوستی ہو گئی تھی۔ اسکا موڈ یکدم ہی بحال ہوا تھا۔ گاڑی سے باہر نکل کر وہ بھی زمان کی جانب بڑھا۔ اسے مسکرا کر گلے لگاتے وہ حسن کو لیئے اندر بڑھے تو اس نے بھی مسکرا کر قدم ان کے پیچھے اٹھائے۔

داخلی دروازے سے مردانے کی جانب جاتے اس نے ان دونوں کو دیکھا اور جیسے ہی قدم اس طرف کو موڑے تو ایک بہت کیوٹ سا بچہ اس سے آٹکرایا تھا۔ اس کے پیچھے ہی کوئی لڑکی بھی دوڑتی آرہی تھی۔۔

"زین۔۔ زی۔۔ اوہ۔۔ آئی ایم سوری۔۔"

قانتہ نے یکدم کہا تو اس کی اٹھی نگاہ گویا ٹھہر کر رہ گئی۔ وہ نفیس سا جوڑا باندھے، بہت ہی خوبصورت سی لڑکی تھی۔ اور وہ بچہ۔۔ وہ بچہ بھی بالکل اسی جیسا لگ رہا تھا۔ اس نے چہرہ جھکا کر شرارت سے مسکراتے ہوئے بچے کو دیکھا اور پھر اسے۔۔

"زین ادھر آؤ اور سوری کرو انکل سے۔۔"

اس نے بچے کو ہاتھ سے پکڑ کر پیچھے کیا اور پھر معذرت خواہانہ سا اسے دیکھا۔ اصغر بے ساختہ مسکرایا تھا۔۔

"ارے نہیں کوئی بات نہیں۔ بچہ ہی تو ہے۔۔"

اس نے کہہ کر رخ موڑنا چاہا تو زین لگے پل پھر سے اس کی ٹانگوں سے لپٹ گیا تھا۔
اس نے چونک کر پھر سے چہرہ جھکایا۔ قانتہ بھی اسے پکڑنے کے لیے ایک بار پھر سے
آگے بڑھی تھیں۔۔

انکل۔۔ ماما کو کہہ کر جائیں کہ وہ مجھے آپ کے جانے کے بعد ڈانٹیں گی نہیں۔ ماما کہتی "
ہیں کہ کسی اسٹرینجر سے بات نہیں کرتے لیکن میں صرف آپ سے غلطی سے ٹکرایا
"تھا۔۔ پھر بھی ماما مجھے ڈانٹیں گی۔۔

اصغر نے چونک کر ایک دفعہ پھر سے اس لڑکی کو دیکھا۔ کیا وہ اس بچے کی ماں تھی۔۔!
اس نے مسکرا کر زین کے سیاہ بالوں میں ہاتھ پھیرا۔۔ اسی پل ولی مردانے سے نکلا
تھا۔ انہیں یوں ساتھ کھڑا دیکھ کر اسی طرف آگیا۔۔

"اصغر۔۔"

اس نے اسے آواز دی تو وہ سب کچھ بھول کر اس کی جانب پلٹا اور اس سے بھرپور طریقے سے گلے ملتے اس نے اسے مبارکبادوں سے نوازا۔ قانتہ نے اصغر کی جانب دیکھا تھا اب کہ۔ اچھا تو یہ تھا ولی کا دوست۔۔ جس کا وہ اکثر ذکر کیا کرتا تھا۔۔

"بی جان کہاں ہیں قانتہ۔۔؟"

اور اب کے اس لڑکی کو چونک کر دیکھنے کی باری اصغر کی تھی۔ اچھا تو یہ تھیں قانتہ۔۔ ولی کے دوست کی بیوہ۔۔

"وہ۔۔ وہ کچن میں ہیں۔ بلاتی ہوں ابھی۔ اور زین تم بھی چلو۔۔"

وہ الجھ کر پلٹیں تو اصغر کی نگاہوں نے پیچھے تک ان کا تعقب کیا۔ ولی نے بھی اس کے
مُحُو سے ارتکاز کو محسوس کر کے اسی سمت دیکھا تھا اور پھر سمجھ کر نا سمجھی سے اس کی
جانب دیکھا۔۔

"وہ بیوہ ہیں اور سنگل مدر بھی۔"

اس نے جیسے اسے احساس دلایا تھا۔ اصغر اپنی محویت پر بری طرح چونک کر جاگا۔ پھر
اسکی جانب دیکھا۔۔

آج تمہارا دن ہے۔۔۔ اپنے بارے میں، میں پھر کبھی سوچ لوں گا۔۔۔ چلو۔۔۔ اور ایک ذرا بات " تو مجھے بتاؤ۔۔۔ یہ آخر کونسا طریقہ ہوتا ہے نکاح کرنے کا۔۔۔؟ سب کچھ بس کسی افتاد کی طرح ہی کرنا تم۔ کبھی ڈھنگ طریقے سے کام کرنے کی ضرورت بالکل بھی نہیں "تمہیں۔۔۔

وہ غصہ کرنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا لیکن ولی کا کھلا سا چہرہ دیکھ کر اسے کچھ بھی کہنے کا دل نہیں چاہ رہا تھا۔ اس کا دوست خوش تھا۔۔۔ بہت خوش تھا۔ بہت سے بھی زیادہ۔۔۔ اس نے اسکی گدی پر ہلکا سا مارا تو ولی نے اسے حیرت سے دیکھا۔

"یہ اس لیے تھا کیونکہ تم ہمیشہ کی طرح آج بھی بہت ہی زیادہ بکواس ہو۔"

اس کی بات پر اپنی گدی سہلاتا ولی ہنسا تھا۔۔۔

"یہ تم نے آنے میں دیر کیوں کر دی۔۔؟"

وہ دونوں اب مردانے کی جانب بڑھ رہے تھے۔ اصغر نے جل کر حسن کی جانب دیکھا۔ وہ زمان سے باتیں کر رہے تھے۔ ساتھ ہی محسن، جاسم اور نواز بہت طریقے سے بیٹھے ان دونوں کی بات سن رہے تھے۔ بڑوں کی بادب سی محفل یونو۔۔

یہ جو سر ہیں ناں تمہارے۔ ان کی وجہ سے لیٹ ہوا ہوں میں۔ جناب کی تیاریاں ہی "ختم نہیں ہو رہی تھیں۔ ایسا لگ رہا تھا کہ تمہارے نہیں اپنے نکاح کی تیاری کر رہے ہوں۔"

اس کی آخری سرگوشی پر ولی نے اپنی ہنسی بمشکل روکی تھی۔ اصغر کبھی نہیں سدھر سکتا تھا۔

کچھ ہی دیر بعد مولوی صاحب مردانے میں داخل ہوئے تو ساری خوش گپیاں سمٹ گئیں۔ نکاح کے لیئے ولی کو بٹھایا گیا۔ اس کے سارے اپنے اس کے آس پاس تھے۔ اصغر، حسن، جاسم، نواز جو کچھ دیر پہلے ہی آیا تھا وہ بھی ساتھ ہی کھڑا تھا، محسن، سردار بابا۔۔ ہاں اس کے سارے اپنے اس کے ساتھ تھے۔ آج اسے کسی نے کوئی طعنہ نہیں دیا تھا، آج اس کو کسی نے ناجائز اولاد ہونے کی وجہ سے عذاب کا شکار نہیں کیا تھا، آج اس سے کوئی اس کے باپ کا نام پوچھ کر اسے ذلت کا نشانہ نہیں بنا رہا تھا، آج واقعی اس کا دن تھا۔۔ وہ دن جو بہت طویل اور کٹھن انتظار کے بعد اس پر وارد ہوا تھا۔۔

نکاح نامے پر سائین کرتے ہوئے اس کے کانوں میں بہت سی آوازوں کی بازگشت سنائی دیتی تھی۔۔

"مرو گے تم۔۔ ایک دن کتے کی موت مرو گے۔۔"

آہستگی سے نکاح نامے کے ورق لٹے جارہے تھے۔۔

"میں بھی اس بات کو یقینی بناؤنگا ولی احمد کہ تم بھی کسی جنازے کے بغیر مرو۔"

اس نے سنجیدگی سے نکاح نامے پر سائین کرتے ہوئے ان آوازوں کو آج جھٹکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ہاں اس نے بالکل بھی کوشش نہیں کی تھی۔۔

"تم ولی۔۔ تم حرام زادے ہو۔۔"

اس کی گردن میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی مگر وہ بنا تاثر کے سائین کرتا جا رہا تھا۔۔

"تمہیں زندہ نہیں رہنا تھا ولی۔۔ تمہیں تو مرنا تھا۔۔"

مولوی صاحب نے اس کا نکاح نامہ لپیٹا تو اس نے قلم آہستہ سے ٹیبل پر رکھ دیا۔
نسواری آنکھوں والا لڑکا اب کہ آنکھیں بند کر کے سب کے ساتھ دعا مانگ رہا تھا۔ زین
بھی ان سب کی دیکھا دیکھی ہاتھ اٹھائے دعا مانگنے لگا تھا۔ آخر کار دعا ختم ہونے کے بعد
سب سے پہلے حسن ولی کی جانب بڑھے تھے۔ مبارک سلامت کا شور اٹھا۔۔ ساری حویلی
جیسے چمکنے لگی تھی۔ ڈیڑھ سال پہلے جس دن وہ یہاں سے گیا تھا اسی دن اس حویلی پر
ویرانیوں کے ڈیرے پڑ گئے تھے اور آج۔۔ ڈیڑھ سال بعد جب وہ اس حویلی میں داخل
ہوا تو نہیں جانتا تھا کہ اس کا نکاح اہل سے ہو جائے گا۔۔ اس کا نکاح۔۔ ہاں اہل سے

ہو جائے گا۔۔ اتنی آسانی سے۔۔ کسی بھی ذلت اور ذات پات کے جھگڑے کے بغیر۔
اصغر سے گلے ملنے کے بعد اس نے رخ سردار بابا کی جانب کیا۔۔ وہ اسے نم آنکھوں سے
دیکھتے مسکرا رہے تھے۔

میں ہمیشہ سے چاہتا تھا کہ میری اہل کا رشتہ تم سے ہو جائے لیکن پرانی روایات کی "
بیڑیوں نے مجھے جکڑ رکھا تھا ولی۔ اگر جو آج تم خود سے اس کا ہاتھ نہ مانگتے تو شاید میں
خود اس کا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں تھما دیتا کیونکہ میں جانتا ہوں۔۔ کہ اگر اہل کی کوئی
حفاظت کر سکتا ہے۔۔ اگر اسے کوئی سنبھال سکتا ہے، عزت اور ذمہ داری کے ساتھ تو
"وہ تم ہو ولی۔۔ وہ تم ہو۔۔ وہ انسان تمہارے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا ہے

اس کے گلے سے لگے وہ خوشی سے کانپتی آواز میں کہہ رہے تھے اور ولی دم بخود سا ان کے سارے انکشافات سن رہا تھا۔۔ زندگی کبھی اس پر اتنی بھی مہربان ہو سکتی تھی اس نے سوچا نہیں تھا۔ ہاں اس نے یہ سب واقعی کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔۔

دوسری جانب اہل پر سرخ ساستاروں سے سجا دوپٹہ ڈالا گیا تو جیسے اس کی تو ساری دنیا ہی محبت کے سرخ سے رنگ میں ڈوب گئی۔ اس کا لباس موقع کی مناسبت سے آف وائٹ تھا۔ اسے زیادہ تیار تو نہیں کیا گیا تھا مگر کانوں میں لٹکتے بھاری آویزیں اور بالوں پر لٹکا ایک عدد جھومر اس کے موم سے چہرے کو بے حد دمکا رکھا تھا۔ اس نے

ٹھنڈے پڑتے ہاتھوں کے ساتھ نکاح نامے پر سائین کیئے اور پھر۔۔۔ ہاں۔۔ اور پھر اہل زمان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ولی احمد کے نکاح میں چلی گئی۔ وہ آج پوری طرح سے اس کی ہو گئی تھی۔۔ بی جان نے جھک کر اسے گلے لگایا اور پھر روتے ہوئے اسے زندگی بھر کی دعائیں چنے لگیں۔۔ ان کی ہر دعا پر کمرے میں موجود ہر لڑکی نے آمین کہا تھا۔ کہ اب بس۔۔ تلخیوں کے دن ختم۔۔ اب خوشیوں کے دن شروع ہونے لگے۔۔

سرِ شام ہی ولی نے زمان سے رخصتی کا مطالبہ کیا تو بنا کسی پس و پیش کے اہل کی رخصتی کی اجازت اسے دے دی گئی۔ اہل کو پوری سفید چادر سے ڈھکا گیا تھا۔ اس چادر سے نیچے اس کا سفید پیروں کو چھوتا فراک لچک رہا تھا۔ بی جان نے اسے گلے لگایا، پھر وہ جھک کر بھاجی سے پیار لینے لگی۔ نثار بھی ساتھ ہی کھڑا تھا اسے گلے لگا کر تھپک کر دروازے تک لایا۔۔۔ سب اس کے ساتھ ساتھ ہی قدم اٹھاتے آگے بڑھ رہے تھے۔ پھر وہ آگے بڑھ کر سامیہ سے ملی، شازیہ اور امینہ سے بھی گلے لگ کر ملتے وہ رونے لگی تھی۔ ان سب نے بہت کچھ ایک ساتھ دیکھا تھا۔ سب سے آخر میں دروازے پر زمان کھڑے تھے۔ انہیں دیکھ کر وہ رہ نہیں پائی۔ بے اختیار رو پڑی۔ زمان نے اس کا سر تھپکا اور پھر اسے ساتھ ہی لگاتے مزید آگے تک لائے۔ باہر قانتہ زین کو پکڑے کھڑی تھیں۔ انہیں ولی کے ساتھ ہی جانا تھا۔ کیونکہ ان کا اور ولی کا اپارٹمنٹ ایک ہی بلڈنگ میں تھا۔ اس نے ایک آخری بار زمان کو دیکھا اور پھر قانتہ کی ہمراہی میں اگلی سیٹ پر جا بیٹھی۔۔۔ ولی کے ساتھ والی سیٹ پر۔ ولی اب بی جان اور سردار بابا سے سر پر پیار لے رہا تھا۔ پھر وہ اس کار کی جانب چلا آیا۔۔۔

اسکے ساتھ ہی اس کے مہمان بھی نکلے تھے۔ اسکی گاڑی کے پیچھے اصغر، جاسم اور محسن تینوں کی گاڑیاں رواں تھیں۔ داخلی دروازے پر کھڑے زمان اور بی جان اپنی بہتی آنکھیں صاف کر رہے تھے۔ شازیہ اور امینہ بھی آخر تک ان جاتی گاڑیوں کو ہاتھ ہلا کر رخصت کر رہی تھیں۔ اترتی شام میں آج کہیں کسی دکھ کسی مایوسی کا احساس نہیں تھا۔ آج کی شام تو بس محبتوں کے بہت سے پیغامات لیتی ان پر وارد ہوئی تھی۔ آج کی شام ہاں۔۔۔ حویلی کے مکینوں کی سب سے زیادہ حسین شام تھی۔ خوشیوں اور چاہتوں سے بھری۔۔۔ ساتھ بیٹھی چادر میں لپیٹ لڑکی سمٹ کر کھڑکی سے لگی بیٹھی تھی۔ ولی نے مسکرا کر اس کے سمٹے سے نازک وجود کو دیکھا اور پھر سامنے دیکھنے لگا۔۔۔ وہ جانتا تھا کہ وہ اس سے ناراض تھی۔۔۔ بے تحاشہ اور بے حساب۔۔۔ لیکن اب ایک گرمی اور طویل رات کا اختتام ہوا چاہتا تھا۔ اسی لیے اسے کسی بھی قسم کا خدشہ نہیں تھا کیونکہ ہر خدشہ اس کے ساتھ کے ساتھ ہی دم توڑ گیا تھا۔۔۔ اور اگر کچھ رہ گیا تھا تو وہ اس کا ساتھ اور اس کی پھوار سی محبت۔۔۔

جسے محسوس کرنے کے لیے اس کا دل برسوں مچلتا رہا تھا۔

گاؤں سے نکلتیں بہت سی گاڑیاں اپنی اپنی منزلوں کی جانب رواں تھیں۔۔

اپارٹمنٹ میں قدم رکھتے ہی امل نے چہرہ اٹھا کر دیکھا تھا۔ وہ بلاشبہ خوبصورتی اور ڈھنگ سے سجا بہت پیارا سا اپارٹمنٹ تھا۔۔ دو بیڈ رومز ایک گیسٹ روم، ٹی وی لائونج اور چھوٹے سے کچن پر مشتمل۔۔ اس کی چھوٹی سی دنیا۔۔ اس کا چھوٹا سا گھر۔۔

قانتہ اس کے ساتھ اندر تک آئی تھیں۔ اس نے چادر اتار کر صوفے پر ڈالی۔۔ قانتہ بس اسے خدا حافظ کرتیں پلٹنے ہی لگی تھیں کہ اس نے بے ساختہ ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں روک لیا۔ وہ چونک کر رکی تھیں۔۔

فکر مت کرو۔۔ میرا اپارٹمنٹ اس سے نیچے والے فلور پر ہے۔ کوئی بھی پریشانی ہو کوئی" بھی مسئلہ ہو میں نیچے ہی ہوں مجھے فون کر لینا۔۔ ہوں۔۔ اور ہاں اہل۔۔ جو ہوا اسے بھول جاؤ کیونکہ بری ساعتیں بھول جانے ہی میں انسان کے لیئے عافیت رکھی ہوتی ہے۔۔

اس کا مومی سا چہرہ تھپکا اور پھر اسے مسکرا کر گلے لگایا۔۔ اس کی آنکھیں خواہ مخواہ ہی بھینگ گئی تھیں۔ پھر ولی دروازے میں زین کو لیئے نمودار ہوا تو اس نے جلدی سے دوپٹہ اوڑھ کر شانوں پر پھیلا دیا۔۔ وہی بہت دنوں بعد اسے دیکھنے کے بعد نروس ہونے والی عادت۔۔

قانتہ سے چند ایک باتیں کرنے کے بعد وہ انہیں ان کے اپارٹمنٹ تک چھوڑنے گیا تو وہ بھی بیڈ روم میں چلی آئی۔۔ ایک ہی دن میں اس پر اتنا سب کچھ گزر گیا تھا کہ کسی چیز

پر یقین ہی نہیں آتا تھا۔۔ لگتا تھا کہ وہ ابھی آنکھیں کھولے گی اور یہ خواب چھن چھن کرتا ٹوٹ کر بکھر جائے گا۔

اس نے سنگھار آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر کانوں سے بھاری جھمکے اتارے اور ابھی اس نے بالوں میں اٹکے جھومر کو چھوا ہی تھا کہ ولی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ وہ اپارٹمنٹ کا دروازہ بند کرتا شاید اسی طرف آ رہا تھا۔ اس نے بے طرح دھڑکتے دل کو نظر انداز کیا اور جی کڑا کر اپنا جھومر جیسے ہی اتارنے لگی ولی نے کمرے کا دروازہ کھولا۔۔

اس نے اسے اچھی طرح سے نظر انداز کیا تھا۔ وہ نہ جانے کیوں ادنیٰ مسکراہٹ دبا گیا۔۔ گال میں پڑتا گڑھالچے بھر کو ابھرا تھا۔۔

"اے بی بی کھانا کھا لیں آکر۔۔"

واٹ۔۔! تو کیا اب وہ شادی کے بعد بھی اسے اہل بی بی کہے گا۔ اسے سخت اعتراض تھا اس طرزِ مخاطب پر مگر پھر بھی اسے نظر انداز کرتی وہ آرام سے پلٹی اور جھومر اتارے بغیر دروازے تک آئی۔ وہ اب تک دروازے میں ایستادہ تھا۔

"اب آپ ہٹیں گے تو ہی میں جا سکوں گی۔۔"

اسے دیکھے بغیر کہا۔۔

"اوہ۔"

ولی جیسے چونک کر راستے سے ہٹا تھا۔ وہ آگے بڑھی اور کچن کی جانب چلی آئی۔ کچن میں گول میز پر پیک ہوا کھانا رکھا تھا۔ اس نے آستینیں چڑھائیں اور پھر کچن میں لگن ہو کر

پلیٹیں دھونڈ دھانڈ کر ٹیبل پر رکھیں۔ سنک سے ہاتھ دھوئے اور پھر پلیٹوں میں کھانا
نکلنے لگی۔ گاؤں سے جب نکلے تھے تو مغرب کی نماز ہو چکی تھی مگر شہر شہر پہنچتے پہنچتے
اب عشاء کی اذانیں سنائی دینے لگی تھیں۔ ولی منہ ہاتھ دھو کر فریش ہوتا کچن میں آیا تو
ایک پل کو اسے اپنے کچن میں کام کرتا دیکھ کر ٹھہر سا گیا۔ وہ اپنے جھومر سے بے نیاز کھانا
نکال کر ٹیبل پر رکھ رہی تھی۔ شاید اسے یہ بھول گیا تھا کہ اس کے بالوں پر کوئی
جھومر بھی لگا ہے۔ اس نے اسے اس طرح کھڑا دیکھا تو چونک کر رک گئی۔ چہرے کو
حتی الامکان نارمل رکھا۔

”کھانا کھالیں آکر۔۔“

اس نے جیسے اس کی محویت کو توڑا تھا۔ ولی نے گہرا سانس لیا اور پھر گول ٹیبل کی جانب چلا آیا۔ ایک نظر پھر سے اسے دیکھا۔ ہاف بندھے بالوں میں اس کا دکتا چہرہ ہمیشہ کی طرح لگ رہا تھا۔ پاکیزہ، معصوم اور ذرا غصہ غصہ۔۔

ایک دو نوالوں کے بعد ہی وہ ٹیبل سے اٹھنے لگی تو ولی اسے روکے بغیر نہ رہ سکا۔۔

”اتنا سا کھانا۔۔؟“

”میں اتنا ہی کھاتی ہوں۔۔“

شہد رنگ آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا۔ ولی ان نگاہوں سے پگھلنے لگا تھا۔

"تھوڑا تو اور کھا لیں۔۔"

"مجھے بھوک نہیں۔۔"

اکھڑ سا کہا اور اٹھ گئی۔ ولی نے بے اختیار ہی گہرا سانس لیا تھا۔ اس کی عادتوں کو بھلا وہ کیسے بھول سکتا تھا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد اس نے برتن سمیٹے اور سنک میں جمع کیئے۔ وہ ایسے کام کر رہی تھی جیسے ہمیشہ ہی اس کچن میں کام کرتی رہی ہو۔ ولی بیڈ روم کی جانب بڑھا اور پھر واپس پلٹا تو اس کا لباس تبدیل تھا۔ اس نے جینز پر سیاہ سوئیٹر پہن رکھا تھا جس کے وی گلے سے سفید بٹن شرٹ کے کالر جھلک رہے تھے۔ ایک نظر اسے کچن میں کام کرتے دیکھا اور پھر باہر کی جانب بڑھ گیا۔ عشاء کی نماز کا وقت ہو رہا تھا۔

جب وہ واپس پلٹا تو دیکھا وہ ابھی تک کچن کا سامان سمیٹ رہی تھی۔ آخری پلیٹ دھو کر جھٹکتے امل کو اپنے پیچھے اس کی چاپ سنائی دی تھی۔ لیکن اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ اب کہ وہ فریج کے دروازے سے لگا ہاتھ باندھے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے پلٹنا چاہا لیکن نہیں پلٹ سکی۔ نل سے ٹپکتے آخری قطروں کو دیکھے گئی۔

”کیسی ہیں آپ۔۔؟“

اس کی مدھم سی آواز اسے سنائی دی تھی۔ اب کہ شاید وہ اس کے ساتھ سلیب سے لگ کر اکھڑا ہوا تھا۔ ایسے کہ امل کا چہرہ سنک کی جانب تھا اور ولی کا اس کے مخالف۔۔

”میں ٹھیک رہوں یا نہیں اس سے آپ کو کیا فرق پڑتا تھا ولی۔۔“

اس نے سر نہیں اٹھایا۔۔ چہرہ جھکائے بے حد کمزور آواز میں کہا تھا۔ ولی چند پل کچھ نہ بولا۔

”آپ رونا چاہتی ہیں۔؟“

نہ جانے اسے کیسے پتہ چل گیا تھا کہ اس کے حلق میں بہت سے آنسو اٹکنے لگے تھے۔ ساری ہٹ دھرمی سارا طیش اور اس سے سارے شکوے جیسے کہیں دور جا سوئے تھے۔ ابھی تو بس یہ یاد تھا کہ وہ تھا۔ ساتھ کھڑا تھا۔ اس کے ملبوس سے اٹھتی مہک امل کے گرد حصار کھینچ رہی تھی۔۔

نہیں۔ کس نے کہا کہ مجھے رونا ہے۔۔ میں کیوں رونے لگی۔۔؟ مجھے کس بات کا دکھ ”
! ہے۔۔“

اس نے کہا لیکن آواز آنسوؤں سے لرز رہی تھی۔ ایک آنسو ٹوٹ کر گرا تھا۔ ولی ہاتھ باندھ کر گردن موڑے اسے دیکھ رہا تھا۔۔

آپ کے جتنے بھی دکھ ہیں آپ مجھ سے کہہ سکتی ہیں۔ ہر غم، ہر شکوہ اور ہر دل میں "چبھا کلچ آپ میرے سامنے نکال سکتی ہیں اہل۔ میں سن رہا ہوں۔۔"

اس سے برداشت کرنا مشکل ہونے لگا تھا۔ آنسو روکنے کی کوشش میں جیسے اس کی چلتی سانسوں میں بونچھال سا وارد ہوا تھا۔ وہ اس سے ناراض تھی۔۔ بہت زیادہ۔۔ لیکن اب وہ اس کے سامنے کمزور پڑنے لگی تھی۔

"میں آپ سے نفرت۔۔"

لیکن اس کے لفظ پورے نہیں ہوئے۔ ولی نے آگے بڑھ کر ایک ہاتھ سے اسے اپنے حصار میں لیا تھا۔ بالکل خاموشی سی۔۔ اسے کسی بھی قسم کا کوئی بھی جملہ کہے بغیر۔۔ اسے کسی بھی قسم کا موقع دیئے بغیر۔۔

”اب بتائیں مجھے، کہ کتنی نفرت ہے آپ کو مجھ سے۔۔“

اس نے اب کے دوسرا ہاتھ بھی اس کے گرد باندھ دیا تھا۔ وہ اس کے حصار میں بغیر کس پس و پیش کے سمٹ گئی تھی۔ کیا اس کے پاس کوئی جواز باقی رہ گیا تھا اس سے نفرت کرنے کا۔۔؟ ولی کی بہت مدہم سی سانسیں سنائی دے رہی تھیں اسے اور اسکی دھڑکن۔۔ ہاں اس کی دھڑکن بے ترتیب تھی۔۔

”میں سن رہا ہوں۔ آپ نے اور نہیں بتایا کہ مجھ سے کتنی نفرت کرتی ہیں آپ۔۔؟“

اس کے لہجے میں شرارت کا کوئی شائبہ نہیں تھا۔ اس کی نرم سی آواز سنجیدہ تھی۔ اہل کے آنسو اس کے سوئیٹر میں جذب ہونے لگے۔ ان بازوؤں میں کتنا سکون تھا۔ اسے اپنا ہر دکھ بھولنے لگا تھا۔۔

”بہت نفرت کرتی ہوں میں آپ سے۔۔“

اس میں سمٹتے ہوئے وہ جیسے سرگوشی کر رہی تھی۔ ولی پہلی دفعہ مبہم سا مسکرایا تھا۔

”لیکن میں آپ سے بہت محبت کرتا ہوں۔“

"میں آپ سے اس سے بھی زیادہ نفرت کرتی ہوں ولی۔۔"

اور میں آپ سے اس سے بھی زیادہ محبت کرتا ہوں۔ آپ کی ہر نفرت سے زیادہ۔ آپ " کے ہر شکوے اور ہر گلے سے زیادہ۔

امل آہستہ سے اس سے الگ ہوئی تھی۔ اس نے نرمی سے بازو کھول دیئے۔ اس کے جھکے سر کو اپنائیت سے دیکھا اور پھر انگشتِ شہادت اس کی ٹھوڑی تلے رکھ کر اس کا چہرہ اوپر کو اٹھایا۔۔ امل کے لب بے ساختہ کپکپائے تھے۔۔

ویسے تو اتنی تیز تیز باتیں کرتی ہیں آپ۔ مجھے لگا تھا کہ آج کی رات تو خیر سے مجھے گھر " میں سونا نصیب ہی نہیں ہوگا لیکن آپ تو کچھ کہہ ہی نہیں رہی ہیں۔ اور وہ کیا کرتی

ہیں آپ۔ ڈانٹنا۔۔ ہاں ڈانٹیں ناں۔۔ آج تو ڈانٹ بھی نہیں رہی ہیں۔ سب ٹھیک ہے
”!ناں۔۔“

اس نے اسکی بھگی آنکھوں کو شرارت سے دیکھ کر کہا تھا۔۔ امل نے بے اختیار ہی
اسے بھگی پر شکوہ نگاہوں سے دیکھا تو ولی احمد ساکت رہ گیا۔ کیا اس کی آنکھوں سے
زیادہ خوبصورت بھی اس دنیا میں کچھ تھا۔ بھگی شد رنگ آنکھوں پر آج ولی کی دنیا جیسے
ختم ہو گئی تھی۔۔

”ایسے مت دیکھیں پلیز۔۔“

اس نے بے ساختہ کہا تو امل ہنس پڑی۔ اب دھوپ چھاؤں کے امتزاج نے اسے دم
نخود کر دیا تھا۔

میں اب بھی ناراض ہوں آپ سے، اگر کچھ بول نہیں رہی تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ "میری ناراضگی ختم ہو چکی ہے۔ میں آج بھی آپ سے آپ کی زیادتیوں پر نالاں ہوں۔ آج بھی آپ کے چپے گئے زخموں کو اپنی روح پر میں اتنی ہی وضاحت سے محسوس کرتی ہوں ولی۔ آج بھی۔۔ ہاں آج بھی آپ کے کہے گئے لفظوں سے بچ کر میں کوئی راہ فرار نہ اختیار کر سکی۔ آپ مجھے اس بدکردار آدمی کے حوالے کر کے یہاں چلے آئے۔ کیا آپ نے ایک دفعہ بھی سوچا کہ میں اس کے ساتھ کیسے رہونگی۔۔ میں اس کے ساتھ کیسے گزارا کرونگی۔! نہیں۔۔ آپ اپنے ہی فلسفے پر قائم رہتے ہوئے آخر تک مجھے یہی تسلی کرواتے رہے کہ میں اس کے ساتھ خوش رہونگی ولی لیکن آپ۔۔ آپ اندر ہی اندر جلتے تھے کہ میں اس کے ساتھ کبھی خوش نہیں رہ سکتی تھی۔ کیونکہ میں آپ سے محبت کرتی تھی۔ میرے دل کے ہر خانے میں آپ کا نام پورے اختیار سے جگمگا رہا تھا اور "میں۔۔ ولی میں اس نام کو مٹانے میں ہلکان ہونے لگی تھی۔۔"

اسکی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے تھے۔ ایک ایک لفظ کہتے جیسے دل سے خون
رس رہا تھا۔ وہ آج، ابھی۔۔۔ اپنے دل میں چبھا ہر کانٹا نکالنا چاہتی تھی۔ ہر وہ پیوست
کانٹا جس نے اسے آتی جاتی سانسوں کے ساتھ تکلیف دی تھی۔

ولی نے آہستہ سے اس کے گرتے آنسو اپنے پوروں پر سمیٹے، تو وہ اس کے سکون آور
سے لمس پر آنکھیں بند کر گئی۔ ماضی کے سارے زخم جیسے مندمل ہوتے جا رہے تھے۔۔۔

”کہتی رہیں میں سن رہا ہوں۔۔۔“

مدھم سا کہا تو اہل پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔ ابھی وہ اس سے بہت لرٹنا چاہتی تھی۔ اپنے
اوپر وارد ہوئی ہر زیادتی کا بدلہ وہ اس سے لینا چاہتی تھی لیکن عجیب بات تو یہ تھی کہ
اس کے لمس پر اسے صرف رونا آئے جا رہا تھا۔

آپ نے بہت برا کیا تھا ولی میرے ساتھ۔ آج بھی میرا دل یہ سوچ کر کانپ جاتا ہے " کہ اگر میں اس نفیس کے ساتھ زندگی گزارتی تو میرا کیا بنتا۔۔ میں تو کہیں کی نہ رہتی ولی۔ وہ تو مجھے ذلت کے اس عذاب سے گزارتا کہ جس کا سوچ کر ہی انسان کی روح فنا ہونے لگتی ہے۔ جب اس دن آپ اتنی ہمت نہیں کر پائے تو پھر آج آپ کو کیا پڑی تھی مجھ سے نکاح کرنے کی۔۔؟ آج کیسے آپ نے اتنی جرأت سے سراٹھا کر میرا ہاتھ "مانگ لیا۔۔؟ آج آپ میں اتنی ہمت کہاں سے آگئی تھی ولی۔۔؟

روتے ہوئے وہ اس سے جیسے اپنے سارے بدلے لے رہی تھی۔ وہ اس سے اپنے ہر آنسو کا بدلا لینا چاہتی تھی۔۔

اللہ نے مجھے آپ کے پیچھے خوار کرنا تمناں اسی لیے ڈیڑھ سال کی مسلسل اذیت کے " بعد آج آپ میرے سامنے ہیں۔ میری نگاہوں کے سامنے۔۔ پوری طرح سے میری ہو

کر۔ مجھے نہیں لگتا کہ زندگی میں اس سے بھی زیادہ کبھی کوئی لمحہ میرے لیے آسودہ
”ہو پائے گا۔“

اس کی آنکھیں بھی گلابی پڑنے لگی تھیں۔ اہل نے کسی غیر ارادی سی کیفیت کے زیر
اثر ہاتھ اٹھایا اور اس کے چہرے کو پہلی بار۔۔ زندگی میں پہلی بار چھوا۔ ولی اس کے
اس طرح سے چھونے پر ساکت ہوا تھا۔۔

ڈیڑھ سال سے مسلسل صرف آپ اذیت میں نہیں تھے ولی۔ میرا بھی ہر دن، ہر
ساعت اور ہر لمحہ عذاب بن کر گزرا ہے مجھ پر۔ جلتے بھی ہیں انتظار کی گھڑیاں کتنی
طویل اور تھکا دینے والی ہوتی ہیں۔۔! میں نے ہر اس گزرتی گھڑی میں آپ کو یاد کیا ہے
”ولی۔۔ اتنا یاد کیا ہے کہ میں تو خود کو بھی بھولنے لگی تھی۔۔“

ولی نے اپنے چہرے پر رکھے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا تھا۔ اس کے ٹھنڈے پڑتے ہاتھ پر اپنا نرم گرم سا ہاتھ رکھا تو وہ جیسے چونکی۔۔ اسکی نسواری آنکھوں کو دیکھا۔ بے اختیار اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نکال کر پیچھے ہوئی ہی تھی کہ ولی نے اسے دوبارہ سے اپنی جانب کھینچا۔ کسی لچکتی ڈال کی طرح وہ اس تک کھینچی چلی آئی تھی۔ قریب۔۔ بے حد قریب۔۔

”کہتی رہیں، میں سن رہا ہوں۔۔“

اس کے بہت قریب سرگوشی کی تھی اس نے۔۔ اہل کے رخسار دہک اٹھے۔ اس کی اتنی قربت پر لگتا تھا جان نکل جائے گی۔ اپنے اتنے قریب کر کے وہ کہہ رہا تھا کہ وہ کہتی رہے۔۔! وہ کیا کہتی۔۔ اس کے تو جیسے سارے الفاظ ہی سمٹ کر گم ہو گئے تھے۔

میں وعدہ کرتا ہوں کہ زندگی بھر آپ تک کوئی دکھ، کوئی پریشانی اور کوئی زخم نہیں "

"آنے دوں گا اہل۔ میں وعدہ کرتا ہوں آپ سے۔۔"

بے اختیار ایک بار پھر سے اسے خود میں سمیٹ کر اس نے مدھم سا کہا تو اہل نے آنکھیں موند کر سکون سے اپنا سر اس کے سینے پر ٹکا دیا۔ یوں لگتا تھا جیسے برسوں کی ریاضت کا صلہ، اللہ نے ایک ہی دن میں دے دیا ہو۔

یکایک ولی کا فون بجا تو وہ چونک کر اس سے الگ ہوا۔ کتنے لمحے اسی بے خودی کی نذر ہوئے تھے انہیں پتہ نہیں چلا۔۔ اہل نے بھی اس کے جیب سے فون نکلنے پر بھگی آنکھیں صاف کیں اور مسکراتی ہوئی پیچھے ہوئی۔ اصغر کا نمبر دیکھ کر ولی نے مسکراتے ہوئے فون اٹھایا تھا۔۔

"ہاں اصغر کہو۔۔؟"

ایک ہاتھ بڑھا کر اس کے بالوں میں اٹکے جھومر کو چھوا تو امل بے طرح چونکی۔۔ یا اللہ یہ جھومر اب تک بالوں میں لگا تھا۔

”اچھا۔۔ اچھا چلو ٹھیک ہے میں آتا ہوں کچھ دیر میں۔۔ ہاں ہاں۔۔ سہی۔۔“

فون کان سے ہٹا کر اس نے امل کو دیکھا۔ سفید لباس میں ملبوس وہ کوئی اپسرا لگ رہی تھی۔ آنسوؤں سے دھلے دھلائے چہرے والی اپسرا۔۔

اصغر کا فون تھا۔ مجھے بلا رہا ہے۔۔ میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں شاید کوئی کام ہے ”
”اے۔۔ اور یہ جھومر مت ہٹاؤ۔ ایسے بہت اچھا لگ رہا ہے۔۔“

وہ جو بالوں پر لگے ٹیڑے میڑھے سے جھومر کو ہٹا رہی تھی یکدم رک گئی۔۔

جی نہیں۔۔ مجھے نماز پڑھنی ہے عشاء کی تو مجھے یہ ہٹانا ہی پڑے گا۔ خود کو محترم پڑھ "کر آچکے ہیں میری نماز کا وقت نکال دیا۔۔"

ایک خفانگاہ اس پر ڈالی اور جھومر بالوں سے ہٹاتی اس کے ساتھ سے نکل گئی۔ ولی مسکراتا ہوا باہر کی جانب بڑھا تھا۔ اس نے سنگھار میز کے سامنے کھڑے ہو کر خود کا عکس دیکھا تو دنگ رہ گئی۔ چند لمحوں ہی میں اس کا رنگ کھل گیا تھا۔ آنکھیں چمک رہی تھیں اور دل ہر بوجھ سے آزاد ہو چلا تھا۔ صرف ایک انسان کے ساتھ سے دنیا کتنی حسین ہو جاتی ہے اس کا احساس اہل کو آج ہوا تھا۔ اس لمحے ہوا تھا۔۔ اس نے مسکرا کر جھومر سامنے رکھا اور پھر واش روم کی جانب بڑھ گئی۔ ابھی اسے اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہو کر شکر گزاری کے نفل بھی پڑھنے تھے۔۔

!چھوٹے سے اپارٹمنٹ سے یکدم ہی خوشبو آنے لگی تھی۔۔۔ پاکیزگی اور چاہت کی خوشبو۔۔۔

زمانی نے اپنی نماز سے سلام پھیر کر زمان کو دیکھا جو اپنی راکنگ چیئر پر جھولتے سکون سے مسکرا رہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے انہیں برسوں بعد قرار آیا ہو۔ وہ بھی مسکرا کر دعا کرتیں جائے نماز سے اٹھیں اور پھر ان کے ساتھ رکھے صوفے پر آ بیٹھیں۔ زمان نے یکدم ہی آنکھیں کھولی تھیں۔ پھر انہیں دیکھ کر مسکرائے۔۔۔

آج لگتا ہے جیسے دل سے ہر زخم مٹ گیا ہو۔ یوں لگتا ہے جیسے ہر زخم کے بدلے "میں اللہ نے ولی کو مرہم بنا کر بھیجا ہو۔ میں بہت خوش قسمت ہوں زمانی کے مجھے ولی "جیسا بیٹا ملا ہے۔ میں بہت شکر گزار ہوں پروردگار کا۔۔۔"

زمانی نے بھی آسودگی سے مسکرا کر سر ہلایا تھا۔ ان کے اپنے دل میں بھی جیسے ٹھنڈ پڑ گئی تھی۔ یکایک ان کے کمرے کا دروازہ بجا تو دونوں نے دروازے کی جانب دیکھا۔ بختیار کی وہیل چیئر گھسیٹتی شازیہ اسے اندر لا رہی تھی۔ اس کے پیچھے ہی نثار اور امینہ بھی تھے۔

آج سب کے چہرے ہی کھلے کھلے سے لگتے تھے۔ دل خوش تھے اور ارواح مطمئن۔۔ ان کی بہن، اس گھر کی بیٹی بغیر کسی جھمیڈے کے عزت کے ساتھ اپنے گھر رخصت ہو گئی تھی۔ اس سے زیادہ بھلا اب کیا خوشی رہ گئی تھی ان کے لیے۔۔

”آج میں بہت خوش ہوں بابا۔۔ بہت زیادہ۔۔“

کہتے کہتے بختیار کی آنکھیں بھیگیں تو سب ہی امل کے جانے پر اداس ہو گئے۔

میں بھی بہت خوش ہوں۔ اللہ نے ہماری ذات پر بہت بڑا احسان کیا ہے ولی کو"

"ہماری زندگیوں کا حصہ بنا کر۔۔"

"بے شک۔۔"

نثار نے کہہ کر یکدم سر جھکایا تھا۔ ان کے درمیان کے کھچاؤ اور مستقل ماضی کی
چمقلش جیسے پچھلے حادثے کے بعد سے ختم ہو گئی تھی۔ اگر کچھ رہ گیا تھا تو وہ ایک
دوسرے کو سمجھنا اور ایک دوسرے کی عزت کرنا۔۔ انہیں سمجھ آ گیا تھا کہ انسان کی
عزت صرف اپنے گھر والوں کے ساتھ میں ہے۔ اپنے نیک اعمال اور عمدہ اخلاق میں
ہے۔ انہیں یہ سمجھ آ گیا تھا مگر بہت کچھ کھونے کے بعد۔۔ ہاں کھوئے بغیر بھی بھلا
کبھی کوئی انسان سنبھلا ہے۔

دوسری جانب اہل نے اپنی نماز سے سلام پھیر کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تھے۔ سفید
دوپٹہ چہرے کے گرد لپیٹے، شہد رنگ آنکھیں بند کیئے وہ دعا مانگ رہی تھی۔ یکدم اسے
اپارٹمنٹ کا دروازہ کھل کر بند ہونے کی آواز آئی۔ پھر کوئی کمرے کا دروازہ کھول کر اندر
داخل ہو رہا تھا۔ اس نے آنکھیں نہیں کھولیں۔۔۔ مچو ہو کر دعا مانگے گئی۔ یکایک اس نے
محسوس کیا کہ کوئی اس کے ساتھ آ بیٹھا ہے۔۔۔ اور پھر اس کی گود میں اپنا سر رکھے وہ
اب اسے ہی دیکھ رہا ہے۔ اس کی بند پلکیں لرزنے لگیں۔۔۔ ہونٹ مسکراہٹ روکنے
میں ناکام ہونے لگے تھے۔

”ہشش۔۔۔ میرے لیے بھی دعا مانگیئے گا۔۔۔“

اس نے جل کر دعا کے لیے اٹھے ہاتھ ایک جانب کو کیئے اور چہرہ جھکا کر اسے دیکھا جو
نسواری آنکھوں میں ڈھیروں عقیدت لیے اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ ساتھ اس نے
ایک جانب سے لب دانتوں تلے دبا کر مسکراہٹ بھی روک رکھی تھی۔

آپ میری دعا میں مغل ہو رہے ہیں اور جو۔۔ اہل کی دعا میں مغل ہوں وہ انہیں بالکل "
"بھی پسند نہیں کرتی۔۔"

اس نے ایک بار پھر آنکھیں بند کر کے دعا پر توجہ دینی چاہی لیکن اف۔۔ وہ گود میں
سر رکھے لیٹا تھا۔

"میں کب مغل ہوا ہوں۔ صرف دعا کی درخواست کی ہے۔"

کتنی معصومیت سے کہہ رہا تھا۔ امل نے دعا ادھوری چھوڑ کر ہاتھ چہرے پر پھیرے اور جیسے ہی نگاہیں جھکائیں نظریں اس کی نظروں سے جا الٹھیں۔۔

"بہت برے ہیں آپ۔۔"

"سو تو ہے۔"

"مجھے وہ نفیس زیادہ اچھا لگتا تھا۔۔"

بے اختیار اس نے نگاہیں اس پر اٹھائی تھیں۔ امل نے بمشکل مسکراہٹ روکی۔۔

مجھے پتہ ہے۔۔ آپ ہمیشہ سے مجھے پسند کرتی تھیں۔ بلکہ ابھی کچھ دیر پہلے آپ نے "مجھ سے کسی بات کا اظہار بھی کیا۔۔ کیا تھا بھلا وہ۔۔؟"

"کس نے کہا میں آپ کو پسند کرتی ہوں۔۔؟"

اس نے دوپٹے کی تہہ کھولی تو سیاہ لٹ پھسل کر چہرے پر آگری۔ ولی نے بے ساختہ ہاتھ بڑھا کر اس کی لٹ کان کے پیچھے اڑسی تھی۔ اس کی نگاہیں بے ساختہ جھکیں لیکن۔۔ اف۔۔ ولی کا چہرہ سامنے آیا۔ اس نے جلدی سے اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھا تھا۔ ولی بے ساختہ کھل کر مسکرایا۔۔

"آہاں۔۔ ٹھیک ہے مجھے پسند نہیں کرتیں آپ لیکن مجھ سے شرمنا ضرور رہی ہیں۔"

"جو بھی کہیں۔۔ میں اب ہاتھ نہیں ہٹاؤنگی۔۔ آپ کی نظریں بہت گستاخ ہیں۔۔"

ولی ہنسا تھا۔

"میں نے سمجھایا ہوا ہے انہیں۔۔ اب کوئی گستاخی نہیں کریں گی۔۔"

اس کا ہاتھ اس نے نگاہوں سے ہٹا کر بے ساختہ ہونٹوں سے لگایا تو امل کانوں کی
لوؤں تک سرخ پڑ گئی۔ وہ اپنی آنکھوں میں سارے جہان کی عزت سمیٹے اسے ہی دیکھ
رہا تھا۔

جانتی ہیں۔۔ میں آپ کو اپنا ہر زخم دکھانا چاہتا تھا۔ آپ سے اپنے دل کے ہر گھاؤ کو
بانٹنا چاہتا تھا۔ آپ کو اپنے ہر راز میں شریک کرنا چاہتا تھا۔ اپنا ہر دکھ آپ کی گود میں سر

رکھ کر رونا چاہتا تھا میں۔۔ لیکن آج۔۔ یوں آپ کو دیکھتے ہوئے مجھے لگ رہا ہے جیسے
مجھے تو کبھی کوئی زخم لگا ہی نہیں تھا۔۔ جیسے یہ زندگی تو آج ہی شروع ہوئی ہے۔۔ آپ
”کے ساتھ سے پہلے تو میں زندہ ہی نہیں تھا۔۔ بس جی رہا تھا۔۔“

اہل اداسی سے مسکرا کر اس کا ایمان افروز چہرہ دیکھ رہی تھی۔ بلاشبہ۔ اسے بہترین
سے نوازا گیا تھا۔

میں آپ کا ہر زخم، ہر دکھ، ہر محرومی اور ہر خواہش پوری کرنے کی بھرپور کوشش
کرونگی ولی۔ میں بھی آپ کو کبھی تنہا نہیں کرونگی۔ میں دنیا اور آخرت۔۔ دونوں میں اللہ
سے آپ کا ساتھ طلب کرونگی۔ کیونکہ آپ۔۔ آپ کا ساتھ میری زندگی کی متاع ہے۔
میری اندھیر زندگی کا تارہ ہے۔۔ جس کی روشنی میں مجھے اپنی زندگی گزار کر آخرت کی
”گھڑیوں تک آپ کا انتظار کرنا ہے۔۔“

ولی اس کی باتوں پر مسکرا رہا تھا۔ پھر اس کا پکڑا ہاتھ اپنے دل پر رکھا۔

آپ بہت خوبصورت ہیں۔ کبھی کبھی میں مہبوت ہو جایا کرتا ہوں آپ کی خوبصورتی " سے۔۔

"جانتی ہوں۔۔"

کمال بے نیازی سے کہہ کر دیکھا تھا اسے۔ وہ ہنس پڑا۔۔

لیکن میری ساری سعادت مندی کا ساتھ آپ کو تب ہی میسر آسکتا ہے جب آپ "

"میری ایک بات مانیں گے۔۔"

"کہیں۔۔"

اٹل کا ہاتھ اب تک اس کے ہاتھ تلے دبا تھا۔

"مجھے بی بی کہنا چھوڑ دیں۔۔"

"یہ تو مشکل ہے۔۔"

اس نے صاف جواب دیا۔۔ اہل نے خفگی سے دیکھا تھا اسے۔۔

"پتہ ہے ناں مجھے کیسا غصہ آتا ہے۔۔؟"

جانتا ہوں۔۔ کیونکہ آپ کے عتاب کا شکار اکثر میں ہی ہوتا تھا۔ لیکن مسئلہ تو سارا یہی "ہے کہ مجھے آپ غصے میں اور بھی اچھی لگتی ہیں۔۔"

"میں کب اچھی نہیں لگتی۔۔؟"

آنکھیں گھما کر کہا تو ولی کا دل کیا اسے بنا پلکیں جھپکائے دیکھتا ہی رہے۔۔

"آپ پھر سے وہی کر رہے ہیں۔۔؟"

اس نے اپنا ہاتھ ایک بار پھر اس کی آنکھوں پر رکھا تو ولی کا قمقہ بے ساختہ گونجا۔۔

"کیا کر رہا ہوں۔۔؟"

اس نے اب کے اس کا ہاتھ نہیں ہٹایا تھا۔۔

"گستاخی۔۔۔"

اس نے جھک کر ہلکے سے کہا اور پھر یکدم اٹھ گئی۔ ولی کا سر بے ساختہ زمین سے ٹکرایا تھا۔۔

”اب یہ زیادتی ہے۔۔“

اس نے سر کے نیچے ہاتھ رکھ کر اسے کہا تو وہ اسے منہ چڑا کر باہر بھاگ گئی۔ وہ بھی اٹھ کر اس کے پیچھے بھاگا تھا۔

آنے والی ساعتیں اپنے اندر روشنی کے بہت سے جگنو سمیٹے ہوئے تھیں۔ اور ان کی دھمک۔۔ ان آنے والے لمحات کی معطر گھڑیاں ولی اور امل بخوبی محسوس کر سکتے تھے۔۔

ان سے دور گاؤں کی پہاڑی پر پڑی ایک لاوارث لاش اب تک روکھی ہوا کے ساتھ مٹی بن کر اڑ رہی تھی۔ اس لاش کی تعافن زدہ سی نحوست کے باعث پہاڑی پر آگی گھاس جل کر راکھ ہو چکی تھی۔ دوسری جانب، اپنے کمرے کی تاریکی میں بستر پر دراز حسین کا لاغر وجود اب آہستہ آہستہ گلنے سڑنے لگا تھا۔ اعمال کے باعث اس کی روح تو خاکستر ہو ہی چکی تھی لیکن اب اس کا جسم بھی ان اعمال کے اثرات کے اثر سے گویا سڑنے لگا تھا۔

ان سب کا انجام، گردن تر چھی کیئے کاغذات پر لکھتے میں یہی سوچ رہی تھی کہ جسے پلٹ آنا ہو وہ پلٹ آتا ہے اور اعمال کا ٹلنا۔۔ اعمال کے نتائج کا ٹل جانا تو بہت ہی غیر یقینی سی بات ہے۔ کیونکہ اعمال۔۔ ایک نہ ایک دن ضرور پلٹ آتے ہیں۔۔ مزید بھیانک اور تاریک ہو کر۔ جیسے حسین اور ہاشم کے اعمال ان پر پلٹ آئے تھے۔۔ مزید تاریک اور بھیانک ہو کر۔ اور جیسے ولی اور امل پر اس کے اعمال پلٹ آئے تھے۔۔ مزید خوبصورت اور پاکیزہ ہو کر۔۔

ختم شد